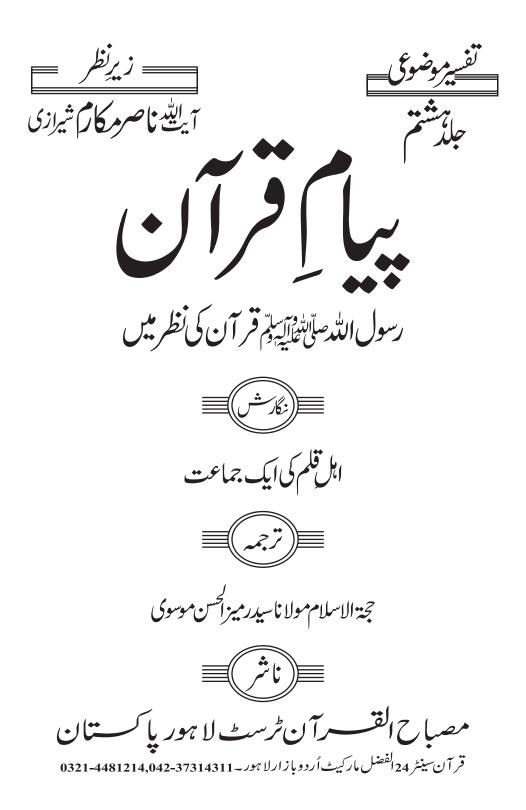




والتبسيد

her harmone

سين السران المدوية إستان



جمله خقوق بنق نانتر محفوظ ہیں	
ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ	نام کتاب۔۔۔۔
<sup>بش</sup> م	جلد
یة الله العظلی ناصر مکارم شیرازی	مؤلف
الاسلام مولا ناسيدر ميز الحسن	مترجم
ـــــجة الاسلام ڈاکٹرشیخ محمدسنین	نظرثانی۔۔۔۔
ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ	سیٹنگ وگرافنس۔۔

سال اشاعت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القسر آن ٹرسٹ لا ہور ہدیہ(پیام قرآن جلدہ،10،9)۔۔۔۔۔۔1000روپے

#### ملنےکاپتہ

قر آن سينٹر 24 الفضل مار کيٹ اُردو بازارلا ہور۔ 37314311-37314311

www.misbahulqurantrust.com

# بِسْمِ اللهِ الدَّخِن الدَّحِيْمِ عرضِ نا تثر

قارئين كرام! \_\_\_\_\_السلام الله وبركانة الله و

آلْحَهُ كُلِلَّهِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر وتالیفات کی

نشر واشاعت کےسلسلہ میں ایک عظیم اور یُروقارمرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجز اندخد مات انجام دے رہاہے۔

دورِ حاضر میں جب تفسیر قرآن کی بات ہوتو ذہن میں انہی کتب کا تصور آتا ہے جوعمو ما صدرِ اوّل سے لے کر آج تک کھی جارہی

ہیں کہ جن میں سورتوں اور آیتوں کی ترتیب کے مطابق نوبت بہتو بت ان کی تفسیر کی جاتی ہے۔ مگر تفسیر قرآن کا یہی ایک طریقہ نہیں ہے بلکہ

اس کتاب الہی کی تفسیر کے پانچ طریقے ہیں۔اتفسیر مفرواتی ۲ تفسیر ترتیبی ۳ تفسیر موضوعی ۴ تفسیر ارتباطی ۵ تفسیر کلی۔

تفسیر کے کہلے دوطریقے عام طور پر متعارف ہیں۔ بلاشہ تفسیر قرآن کا قدیکی طریقہ بیر ہائے کہ بالتر تیب ایک کے بعد دوسری سورۃ کی تفسیر کرتے ہوئے پورے قرآن کی تفسیر کل جاتی ہے۔ لیکن آیت اللہ جعفر سجانی اور آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی نے تفسیر کی ایک نئی روش اپنائی ہے کہ جس میں کسی اصل وفرع یا مضمون وعنوان سے تعلق رکھنے والی آیا ہے قرآنی کوایک مقام پر لاکران کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ لہنداس میں ہرعنوان اور موضوع کی جملہ آیا ہا اوران کی تفسیر کیجا کر دی گئی ہے، لہنداس کو تفسیر موضوع کا نام دیا گیا ہے۔ ادارہ ہذا کے ذریعے تفسیر موضوع کا خار دول پر شتمل پہلاسلسلہ (قرآن کا دائی منشور) منظر عام پر آچکا ہے۔ تفسیر موضوع کا زیر نظر سلسلہ (پیام فرآن) جو کہ آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی کی سعی جمیل کا نتیجہ ہے ، اس کی سات جلدیں پہلے سے قارئین کے ہاتھوں میں موجود ہیں ۔ جلد ہشتم تا دہم قارئین کی خدمت میں پیش کی حاربی ہیں۔

نرپرنظر کتاب'' پیام قر آن جلد مشم'' کااردوتر جمهادارہ ہذا کے تعاون سے جمۃ الاسلام مولانا سیدر میزالحسن نے کیا ہے۔ادارہ مولانا موصوف کااس بی جمیل پردل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہے۔ بلاشبہ مولانا موصوف اگرادارہ ہذا کے ساتھ طے شدہ ضوابط کے تحت پھیل معاہدہ فرماتے تو زیرنظر کتاب 8 ماہ قبل قارئین کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہوتی الیکن غفلت کی ستم ظریفی!۔۔۔کتاب ہذا کی پھیل میں 6 ماہ کی بجائے 15 ماہ کا طویل عرصہ لگادیا گیا۔

اس وقت تفسیر موضوی (پیام قرآن) کی جلدنمبر 8 کاار دوتر جمه آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم وحقیق حبِ سابق''مصب ح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کوبھی پیندیدگی کی نظر سے دیکھیں گےاوراس گوہرِ نایاب سے بھر پورعلمی وعملی استفادہ فرمائیں گے۔اورادارہ کواپنی فیمتی تجاویز وآراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔۔والسلام

اراكين

مصباح القكرآن ٹرسٹ لا ہور پا كستان

# فهرست مضامين

11	پیش لفظ
12	تر تیبی تفسیر کی خصوصیات
12	موضوعی تفسیر کی خصوصیات
14	رسول الله سَلَقُ اللَّهِ عَرْ آن كَي نَظر مِين
14	رسول الله صلَّ الله على الله الله الله الله وراور <mark>اسكى تيز رفيارتر قى</mark>
17	تاز ەمىلمانوں پردباؤ
18	تهمت اوراستهزاء
19	عبشه کی طرف ہجرت 
22	اقتصادی بائیکاٹ
24	جديد بين كا آغاز
24	رسول الله صلَّةُ اللِّيلِم كي مدينه كے لوگوں سے ملاقات
25	پهلی بیعت عقبه <u> </u>
26	دوسری بیعت عقبه
28	انجرت؛ تاریخ اسلام کا جدید دور
30	حديبيه؛ايك عظيم واضح كاميا <u>ب</u>
31	حکومتی سر برا ہوں کو خطوط
39	رسول الله سالة الآيية قرآن كي نظر مين
39	اشاره
39	دغوت رسول الله صالة عالية كما كما حول
40	ا۔عربوں کے عقا ئدمیں بتو ں کی حیثیت
43	۲۔عام عوام پر مسلط شدید فقروفا قه
44	۳۔عربوں کی عجیب وغریب عبادتیں
45	۴- ایام حاملت میں عریوں کی بعض دوسری خرافات

#### www.kitabmart.in

47	۵۔اخلاقی مسائل میں سخت خرابیاں
49	رسول الله صلافة اليه تم كالبحيين
51	زمانه بعثت كا آغاز
53	يوم الدار كاوا قعه
60	رسول الله صلافة اليهم كي حيات مباركه كي تخرى مهيني
	پغیبراسلام سالٹھائیلہ کے دعویٰ کی سچائی پر دلائل
	اعجاز قرآن
62	اشاره:
63	ترجمه:
64	تفسيراورخلاصه
70	تشریحات
70 .	ا قرآن کی بےنظیر جاذبیت اور نفوذ
71 .	ا ـ وليد بن مغيره مخز وي كاوا قعه
72 .	۲ _ قریش کے سر داروں کا قرآن سننا
72 .	س-ابن البي العوجاءاوراس كے ساتھيوں كاوا قع <u>ہ</u>
74	مه عثمان بن منطعون كاوا قعه
75 .	۵۔اسعد بن زرارہ کا واقعہ
	۲ ـ اصمعی کاملا دینے والا واقعہ
78 .	ے قرآن کی ایک آیت کے سامنے ایک بدو کار د <sup>عمل</sup>
78 .	٨-سيدقطب كادلچيپ واقعه
79 .	9۔ نجاشی اور حبشہ کے عیسائی علماء کا واقعہ
81	<ul> <li>ا غیرمسلم دانشوروں کے لئے قرآن کی کشش</li> </ul>
1	٢ ـ جنهوں نے قرآن سے مقابلے کی کوشش کی
1	اعجاز قر آن کے مختلف پہلو <u> </u>
1	اشاره:

89	ا۔نصاحت وبلاغت کی نظر سے قر آنی اعجاز
97	بیان کی پا کیز گی اور متانت
99	قرآنی مثالیں
100	قرآن کی معجزانہ مثالوں کے چند نمونے
102	۲۔الہی معارف کی نظرسے قرآنی اعجاز
109	۳-جدیدعلوم اورسائنسی ایجادات کی نظرسے قرآنی اعجاز <u> </u>
110	ا قرآن اور کشش ثقل میسید.
112	۲_قرآن اور کا ئنات کی تخلیق
115	۳_قر آن اورز مین کی حرکت
117	۴ قرآن اور منظومه شمسی کی حرکت
119	۵_قرآن اور کا نئات کی وسعت
120	۲۔ قرآن اور دوسر بے کرات پر زندگی
122	کے قرآن اور پہاڑوں کی خلقت
126	۸ ـ قرآن میں بودوں کی زوجیت ( نراور مادہ ہونا )
127	۹_قرآناورغمومی زوجیت
128	•ا قِر آن جنین کےارتقاء سے پردہ اُٹھا تاہے
132	اا قرآن میں زمینی فضا کے اہم اثرات کا ذکر
134	
136	۱۳ قرآن میں بارش اوراو لے برسانے کا سبب
139	۱۴_ قر آن اور رعد و برق اور بارش کا با همی تعلق 
141	۱۵_قرآن اورانسانی شخصیت کی تشخیص
143	ا اقر آن آسانوں کی خلقت کی عظمت سے پردہ اُٹھا تا ہے
145	م- تاریخ کی نظرسے قرآنی اعباز <u> </u>
145	تربیتی مسائل میں تاریخ کا کردار
147	قر آن میں تاریخی وسعتیں

	///////////////////////////////////////
148	ا ـ ' قرآن' اور' کتب عهدین' میں تخلیق آدمؑ کی کیفیت
152	۲_حضرت ابرا ہیمًا کی فرشتوں سے ملاقات
155	۳-زبانول میں اختلاف کا سبب
158	۴۰ ـ بنی اسرائیل کی گوساله پرشی
	۵_حضرت دا وُد -اوراور یاه کی بیوی کا وا قعه
166	۲- کیا حضرت سلیمان - نے بت خانہ بنایا تھا؟
169	ے۔حضرت یعقوب -اوراُن کے بھا <mark>ئی عی</mark> سو کی عجیب رقابت
171	اس قصے کا خلاصہ
172	۸۔حفرت عیسلی - پرشراب سازی کی تہمت
175	9_حضرت عیسی' -اورالو هیت کی دعوت
177	•ا _حفرت عیسی' - کے حضور بد کارغورت
180	نتيجه
	۔ ۵۔ وضع قوانین کی نظر سے قرآنی اعجاز
181	كونسا قانون؛ بهترين قانون؟
	قر آنی قوا نین کی خصوصیات - قر آنی قوا نین کی خصوصیات
183	اول:جامعیت اورؤسعت معیت اورؤسعت
	۱- هر چیز کی بنیا دتو حید ۱- هرچیز کی بنیا دتو حید
	۲ _اجتماعی عدالت معاشرتی عدل وانصاف
186	
187	سے ہوتشم کے ظلم وزیادتی کودور کرنا <u>۔</u> مہر ہوتشم کے ظلم وزیادتی کودور کرنا <u>۔</u>
	۵_دفاعی معاملات
	۲ لِرُا أَي جَمَّارُ بِ
	ے۔انسان کی تقدیر <u> </u>
	۱-۱-۱۵ مورد ۱۸-عقید سے کی آزادی
	۹ _ دوسرول کی ذاتی زندگی میں عدم مداخلت - استان استان اللہ میں عدم مداخلت
109	

#### www.kitabmart.in

189	۱۰ مرامعا شرت
190	دوم:معا شرتی تعلقات کومضبوط کرنا
192	سوم:انسانی حقوق کااحترام
193	چهارم:امن وامان اورآ زادی کااهتمام
196	پنجم: مختلف تُو کل کے نفاذ کی ضمانت
199	مبداء پرائیان
200	قیامت جیسی عظیم عدالت پرائیان
200	ششم:معنوی قدرون کااحیاء
202	اً ہفتم: ثابت ومتغیراً صول
206	۲۔ غیبی خبروں کے لحاظ سے قرآنی اعجاز
206	ا شاره:
207	ر جہر
211	۲۔دوسری دواہم کامیابیوں کے بارے میں پیشگوئی
213	سومستقبل میں بہت زیادہ غنائم کی پیشگوئی 
214	ہے۔رشمنوں کی یقینی شکست کے متعلق پیشگاوئی
215	۵۔میدان بدر میں فتح کے متعلق ایک اور پیشگوئی
218	۲_واپسي کاوعده
219	۷۔وہ ہر گزایمان نہیں لائے گا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
221	۸۔ہم نے تہمین خیر کثیر عطا کی ہے
223	9، ۱- وہمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تئیں گے
225	ے قرآن کاعدم تضاداورا ختلاف کے لحاظ سے معجز ہ ہونا <u> </u>
227	بعض دوسر بے خارق عادات اعمال میں انداز میں
234	شق القمر کے بارے میں مختلف سوالات
234	ا۔''شق القمر'' تاریخی اعتبار سے
235	۲ علمی نقطهٔ نظر

۳۔شق القمرآیات کی نظر سے	236
<u>جواب</u>	236
خلاصهخالصه	238
قرائن کی جمع آوری؛ایک اطمینان بخش راسته	238
قرائن کی جمع آ وری تمام علوم میں رائج دلیل	239
ا۔ پیغمبرا کرم سلافالیا پل دعوت کے زمانے کی شرا کط اور حالات	243
٢_ پیغمبر سلانهٔ ایسلم کی اخلاقی خصوصیا <mark>ت اور</mark> درخشاں ماضی	
س۔ داعی کی دعوت کے اہم نکات	250
٣- آپ َ ڪاپنے ماحول پُر گهر ڪا تُرات <u> </u>	259
۵_مقصدتک پې <u>نچن</u> ځ کا طریقه اوروسائل	260
۲ ـ آپگااینے مقصد پرایمان اورایثار	264
ے۔ آپ پرایمان لانے والے کن طبقات سے تھے <u> </u>	265
۸۔اسلام کا تیزی سے پھیلنا	267
بشارتیں اور اشارے	272
اثاره	272
ر جمه	273
وه پیغمبرا کرم سلانا ایلهٔ کواچھی طرح پہنچانتے تھے	274
سابقہ کتابوں میں ظہور پیغمبڑکے بارے میں بشارت	278
قرآن میں خاتمیت	286
اشاره	286
ر جمر _	287
تفير	287
خاتم النبتين كامفهوم	289
خاتم النبتين كامفهوم چندسوالول كاجواب دوسراسوال:	290
دوسراسوال:	292
	Z.

vww.kitabmart.in	
292	جواب:
294	اسلامی روا یات کی روشنی میں خاتمیت
301	خاتمیت کے بارے میں چندسوالات
301	ا کیاانسان کی تکاملی حرکت مسکا خاتمیت کے ساتھ ساز گارہے؟
301	ُ جواب:
302	۲ کیا دائمی قوانین انسان کی متغیر ضروریات کے ساتھ سازگار ہیں؟
303	۳۔ کیاانسانوں کوعالم غیب کے ساتھ <mark>را لبلے</mark> کے فیض سے محروم ہوجانا چاہیے؟
304	کیاان آیات کامسکاہ خاتمیت کے ساتھ تعلق ہے؟

# يبش لفظ

موضوعی تفسیر کیاہے؟ اور کن مشکلات کوحل کرتی ہے؟

ان دواہم سوالوں کا جواب موجودہ کتا ہے۔ جیسی کتا بوں کوشیحے مضمون میں شیحضے میں گہرا اثر رکھتا ہے۔ جب تک ان دوسوالوں کا جواب واضح نہیں ہوتا ،اس وقت ہم اس فتھم کی کتا بوں کے مقصد کونہیں سمجھ سکتے ۔

پہلے سوال کے جواب میں ہم یا د دہانی کراتے ہیں کہ قرآن مجیدوہ کتاب ہے جو ۲۳ سال کے لمبے عرصے میں مختلف معاشرتی حالات اور تقاضوں اور گونا گوں واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے نازل ہوئی ہے اوراسلامی معاشرے کی ترقی کے ساتھ ساتھ اس ( کی تعلیمات میں) میں بھی پیشرفت ہوتی رہی ہے۔

جن سورتوں کی آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں،وہ زیادہ تر تو حیدومعاد پرایمان واعتقاد کو محکم کرنے خصوصاً شرک اور بت پرسی کے خلاف شدید جدو جہد کی عکاسی کرتی ہیں جبکہ مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی آیات قدرتی طور پراسلامی حکومت کے تشکیل پانے کے بعد نازل ہوئی ہیں ،لہذا معاشرتی ،عبادی ، سیاسی احکام اور ہیت المال کی تشکیل اوراسلام کے قضائی نظام کی طرف ناظر ہیں اور پھرمنافقین وغیرہ کےساتھ جنگ وسلح پر ہنی مسائل سے تعلق رکھتی ہیں کہ جن میں اس وقت اسلام مبتلا تھا۔

واضح ہے کہ ان میں سے کوئی بھی مسئلہ ایک رسالۂ علیہ (توضیح المسائل) یا قدیم نصابی اور درس کتاب کی شکل میں پیش نہیں کیا گیا۔ بلکہ بیآ یات مختلف مناسبتوں، نقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق نازل ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد، جنگی احکامات، عہد ناموں، اسیروں، جنگی تاوانوں وغیرہ سے متعلق احکام ہر غزوہ کی مناسبت سے پراکندہ صورت میں نازل ہوئے ہیں بیہ بالکل ایک ماہر طبیب کے نسخے کی طرح ہیں کہ جو ہرروز بیار کے حال کے مطابق نسخہ کھتا ہے اور اسے مکمل صحت عطاکرتا ہے۔

اب اگرہم قرآنی آیات کی نازل شدہ سورتوں میں ہرسورت میں آیات کے مطابق، ترتیب کے ساتھ تفسیر کریں تو یہ''تر بیتی تفسیر'' ہوگی اورا گرایک''موضوع'' سے متعلق آیات پورے قرآن سے جمع کرکے ایک ساتھ رکھیں اور پھران کی فصل بندی کرکے تفسیر کریں تو یہ''موضوع تفسیر'' ہوگی۔

مثلاً جب بھی جہاد سے متعلق تمام آیات کہ جودی سال کے دوران ، مدنی سوروں میں نازل ہوئی ہیں یااللہ تعالیٰ کے اساء وصفات سے متعلق آیات جو ۲۳ رسال کے دوران پورے قر آن میں نازل ہوئی ہیں ،ایک ساتھ رکھی جائیں اور پھران کی ایک دوسرے کے ساتھ تعلق کی بنایرتفسیر کی جائے تو بیموضوعی تفسیر کہلائے گی۔

دونوں قسم کی تفسیر کی اپنی اپنی خصوصیات اور اثر ات میں کہ جوہمیں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں کرتیں اور''ہر چیز اپنی جگہ پر اچھی ہوتی ہے'' کے مصداق دونوں قسم کی تفسیریں قرآن کے محققین کے لئے ضروری ہیں (البتہ پہلے ترتیبی تفسیر ہے اور پھر موضوعی تفسیر )۔

## ترتيبي تفسير كى خصوصيات

اس طرح کی تفسیر میں آیات کے نازل ہونے کے زمان ومکان، پہلے اور بعد میں آنے والی آیات اور داخلی اور بیرونی قرائن کے لحاظ ہرآیت کامقام واضح ہوجا تاہے،اس کے بغیرآیت کاضچے معنی سمجھناممکن نہیں ہے۔دوسرے الفاظ میں ترتیبی تفسیر ہرآیت کواس کے اپنے مقام پردیکھتی ہے اوراسلامی معاشرے کی روح کے ساتھ اس کے تعلق اوراس کی پیشرفت و تکامل کو مدنظر رکھتی ہے اوراس تعلق سے بہت سے مسائل واضح ہوجاتے ہیں۔

جبکہ موضوی تفسیر میں آ<mark>یات عینی اور جزئی وا قعات کی شکل سے نکل کرایک مجموعی وکلی صورت اختیار کر لیتے ہیں اوراپنے مقام سے کسی حد تک دور ہوجاتے ہیں ۔اس کے برعکس موضوعی تفسیر کی اہم خصوصیات یہ ہیں :</mark>

# موضوعى تفسير كى خصوصيات

ا۔ایک ہی موضوع کی مختلف آیات میں پیش ہونے والے گونا گوں پہلوؤں کوایک ساتھ قرار دیتے ہوئے تمام موضوعات کوجامع انداز میں چند پہلوؤں سے دیکھا جاتا ہےجس سے قدرتی طور **پرجدید** حقائق سامنے آتے ہیں۔

۲۔قرآن کی بعض آیات میں پہلی نظر میں (انسان کو )ابہامات نظ**رآتے ہیں لیکن''ا**لقرآنُ یفس<sub>کر</sub> بعضہ بعضاُ'' (قرآنی آیات ایک دوسرے کی تفسیر کرتی ہیں ) کےاصول کے مطابق بیا بہامات (موضوعی تفسیر) کی وجہ سے دورہوجاتے ہیں۔ ۳۔موضوعی تفسیر بطور کلی ہرمسئلےاور ہرموضوع کے بارے میں اسلامی نظریۂ کا ئنات کوواضح کر دیتی ہے۔

۴۔ قرآن کے بہت سے چھپے ہوئے اسرار کو نقط موضوعی تفییر کی روش پر ہی واضح کیا جاسکتا ہے اورانسانی استعداد کی حدتک آیات کی گہرائیوں تک پہنچا جاسکتا ہے۔

بنابرایں گہری سوچ اور آگاہی رکھنے والا کوئی بھی مسلمان اس دونوں قسم کی تفاسیر سے بے نیاز نہیں ہوسکتا اگر چہ زمانئہ قدیم حتیٰ ائمہ ہدی '' کے زمانے سے موضوعی تفسیر کی طرف تو جہ دی جاتی رہی ہے اور علمائے اسلام نے اس سلسلے میں بہت ہی کتا ہیں کسی ہیں جس کو اضح مثال'' آیات الا حکام'' کے نام سے کسی جانے والی کتابیں ہیں 'لیکن ہمیں اس بات کا اعتراف کرنا چاہیے کہ موضوعی تفسیر میں جس طرح ترقی ہونی چاہیے تھی وہ نہیں ہو سکی اور ابھی تک بیا ہی ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے۔لہذا علمائے کرام کی زحمات کے نتیج میں اسے اسٹے حقیقی مقام تک پہنچنا جاہے۔

اس کتاب'' پیام قرآن'' میں کاملاً ایک جدیدروش کے مطابق قرآن کی موضوعی تفسیر کے موضوع پر جدید قدم اٹھائے گئے ہیں اورالحمد للداس کا بہت زیادہ استقبال ہوا ہے اور ہرروز معاشرے کے مختلف طبقات کی طرف سے اسے پذیرائی مل رہی ہے پھر بھی پیرکا ابتدائی مراحل سے گذرر ہاہے اوراسے علمائے اسلام اورمفسرین عالی مقام کی زیادہ سے زیادہ تو جداور تعاون کی ضرورت ہے تا کہ بیا پنے www.kitabmart.in ا نتهائی مقصدتک پہنچ سکے۔ہم ہمیشہ اہل نظراورار باب معرفت سے اس کا م ککمل کرنے والے نظریات وآ راء کی تو قع رکھتے ہیں۔ ہم اس کام میں خداوند بزرگ و برتر سے زیادہ سے زیادہ تو فیق وہدایت طلب کرتے ہیں! حجيج الاسلامه عالى جناب مُحدرضا آشتياني مُحمر جعفراما مي ،عبدالرسول حسني مُحمداسدي،حسين طوسي ،سيرشمس الدين روحاني اور محر محمدی کے تعاون سے! ناصر مكارم شيرازي حوزه علميةم \*\*\*

# رسول الله صلَّاللَّهُ اللَّهِ قُرْ أَن كَى نَظر مين

سب سے پہلے ہمیں ازروئے قرآن مجید، اسلام اور رسول اللہ سلاھ آلیہ ہمیں کی معرفت حاصل کرنی چاہیے اور مختلف آیات میں اس بارے میں جووسیع مفاہیم پر مبنی اشارے ملتے ہیں؛ اُن کے متعلق مطالعہ و تحقیق کرنی چاہیے۔ چونکہ ان مختلف آیات کے نکات اور اشاروں سے آگاہ ہونے کے لئے تاریخ اسلام سے متعلق اجمالی معلومات ضروری ہیں، لہذا یہاں پر ہم آئندہ موضوعات کے لئے تمہید کے طور پر اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام پر ظہور اسلام اور اُس کی تیزر فقارتر قی کے بارے میں ایک نظردوڑ ائیں گے۔

# رسول الله سلَّالله الله الراسلام كاظهوراوراسكي تيزرفنارتر في

اسلام کاظہور چودہ صدیاں پہلے مکہ مکر مدمیں ہواہے،اور ۲۳ سال کے عرصے میں ( کہ جودعوت رسول اللہ سَالِیْمَالِیْمَ کا زمانہ ہے)اس نے حجاز کے انتہائی جنوبی علاقے بمن سے لیکر جزیرۃ العرب کے شال شامات تک کے علاقے کو اپنی قلمرو میں شامل کرلیا ہے۔ یہاں تک کہ افریقہ کا کچھ حصہ کہ جو اس زمانے میں حبشہ کہلاتا تھا، بھی اسلام کی جانب راغب ہو گیا تھا اور آج پوری دنیا کو اسلام نے اپنی جانب متوجہ کیا ہوا ہے اور اس وقت اس کے ایک ارب سے زیادہ پیروکار موجود ہیں۔

اس تحریر میں جس چیز کے بارے میں تحقیق کی جائے گی وہ رسول الللہ سنا شاہلے کی حیات مبار کہ اور اسلام کی سریع پیشرفت اور اس کے ملل واسباب کے بارے میں مختصرا شارہ ہوگا۔

البتہ ہم جانتے ہیں کہ بیکام آسان نہیں ہے چونکہ جو پچھ ہوااوراس کے بیتے میں اسلام یہاں تک پہنچا،اس کے مقابلے میں جو تاریخ میں آیا ہے؛ وہ اس قدروسیج ہے کہ اُسے ہم سمندر کے مقابلے میں قطرہ ہی کہدسکتے ہیں اور جو پچھ ہم یہاں پیش کررہے ہیں؛ وہ اس تاریخ سے ہی لیا گیا ہے لہٰذاواضح ہے کہ یہ کس قدرکم ہوگا۔ابتداء میں اسلام ایک فرد یعنی؛ رسول اکرم سے شروع ہوا ہے جو چالیس سال کی عمر میں رسالت کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔اُن کے بعد حضرت خدیجہؓ اور پھر حضرت علی " ایمان لائے ہیں۔اسلام کی خفیہ آبی کا کام یہیں سے شروع ہوجا تا ہے۔

تین سال تک پیغیبرا کرم سال این فقط اُنہی لوگوں کو دعوت دیتے رہے جن پر آپ کومکمل اطمینان تھا کہ وہ اُن کا راز فاش نہیں کریں گے۔

> ﴿ وَكَانَ قَبُلَ خُلِكَ فِي السّنِبِي الثَّلاثِ مُسْتَتِراً بِدَعُوتِهِ لا يُظْهِرُ هَا الرُّلِمَنُ يَثِقُ بِهِ ليكن تين سال كربعد آيه ميده

> > "وَانْذِر عَشْيِرَتُكَ الْأَقْرَبِينَ"

كنزول كساته آپ كواسلام كى آشكارا دعوت ديخ كافريضه ونيا گيا۔ رسول الله سالته الله الله عن دعوت كا علان كوه صفاير

15

کرنے کے بعداینے رشتہ داروں کودعوت دینے کے ساتھ اپنے کام کا آغاز فر مایا۔اس دن تک مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی جوانگلیوں پرگنی جاتی تھی۔ 🏻

کھانے کی جو دودعوتیں دی گئیں تھیں اُن میں سے ایک میں تو ابولہب نے پیغیبرا کرم سلی الیہ آپا کے کو بولنے کا موقع ہی نہ دیا اور دوسری میں آپ کی باتیں سننے کے بعداُ نہوں نے مذاق اُڑاتے ہوئے حضرت ابوطالبؓ سے کہا:

«قَداَمَرَكَ أَن تَسبَعَ لِإبنِكَ وَتُطيعَ »

لینی: دنتههیں فرمان دیاہے کہا ہے ہیٹے کی سنواوراس کی اطاعت کرو''

آنحضرت سلافی پیلم کی نظر میں اسلام کی پیشرفت اس قدر مسلم تھی کہ آپ نے اس دعوت میں اپنے وارث اور خلیفہ کا تعین بھی

کرد یا تھا۔ 🏻

کم ہی عرصے میں مکہ کے سرداروں نے دیکھا کہ محمد سلیٹھائیکٹی نے لوگوں کے افکارکوروشن کرکے بت پرسی کا غلط ہونا اور خالق کا نئات پرائیمان کوضروری ثابت کردیا ہے اوراس طرح وہ آ ہستہ آ ہستہ پیشرفت کررہے ہیں؛اس وقت اُنہیں خطر ہمحسوں ہونے لگا۔ چونکہ اُن کا تمام تر مقام ومرتبہ اور مادی مفادات انہیں موجودہ رسم ورواج ا<mark>ورا فکارسے وابستہ شے۔لہٰذا اُنہوں نے حضرت ابوطالب کی طرف</mark> رُخ کیا اور اُن سے کہا کہ وہ محمد سلیٹھائیلیٹی کی حمایت سے ہاتھ اُٹھالیس یا حضرت محمد سلیٹھائیلیٹی اوراُن (کفارقریش) کے درمیان سے ہٹ جا نئیں یا خوداُن کی اصلاح کریں۔اُنہوں نے اسطرح کہا:

" يَا ٱبَاطَالِبٍ إِنَّ ابْنَ آخِيكَ قَلْ سَبَّ ٱلِهَتِنَا وَ عَابَ دِينَنَا وَسَفَّة ٱحُلَامَنَا وَضَلَّلَ آ آبَائَنَا فَإِمَّا ٱنۡ تَكُفَّهُ عَنَّا وَإِمَّا ٱنۡ تُخَتِّى بَيۡنَنَا وَبَيۡنَهُ "يعنى:

''اے ابوطالب! تمہارا بھتیجا ہمارے خداؤں کو بُرا بھلا کہتا ہے، ہمارے مذہب میں نقص نکالتا ہے،
ہمارے بڑوں (عقلا) کو بے وقوف کہتا ہے، ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا ہے یا تو خود اسے منع کرویا
ہمارے درمیان سے ہے جاؤتا کہ ہم خود اسے اس کے اعمال کی سزادیں'' ﷺ

اس باربھی حضرت ابوطالبؓ نے اُنہیں کسی طرح سے جواب دے دیا لیکن اسلام اُسی طرح اپنی ترقی کا راستہ طے کرتا رہا۔ کفر کے سر دار اپنے مذہب اور اپنے ار دگر د کے ماحول کوخطرے میں دیکھنے لگے، ایک بار پھراُنہوں نے حضرت ابوطالبؓ کی طرف رُخ کیا:

<sup>🗓</sup> كامل ابن اثير جلد ا بصفحه ٨٦ ٣ مطبع دارالا حياءالتر اث العر في وتاريخ طبري، حبله ٢ بصفحه ٦١

<sup>🖺</sup> طبری،جلد ۲ ،صفحه ۹۳

<sup>🖹</sup> سيرهٔ ابن بشام، جزءا بصفحه ۲۸۳ طبع مصر، كامل ابن اشير، جلد ا بصفحه ۸۸ ۱۴ ورطبر ی جلد ۲ بصفحه ۲۵

"فَقْالُوايْا ٱبْاطْالِبِ إِنَّ لَكَ سِنَّا وَشَرَفاً وَإِنَّا قَدِاسْتَنْهَيْناكَ آنُ تَنْهَى ابْنَ آخيكَ فَلَم تَفْعَلُ وَإِنَّا وَ اللهِ لِأَنْصُبِرُ عَلَى شَتْمِ آلِهَتِنا وَ آبائِنا وَ تَسْفِيهِ آخلامِنا حَتَّى تَكُفَّهُ عَنَّا آوُ نُنازِلَهُ وَإِيَّاكَ حَتَّى يَهْلِكَ آحَدُ الْفَرِيقَيْنِ"

"أنهول نے کہا: اے ابوطالب! آپ بزرگ، باشرف اور عمر رسیدہ آدمی ہیں، ہم نے آپ سے کہا کہ اپنے سے کہا کہ اپنے سے کہا کہ اپنے کوروک دیجے، کین آپ نے کچھ نہیں کیا، خدا کی قسم! اب ہم اپنے خداوُں اور آباء واجداد پر اس سب وشتم اور تمسخرواستہزااور اپنے عقلا کو بے وقوف کہنے پر صبر نہیں کر سکتے ۔ لہذا یا تو آپ روک دیں یا پھر ہم سے مقابلے پر آمادہ ہوجا کیں تا کہ ہم میں سے کوئی ایک ختم ہوجائے"

اسبار حضرت ابوطالبؓ نے اس واقعہ کی خبر پینیمبرا کرم ملیٹٹائیلی کودی اوراُن سے کہا کہ وہ اس بار بہت زیادہ صمم نظرآتے ہیں۔ پینیمبرا کرم ملیٹٹائیلی نے سمجھا کہ شاید حضرت ابوطالبؓ اُن کی حمایت کرنے میں پچھست پڑگئے ہیں۔لہذااس وقت آپؓ نے اپنے وہ معروف جملات اپنے چیا کے سامنے کیے اور کہا:

"يَاعَمُّاهُ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَمِينِي وَ الْقَهَرَ فِي شِمَالِي عَلَى اَنُ اَتُرُكَ هٰنَا الْاَمْرَ، حَتَّى يُظْهِرَهُ اللهُ اَوْ أَهْلَكَ فِيهِ مَا تَرَكْتُهُ ثُمَّر بَكَى وَ قَامَر فَلَمَّا وَلَى نَادَاهُ اَبُوطَالِبٍ فَاقْبَلَ عَلَيْهِ وَقَالَمُ فَلَمَّا وَلَى نَادَاهُ اَبُوطَالِبٍ فَاقْبَلَ عَلَيْهِ وَقَالَمُ فَاللّهِ لِأَاسَلِّمُكَ لِشَعْ اَبُنَ الْحَى فَقُلُ مَا اَحْبَبْتَ فَوَاللّهِ لِأَاسَلِّمُكَ لِشَعْ آبَداً \* " تَا عَلَيْهِ وَ قَالَمُ فَاللّهِ لِأَاسَلِّمُكَ لِشَعْ آبَداً \* " تَا عَلَيْهِ وَ قَالَمُ فَاللّهِ لِأَاسَلِّمُكُ لِشَعْ آبَداً \* " تَا عَلَيْهِ وَاللّهُ لَا أُسَلِّمُكُ لِشَعْ اَبُداهُ اللّهُ الْعَلّمُ الْعَالِمُ الْعَلَى اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّ

''اے چیاجان!اگریدلوگ میر کے داہنے ہاتھ پرسورج اور بائیں ہاتھ پر چاندر کھ دیں کہ میں اس کام سے ہاتھ گئے لوں تو بھی اس پیغام کوتر کئیں کروں گا،اب یامیں ہلاک ہوجاؤں گایا پیغام الٰہی غالب آجائے گا۔اس کے بعد آپ رود بئے اوراً ٹھ کر جانے گئے تو اس وقت ابوطالبؓ نے آواز دی اوراُن سے مخاطب ہوکر کہا: بیٹاجو چاہو کہو، خداکی قسم میں تہمیں تنہائہیں چھوڑ سکتا اور نہان کے حوالے کرسکتا ہوں۔'

پیغیرا کرم منابطاتیا نے جب دوبارہ اپنے چپا کی حمایت دیکھی تو مزید دلچیں کے ساتھ اپنا کام جاری رکھااور قریش نے بھی سمجھ لیا کہ حضرت ابوطالبؓ ،ممر سابطاتیا ہے کہ حمایت سے ہاتھ تھنچنے والے نہیں ہیں۔لہذاوہ ایک بار پھر حضرت ابوطالبؓ کے پاس آئے اور کہا کہ ہم تمہیں تمہارے بھتیجے کی جگہ قریش کا خوبصورت ترین جوان دیتے ہیں، جس کوتم اپنا فرزند بنا لواور محد کو ہمارے حوالے کردو۔ اس وقت حضرت ابوطالبؓ نے اُنہیں ایک بہت ہی دلچیسے اور دندان شکن جواب دیا۔ ﷺ

لہٰذااس کے بعداُ نہوں نے ہر قبیلے کےمسلمانوں کواذیتیں دینا شروع کر دیں۔اُنہوں نے ایک بار پھرحضرت ابوطالبؑ ہے ا

<sup>🗓</sup> كامل ابن اثير جلد ا منفحه 7۸۹ ،سير هٔ ابن مشام ، جزءا صفحه ۲۸۴ ـ ۲۸۵ وطبر ي جلد ۲ منفحه ۲۵

<sup>🗓</sup> سیرهٔ ابن هشام، جزءا مهفحه ۲۸۵ ، کامل ابن اشیرجلدا ،صفحه ۴۸۹ ،طبری جلد ۲ ،صفحه ۲۷

ا پیز جی جمایت سے ہاتھ اُٹھانے کو کہا۔حضرت ابوطالبؓ نے اُن کا پیغام پہنچایا توحضرت مُحرَّ نے پیجواب دیا:

"أَيْ عَمُّ اوَلا اَدْعُوهُمْ إِلَى مَا هُوَ خَيْرٌ لَهُمْ مِنْهَا، كَلِمَةٌ يَقُولُونَهَا تَدَبِئُ لَهُمْ بِهَا الْعَرَبُ وَيَمْلِكُونَ رِفَابَ الْعَجَمِ" فَقَالَ اَبُوجَهُلٍ: مَا هِيَ وَابِيكَ لَنُعُطِيَنَّكُهَا وَعَشَرَ اَمُثَالِهَا ـ قَالَ: "تَقُولُونَ لا إِلهَ إِلاَّ اللهُ..." وَقَالُوا: "لَوْ جِئْتُمُونَهِ بِالشَّمْسِ حَتَّى تَضَعُوهَا في يدى مَا سَأَلْتُكُمْ غَيْرَهَا" ـ

''اے پچا جان! کیا میں اُنہیں ایسی چیز کی طرف دعوت نہ دوں کہ جو اُن کے لئے فائدہ مند ہے اوروہ فقط ایک ہی کلمہ ہے، اگر وہ یہ ایک کلمہ کہہ دیں تو تمام عرب اُن کے سامنے جھک جائیں گے اور وہ عجم پر بھی حکومت کرنے لگیں گے۔''ابوجہل نے کہاوہ کونسان کلمہ ہے۔ تمہیں اپنے والد کی قسم کہووہ کلمہ کیا ہے، ہم اس حکومت کرنے لگیں گے۔ آپ نے فرمایا: کہو''لاالہ الااللہ۔۔۔اُنہوں نے کہا: اس کے علاوہ پچھاور ہم سے نہیں سے چاہو۔ آپ نے فرمایا: اگر خور شید لاکر میر سے ہاتھ میں رکھ دو تو بھی اس کے علاوہ اور پچھتم سے نہیں چاہوں گا۔' اُ

اسی دوران متکبراور مغرور مالداروں کے علاوہ کچھآگا ہتم کے لوگ جو مکہ کے ظالموں کے زیر تسلط دباؤ کی زندگی گذارر ہے تھے ،اسلام کی طرف مائل ہو گئے اوراُن کے اسی رجحان نے مکہ کے سر داروں کو خطرہ میں ڈال دیا جس کے بعداُنہوں نے ابوطالب کی طرف رجوع کرنے کے بجائے ، اس خطرے سے نجات کا دوسرا راستہ اختیار کر لیا۔ اس وقت حضرت محمد سلیٹھائی پیٹرنے ''ارقم'' کے گھر کو اپنے بیانات اور مشوروں کے لئے مرکز بنالیا تھا۔

## تازهمسلمانون يردباؤ

جب مکہ کے سردار حضرت ابوطالب اور رسول خدا طلق الیہ پر انز انداز ہونے سے مایوس ہو گئے تو اُنہوں نے جدید مسلمانوں اور مستضعفین پر دباؤ ڈالنے کا ارادہ کرلیا تا کہ وہ اسلام سے پھر جائیں اور پیغمبر طلق الیہ کی طاقت میں کی آ جائے اور آپ مجبوراً اسلام کی تبلیغ سے ہاتھ تھینے لیں۔ اس دوران بلال، عمار، یا سر، سمیہ، حباب ابن ارت صہیب، عامر بن فھیر ہ، ابوفکیھہ، لبیبہ، زبیدہ، نھد یہ اور اُم عبیس (رضی اللہ تعالی تھم) وغیرہ پراُنہوں نے نا قابل برداشت دباؤ ڈالا یہاں تک کہ یا سرادر سمیداسی راستے میں شہید ہو گئے۔ پیغمبر اسلام طلق الیہاں تک کہ یا سرادر سمیداسی راستے میں شہید ہو گئے۔ پیغمبر اسلام طلق الیہاں تک کہ یا سرادر سمیداسی راستے میں شہید ہوگئے۔ پیغمبر

"صَبْراً اللَّاسِرِ فَإِنَّ مَوْعِلَ كُمُ الْجَنَّةُ"

🗓 کامل این اثیر، جلد ای شخه ۴۹۰ وطبری جلد ۲ صفحه

یعنی:''اےخاندان یاسرصبر واستفامت کروکہ تمہاری وعدہ گاہ بہشت ہے۔''<sup>۱۱</sup> تاریخ کےمطابق اُن کوکس طرح اذبیتیں دی جاتی تھیں اوروہ آ گے سے کیا جواب دیتے تھے، دلچیپ،عبرت انگیز اور پڑھنے کے قابل ہے

#### تهمت اوراستهزاء

جب مئومنین پر دباؤ،اذیت وآزاراورشهادت کاحربه بھی کامیاب نه ہوا تو اُنہوں نے خود پیغیبرا کرم سلطانی پر دباؤڈالنا شروع کر دیااورآپ کے حامیوں کامذاق اُ<mark>ڑانا،استہزاءکرنااور جادوگر،کا ہن،شاعراور مجنون جیسی تہتیں لگانی شروع کر دیں تا کہ پیغیبر</mark> میدان چھوڑ دیں۔ ﷺ

اس دوران آپ پرسخت دباؤ ڈالا گیا۔ابولہب،اسود بن عبد یغوث، حارث بن قیس،ولید بن مغیرہ،ابی روامیۃ بن خلف،ابوقیس، عاص بن وائل،نصر بن حارث اور کچھ دوسر بے لوگ تھے کہ جنہوں نے پیغیبر سلّ ٹیاآئیاتی اورمسلمانوں پر بہت سخت دباؤ ڈالا اور تہمت واستہزاء کے ذریعے اذبیتیں دیں۔سیرۂ ابن ہشام میں ہے:

" إِنَّهُ خَرَجَ يَوْماً فَلَمْ يَلْقَهُ آحَكُ مِنَ التَّاسِ إِلاَّ كَنَّبَهُ وَ اَذَاهُ لاَحُرُّ وَلاَ عَبُكُ فَرَجَعَ رَسُولُ اللّهِ إِلَىٰ مَنْزِلِهِ فَتَكَثَّر مِنْ شِدَّةِ مَا أَصَابَهُ".

یعن: ''ایک دن آپ گھر سے نکلے تو آپ کوکوئی ایسا شخص خواہ وہ غلام ہویا آزاد نہیں ملاجس نے آپ کی شکر یہ اور آپ کواذیت نہ پہنچائی ہو۔ پیغیبر سل ٹھالیا پہلے گھر واپس لوٹ آئے اوراذیت وآزار کی شدت سے ایک کپڑاا پنے اوپرڈال لیا'' ﷺ

تاریخ کا کہناہے:

"أَبُولَهَبٍ كَانَ شَديداً عَلَيْهِ وَ عَلَى الْمُسْلِمِينَ عَظيمَ التَّكُنبِبِ لَهُ، دائِمَ الْاذي، فَكَانَ يَطُرَحُ الْعَنْرَةَ وَ النَّتِنَ عِنْدَ بَاكِ النَّبِيِّ وَكَانَ جَارَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ يَقُولُ أَيُّ فَكَانَ يَطُرَحُ الْعَنْرَةَ وَ النَّتِنَ عِنْدَ بَاكِ النَّبِيِّ وَكَانَ جَارَهُ فَكَانَ رَسُولُ اللهِ يَقُولُ أَيُّ

🗓 کامل ابن اثیر، جلد ا ، صفحه ۹۱ م

﴿ الله على الله وسيرة ابن بشام، جزءا ،صفحه ١٠٠٠ وكالل جلدا ،صفحه ٢٩٣ ـ ابن بشام كامتن به ب: "ثهر ان قريشاً اشتكامرهم للشفاء الذي اصابهم في عداة رسول الله ومن اسلم معه منهم فاعروا برسول الله سفها عهم فكنَّ بولا وآذلا ورمولا بالشعر والسحر والكهانة والجنون ورسول الله مظهر لامرالله لايستخفى به. "

<sup>&</sup>lt;sup>۳</sup> سيئر ة ابن هشام جزءا م شحه ۱۰ سر

جِوْارِ هٰذَا يَأْبَني عَبْدِالْمُطَلِّبِ".

''ابولہب،آپُاورمسلمانوں کے بارے میں زیادہ بخق دکھا تا تھا،آپ کی بہت زیادہ تکذیب کرتااور ہمیشہ آپُ کواذیت پہنچا تا،گندی چیزیں آپُ کے گھر میں بھینک دیتا چونکہ وہ حضرت کا ہمسایہ تھا۔رسول خدا ''

فرماتے:اے عبدالمطلب کی اولا داتم کیسے ہمسائے ہو؟''

اسودجب نادارمسلمانوں كود كھا تھاتو أن كامذاق أڑاتے ہوئے كہتا:

«هُوُّلاء مُلُوك الْأَرْضِ»

یعنی:'' یہز مین کے بادشاہ ہیں''

اورعاص بن وائل كهتا تھا:

﴿إِنَّ هُحَبَّىاً ٱلْبَتُولِا يَعِيشُ لَهُ وَلَكُ ذَكُرٌ...»

یعن: محد باتی نہیں رہے گا، ابترہے چونکہ اس کا کوئی بیٹانہیں ہے۔ ' 🗓

### حبشه كي طرف مبجرت

د باؤ زیادہ ہوجانے کی وجہ سے آنحضرت سلاٹھ آیکٹی پرضروری ہو گیا کہ آپ مستضعف اور بے چارے مسلمانوں کی اس حالت کے بارے میں کچھ سوچیں اورکوئی فیصلہ کریں ۔ پیغیبرا کرم سلٹھ آلیکٹی نے مشرکین کے دباؤ سے مسلمانوں کونجات دلانے کے لئے اُنہیں سرزمین'' حبث' کی طرف ہجرت کرنے کے لئے تیار کیا۔ بعثت کے پانچویں سال یعنی ؛اعلانیہ دعوت کے دوسال بعد ماہ رجب میں اُن میں سے کچھ لوگوں کو جبشہ کی جانب جیج دیا گیا۔ آ

اس ہجرت کے ساتھ اسلام ایک جدید سمت میں چل پڑااورنئ پیش رفت کی۔ کیونکہ قریش نے مہاجرین کوحبشہ سے واپس لانے کاارادہ کیا تا کہ اُن پر دباؤ جاری رکھ سکیں۔ اُنہوں نے قیمتی اور گرانفذر ہدایا کے ساتھ حبشہ کے باوشاہ''نجاشی'' کے سامنے میہ سکلہ رکھا۔ اُنہوں نے اپنے ہدایا اور تحاکف کے ذریعے نجاشی کے تمام ساتھیوں کو اپنے ساتھ ملالیا تھا،لیکن اس کے باوجود نجاشی نے کہا: جولوگ میرے ہاں پناہ لئے ہوئے، جب تک میں اُن کی بات نہیں لوں ،اُنہیں تمہارے حوالے نہیں کروں گا ،اُس نے مسلمانوں کو بلایا اور اُن سے بناہ لینے کہ وجہ پوچھی۔

جعفر بن انی طالب ؓ نے کہ جو پہلے سے ہی اُن کے ترجمان کے عنوان سے منتخب ہو چکے تھے ،نجاش کے سوالات کا جواب دیااور

<sup>🗓</sup> کامل ابن اثیر، جلد ای شخه ۴۹۳ وطبری جلد ۲ بصفحه ۰ ۷\_

<sup>🗓</sup> سير دَا بن هشام، جزءا ،صفحه ۴ ۴ ۳ ، کامل جلدا ،صفحه ۹۸ ۴ \_

اسکی درخواست پراس کے سامنے''سورہ مریم'' کی چندآ یات کی تلاوت کی ، ان آیات میں حضرت مریم اور حضرت عیسی علیماالسلام کے بارے میں پیغیبراسلام سلانٹی آیا کہ کاعقیدہ واضح ہو گیا تھا۔نجاشی نے مسلمانوں سے کہا:تم لوگ میری امان میں ہواورقریش کی طرف سے آئے ہوئے لوگوں کووالیں جیج دیا۔تارنخ میں ہے کہ نجاشی نے یوچھا:تم لوگوں نے جودین اختیار کیا ہے،وہ کیا ہے؟

فَامَتْا بِهِ وَ صَدَّقُنَاهُ وَ حَرَّمُنَا مَا حَرَّمَ عَلَيْنَا وَ حَلَّلْنَا مَا اَحَلَّ لَنَا فَتَعَدَّى عَلَيْنَا وَ عَلَّلْنَا مَا اَحَلَّ لَنَا فَتَعَدَّى عَلَيْنَا وَوَمُنَا فَعَذَّبُونَا وَ ظَلَمُونَا وَ طَلَمُونَا وَ فَكَذَّوْنَا وَلَا وَنَا اِلْمُ عِنْا لِيَرُدُّونَا إِلَى عِبْادَةِ الْاَوْقِ الْوَقَانِ فَلَمَّا قَهَرُونَا وَظَلَمُونَا وَ كُونَا اللهُ فَا اللّهُ فَا اللّهُ اللّهُ فَا اللّهُ اللّهُ اللّهُ فَا اللّهُ فَا اللّهُ اللّهُ فَا اللّهُ ال

''اے بادشاہ!ہم جاہلیت میں زندگی گذارر ہے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردارکھاتے تھے، فخش کام کرتے تھے، قطع رحم کرتے ، ہمسالیوں کے ساتھ بُراسلوک کرتے ، طافتور کمزوروں کا مال کھا جاتے تھے، یہاں تک کہ خدا نے ایک پیغیبر ہمارے درمیان مبعوث فرمایا کہ جس کا حسب ونسب ہم جانتے تھے، اس کی صدافت ، امانت اور عفت سے آشا تھے، اُس نے ہمیں تو حیداور یکتائی کی طرف دعوت دی اور ہم سے چاہا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کو شریک قرار نہ دیں ، بتوں کی پرستش سے ہاتھ کھنے لیں، اُس نے ہمیں سے جو باکہ ہم خدا کے ساتھ کر نے اچھا ہمسایہ بننے ، حرام کا موں سے بچنے اور خون خرابہ نہ کرنے کا حکم دیا، اُس نے ہمیں فخش کا موں ، جھوٹ اور مال بیتم کھانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں اور روزہ رکھیں۔

ہم بھی اس پر ایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کی ،اُس نے جو کچھ ہم پر حرام کیا، اُسے حرام جانا اور جس چیز کو حلال قرار دیا اسے حلال سمجھا۔ اسی لئے ہماری قوم اور قبیلے نے ہم پر تجاوز کرنا جائز سمجھا اور ہمیں سخت

اذیتیں دیں اور آزار پہنچایا تا کہ ہمیں بتوں کی پرستش کی طرف پلٹا دیں۔ جب وہ ہمارے اوپر مسلط ہوگئے اور ہمارے اوپر اسلام ہوگئے اور ہمارے اور ہمارے دین فرائض کے درمیان حاکل ہونا شروع ہوئے تو ہم نے آپ کی سرز مین کی طرف ہجرت کی اور تمام حکمرانوں میں سے آپ کا انتخاب کیا اور ہمیں اُمید ہے کہ آپ کی پناہ میں ہم پرظلم وستم نہیں ہوگا۔'' نجاشی نے قرآن کی آیات سننے کے بعد حضرت مریم - اور حضرت میسی اور کہا:
'اِذْ هَبُوا فَا نُنتُ مُ آمِنُونَ مَا اُحِبُّ آنَّ لی جَبلاً مِن ذَهبِ وَإِنَّنَى آذَنْتُ مَ مِیں سے سی ایک واذیت لیعنی:' 'جاؤتم امان میں ہو، میں ہرگزایک پہاڑ کے برابرسونے کے بدلے بھی تم میں سے سی ایک واذیت نہیں دونگا۔'' آ

قریش کا بھیجا ہوا وفدسرینچے گئے ہوئے واپس لوٹ آیا۔انہی دنوں ایک اور واقعہ رونما ہوا ،اور وہ قبیلہ بنی ہاشم سے حضرت حمزہ تشجیبے بہا دراورطا قتورانسان کا اسلام قبول کرنا تھا جس سے اسلام کی پیش رفت میں ایک بارپھراضا فیہ ہوگیا۔ ﷺ اب اسلام ترقی کرر ہاتھا اوراس کی سب سے بڑی وجہ مسلمانوں میں جرات کا پیدا ہوجانا تھا۔مسلمانوں نے مکہ میں ملکرعلی الاعلان قرآن کی تلاوت کا ارادہ کیا ،اس کے لئے رضا کا رانہ طور پر ابن مسعود تیار ہوئے اُن سے کہا گیا: مارپیٹ کا نشانہ بنوگے۔ اس سلسلے میں تاریخ کہتی ہے :

<sup>🗓</sup> ابن ہشام، جزءا،صفحہ ۳۵۸، کامل جلدا،صفحہ ۹۹ ۴ وطبری جلد ۲ صفحہ ۷۷۔

<sup>🖺</sup> ابن مشام، جزءا صفحه ۱۱ ۲۰ کامل جلد اصفحه ۱۰ ۵ وطبری جلد ۲ صفحه ۷۷ \_

آ ثارنمایاں تھے۔اُنہوں نے کہا ہمیں یہی ڈرتھا، اُنہوں نے کہا کوئی بات نہیں یہ دشمنان خدا میرے نز دیک بہت معمولی ہیں،اگرتم چاہوتوکل پھر جا کراُن کے نز دیک قرآن پڑھوںگا۔' ﷺ یہاں سے پتا جلتا ہے کہ مسلمان اپنی عبادات کعبہ کے پاس ہی انجام دیتے تھے جبکہ اُن کی تعداد (۲۰)افراد سے زیادہ ہو چکی تھی اور قرآن کی تعلیم کے لئے وہ ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے تھے۔

#### اقتصادى بإئيكاك

جب مکہ کے ظالموں نے دیکھا کہ اُن کا سابقہ کوئی بھی حربہ موثر واقع نہیں ہور ہااوراسلام اُسی طرح ترقی کرر ہاہے تو اُنہوں اپنے در میان ایک معاہدہ کرنے کا ارادہ کیا جس میں لکھا کہ بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ بھی معاشی اور معاشرتی تعلق نہیں رکھا جائے گا تا کہ بد(اقتصادی) دباؤ پیغیرا کرم سلامی آیا ہے کواپنے راستے سے روک دے :

"وَلَمّْا رَآتُ قُرِيْشُ الْإِسْلَامَ يَفْشُو وَيَزِيدُ وَآنَّ الْمُسْلِمِينَ قَوُوا... وَ عَادَ إِلَيْهِمْ حَمْرُو بَنُ عَاصٍ وَ عَبْدُاللهِ بْنُ آبِ أُمَيَّةً مِنَ النَّجَاشِي بِمَا يَكْرَهُونَ مِنْ وَضْعِ الْمُسْلِمِينَ عَنْهُمْ وَآمَّنَهُمْ، اِئْتَمَرُوا فِي آنُ يَكْتُبُوا بَيْنَهُمْ كِتاباً يَتَعَاقَدُونَ فَيهِ عَلَى آنَ لَا يَنْكَحُوا بَنِي هَاشِمٍ وَبَنِي الْمُطلِّبَ وَلا يَنْكَحُوا النّهِمْ وَالا يَبِيعُوهُمْ وَلا يَبْتَعَاقُوا يَنْ لَكُوا النّهِمْ وَاللّهَ يَبِيعُوهُمْ وَلا يَبْتَعَاقُوا يَنْ الْمُعَلِّبَ وَلا يَنْكُحُوا النّهِمْ وَاللّهَ يَبِيعُوهُمْ وَلا يَبْتَعُوا مَنْ فَي مَوْفِ مِنْ اللّهُ مَنْ عَلَى آنُفُسِهِمْ" الْكَعْبَةِ تَوْكِيداً لِلْكَالْمِا لَا لَهُ مِنْ وَلَى اللّهُ الْمُعَلّقُوا الصَّحِيفَةَ فَي جَوْفِ الْكَعْبَةِ تَوْكِيداً لِلْكَالْمُوعَلَى آنَفُسِهِمْ "

"قریش نے جاب دیکھا کہ اسلام تو آ گے بڑھ رہا ہے، مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہور ہا ہے اور وہ طاقتور ہور ہیں۔ اور عمر بن عاص اور عبد اللہ بن ابی اُمیہ بھی حبشہ کے سفر سے واپس آ چکے ہیں اور نجاشی کی جانب سے کوئی خوشی کی خبر نہیں لائے، بلکہ نجاشی نے اُلٹا اُنہیں پناہ فراہم کی ہے تو اُنہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اپنے درمیان ایک معاہدہ لکھا جائے کہ اس کے بعد بنی ہاشم اور بن عبد المطلب کو نہ تو رشتہ دیا جائے اور نہ اُن سے کوئی رشتہ لیا جائے، اسی طرح نہ انہیں کوئی چیز فروخت کی جائے نہ اُن سے کوئی چیز خریدی جائے، یہ معاہدہ کھا گیا اور اس پر دستخط کر دیئے گئے اور مزیدتا کید کے لئے اس معاہدے کو خانہ کعیہ کے اندر لڑکا دیا گیا تا کہ کوئی اس معاہدے کی خلاف ورزی نہ کرے۔ 'آآ

<sup>🗓</sup> کامل جلدا ،صفحه ۴ • ۵ ،سیرهٔ ابن مشام ، جزءا ،صفحه ۲ سس وطبری جلد ۲ ،صفحه ساک

<sup>🖺</sup> كامل جلدا ،صفحه ۴۰ ۵، سير هٔ ابن مشام، جزءا ،صفحه ۵ ۷ سوطبري جلد ۲ ،صفحه ۴۷ ـ ـ

یہاں اُنہوں نے بیمعاشی دباؤتمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب پر ڈالا تا کہاس قبیلے کے اندرد باؤادرا ختلاف پیدا کیا جائے او ررسول خدا سلیٹھائیلیٹم کوتسلیم ہوجانے پرمجبور کیا جائے۔ تین سال تک ان لوگوں کوئکمل محاصرے میں رکھا گیا اور وہ فقط خفیہ طور پر ہی کچھ نہ کچھ لے جاسکتے تھے۔اس طرح وہ ہرچیز سے محروم ہو چکے تھے۔ 🇓

لیکن اس کے باوجود بیسازش بھی نا کا م ہوگئی اوراُن کے معاہدے کو چیونٹی نے کھالیا اوراُن میں سے پچھالوگ اس غیرانسانی عمل سے تنگ آ کرمعاہدہ ختم کرنے پر تیار ہو گئے تھے۔ ﷺ

اورآخرکاررسول خدا سلین آلینم اوراُن کا قبیله مکه کے معاشرے میں دوبارہ لوٹ آئے۔اسلام اسی طرح ترقی کرتار ہااوررسول اکرم ٹے اپنا کام جاری رکھا کمیکن ا<mark>س دوران</mark> دووا قعات ایسے رونما ہوئے کہ جن کی وجہ سے حضرت مجمد سلین آلینم پرمزید دباؤبڑھ گیااوروہ حضرت ابوطالبؓ اور حضرت خدیجہ × کی و<mark>فات کا وا</mark> قعم تھا کہ جو ہجرت سے تین سال پہلے رونما ہوا ہے۔ <sup>ﷺ</sup>

كهت بيل كداس وقت يغمراكرم سلي اليلم براس قدر سختيال آسي كه:

﴿ حَتَّى يَنْثُرُ بَعْضُهُمُ التَّرَابَ عَلَىٰ رَأْسِهِ وَ حَتَّى اَنَّ بَعْضَهُمْ يَطْرَحُ رَحِمَ الشَّاقِ وَهُو يُصَلِّى...

یعنی: ٰ''بعض آپ ؑ کے سر پر خاک ڈالتے تھے اور بعض نماز کی حالت میں بگری کارقم آپ ؑ کے بدن مبارک پرڈال دیتے تھے۔''

پیغیبرا کرم سلیٹی پیلم نے طائف میں'' طایفہ ثقیف'' کے پچھلوگوں سے رابطہ کرنے کا ارادہ کیا اور رکاوٹوں کو دور کرنے اور اسلام کی پیش رفت کے لئے اُن سے مدد لینی چاہی کیکن اُنہوں نے بھی آپ کوجیٹلا دیا اور اپنے آپ سے دور کر دیا ،اس وقت آپ پر بہت سخت وقت آگیا تھا آپ نے اپنی معروف دعا پڑھی۔ تاریخ میں آیا ہے:

"فَقْامَ رَسُولَ اللهِ وَقَلْ يَكِسَ مِنْ خَيْرِ ثَقَيْفٍ... وَاغْرَوْا بِهِ سُفَهَا مُهُمْ فَاجْتَمَعُوا اللّهِ وَالْجَوْهُ اللهُ وَالْجَوْهُ اللّهُ مَا اللّهُ مَالَيْكَ اللّهُ مَا اللّهُ مَا اللّهُ مَا اللّهُ مَا اللّهُ مَا اللهُ اللهُ مَا اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ مَا اللهُ ا

<sup>🗓</sup> سیرهٔ ابن هشام، جزءا،صفحه ۷۹ سه

<sup>🖺</sup> كامل جلدا ،صفحه ۵۰۵، سيرهُ ابن مشام، جزء ٢، صفحه ١٢ وطبري جلد ٢ ، صفحه ٨ ٧ وطبري

<sup>🖹</sup> كامل جلدا ،صفحه ۷۰۵، سير هٔ ابن مهشام ، جزء ۲، صفحه ۵۷ وطبر ی جلد ۲، صفحه ۸۰\_

عَافِيَتُكَ هِيَ ٱوْسَعُ إِنِّي ٱعُوذُ بِنُورِ وَجُهِكَ الَّذِي ٱشْرَقَتْ بِهِ الظُّلُمَاتُ وَ صَلُحَ عَلَيْهِ آمُرُ اللَّانْيَا وَالْاَخِرَةِ مِنْ آنُ تَنْزِلَ بِي غَضَبُكَ أَوْ تَعُلَّ بِي سَخَطُكَ "

'' پنیمبراکرم سال آلیہ طایفہ ثقیف کی طرف سے بھلائی اور مدد سے مایوں ہو گئے تو جانے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے اپنے کم عقل اور دیوانوں کوآپ پر جملہ کرنے کا اشارہ کیا، وہ سب آپ پر ٹوٹ پڑے اوراس قدراذیت وآزار پہنچایا کہ آپ نے مجبوراً ربیعہ کے بیٹوں عتبہ وشیبہ کے باغ کی دیوار کے زیرسایہ پناہ لی۔ جب وہ لوگ واپس پلٹ گئے توایک انگور کے درخت کے پنچ بیٹھ کر آپ نے یوں فرمایا: اے پروردگار! پنی کمزوری وناتوانی، کی تدبیر، اورلوگوں کی عدم توجہ کی تیری بارگاہ میں شکایت کرتا ہوں۔ اے مہر بانوں کے مہر بان تُو ہی کمزوروں کا پروردگار ہے، میرا بھی مالک اور پروردگار ہے۔' 🗓

ر بیعہ کے بیٹوں نے تھوڑے سے انگوراپنے نصرانی غلام''عدائی'' کودیے کہ وہ بیانگورآنحضرت گودے۔جب انگورآپ کے سامنے رکھے گئے تو پنیغبراکرم سلٹٹٹٹلیٹر نے ہاتھ بڑھا یا اور فر ما یا: پسم اللیداورائ کے بعد وہ انگورتناول فر مائے۔''عدائ' نے کہا: یہ کلمہ تو اس علاقے کے لوگ نہیں کہتے ، پنیغبرا کرم سلٹٹٹلیٹیٹر نے فر ما یا: تم کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے جواب دیا: نینوا کارہنے والا ہوں، فر ما یا جہارا مذہب کیا ہے؟ اس نے جواب دیا۔ آخر کاروہ پنیغبراسلام سلٹٹٹلیٹر کے دست مبارک پراسلام لے آیا اور آنحضرت کا ہاتھ چو ما اور علا گیا۔ اسطرح رسول خدا سلٹٹٹلیٹر الس مال کے لیے تاکام والی نہیں لوٹے۔ آ

# جديد بينغ كاآغاز

ان سب مشکلات کے باوجود پیغیبراکرم سلی اینامشن نہیں چھوڑا۔ زمانہ جج میں آپ مختلف قبائل سے ملتے اور اُنہیں اسلام کی دعوت دیتے ،قبیلہ ' کندہ' سے قبیلہ ' کلب' اور' بن صنیفہ' غرضیکہ جو بھی خانہ خدا کی زیارت کے لئے آیا ہوا ہوتا ،اور جو بھی مکہ میں داخل ہوتا اس کے سامنے اپنی دعوت کا اعلان فرماتے ،ابولہب ہر جگہ آگ کے پیچھے پیچھے رہتا اور آگ کی باتوں کو جھٹلا تارہتا۔ ﷺ

## رسول الله صلَّاللهُ اللَّهِ أَلَيْهِ مَلَى مدينه كلوكون سے ملا قات

<sup>🗓</sup> کامل جلد ا ،صفحه ۴۰ ۵ وطبری جلد ۲ ،صفحه ۸۱ \_

<sup>🖺</sup> كامل جلدا صفحه ۸۰۵، سيرهٔ ابن مشام، جزء ۲، صفحه ۲۲، ۲۲ وطبری جلد ۲، صفحه ۸۳، ۸۳ 🌊

<sup>🖹</sup> كامل ،صفحه و • ۵ ،سير وَابن مشام ، جزء ٢ ،صفحه ٣٣ وطبر ي جلد ٢ ،صفحه ٨٣ ، ٨٨ \_

مدینہ کے قبیلہ اوس سے''سوید بن صامت'' حج کے لئے مکہ آیا ہوا تھا۔ پینمبرا کرم سلّ ٹالیّا پیم نے اُس سے ملاقات کر کے اُسے اسلام کی دعوت دیاورا سکے لئے قر آن کی تلاوت فرمائی اوراُس نے اسے ایک اچھا کلام قرار دیااور مدینہ واپس لوٹ گیااور مسلمان ہی دنیا سے کوچ کر گیا۔اس کے بعد''ابوصیس''نام کا ایک شخص'' بنی عبدالا ٹھل'' کے بچھ جوانوں کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوا۔

پیغیبراکرم سلیٹیآییڈ نے ان سے بھی ملاقات کی اوراُنہیں اسلام کی دعوت دی اوراُن کے لئے بھی قر آن کی تلاوت فرمائی۔اُن میں سے ایک شخص' ایاس بن معاذ'' نے ابوصیسر سے کہا: ہم مکہ' ہم پیان'' کی تلاش میں آئے ہیں، اور بیوہی ہے جس کی ہمیں تلاش ہے، لیکن ابوصیسر نے اُسے مثبت جوابنہیں دیا۔ پچھ عرصے بعدایاس اس دنیا سے کوچ کر گیالیکن اس کے رشتہ داروں کا کہنا تھا کہوہ اسی طرح ''لا اللہ الا اللہ'' اور تکبیر کہنا ہوا اس دنیا سے رخصت ہوا ہے۔ ﷺ

## بہلی بیعت عقبہ

دوسرے سال مراسم حج کے دوران، پیغیبرا کرم سلاٹھائیا ہی مدینہ کے بعض لوگوں سے ملاقات کی جو کہ بعد میں انصار کے نام سے مشہور ہوئے ہیں، بیدملاقات عقبہ میں تھی ، یہ قبیلہ خزرج کے لوگ تھے۔ آپ نے اُنہیں خدا اور اسلام کی طرف دعوت دی۔ چونکہ ان لوگوں نے سنا ہواتھا کہ یہودی کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ اسی زمانے میں ایک پیغیبر مبعوث فرمائے گا اور ہم اُس کی مدد سے ،تم اہل خزرج کوختم کرڈ الیس گے۔ اُنہوں ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کہا ہے وہی پیغیبر ہے۔

لہٰذا اُنہوں نے آپُومثبت جواب دیا،اور آپُ کی تصدیق کرتے ہوئے کہا: ہمارےلوگوں کے درمیان شدیدا ختلا ف ہے، اُمید ہے اللّٰہ تعالیٰ آپُ کے وسیلے سے ہمارے درمیان اتحاد قائم کر دے گا۔ بیسات لوگ تھے: اسعد بن زرارہ،عوف بن حارث، رافع بن مالک، عامر بن عبدحادثہ، قطبہ بن عامر،عقبۃ بن عامر اور حابر بن عبداللّٰہ۔ ﷺ

جج کے مراسم ختم ہوجانے کے بعد بیلوگ مدینہ واپس آ گئے اورلوگوں کے سامنے پیغیبرا کرم سلاٹھاآییل کے بارے میں بات چیت کی اوراُ نہیں اسلام کی دعوت دی یہاں تک کہ مدینہ کے لوگوں میں بھی اسلام کا نام روثن ہوگیا۔ا گلے سال جج کے دنوں میں ۱۲افراد نے عقبہ میں آنحضرت سلاٹھاآییل سے ملاقات (اور بیعت کی اورا سے بیعت عقبہ اول کہا جانے لگا) واپسی کے وقت پیغیبرا کرم سلاٹھاآییل نے اسلام اورقر آن کی تعلیم دینے کے لئے مصعب بن عمیر کواُن کے ہمراہ بھیجا۔

مصعب،اسعد بن زرارہ کے گھر گھبر ہے تو جولوگ مسلمان ہو چکے تھے،اُن کے اردگر دجمع ہو گئے،اس طرح اُنہوں نے اسلام کی تبلیغ شروع کر دی۔مصعب نے اپنے خاص طریقے سے مدینہ کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی یہاں تک کہ قبیلہ عبدالا تھل کا ایسا کوئی گھر باقی نہیں بچا کہ جس سے کوئی مردیا عورت مسلمان نہ ہو گیا ہو۔اُنہوں نے اپنی دعوت کو جاری رکھا اور اس طرح مدینہ میں بہت زیادہ لوگ

<sup>🗓</sup> کامل جلد ا ،صفحه ۱۵، سیرهٔ این برشام ، جزء ۲ ،صفحه ۲۹ وطبری جلد ۲ ،صفحه ۸۵ ـ

<sup>🗓</sup> كامل جلدا بصفحه • ۵۱، سير وَابن مِشام، جزء ٢ بصفحه • ۷ وطبري جلد ٢ بصفحه ٨٨،٨٨ ـ

#### اسلام کے پیروکاربن گئے۔ 🗓

### دوسري بيعت عقبه

مدینه میں انصار کے درمیان اسلام کے پھیلاؤ کی وجہ سے پچھلوگوں نے سفر جج کے دوران پیغمبر اسلام سلاھ آلیہ ہم سے خفیہ ملاقات کرنے اور اپنے مسائل اور مدینه میں آنحضرت کی دعوت کے بارے میں گفتگو کرنے کا فیصلہ کیا۔ان لوگوں کی تعداد 2۲ تھی جن میں + ۷ مرداور ۲ عورتیں تھیں جو انتہائی خفیہ طریقے سے آدھی رات گذرنے کے بعدایک ایک کر کے معین شدہ مقام پر آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔رسول اللہ سل ٹھا آلیہ ہم کے چپاحضرت عباس مجھی آپ کے ساتھ تھے۔ پیغیبر سلاھ آلیہ کے دفاع کے بارے میں اُنہوں نے بہت زیادہ باتیں کیں اور تعاون کا وعدہ کیا ، پیغیبر سلاھ آلیہ ہم کے اور کے میں اُنہوں نے بہت زیادہ باتیں کیں اور تعاون کا وعدہ کیا ، پیغیبر سلاھ آلیہ ہم کے دورا کرنے کا وعدہ دیا۔ آ

اس مجلس ميں جوباتيں ہوئيں وہ بہت ہى دلچ ب اور بامعنى ہيں، حضرت عباس في بات كا آغاز كرتے ہوئے كہا:
﴿ إِنَّ هُ حُكِّى اً مِنْا حَيْثُ قَلُ عَلِمْتُ مُ فَي عِزِّ وَ مَنْعَةٍ وَ إِنَّهُ قَلُ اَبِي اِلاَّ الْإِنقِظاعَ إِلَيْكُمْ فَإِنْ كُمْ فَإِنْ كُنْتُمْ لَا يَعُونُ وَ اَنْتُمْ ذَلِكَ وَ إِنْ كُنْتُمْ لَكُونَ اَنْتُمْ مُسْلِمُونُ فَهِى الْآن فَلَ عُونُ فَإِلَيْهِ وَ مَانِعُونُ وَ اَنْتُمْ ذَلِكَ وَ إِنْ كُنْتُمْ لَا فَعُونَ اللَّانَ فَلَ عُونُ فَإِلَيْهِ وَمَانِعُونُ وَ اَنْتُمْ ذَلِكَ وَ إِنْ كُنْتُمْ لَاللَّهُ وَافْونَ لَهُ بِمَا حَعُونُ فَإِلَيْهِ وَمَانِعُونُ وَ اَنْتُمْ ذَلِكَ وَ إِنْ كُنْتُمْ لَا مَانِكُونُ اللَّهُ فَي عِزْ وَمَنْعَةٍ "

''تم جانتے ہو کہ حضرت محمد سال اللہ کا مقام ومرتبہ بہت عزت والا ہے اور اُن کا اچھی طرح دفاع کیا جاتا ہے۔ لیکن اب اُنہوں نے تم لوگوں کے درمیان رہنے کا لیا فیصلہ کرلیا ہے، اگرتم جانتے ہو کہ جس چیز کی طرف اُنہیں دعوت دے رہے ہواس میں وفا دار رہو گے اور اُن کا دفاع کرو گے تو بہت اچھا ہے اور اگر اُنہیں دیمن کے حوالے کرنا ہے تو ابھی ہی اُنہیں چیوڑ دیں چونکہ وہ عزت وقدرت میں رہیں گے۔'' انصار نے پنیم راسلام سال اُنہیں جی فرض کی: آئے ہم سے جو چاہتے ہیں، بیان فرمائیں:

"فَتَكَلَّمَ وَتَلاَ الْقُرُآنَ وَرَغَبَ فِي الْإِسْلامِ ثُمَّ قَالَ تَمْنَعُونِي مِثَّا تَمْنَعُونَ مِنْهُ نِسْائَكُمْ وَ اَنْنَائَكُمْ "

یعنی:'' آپ نے گفتگوفر مائی،قرآن کی تلاوت کی اوراُ نہیں اسلام کی ترغیب دلائی پھرفر مایا: میراد فاع اسی طرح کر وجس طرح اپنی عورتوں اوراولا د کا د فاع کرتے ہو'' شرح کروجس طرح اپنی عورتوں اوراولا د کا د فاع کرتے ہو'' ''براء بن معرور'' نے آپ کا ہاتھ تھام کر کہا:

<sup>🗓</sup> كامل جلدا مفحه ۵۱۰، سيرهٔ ابن مشام، جزء ۲ مفحه ۵۰، طبري جلد ۲ مفحه ۸۸۸۸۲

<sup>🗓</sup> كامل جلدا ،صفحه ۵۱۱ ،سیرهٔ ابن بهشام ، جزء ۲ ،صفحه ۷۳

﴿ وَالَّذَى بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَنَهْنَعَنَّكَ مِنْ الْمُنَعُ مِنْهُ أُزُرِنَا قَبَايِعْنَا يَا رَسُولَ اللهِ فَنَحْنُ وَاللهِ آهُلُ الْحَرُبِ ،

اینی: ''اس ذات کی قسم کہ جس نے آپ گوبر حق مبعوث کیا ہے ؛ ہم آپ گاد فاع اس طرح کریں گے جس طرح اپنے بچوں اور خاندان کا کرتے ہیں، اے رسول خدا گا؛ ہم سے بیعت کیجئے کہ ہم میدان جنگ کے مرد ہیں۔'' اَبُو الْ دَیْتُ هِدِ اَبْنِ یَکُنَّ ہٰا نے کہا:

"يَارَسُولَ اللهِ إِنَّ بَيْنَا وَبَيْنَ النَّاسِ حِبَالاً وَ إِنَّا قَاطِعُوهَا يَغْنِي الْيَهُودَ فَهَلَ عَسَيْتَ إِنَ أَظُهَرَكَ اللهُ عَزَّوَ جَلَّ أَنْ تَرْجِعَ إِلَىٰ قَوْمِكَ وَ تَدَعَنَا ؟"

یعنی:''اےرسول خداً! ہمارے اورلوگوں (یہود) کے درمیان ایک تعلق قائم تھا جوہم نے توڑڈ الا ہے،ایسا نہ ہو کہ جب اللہ تعالیٰ آپ گوا پنے دشمنوں پر فتح دیدے تو آپ اپنی قوم و قبیلے کی طرف لوٹ جائیں اور ہمیں تنہا چھوڑ دیں؟''

" فَتَبَسَّمَ رَسُولُ اللهِ (ص) وَفَالَ: بَلِ النَّمَ النَّمَ وَ الْهَدُمَ الْهَدُمَ انْتُمْ مِنِّي وَ اَنَا مِنْ الْهَدُمَ اللهِ اَخْرِجُوا إِلَىَّ مِنْ الْمَالِمُ مَنْ اللهِ اَخْرِجُوا إِلَىَّ مِنْ الْمَالِمُ مَنْ اللهِ اَخْرِجُوا إِلَىَّ اللهَ اَلْهُ مِنَ الْمَالِمُ مَنْ اللهَ اللهِ اَخْرِجُوا إِلَى اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

''رسول خدا سل التالیق مسکرائے اور فرما یا : نہیں ،خون کے بدلے خون اور خرابی کے بدلے خرابی ہوگی (جو کچھ تمہارے ساتھ ہوگا وہی ہمارے ساتھ بھی ہوگا ) آپ لوگ مجھ سے ہواور میں تم سے ہوں ،جس کے ساتھ بھی صلح کروگے ، میری بھی اس سے سلح ہوگی اور جس کے ساتھ جنگ کروگے ، میں بھی اس سے جنگ کرونگا، اب بارہ لوگوں کو سر پرست اور مسئول کے عنوان سے انتخاب کر کے مجھے بتاؤ کہ اُن میں سے ہرایک اپنے اپنے قبیلے کی ذمہ داری قبول کرے ، اُنہوں نے نو افراد خزرج سے اور تین افراد اوس سے انتخاب کر کے کے۔''

یہاں پرعباس بن عبادہ نے دوراندیش کرتے ہوئے ایک دلچسپ تکتے کی طرف اشارہ کیااور کہا:

﴿يَا مَعْشَرَ الْخَزْرَجِ هَلَ تَدُرُونَ عَلامِ تُبَايِعُونَ هَنَا الرَّجُلَ تُبَايِعُونَهُ عَلَىٰ حَرْبِ الْاَعْرَ الْخَرَرِ وَالْاَسْوَدِ فَإِنْ كُنْتُمُ تَرَوْنَ اَنَّكُمُ إِذَا نَهَكَتُ اَمُوالُكُمْ مُصِيبَةً وَ اَشُرَافُكُمُ

قَتُلاً اَسْلَمْتُمُوهُ فَمِنَ الْآنِ، فَهُوَ وَاللّهِ خِزْيُ اللُّانْيا وَالْآخِرَةِ وَإِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ وَاخُونَ لَهُ فَخُذُوهُ فَهُوَ وَاللهِ خَيْرُ اللَّانْيا وَالْآخِرَةِ، قَالُوا:

فَإِثَّاناً ثُوُدُهُ عَلى مُصِيبَةِ الْأَمُوالِ وَقَتْلِ الْكَثَير افِ فَمَالَ وَنَابِنْلِكَ يَارَسُولَ اللهِ قَالَ: الْجَنَّةُ قَالُوا ٱبْسِطْ يَدَكَ فَبِايَعُوهُ. "

''اے اہل خزرج ، تہہیں خربے کہ اس ہستی کے ساتھ کس چیز پر عہدو پیان کررہے ہو؟! میں جود کھے رہا ہوں سے عرب وعجم اور سیاہ وسفید سے اعلان جنگ ہے، اگرتم جانتے ہو کہ جب تمہارا مال تباہ ہوگیا تو اسے اپنے لئے مصیبت سمجھو گے اور اگر تمہارے اشراف میں سے کوئی قتل ہوگیا تو اُسے چھوڑ دو گئے تو ابھی سے ہی اُسے چھوڑ دواور اس سے بیعت نہ کروور نہ دنیا وآخرت کی رسوائی اُٹھانے پڑے گی، لیکن اگر جانتے ہو کہ اسے خمد و بیان کا یاس کرلو گے تو اس کے اردگر دجمع ہوجاؤ کیونکہ اسی میں دنیا وآخرت کی بھلائی ہے۔

اُنہوں نے کہا: ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں، خواہ اس کی خاطر ہمارا مال تباہ ہوجائے اور ہمارے اشراف اور اکابر مارے جائیں۔البتہ رسول خدا سلیٹھا کی ہے ہمارا سوال میہ ہے کہ اس جان نثاری کے عوض ہمیں کیا ملے گا؟ آپ نے فرمایا: جنت! اُنہوں کہا: اپنا دست مبارک دراز کیجئے تا کہ ہم آپ کی بیعت کریں۔' تا

اس عظیم کامیابی کی وجہ سے مکہ کےلوگوں نے مسلمانوں پر بہت ہی سخت دب<mark>اؤ ڈالنا</mark> شروع کردیا،اس وقت پیغیبراسلام ٹے مکہ کے مسلمانوں کومدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آ

## هجرت؛ تاریخ اسلام کا جدید دور

مسلمانوں کی مدینے سے ہجرت کے بعد پیغیبراسلام سلاھی آپٹی مکہ میں تھم خدا کے منتظر سے، دوسری جانب قریش مدینہ کے مسلمانوں کی ہجرت سے سخت خطرہ محسوں کررہے سے۔اس باراُنہوں نے تحریک اسلام کے اصلی قائد یعنی؛ پیغیبراکرم سل ٹیٹ کے کا کام تمام کرنے کا فیصلہ کرلیا، بہت زیادہ مشوروں کے بعد بیطے پایا کہ قریش کے تمام قبائل آپ کے قتل میں شریک ہوں گے،اس موقع پراللہ تعالی کی جانب سے ہجرت کا تھم آگیا۔ ﷺ

ماہ ربیج الاول کے شروع میں پیغیبراسلام سالٹھاآلیہ ہم مجزانہ طور پردشمن کے گھیرے سے نجات پاکر مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور

<sup>🗓</sup> كامل جلد ا ،صفحه ۵۱۳ ،سیر هٔ این مشام ، جزء ۲ ،صفحه ۸۸ \_

<sup>🖺</sup> سيرهٔ ابن ہشام، جزء ۲ صفحه ۱۱۲ ، کامل جلد اصفحه ۵۱۵ ، وطبری جلد ۲ ، صفحه ۹۷ \_

<sup>🖺</sup> سيرهٔ ابن هشام، جزء ۲، صفحه ۱۲۳، کامل جلد ۲، صفحه ۵۱۵\_

بار ہویں دن جو کہ پیرکا دن تھا آ پے محلہ قبامیں داخل ہوئے۔ 🗓

پغیبر مجعرات کے دن تک وہیں قیام فرمار ہے اور وہاں مسجد قبا کی بنیا در کھی اور جمعہ کی نماز قبا کے نز دیک قبیلہ بنی سالم کے درمیان اداکی اور بیدمدینے میں جمعہ کا پہلا خطیباور پہلی نماز جمعہ تھی کہ جوخو درسول اللہ سلٹائیاتیا ہے بڑھائی۔

اس کے بعد وہاں سے آپ مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ مدینہ میں داخل ہوتے ہی لوگوں نے پیغیبرا کرم سلی اللہ کا پُرجوش استقبال کیا، جس سے اسلام کی پیشرفت میں مزید اضافہ ہو گیا۔ یہاں آنحضرت سلی اللہ کے جو پہلا کام کیا ہے وہ مسجد کی تعمیر تھی جو کہ مسلمانوں کی عبادت، مشورے اور اجتماع کا بنیا دی مقام تھا۔ آ

لیکن ای دوران مدینے میں بھی مسلمانوں اوراسلام کے خلاف سازشیں اور خالفتیں شروع ہو گئیں۔لہذا پیغیبر سان ٹالیلی کے
لئے ان سازشوں کوختم کرنے لئے اسلحا کُھانے اور مدینے کے مسلمانوں کی عظیم طاقت سے استفادہ کرنے کے سواکوئی چارہ نہیں رہا۔ مدینہ
میں آنے کے سات ماہ بعد قریش کے تجارتی قافلے کورو کئے کے لئے اپنے چچا'' حضرت حمزہ سٹ'' کی سرپرسی میں پہلاگروہ تیار کیا،اس کے
بعد دوسرا گروہ'' سعد بن وقاص'' کی سرگردگی میں''ابواء'' کی جانب روانہ کہا۔

اس کے بعد قریش کے قافلے کی تعاقب کے لئے''بواط'' کی لڑائی اورغز'وہ''العشیر ہ''ترتیب دیا۔ دوسر ہے سال مکہ وطائف کے درمیان قریش کے ساتھ لڑائی کے لئے سریے''عبداللہ بن جحش''اوراسی سال جنگ بدر کا واقعہ رونما ہوا کہ جس میں شیطان صفت کفر کے سر دار جہنم واصل ہوئے اور بہت زیادہ تعداد میں اہل مکہ اسیر بھی ہوئے۔اس کا میابی کے بعد مسلمانوں کے حوصلے بلند ہونے لگے اور اُن کے خوف سے دشمن کے دل لرزنے لگے۔

اس کے بعد غزوہ ''بنی قینقاع''مدینہ کے یہودیوں کی عہدشکنی کی وجہ سے وقوع پذیر ہوا۔ اسی طرح ابوسفیان کے حملے کے مقابلے میں قبیلہ بنی سلیم اور''سویق'' کے خلاف غزوہ'' کدر''واقع ہوا۔ ہجرت کے تیسر سے سال جب'' بنی ثغلبہ'' نے مسلمانوں پرحملہ کرنا جاہا تو جنگ''غطفان''اورغزوہ'' بنی سلیم''انجام یا یا۔

اس میں اسلام کے خلاف ہمیشہ سازش کرنے والے دوشیطان صفت شخص لیعنی؛'' کعب بن اشرف' اور'' ابورافع'' اسلام کے شجاع جوانوں کے ہاتھوں مارے گئے۔اس کے بعد جنگ'' اُحد'' واقع ہوئی اور پھرغز وہُ''حمراءالاسد'' ہوا۔اگر چپاُ حدمیں مسلمانوں کو وقق شکست ہوگئ تھی لیکن اسکی وجہ سے مسلمانوں کا غرورختم ہوااوروہ ایک سنجیدہ جنگ کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے تھے چونکہ غفلت ،غروراور مادیات کی طرف تو جہکا نتیجہ شکست ہی ہوتا ہے۔

ہجرت کے چوتھے سال قبیلہ''عضل'' کی سرکو بی لے لئے غز وہُ'' رجعے'' واقعہ ہواجو کہ مبلغین اسلام کواغواءکر کے لیے تھے اوراُ نہیں دشمنوں کے حوالے کردیا تھا۔اسی طرح''بیومعونۂ' کاواقعہ ہوا کہ جس میں • کافراد کہ جولوگوں کواسلام کی دعوت دینا چاہتے تھے،

<sup>□</sup> سيرهٔ اين بشام، جزء ٢ ،صفحه ١٣٨، كامل جلد ٢ ،صفحه ١٥، وطبري جلد ٢ ،صفحه • • ١ ـ

<sup>🖺</sup> سيرهٔ ابن بشام، جزء ۲ ،صفحه ۱۴۳ ، کال جلد ۲ ،صفحه ۵۲۱ ، وطبری جلد ۲ ،صفحه ۱۱۷/۱۱-

قتل کردیۓ گئے تھے اور' اجلاء بنی نصیر' جو پیغیر سلیٹھ آپہ کے تل کا ارادہ رکھتے تھے اور جن سب کو پیغیرٹ نے مدینہ سے باہر نکال دیا تھا۔
اس طرح قبیلہ غطفان کے بنی ثعلبہ اور بنی محارب قبائل کے مقابلے میں غزوہ '' ذات الرقاع'' وقوع پذیر ہوا اور اس سال ابوسفیان کے تعاقب میں '' بررثانی'' کا واقعہ ہوا۔ بہر حال ان جنگوں کی وجہ سے جزیرۃ العرب میں اسلام کی طاقت اور پیشرفت سب پرواضح ہوگئ تھی۔

ہجرت کے پانچویں سال ، جب کہ تمام عرب قبائل اس جدید طاقت کے مقابلے میں خطرے کا احساس کررہے تھے، ایک دوسرے کے ساتھ اس بات پر متفق ہو گئے کہ اس طاقت کو ختم کردیا جائے تا کہ علاقے میں ظلم و شرک کے خلاف ایک طاقت اپنی بنیادیں مضبوط نہ کرسکے۔ اس مقصد کی خاطرائنہوں نے جنگ' احزاب'' شروع کی ، لیکن اس میں بھی شکست کے بعد اُن کو یقین ہو گیا کہ اب مسلمانوں پر حملے اور انہیں ختم کرنے کا خوال دروازے کے ساتھ سرٹکرانا ہے۔

اسی سال غزوہُ''بنی قریظہ'' وقوع پذیر ہواجس کی وجہ سے مسلمانوں کے ہمسائے میں سے ایک ساز ثی گروہ کا خاتمہ ہو گیا۔ ہجرت کے چھٹے سال،مسلمانوں اور رسول خدا سالٹھائیل کے اموال کولوٹنے والے گروہ کے خلاف غزوہُ''ذی قرد'' واقع ہوا، اسی طرح اسلام کے خلاف جمع ہونے والے بنی مصطلق کے اجتماع کوشکست سے دو چار ہونا پڑا کہ جو''غزوہ بنی مصطلق'' کے نام سے مشہور ہے اور بیہ سب (واقعات) اسلام کی طاقت کی علامت تھے۔

# حديبيه؛ ايك عظيم واضح كاميا بي

چھٹی ہجری میں پیغیبراسلام سالٹھ آلیکہ نے ایک دلچیپ اور فاتحانہ اقدام کیا اور اعلان کیا کہ مسلمان عمرہ کرنے کی تیاری کریں اور قربانی کے لئے اُونٹ بھی اپنے ہمراہ لے لیں تا کہ اہل مکہ جان لیں کہ پیغیبر اسلام ساٹھ آلیکہ جنگ کا ارادہ نہیں رکھتے۔ بطور اطمینان اس واقعہ کے دوبڑے اثرات مترتب ہونے تھے، ایک یہ کہ مسلمان جزیرۃ العرب میں کسی سے خوفز دہ نہیں ہیں، دوسرایہ کہ مکہ میں داخل ہونے سے اسلام کی بت پرستی کے مرکز کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت کا مظاہرہ ہونا تھا جس سے اسلام کی پیشرفت اور ترقی ظاہر ہوتی ہے۔

کیونکہ مکہال وقت اسلام کےخلاف سازش اورطاقت کاسب سے اہم مرکز تھا۔ جب اہل مکہ کوال بات کا پتا چلا تو اُنہوں نے پیغیبراسلام سانٹھائیا پی کا راستہ روکنا چاہا۔ پیغیبر سانٹھائیا پی نے اپنے اصحاب کے ساتھ ایک محکم بیعت کی کہ جو'' بیعت رضوان' کے نام سے مشہور ہوئی ۔ قریش نے جب پیخبر سانٹھائیا پی کے ساتھ سانچ کرنے پر آ مادہ ہو گئے ۔ سلح کا معاہدہ انجام پانے کے بعد طے یہ پایا کہ گلے سال مشرکین مکہ کو خالی کردیں گے تا کہ پیغیبر سانٹھائیل عمرہ کے لئے وہاں جاسکیں ۔ ۱۱

در حقیقت اس پیان پر دستخط ہونے سے پیغمبر سل الٹھالیا ہم کے لئے اپنے دوسرے چھوٹے بڑے دشمنوں کو بھی ختم کرنے یا آئہیں اپنے آ گے تسلیم کرنے کا راستہ ہموار ہو گیا کہ جو بھی کبھار سازش یا مسلمانوں کے لئے مسئلہ کھڑا کر سکتے تھے۔لہذا حدیدیہ سے واپس آنے کے فوراً بعد آپ نے ان دشمنوں کی سرکو بی کے لئے عسکری قوتیں جمع کرنا شروع کردیں۔

🗓 كامل جلدا ،صفحه ۵۸۲ ،سیر دُابن هشام ، جزء ۳ ،صفحه ۲۱ سوطبری جلد ۲ ،صفحه و ۲۷

''بنی اسد''کے مقالبے میں سریہ' عکاشہ''اور بن ثغلبہ کے لئے سریہ''مجمد بن مسلمہ''، ذی القصد کی جانب سریہ''ابوعبیدہ جراح''، ''زید بن حارثۂ' 🏿 کے چھشم کے سرایا،''جموع'' کے مقالبے کے لئے اور''عیص''،''طرف''،''حسی''،''وادی القری''اور''ام قرفہ'' کی طرف بھیجے گئے۔

اسی طرح'' دومیة الجندل'' کی طرف''عبد الرحمان بنعوف'' کےلشکر اور'' فدک'' کی طرف''علی بن ابی طالب لشکر'' اور ''عریندن'' کی جانب'' کرزبن جابر''لشکر ﷺ ایسی جنگیں تھیں کہ جوصلے حدید پیریے فوراً بعد انجام یائی ہیں۔ ﷺ

اس طرح بہت سے ایسے قبائل کہ جواسلام کا مقابلہ کرنے کی تیاری کررہے تھے، کوئی موژ کاروائی کرنے سے پہلے ہی شکست کھاگئے تھے۔اب اسلام طاقتور ہو چکا تھا، قبائل نے بھی مسلمانوں پرحملہ کرنے کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیا تھااوراہل مکہ نے اپنی کمزوری کااحساس کرتے ہوئے معاہدہ کرکے اسلامی حکومت کوقبول کرلیا تھا۔

## حكومتى سربرا هول كوخطوط

اب جبکہ اسلام طاقور ہو چکا تھا، لہذا اس کا جزیرۃ العرب سے باہر نکلنا ضروری ہو چکا تھا اور اسلام کی شعاعیں اس علاقے سے باہر نکلنا ضروری ہو چکا تھا اور اسلام ساتھ اللہ کے فرمان کی انجام دہی کے لئے کسر کی (شاہ ایران)، قیصر (بادشاہ روم) آئے ہجاثی (حبشہ کے حکمران ) اور مقوس (مصری بادشاہ) اور چند دوسر سے حکمرانوں کی طرف کچھ پیام رسانوں کو خطوط کے ہمراہ بھیجا اور اُنہیں اسلام کی دعوت دی، سوائے ایران کے بادشاہ خسرویرویز کے۔

بعض نے مثبت جواب دیااوربعض نے خاموثی اختیار کر کی تھی اور بیاس بات کی دلیل ہے کہ یا تو اُن تک اسلام کی تھے تبلیغات پہنچ چکی تھیں اوروہ اسلام کے تقائق ہے آگاہ ہو چکے تھے یاوہ اسلام کی طاقت کا احساس کر چکے تھے اور اُن تک اس کی رپورٹ پہنچ چکی تھی اوراُ نہوں نے اسلام کے خلاف عسکری قوت استعمال نہ کرنے میں ہی مصلحت سمجھی۔ 🖺

باقی فی جانے والے سازشی مراکز میں سے ایک یہودیوں کا مرکز ' خیبر' تھا۔ 🗓

جس کوشکست دینا ضروری ہو چکا تھا۔لہذا ساتویں ہجری میں پیغیبرا کرم ساٹھائیا پہلے نے اس کے علاوہ سرز مین فدک کےایک اور

<sup>🗓</sup> سیرهٔ ابن هشام ، جزء ۱۳ صفحه ۵۳ \_

ابن ہشام، جزء ہم،صفحہ ۲۹۰\_

<sup>🖺</sup> كامل جلدا ،صفحه ۵۸۸ ـ ۵۹۰ ـ

<sup>🖺</sup> طبری،جلد ۲،صفحه ۲۸۸

<sup>🚨</sup> کامل،جلدا،صفحه ۵۹۱

<sup>🗹</sup> طبری، جلد ۲ م صفحه ۲۹۸ ، سیئر ۱۳ بن مشام ، جلد ۳ م صفحه ۳۴۲

یہودی قبیلےکواپنامطیع بنانے کا فیصلہ کرلیا۔اس کے بعد بہت سےاورسرا یا بھی رونما ہوئے جن میں اسلام نے پہلے کی طرح فتح حاصل کی۔اور اب جزیرۃ العرب میں اسلام ایک بڑی طاقت کےعنوان پہچا نا جانے لگا تھااور حدیبیہ میں ہونے معاہدے والے سےاستفادہ کرنے اور مسلمانوں کےخانہ خداکی زیارت اور عمرہ کرنے کا وقت آپہنچا تھا۔

پیغمبر سلاٹھائیلانے ناہ ذی الحجہ میں خیبر سے واپس آنے کے بعداُن تمام مسلمانوں جو چھٹے سال عمرہ کے لئے آنحضرت کے ساتھ تھے، سے فرما یا کہ ہم سفر مکہ کے لئے تیار ہور ہے ہیں ۔ <sup>[[]</sup>

مکہ کے لوگوں نے بیخبر سننے کے بعد (معاہدے کے مطابق) اپنے اپنے گھروں کوچپوڑ کر پہاڑوں کی طرف چلے گئے ،مسلمان مکہ میں داخل ہوئے تواس وقت پیغبر <mark>اسلام</mark> سالٹھائی ہی نے اعلان فرمایا:

"رَحِمَ اللهُ امْرَا الراهُمُ الْيَوْمَ مِنْ نَفْسِه قُوَّةً"

الین: '' خدااس شخص پر رحت کرے کہ جوآج کفار کے سامنے اپنی طاقت دکھائے۔''

اوراس طرح مسلمانوں کی خانہ خدا کی زیارت کرنے کی آرز وبھی پوری ہوگئ اوراہل مکہ کےسامنے اسلام کی طاقت کی نمائش بھی انجام یا گئے۔ ﷺ

آٹھویں ہجری شروع ہوگئ تو پیغمبراسلام سلاٹھائیہ نے اسلامی طاقت کا دائر ہمزیدوسیج کردیا۔''بنی الملوح'' کےخلاف''سریہ غالب بن عبداللہ لیژی''''علاء بن حضرم'''''بحرین' کےخلاف،ایک قول کےمطابق سریہ''شجاع بن وھب'' بنی عامر،سریہ''عمرو بن کعب غفاری'' (شام کےنواح میں )''ذات الاطلاح'' کےخلاف واقعہ ہوا۔اس سال عمرو بن عاص اسلام کی دعوت دینے کے لئے سرزمین'' بلی وعذرہ'' کی جانب روانہ ہوئے کہ جو''غزوہ'' ذات السلاسل'' کے نام سے مشہور ہوا۔ ﷺ

ای طرح اسی سال آپ نے عمر و بن عاص کوعمان میں جاُندی کی اولا د''جیفر وعیاز'' کی جانب بھیجا کہ جوایمان لے آئے اور مجوسیوں سے جزبہ بھی لیا گیا۔ پھراسی سال''ابوعبیدہ جراح'' کی سرگر دگی میں غزوہُ''خیط''رونما ہوااور جن لوگوں نے رسول خدا کے خلاف جنگ کے لئے فوج کوجمع کیاتھا،ان کے مقابلے میں سریے''ابوقادہ''واقع ہوااوراسی سال شام کے علاقے میں سرز مین موتہ پرتین ہزارا فراد کے ساتھ غزوہُ''موتہ''واقع ہوا۔ ﷺ

جنگ موتہ میں سپاہ اسلام کے چنر کمانڈ رول کی شہادت سے ممکن تھامسلمانوں میں کمزوری کا احساس پیدا ہوجا تااور دثمن کے لئے یہ جنگ ایک بڑی کامیا بی سمجھی جاتی ،لیکن اسی دروان فتح کمہ کے مقد مات بھی فرا ہم ہو گئے تھے، چونکہ قبیلہ'' خزاعۂ' رسول خدا

<sup>🗓</sup> طبری، جلد ۲، صفحه ۰ ۹۴، بن هشام، جلد ۴، صفحه ۱۲

<sup>🖺</sup> كامل،جلدا،صفحه ۲۰۲

ابن هشام ،جلد ۴ ،صفحه ۲۷۲

السيرهٔ ابن هشام، جلد ۴، صفحه ۱۵، طبری جلد ۲، صفحه ۱۸ ۳۱۸

صَلَّهُ اَلِيَهِ کَا ہم پیان تھا جبکہ قبیلہ'' بنی بکر'' قریش کا ہم پیان تھا، بنی بکرنے ، بنی خزاعہ پرحملہ کردیااور قریش نے اُس کی حمایت کرنی شروع کردی جس کی وجہ سے رسول خدا صلَّهُ اِلَیْهِ کوجھی اپنے ہم پیان قبیلے کی مدد کرنا پڑی۔

پینمبرا کرم نے جنگ مکہ کا حکم جاری کر دیا اورانتہائی دقیق منصوبہ بندی کرتے ہوئے دس ہزار سپاہیوں کے ساتھ اس طرح مکہ پرمسلط ہو گئے کہ بغیر کسی جنگ اورلڑائی کے حرم امن الہی میں اپنے اصلی مقصد تک جا پہنچے اوراس طرح اسلام کے مخالف اصلی مرکز شرک کا صفایا ہو گیا۔ <sup>[1]</sup>

جب' ابوسفیان' نے اسلامی طافت وقدرت کودیکھا تواس نے عظمت اسلام کااعتراف کرتے ہوئے حضرت عباس سے کہا:

﴿لَقَلُوا صَبَحَ مُلُكُ بُنِ اَخِيكَ عَظِيماً ﴿

یعنی: "تیرا بھتیجاایک بڑی سلطنت پر فائز ہو گیاہے۔"

حضرت عباس ؓ نے اُس کو جواب دیا:

<u> ﴿ وَيُحَكَالِنَّهُ النُّبُوَّةُ ۗ </u>

لعنی:''واے ہوتم پریہ سلطنت نہیں بلکہ نبوت ہے۔''🖺

وہ معروف نعرے کہ جوحضرت رسول خدا سل شاہ آیہ ہے خانہ کعبہ کے دروازے کے سامنے دعا کی صورت میں بلند کیے تھے اور کچھ جا ہلی آ داب ورسوم کے باطل ہونے کا اعلان فر ما یا ، لہٰذا جب آپ مکہ میں داخل ہوئے تو ایک سیاہ عمامہ سرمبارک پر رکھا ہوا تھا۔ آپ نے کعبہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہوکر فر مایا:

"لا اله الآالله وَحْدَهُ صَدَقَ وَعُدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الآخز ابَ وَحْدَهُ."

یعنی: ''خدائے واحد ویکتا کے سواکوئی خدانہیں جس نے اپناوعدہ سچا کر دکھایا، اپنے بندے کی نصرت فر مائی اورا کیلے تمام احزاب (گروہوں) کوشکست دے کر بھاگادیا۔''

اس کے بعد مزید فرمایا:

﴿ اَلَا كُلُّ دَمِّر (في الجاهلية) اَوُ مَأْثَرَةٍ اَوْ مَالٍ يُتَّعَىٰ فَهُوَ تَحْتَ قَدَمَى هَاتَيْنِ اِلاَّ سُلاانَةَ الْبَيْتِ وَسِفْايَةَ الْحَاجَّ ثُمُ قَالَ يَامَعْشَرَ قُرَيْشِ مَاتَرَوْنَ اِنَّى فَاعِلٌ بِكُمْ قَالُوا خَيْراً الْجَيْرة وَابْنُ أَجْ كُريمِ قَالَ: إِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقْاءُ \* )

س لوز مانہ جاہلیت کے تمام خون اور دعوے ( باطل )اور میرے یا وَل کے پنچے ہیں ،سوائے کعبہ کی خدمت

<sup>🗓</sup> كامل جلدا ،صفحه ۲۰۹ ،سیره این بشام ، جلد ۴ ،صفحه ۳۱ ،طبری جلد ۲ ،صفحه ۳۲۳

<sup>🖺</sup> کامل جلدا ،صفحه ۱۱۴

اور حجاج کو پانی پلانے کے۔ پھر فرمایا: اے قریش! جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ اُنہوں نے کہا آپ اچھا ہی سلوک کریں گے کیونکہ آپ تشریف بھائی اور کریم و ہزرگوار بھائی کے بیٹے ہیں! آپ سنے فرمایا: جاؤتم سب آزاد ہو۔ [[]

اس کے بعد پیغمبراسلام نے کچھ فوجی دستوں کو قبائلی فتنوں کی آگ بجھانے کے لئے مکہ کے گرد دنواح کی طرف روانہ کیا۔ اور قبیلہ ہوازن جو کہاسلامی لشکر سے لڑنے کی تیار کی کر رہاتھا؛ سے'' حنین'' میں شدیدلڑائی ہوئی اوراُ نہیں شکست سے دوچار ہونا

یڑا۔ ت

اس کے ساتھ ہی طا نف کامبھی محاصرہ کرلیا گیاجس کے نتیج میں وہ بہت جلداُن کے سامنے تسلیم ہو گئے ۔ 🖺

جب نویں ہجری کا سال شروع ہوا تواس وقت مشرکین اور یہود ونصار کی کی سازشوں کے مراکز شکست کھا چکے تھے اور مسلمان اُن کی جانب سے مکمل طور پر مطمئن ہو چکے تھے۔اس سرز مین پر ایک نئی طاقت تشکیل پاچکی تھی اوراس علاقے کے تمام قبائل اور سر داریا تو مسلمان ہو چکے تھے یا اُن کے سامنے تسلیم ہو گئے تھے۔اسی دوران خبر ملی کہ''روم'' کی سلطنت کا بادشاہ''ہرقل'' اور پچھ عرب جو دین نصرانیت کوقبول کر چکے تھے،اسلامی مملکت پر حملے کا ارادہ رکھتے ہیں۔رسول خدا سانٹھ آئیا پہلے نے سب کوروم کے ساتھ جنگ کرنے کے لئے تیار ہونے کا حکم دے دیا۔

مورخین کا کہنا ہے کہ آنحضرت کی سیرت کے برعکس کہ جس میں آپ میدان جنگ کونخی رکھتے تھے، جنگی علاقے کااعلان ، راستے کے دور ہونے وغیرہ کی وجہ سے تھا، کیکن بظاہر بید ڈنمن پر رعب ڈالنے کے لئے تھا۔ بہت مشکل اور انتہائی قلیل وسائل کے ساتھ فوج تیار ہوکر تبوک کی جانب چل پڑی اور تبوک جا پہنچی 🖺

جس کی وجہ سےاُسے'' جیش العسرۃ'' کا نام دیا گیاہے جب بیفوج'' ایلہ کی بندرگاہ'' پینچی تو وہاں کا حاکم صلح کرنے اور جزییا دا کرنے پر تیار ہوگیا،لہٰذاان کے درمیان مصالحت برقر ارہوگئ۔ 🏿

آ یا نے خالد بن ولیدکو'' دومۃ الجندل'' کے حاکم کی جانب بھیجا،اُس نے بھی جزید ینا قبول کرلیا۔ کے

<sup>🗓</sup> كامل جلدا صفحه ۲۲۰

<sup>🖺</sup> كامل جلدا صفحه ۲۱۸ ،سير وابن بشام ، جلد ۴ ،صفحه ۷۰

<sup>😇</sup> کامل جلدا مفحه ۲۲۴ شیره این هشام ،جلد ۴ مبغمه ۸۰ مطبری جلد ۲ م ۳۴۳ ـ

<sup>🖺</sup> الصّاً، صفحه ۹۲۸ ، سیر هٔ ابن مهشام ، جلد ۴ ، صفحه ۱۲۲ ـ

<sup>🖹</sup> کامل ،صفحه ۵۳۵، سیر دُابن مشام جلد ۴، صفحه ۱۵۹، طبری جلد ۲ ،صفحه ساس س

<sup>🗓</sup> ایضاً صفحه ۲۲ کی سیر و این هشام جلد ۴ م صفحه ۱۲۲

<sup>🗵</sup> الضاً صفحه ۸۳۲

رسول خدا سلیٹھالیٹی تبوک میں تقریباً ۱۵ دن قیام فرمار ہے، کیکن رومی فوج کی کوئی خبر نہ ملی لہندا آپ واپس لوٹ آئے۔ 🎞 اس سال قبیلہ ثقیف کا ایک وفد پنجیبرا کرم سلیٹھالیٹی کے یاس آیا اورمسلمان ہو گیا۔ 🎞

اسی دفت قبیلہ''طی'' کو بتوں سے پاک کرنے کے لئے حضرت علی علیہ السلام کو مامور کیا گیا جس کے دوران لڑائی میں حاتم طائی کی بیٹی قید ہوگئ جس کے نتیجے میں''عدی بن حاتم''وغیرہ نے اسلام قبول کرلیا۔ ﷺ

فتح مکہ ،قبیلہ ثقیف اور تبوک کی جنگ سے فراغت نے اسلام کی عظمت اور حقانیت کومزید ثابت کر دیا اور دوسرے قبائل بھی تدریحاً اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہونے گے اور پینمبراسلام سلاھ آلیہ آئی خدمت میں پہنچ کراسلام قبول کرنے یا کم ازکم رسول اللہ سلاھ آلیہ آئی کے ساتھ دشمنی اور عداوت ترک کرنے کا وعدہ کرنے گئے تھے۔اس کے بعد مختلف قبائل کی جانب سے نمائندہ وفدرسول اللہ سلاھ آلیہ آئی خدمت میں آنے گے لہٰذا اس سال کو' عام الوفو د'' کا نام دیا گیا ہے۔ آ

بنی اسد کاوفدآ یگی خدمت پہنیا تواس نے کہا:

"اَتَيْنَاكَ قَبُلَ آنُ تُرُسِلَ اِلَيْنَا رَسُولا"

العنی: "اس سے پہلے کہ آپ ہماری طرف کسی کو جیجہ ہم خود آپ کے پاس آ گئے ہیں۔"

ٍ اسى طرح'' بلی''' زاريين' اور' بن تميم' کاوفد بھی آپ کی خدمت عاضر ہوا۔ ◙

اسی طرح''جھی تیر''کے بادشا ہوں اور سلاطین کی جانب سے اسلامی حکومت کی طاقت وقدرت کو قبول کرنے پر دلالت کرنے والے خطوط بھی آ ہے گیاس آئے۔ 🗓

" فَأَقَامَ النَّاسُ الْحَجَّ وَ حَجَّتِ الْعَرَبُ الْكُفَّارُ عَلَى عَادَتَهِمْ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَعَلِيٌّ يُؤْذِنُ

🗓 الضاً صفحه ۲۳۸

الضاً جلداصفحه ۲۳۸

🖺 الضاً صفحه ۲۹۰

🖺 ایضاً صفحه ۱۴۶۲، سیر و این هشام جلد ۴۰۵ ص ۲۰۵

🚨 كامل جلدا بصفحه ۲۴۲

🗓 سيرهٔ ابن مشام جلد ۴ مفحه ۲۳۵\_

🗵 كامل جلدا ، صفحه ۱۲۴

بِبَرَائَةِ فَنَادَى يَوْمَ الْأَصْحَى: لا يَحُجَّقَ بَعْلَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَ لا يَطُوفَنَّ بِ الْبَيْتِ عُرْانُ وَمَنْ كَانَ بَيْنَ وَسُولَ اللهِ عَهْدٌ فَأَجُلُهُ اللهِ مُثَّاتِهِ "

''لوگ جج کرر ہے تھے اور عرب بھی دوران جاہلیت کی عادت کے مطابق مراسم جج میں شریک تھے، اس وقت حضرت علی نے اعلان برائت کیا اور عید قربان کے دن اعلان فرمایا: سب جان لیں کہ اس کے بعد کوئی بھی مشرک جج کے مراسم میں شریک نہیں ہوگا، اور کوئی بھی خانہ خدا کا بر ہنہ طواف نہیں کرے گا۔ اور سب لوگ جان لیں کہ جس نے بھی رسول خدا سال اللہ اللہ کے ساتھ کوئی عہدو پیان کیا ہوا ہے تو وہ اپنی مدت ختم ہونے تک باقی رہے گا۔' 🗓

جب دسویں ہجری کا سال شروع ہواتو اسلام کی آ واز ہر جگہ تک پہنچ چکی تھی اور اس وقت نجران کے عیسائی مباہلہ کرنے کے لئے آئے اور مباہلہ کیئے بغیر واپس لوٹ گئے۔

"وَطَاكُوهُ عَلَى الْفَيْ حُلَّةِ ثَمَنَ كُلِّ حُلَّةٍ آرْبَعُونَ دِرْهَماً وَعَلَىٰ آنَ يُضَيِّفُوا رُسُلَ رَسُولَ الله وَجَعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ تعالى وعَهْلَهُ اللَّ يُفْتِنُواعَنُ دينِهِمْ وَ لايُعْشِرُوا وَ شَرَطَ عَلَيْهِمْ آنُ لاَ يَأْكُلُوا الرِّباوَ لاَ يَتَعَامَلُوبِهِ"

''دو ہزار مُلّہ کے بدلے اُنہوں نے آپ سے مصالحت کرلی، ہر مُلّہ کی قیمت چالیس درہم تھی نیز آپ نے اُن سے عہدلیا کہ وہ رسول خدا سالٹھ آلیہ آ کے بھیجے ہوئے افراد کی پذیرائی کریں گے اور اُن کے لئے پیان اللہ قرار دیا کہ کوئی بھی نجران کے عیسائیوں کو اپنا مذہب چھوڑ نے پر مجبور نہیں کرے گا اور اُن سے عشر (زکات) نہیں کے گا اور اُن کے ساتھ شرط کی گئی کہ وہ سود (ربا) نہیں کھائیں گے اور سود کی معاملہ نہیں کریں گے۔'آ

اسی سال کچھ دوسرے وفو دمثلاً ''سلامان'''غیشان''،وفد''عامز'،وفد''از د''،وفد''مراد''،وفد''زبید''،'عمرو بن معدی کرب'' کے ساتھ اوروفد''عبد بن قیس''وفد' بنی حنیفہ''وفد'' کندہ''وفد''مجارب''،وفد'رھاویین''وفد''عبس''وفد''صدف''،وفد' خولان''،وفد

<sup>🗓</sup> كامل جلدا ،صفحه ۲۴۴ ،سير وَابن بشام جلد ۴ ،صفحه • ۱۹ \_

<sup>🖺</sup> كامل جلدا، صفحه ۱۴۶

''بنی عام''اوروفد''طی' وغیرہ سب اسلام اور پیغمبر سلاٹی آپٹی سے اعلان وفاداری کرنے کے لئے مدینہ میں حاضر ہوئے۔ ﷺ
اسلام کی ترقی اور قدرت کا مظاہرہ ہم'' ججۃ الوداع'' میں بھی دیکھ سکتے ہیں ۔ بعض روایات کے مطابق خانہ خدا کی زیارت کے لئے پیغمبراسلام سلاٹی آپٹی کے ہمراہ ایک لاکھ سے زیادہ افراد چل پڑے تھے اور بیا ُس زمانے میں سب سے بڑاروحانی اجتماع تھا اسی طرح اس سفر کے دوران آپ نے جو خطبات دیئے خواہ وہ مکہ میں ہوں یا عرفات میں منی میں موں یا ججۃ الوداع کے راستے میں سب تاریخ میں مو جود ہیں ۔ غدیر خم کے مقام پراپنے جائشین کے تقرر کے باقاعدہ اعلان کے موقع پر جو خطبار شادفر مایا اسے تاریخ نیوں بیان کیا ہے:

"فَالِ اهُمْ مَنْاسِكُهُمْ وَعَلَّمَهُمْ سُنَنَ عِيهِمْ وَخَطَبَ خُطْبَةَ الَّتِي بَيْنَ فِيها لِلنَّاسِ مَا بَيْنَ وَكُانَ النَّاسِ فَقَالَ بَعْنَ حَمْدِ اللهِ: بَيْنَ وَكَانَ النَّاسِ فَقَالَ بَعْنَ حَمْدِ اللهِ: ايَّنَ وَكُانَ النَّاسُ اسْمَعُوا قَوْلِي فَلَعَلَى لِأَ الْقَاكُمْ بَعْنَ عَامِي هَنْ اللهِ الْمَوْقِفِ اَبَداً الْمَوْقِفِ اَبَداً الْمُوقِفِ اَبَداً اللَّاسُ ان دِمَا فَكُمْ وَ اَمُوالَكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ كَحُرْمَةِ يَوْمِكُمْ هَنْ اللهُ وَكُلُّ رِباً اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ وَكُلُّ رِباً مَوْضُوعٌ كُلُّهُ وَكُلُّ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ وَكُلُّ مَوْضُوعٌ كُلُّهُ وَكُلُّ مَعْنَا اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهُ ا

ٱيُّهَاالنَّاسُ إِنَّ الشَّيطانَ قَلُ يَئِسَ أَنْ يُعْبَلَ بِأَرْضِكُمُ هٰنِهِ ٱبَداً وَلَكِنَّهُ يُطاعُ فِهَا سِوٰى ذٰلِكَ وَقَلُ رَضِي بِمَا تُحَقِّرُونَ مِنْ أَعْمَالِكُمْ ...»

'' اُنہیں مناسک جج دکھائے اور جج کے آ داب ورسوم کی تعلیم دی، ایک خطبہ پڑھااور اس میں جو پچھلوگوں کے لئے ضروری تھا بیان کیا،سب چیزوں کی وضاحت کی اور عرفیہ میں جو شخص آ پ کی آ وازلوگوں تک پہنچا تا تھا، وہ ربیعة بن امية بن خلف تھا، کیونکہ بہت زیادہ لوگ تضاور رسول اللہ صلاحی آ وازسب تک نہیں بہتے اور میری باتوں کو سنوشا پیرائی کی آ واز سب تک نہیں بہتے درہی تھی۔خدا کی حمد وستاکش کے بعد آ پ نے فرمایا: اے لوگو! میری باتوں کو سنوشا پداس سال کے بعد کھر کھی تم سے میں ملاقات نہ کر سکوں۔

اے لوگو! آج کی حرمت واحتر ام کی مانند تمہارا خون اور مال، ایک دوسرے پر حرام ہیں، ہرفتہم کاربا (سودی معاملہ) باطل قرار دیا جاتا ہے (اورکسی کومطالبے کاحق نہیں ہے) آپ لوگ فقط اپنے راس المال کے حق دار

ت کامل جلدا، صفحہ ۲۲۶۔ آنحضرت کے غزوات اور سرایا کے بارے میں مزید معلومات کیلئے سیر وَ ابن ہشام جلد ۴، صفحہ ۲۵۲ ، کامل جلدا، صفحہ ۲۵۲ اور طبری جلد ۲، صفحہ ۴۰۴ کی کے کامل جلدا، صفحہ ۴۰۴ کی کی کے کامل جلدا، صفحہ ۴۰۴ کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کے کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کے کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کے کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کی کی کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کامل جلدا، صفحہ کی کامل جلدا، صفحہ ۲۵۴ کی کامل جلدا کی کامل کی کامل جلدا کی کامل کیا کے کامل کی کامل کی کامل کی کلے کامل کی کامل

ہوعباس بن عبد المطلب کے بھی تمام سودی مطالبات بھی تم سے اُٹھا لئے گئے ہیں، جوخون بھی زمانہ جاہلیت میں بہایا گیاہے وہ باطل اور ہدر سمجھا جائے (اور کسی کو بھی اس کے بدلے قصاص کاحق حاصل نہیں ہے)ا ہے لوگو! اس کے بعد اس سرزمین پر شیطان کی پرستش نہیں ہوگی جس کی وجہ سے وہ مایوس ہو چکا ہے، لیکن دوسرے کامول میں اُس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ بھی اسی پرراضی ہے'۔ 🗓

. ججۃ الوداع کی تاریخ میں صراحت کے ساتھ آیا ہے جج کے لیے روانگی کے موقع پر مدینہ میں بہت سےلوگ جمع تھے یا اُنہی ایا م میں ایک بیاری پھیلی ہوئی تھی جس کی وجہ سے بہت سےلوگ جج سے رہ گئے تھے۔لہٰذا ہم پڑھتے ہیں کہ

"وَمَعَ ذَلِكَ كَانَ مَعَهُ مُمُوعٌ لا يَعْلَمُها إلا الله وَ قَلْ يُقَالُ: خَرَجَ مَعْهُ تِسْعُونَ الْفاً وَيُقالُ مِأَةُ الْفِ وَ عَشْرُونَ الْفاً وَقيلَ مِأَةَ الْفِ وَيُقالُ مِأَةُ الْفِ وَعِشْرُونَ الْفاً وَقيلَ مِأَةَ الْفِ وَيُقالُ مِأَةُ الْفِ وَعِشْرُونَ الْفاً وَقيلَ مِأَقَا النّهِنَ ارْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ الْفا وَيُقالُ اَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ وَ هٰنِهِ عِنَّاةٌ مَنْ خَرَجَ مَعَهُ وَ امّا النّهِنَ ارْبَعَةٌ وَ عَشْرُونَ الْفا وَيُقالُ اَكْثَرُ مِنْ ذَلِكَ كَالْمُقيم بِنَ مِمَكَّةً وَالنّانِينَ اتَوا مِنَ الْيَمَنِ مَعَ عَلِي (ع) وَ ابْ مُعْمَى اللّهُ مَنْ خَرْمَ مُ خَلِي (ع) وَ ابْ مُعْمَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ الللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ الللّهُ الللللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ الللّهُ اللّهُ اللّهُ اللللللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللللللّهُ الللللّهُ الللللّهُ اللللللّهُ الللللّهُ اللللللّهُ ال

" آپ کے ہمراہ جج کے مراسم کے لئے بہت زیادہ لوگ تھے، کداُن کی تعدادسوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا۔ کہا جاتا ہے نوے ہزار لوگوں نے آپ کے ساتھ ہم سفر تھے اور کبھی کہا جاتا ہے ایک لا کھ چودہ ہزار اورایک قول کے مطابق ، ایک لا کھ بیس ہزار لوگ تھے اور دوسر نے قول کے مطابق ، ایک لا کھ چوبیس ہزار افراد تھے، یہاُن لوگوں کی تعداد ہے کہ جنہوں نے آپ کے ساتھ سفر کیا ہے، لیکن جولوگ مراسم جج کے دوران آپ کے ہمراہ تھاُن کی تعداد بہت ہی زیادہ ہے مثلاً مکہ کے لوگ یا وہ جو حضرت علی علیہ السلام اور الوموی کی کے ساتھ یمن سے آئے تھے۔" آ

آپاس سے اُن باقی مسلمانوں کی تعداد کا اندازہ بھی لگا سکتے ہیں کہ جو جج کی طاقت نہیں رکھتے تھے، اس سے آپ اسلام کی طاقت وقدرت کو ملاحظہ کر سکتے ہیں۔اور پھر آپ جان لیس گے کہ رسول خدا سلاھ آئی ہے نے اپنی وفات کے وقت سپاہ'' اسامہ'' کوشامات (بھریٰ) کے علاقے کے ساتھ جنگ کے لئے آمادہ کہا تھا کہ جس کی اطاعت نہیں کی گئی۔

<sup>🗓</sup> كامل جلدا ،صفحه ۲۵۲

<sup>🗈</sup> سیر ہلی جلد ۳،صفحہ ۲۸۳،اور دوسری کتب تاریخ بحوالہ الغدیر جلدا،صفحہ ۹، برائے مہر بانی اس سفر سے متعلق دوسر سے مسائل کیلئے ای کتاب کی طرف رجوع کریں گے۔ چونکہ بیا یک جامع ترین کتاب ہے۔

# رسول الله صلَّاللَّهُ اللَّهِ قُرْ أَن كَى نَظر مين

### اشاره

گذشتہ تھے میں ہم نے پیغیراسلام سلاٹی آلیہ کی حیات مبار کہ کوا خصار کے ساتھ مورخین کی نظر سے دیکھا ہے۔اب ہم پیغیرا کرم سلاٹی آلیہ کے جالات کا مختصرا ور دقیق مطالعہ نبوت خاصہ کی بحث کے مقدمے کے طور پرقر آن مجید کی نظر سے کرتے ہیں۔اس فتم کے موضوع کے بارے میں خصوصاً اس فقطہ نظر سے آیات قرآن کی تحقیق بہت ہی اہمیت رکھی ہے۔ چونکہ بیموضوع مخالفین اور معاندین کے سامنے پیش کیا گیا ہے،اگر یہ پیغیر اسلام سلاٹی آئی کی حیات مبار کہ کی حقیقی زندگی کے مطابق نہ ہوتا تو یقیناً اس پر وہ لوگ اعتراضات کرتے اور اُن کے اعتراضات تاریخ میں محفوظ ہوجاتے جیسا کہ دوسرے موضوعات میں یائے جاتے ہیں۔

دوسرے الفاظ میں ،اس بات کے قطع نظر کہ قرآن مجید ، کلام خداہے اور اس کی تمام آیات حقیقت رکھتی ہیں ، بالفرض ایسانہ بھی ہوتا تو پھر بھی حیات پیغیبر سلاٹھا آیا ہے تعلق رکھنے والی آیات خلاف واقع نہیں ہوسکتی تھیں ، چونکہ اس صورت میں بید شمنوں کی مخالفت اور تکذیب کے لئے ایک اچھا بہانہ بن سکتی تھیں۔ اسی اشارے کے ساتھ ہم قرآن کی طرف پلٹتے ہیں اور قرآن مجید میں پیغیبر اسلام سلاٹھا آیلہ کی حیات مبارکہ کے مختلف ادوار کے بارے میں موجود نکات کے متعلق ایک تحقیق پیش کرتے ہیں۔

### دعوت رسول الله صلَّاليُّهُ اللَّهُ كاما حول

قرآن مجیدد وسورتول میں درج ذیل الفاظ میں اس دور کے لوگوں کی حالت کو بیان کرتا ہے:

وَإِنْ كَانُوامِنْ قَبْلُ لَغِيْ ضَلْلِ مُّبِيْنٍ ١٠٠

لینی:''یقیناً وہ (پیغیمر کے دور کے حاہل عرب) واضح و آشکارا گر اہی میں تھے' 🏻

ان دوآیات میں' ضلال مبین' (آشکارا گمراہی) جیسے الفاظ عرب قوم کے سابقے کے عنوان سے بیان ہوئے ہیں اور بیالفاظ ع عصر جاہلیت کے بارے میں ایک مخفی اشارے کی حیثیت رکھتے ہیں، چونکداُن کے پورے معاشرے پر ضلالت اور گمراہی چھائی ہوئی تھی۔ عقائد میں اُن کی گمراہی''شرک'' کی شکل میں مجسم ہو چکی تھی اور معاشرتی مسائل میں گمراہی کا بیعال تھا کہ وہ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے قبروں میں زندہ فن کردیتے تھے اور پھراس بات پر فخر بھی کرتے تھے، ان کی عورتیں اور مرد مادرزاد نظے ہوکر کعبہ کے گرد طواف کرتے تھے، اور اسے عبادت شار کیا جاتا تھا! اُن کے معاشرے میں جنگ اور خون خرابے کو قدر و منزلت کی حیثیت دی جاتی تھی، یہاں تک

🗓 آل عمران، ۱۲۴، جمعه، ۲

كه آباء واجداد كي دشمني اورعداوت بطور وراثت أن كي اولا دكونتقل موجاتي تقي \_

اُن کے نزد یک عورت ایک بے قدرو قیمت قسم کی چیزتھی اوراُس پر قماراور جوئے کی بازی لگائی جاتی تھی!''ضلال میین'' کی بہترین تصویرکشی اُنہی الفاظ سے ہوتی ہے کہ جو'' جعفر بن ابی طالب ؓ ''نے''نجاشی'' کے سامنے عرب جاہلیت کے حالات کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کہے تھے،اُنہوں نے یوں کہاتھا:

"أَيُّهَا الْمَلِكُ كُتَّا آهُلَ جَاهِلِيَّةٍ نَعُبُلُ الْأَصْنَامَ وَنَأْكُلُ الْمَيْتَةَ .....

''اےبادشاہ! ہم جاہلیت میں زندگی گذاررہے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردارکھاتے تھے، فخش کام کرتے تھے، قطع رقم کرتے، ہمسایوں کے ساتھ بُراسلوک کرتے، طاقت ور، کمزوروں کا مال کھاجاتے تھے، یہاں تک کہ خدانے ایک پیغیر ہمارے درمیان مبعوث فرما یا کہ جس کا حسب ونسب ہم جانتے تھے، اس کی صدافت، امانت اور پاکیزگی سے آشاتھے، اُس نے ہمیں تو حیداور یکنائی کی طرف دعوت دی اور ہم سے چاہا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کوشریک قرار نہ دیں، بتوں کی پرستش سے ہاتھ تھی جھیں، اُس نے ہمیں سے باتھ تھی کی اور خون خرابہ نہ کرنے کا حکم بولنے، امانت اداکر نے، صلد رقم کرنے، اچھا ہمسایہ بننے، حرام کا موں سے بچنے اور خون خرابہ نہ کرنے کا حکم دیا۔'' آ

مندرجہ بالا دوآیات میں آنے والے اس مخضراور مخفی اشارے کے بعد ہم کچھ<mark>مزید و</mark>ضاحت کرنا چاہیں کہ جودوسری آیات میں

بیان ہوئی ہیں

### ا عربوں کے عقائد میں بتوں کی حیثیت

ہر قوم وملت کے عقائد، اُن کی تہذیب وثقافت کا ایک بڑا حصہ سمجھے جاتے ہیں، عقائد میں پستی اور انحطاط در حقیقت اُن کی تہذیب وتدن میں انحطاط وپستی کی علامت ہوتی ہے۔ بنابریں ایام جاہلیت کے عرب سب سے پست ترین تہذیب وثقافت رکھتے تھے۔ وہ شدت کے ساتھ بتوں کی پرستش کرتے تھے، اور جو کچھا پنے ہاتھوں سے بناتے تھے اُسے ہی اپنی تقدیر بلکہ آسان وزمین کی تقدیر کا مالک سمجھتے تھے۔قر آن مجیداس سلسلے میں، پنیمبراسلام صلاح اُلیے ہا تھوں کے ہوئے فرما تا ہے:

قُلُ اَتَعْبُلُونَ مِنَ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿ وَاللهُ هُوَالسَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞

'' آپ کہدد بیجئے کہتم اللہ کے سواان کی عبادت کرتے ہو جو نہتمہارے سی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع

🗓 كامل جلد ٢، صفحه ٨٠ تفسير في ظلال جلد ٨، صفحه ٩٥

کے،اللہ،ی خوب سننے اور پوری طرح جاننے والاہے۔'' 🗓

اُن کے عام بتوں کے علاوہ تین بڑے مشہور بت بھی تھے، جن کوخاصی شہرت حاصل تھی جن کووہ خدا کی بیٹیوں کی تصویریں اور اُس سے تقرب کاوسیلہ بیجھتے تھے۔،ایک بت کانام''منات' تھا جسے مدینہ اور مکہ کے درمیان بحرا تمر کے مقام پر نصب کیا گیا تھا۔تمام عرب اس کے لئے ایک خاص مقام ومنزلت کے قائل تھے اوراُس کے قریب قربانی کی جاتی تھی۔

لیکن سب سے زیادہ اس بت کوقبیله''اوں''اور''خزرج'' کے لوگ اہمیت دیتے تھے۔''لات''نام کا ایک اور بت بھی بہت مشہور تھا جوسرز مین طائف میں رکھا ہوا تھا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں آج کل ایک مسجد ہے،اس بت کے اکثر خادم'' قبیلہ ثقیف'' سے تھے ۔تیسرا بت''عُزگ'' تھا جو مکہ سے عراق کی طرف جانے والے راستے میں'' ذات عرق''نامی مقام پر رکھا ہوا تھا۔ قریش اس بت سے خاص لگاؤر کھتے تھے۔

اس کےعلاوہ،خاندانی،قبائلی،اورگھریلوہت بھی تھے، بنیادی طور پرایام جاہلیت کےعربوں کی زندگی،بغیر بتوں کے بےمعنیا سمجھی جاتی تھی حتیٰ سفر پر جانے کے وقت بھی بتوں سے سفر کی اجازت کی جاتی تھی اورسفر کے دوران بھی بت اُن کے ہمراہ ہوتے تھے۔قرآن مجیدنے سورۂ نجم میں اس مسکلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

آفَرَءَيْتُهُ اللَّتَ وَالْعُزَّى ﴿ وَمَنْوِةَ الشَّالِفَةَ الْأُخْزِى ﴿ اَللَّهُ مُ اللَّا كُوُ وَلَهُ الْأُنْثِى ﴿ اللَّهِ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْعُلَى اللَّهُ عَلَى اللْعَلَى اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِقُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ الْمُؤْمِعُ عَلَى اللْمُ الْمُؤْمِعُ عَلَى الْمُؤْمِعُ اللَّهُ عَلَى الْمُعَلِّمُ عَلَى الْمُعْمَعُ عَلَى اللَّهُ عَلَى الْمُعْمَالِمُ عَلَى الْمُعْمِعُ الْمُعْمِعُ عَلَى الْمُعْمِعُوا عَلَا عَلَى الْمُعْمِعُ عَلَى الْمُعْمِعُ عَلَى الْمُعْمِعُ الْ

دلچپ بات یہ کہ وہ بیٹیوں سے اس قدر متنفر سے کہ بھی تو اُنہیں اپنے ہاتھوں سے زندہ دفن کردیتے سے جبکہ ملائکہ کوخدا کی بیٹیاں وران بتوں کواُن کی تصویریں قرار دیتے سے قرآن خوداُن کی اپنی منطق کے مطابق اُنہیں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے:تم کیسے خدا کے لئے بیٹیاں قرار دیتے ہوجبکہ تم خود بیٹیوں سے متنفر ہو؟! قرآن ایک دوسری جگہ خرافات پر مبنی ان پست افکار کی شدید مذمت کرتے ہوئے فرما تا ہے:

وَجَعَلُوا الْمَلْبِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْلُ الرَّحْنِ اِنَاقًا ﴿ اَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ﴿ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْتَلُونَ ﴿

یعنی:''اورانہوں نے فرشتوں کو جورحمٰن کے عبادت گزار ہیں عورتیں قرار دے لیا (اوراُنہیں خدا کی بیٹیاں سمجھ بیٹھے)۔کیاان کی خلقت و پیدائش کے موقع پر بیموجود تھے؟ ان کی بیگواہی لکھ لی جائے گی اوران

( ما كده / ۲۷)

النجم (۲۱،۲۰،۱۹)

سے قیامت میں اس چیزکی )بازیرس کی جائے گی'۔ ا

پیغمبراسلام سلٹھالیا ہم ان پیت افکار کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور انہیں بے بنیاد خیالات اور ہوائے نفس کا نتیجہ قرار دیا۔ حبیبا کہ قر آن سورۂ مجم کی آیات کے شمن میں تین مشہور بتول کے بارے میں اشارے کے بعد فرما تاہے:

إِنْ هِيَ إِلَّا ٱسْمَاءٌ سَمَّيْتُهُوْهَا ٱنْتُمْ وَابَأَوُ كُمْ مَّا ٱنْزَلَ اللهُ بِهَا مِنْ سُلُطنٍ ﴿ إِنْ يَّتَبِعُونَ اللهُ مِهَا مِنْ سُلُطنٍ ﴿ إِنْ يَّتَبِعُونَ الرَّالُقُلِيَ وَمَا تَهُوَى الْاَنْفُسُ ﴾

لیعن: '' دراصل بیصرف نام ہیں جوتم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ان کے لئے رکھ لئے ہیں (بِ معنیٰ اور بِ معنیٰ اور بِ معنیٰ اور بِ معنیٰ نام!) اللہ نے ہرگزان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ بیلوگ صرف بے بنیاد خیالات اورا پنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔''آ

بیدرست ہے کہ شرکین بت پرتی پر بے بنیاد دلیلیں دیتے تھے نجملہ بیکہ 'اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے کہیں زیادہ بلندوبالا ہے کہ ہماری عقل وفکراس تک رسائی حاصل کر سکے،اوروہ اس بات سے منزہ ہے کہ ہم براہ راست اس کی عبادت کرسکیں،لہذا ہمیں اُن چیزوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے کہ جن کوخدا کی طرف اس کا کنات کی تدبیراور ربوبیت کا عہدہ سونیا گیا ہے اور اُنہیں اپنے اور خدا کے درمیان واسط قرار دیں۔'

اوروہ یہی فرشتے اور جسّ ہیں کہ جواس کا ئنات کی مقدس ترین ہستیاں ہیں ہمیں ان کوار باب اور خدا کے عنوان سے قبول کر کے ان کی عبادت کرنی چاہیے تا کہ یہ ممیں خدا کے نز دیک کریں:

مَا نَعْبُكُهُمُ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَاۤ إِلَى اللَّهِ زُلْفَي ۗ

یعنی:'' چونکہ ہماری ان مقدسات تک دسترس نہیں ہے لہذاہم ان کے مجسے اور تصاویر بنا کر ان کی پرستش کرتے ہیں!'' ﷺ

یے مجسے ادرتصاویر وہی بت تھے ادروہ اپنے زعم میں ان مقدسات ادران بتوں کے درمیان ایک قسم کی وحدت کے قائل تھے لہذا وہ ان بتوں کوبھی اپنا خدا اور ارباب کہہ کر پکارتے تھے۔وہ انہی خیالات اور خرا فات کے ذریعے ،اس خدا کواپنے آپ سے دور سیجھتے تھے کہ جس کا وجو دخودانسان کے اپنے وجود سے زیادہ اس کے نز دیک ہے۔

وہ ایسے خدا کی طرف رجوع کرنے کے بجائے جو ہرقتم کے فیض وقدرت کا سرچشمہ اور ہر جگہ حاضر وناظر ہے جمکن الوجو د

🗓 (سوره زخرف ۱۹)

النجمر ۲۳)

🖺 (سوره زمر ۱۳)

مخلوقات کی طرف رجوع کرتے تھے کہ جونہ شعور رکھتی ہیں اور نہ کسی قشم کی طاقت وقدرت کی مالک ہیں بلکہ خودا پنی عبادت کرنے والوں ہی کی بنائی ہوئی ہیں۔آخر کاراُنہوں نے ان بےقدرو قیمت اور پست چیزوں کور بوبیت والوہیت کے درجے تک پہنچادیا تھا، اوراللہ تعالیٰ کی ذات کے بحربے کراں کوچھوڑ کرسراب کے پیچھے دوڑنے لگے تھے۔

## ۲۔عام عوام پرمسلط شدید فقروفا قہ

؞ٚۅؘڵٳؾؘڠؙؾؙڶؙۅٛٳٳۅؙڒۮػؙۿڔڂۺ۬<u>ؽۊۜٳؗڡؗڵٳڡۣ۪۪۫</u>۫ۼٛؽؙڹۯؙڗؙڠؙۿۿۅٙٳؾۜٵػؙۿ؞

يعن: "اورمفلسي اور تنگرتي كنوف سے اپنی اولا دکوتل نه كرو، انہيں اور تمهيں جم بى روزى ديے ہيں۔ الله حضرت امير المونين علی نے اسى مطلب كا ايک جامع تحليل و تجزيد كرتے ہوئے مسلمانوں سے خاطب ہوكر فرما يا ہے:
" إنَّ االله بَعَثَ هُحَةً ما أصلى الله عليه وآله وسلم) ينديراً لِلْعَالَمِين، وَأَمِيناً عَلَى التَّهُ نِيلِيراً لِلْعَالَمِين، وَأَمِيناً عَلَى التَّهُ نِيلِير، وَآنُتُهُ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلَى شَرِّدِينٍ وَفِى شَرِّدَالٍ مُنِيخُونَ بَيْنَ جِبَارَةٍ خُشُنٍ التَّهُ نِيلِي مُنِيخُونَ بَيْنَ جِبَارَةٍ خُشُنٍ وَحَيَّاتِ صُعِّ، تَشْرَ بُونَ الْكَلِر، وَتَأْكُلُونَ الْجَشِب.

''اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد گوتمام لوگوں کے لئے ڈرانے والا اور قر آن کا امین بنا کر بھیجا ہے۔ جب رسول معوث ہوئے توتم اے اہل عرب بدترین دین پر تھے اور بدترین گھروں میں رہتے تھے۔ تمہارا حال بیتھا کہ سخت پھروں اور بہرے سانپوں (جوخطرناک ترین سانپ ہیں) کے درمیان تمہارامسکن تھا،تم لوگ گندہ بھہرا ہوا اور آلودہ یانی بیتے تھے اور شخت اور کھر دری خوراک کھاتے تھے۔''آ

آ اگرچہ بعض نے احمال دیا ہے کہ بدآیت الرکیوں کے تل کی طرف اشارہ ہے جنہیں حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا اور انہیں ایک گھٹیا مخلوق شار کیا جاتا تھا، جو صرف مصرف کرنے کے لیے ہی تھیں۔ لیکن بداحمال، آیت میں آنے والی جمع ذکر کی ضمیر کی وجہ سے ہے کہ جس میں فرمایا' بات قدَّلَهُمْ کا تَ خَطَاً کَہِیْرًا'' ''ان کو تل کرنا ایک بڑی غلطی تھی'' بیٹمیر آیت کے اول میں ذکر ہونے والی'' اولاد'' کی طرف لوٹ رہی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے خصوصاً بیٹے مراد بیں یا کم از کم بیٹے اور بیٹیاں دونوں مراد ہیں۔ یہاں ان کے بارے میں بعنوان' تغلیب'' جمع ذکر کی ضمیر استعال ہوئی ہے۔

البلاغه: خطبه٢٦)

### ۳۔عربوں کی عجیب وغریب عبادتیں

اُن کی عبادت بھی بہت مجیب وغریب تھی۔ مشرکین کہتے تھے کہ اگر مجد عبادات لائے ہیں تو ہمارے پاس پہلے سے عبادات ہیں اور ہم کعبہ کے پاس نماز پڑھتے ہیں ؛ان کے جواب میں قرآن مجید فرما تاہے:

وَمَا كَانَ صَلَا مُهُمْ عِنْكَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّ تَصْدِيَةً ﴿ اللَّهُ مَا كَانَ صَلَا مُهُمْ

یعنی:''اوران کی نماز (جونماز پڑھنے کے دعوی دارتھ) کعبہ کے پاس صرف سیٹیاں بجانا اور تالیاں بجانا تھی۔''

احمقوں کی طرح نعرے لگانے <mark>اور بے وقو فو</mark>ں کی طرح تالیاں بجانے کو وہ نماز کہتے تھے۔''مکاء'' دراصل پرندوں کی آواز کو کہتے ہیں، خانہ خدا کے اردگر د جاہل عربوں کی آواز کو پرندوں کی آواز سے تشبید دینا شایداس وجہ سے ہے کہ اُن کی اس آواز کا کوئی معنیٰ ا ومفہوم نہیں تھااور پرندوں کی آواز کی طرح ایک بے معنیٰ آواز تھی یابیہ کہ اُن کی تمام ترکوشش گانا گانے تک محدود تھی۔''تصفیر بیُؤ'' کا مطلب تالی بجانا ہے یاالیمی آواز ہے جو تالی بجاتے وقت پیدا ہوتی ہے،اسی لئے پہاڑ سے ٹکرا کرواپس آنے والی آواز کو''صدی'' کہتے ہیں۔

یہ بات یہاں ہی ختم نہیں ہوتی بلکہ بعض عربی بدوجیسا کہ کہا گیاہے مادرزاد ننگے ہو کرخانہ خدا کے گردطواف کرتے تھے،اوریہ وہی چیز ہے کہ جس کے بارے میں سورہ برائت کی ابتدائی آیات کے نزول اور ان آیات کو جج کے دوران ابلاغ کرنے کے سلسلے میں حضرت علی - کی ماموریت کے وقت اشارہ کیا گیاہے ،جس میں فرمایاہے:

«لا يَطُوفَقَ بِ َ الْبَيْتِ عُرُيان ولا يَحُجَّقَ ِ البَيتَ مُثْهِرِكٌ .....:» لينى: ''اس كے بعد كوئی شخص نگا ہوكر خانہ خدا كے طواف كے لئے نہيں آئے گا اور نہ كوئی مشرك جج كے مراسم میں شركت كرے گا۔'' ﷺ

کہتے ہیں (ننگے ہوکر طواف کرنے جیسے )عمل کا اصل محرک بیر تھا کہ کچھ عرب اپنے آپ کو'' مُحس' ' ﷺ کہتے تھے، اُن کے خیال میں مخصوص لباس میں ہی طواف انجام دینا چاہیے، اگر کسی کے پاس ایسالباس نہ ہوتا تو وہ دوسر بے لباس سے استفادہ کرتا تھا، لہذا طواف ختم ہوجانے کے بعد اس لباس کو دور چینک دینا ضروری تھا، لینی ؛ نہوہ خود اس کواستعال کرے اور نہ کوئی دوسرا شخص اس لباس کو پہنے۔

🗓 (انفال ۱۵۷)

🗓 تفسير مجمع البيان ، جلد ۵ ، صفحه ۳ ( سوره بقره کی ابتدائی آیات کی تفسیر کے تحت )

ﷺ مُحمس (بروزن خمس) یہ اُنتحمس کی جمع ہے۔وہ شخص جواپئے آپ کو کی آئین و مذہب میں متعصب اورمنصلب دیکھے، چونکہ قریش آئین شرک پر قائم تھے۔ لہٰذاوہ اپنے آپ کو مُحمس کہتے تھے۔ اسی کئے ان کپڑوں کو' لقاء'' کہتے تھے یعنی؛ دور چینک دیئے جانے والے کپڑے۔ کیونکہ اُن میں ہے اکثر لوگ فقیر تھے اور اُن کے پاس ایک ہی لباس ہوتا تھا لہٰذاوہ مجبوراً ننگے ہوکر طواف کرتے تھے تا کہاُنہیں اپنالباس پھینکنانہ پڑے!

بعض اوقات بیخرافات ہوں بازقشم کےلوگوں کے لئے بہانہ بن جاتی تھیں اور جوان مرداور عورتیں ،اس بہانے سے اپنے ننگے بدن ایک دوسر سے کود کھاتے تھے۔ [[]

سیر ہُ ابن ہشام میں آیا ہے کہ مر دکمل طور پر بر ہنہ ہوجاتے تھے، کین عور نیں ایک چاک دار قمیض کہ جس سے اُن کا بدن نمایاں ہوتا تھا، کےسواا پنا سب لباس اُ تار دیتی تھیں اور پھر طواف کرتی تھیں۔ایک دن ایک عرب عورت اسی حالت میں بُری نظر ڈالنے والے مردوں کےسامنے طواف کررہی تھی<mark>، تواس نے بیشعریڑھا جو تاریخ میں محفوظ ہو گیا ہے:</mark>

اليوم ريبلُو بعضُهُ اَوكُلُّهُ فَمَا بِللا مِنهُ فَلاَأْجِلُّهُ

یعنی: آج سب کچھ یااس کا کچھ حصہ آشکار ہوجا تا ہے، اور جو کچھاس میں سے آشکار ہوتا ہے، میں اُسے حلال نہیں کرتی! آ

بتوں کے لئے اُن کے قربانی کرنے کی داستان بھی بہت طولانی ہے۔ منجملہ'' دومۃ الجندل'' ﷺ کے لوگ ہرسال ایک شخص کو پورے اہتمام کے ساتھ انتخاب کر کے اپنے بتوں کے سامنے قربان کر دیتے تھے، پھراُس کے خون آلود بدن کو قربان گاہ کے قریب دفن کر دیتے تھے جتی بعض نے لکھا ہے کہ مصری اپنے خوبصورت بیٹے اور بیٹیوں کو''المظہ نیل'' کے آگے تقذیم کر دیتے تھے اور بیکام بعض عرب قبائل کے لئے ایک سنت اور رسم کی حیثیت اختیار کر گیا تھا، بعض اوقات باپ اپنی اولا دمیں سے کسی ایک بیچے کی قربانی کرنے کی نذر کرتا تھا! ﷺ

# سم ایام جاملیت میں عربوں کی بعض دوسری خرا فات

منجملہ چیز وں کےایک حلال وحرام گوشت کا مسلہ تھا، اُنہوں نے اپنے لئے پچھانتہائی بُرےاور بے بنیادقوا نین اورا دکام وضع کئے ہوئے تھے، جیسا کہ قر آن مجید کا فرمانا ہے:

وَقَالُوا هٰنِهَ ٱنْعَامُر وَّحَرُثٌ جِجْرٌ ۗ لَّا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَّشَأَءُ بِزَعْمِهِمْ وَٱنْعَامُر حُرِّمَتْ

<sup>🗓</sup> اسلام وعقا ئدوآ راء بشرى ،صفحه ۲۸۸

<sup>🖺</sup> سیرهٔ ابن مشام، ج۱،ص ۲۱۵

<sup>🖺 &#</sup>x27;' محبد'' کے ثال مغرب میں ایک شہر ہے جو جزیرۃ العرب کے پہاڑی علاقوں کی طرف ہے یہی وہ جبگہ ہے جہاں جنگ صفین کاوا قعہ ( ثالثی )رونما ہوا تھا۔ ....

<sup>🖺</sup> اسلام وعقا ئدوآ راء بشری مس۲۷۸

#### ظُهُورُهَا

"اوراً نہوں نے کہا کہ چوپایوں اور زراعت کا بید حصہ (جو بتوں کے ساتھ مخصوص ہے بیسب کے لئے)
ممنوع ہے اور سوائے اُن لوگوں کے جنہیں ہم چاہیں اور ان کے گمان کے مطابق اُس سے کسی کونہیں کھانا
چاہیے (اور وہ بیہ کہتے تھے کہ بیہ) ایسے چوپائے ہیں کہ جن پر سوار ہونا حرام قرار دے دیا گیا ہے بظاہر بیہ
اس لئے تھا کہ اُنہوں نے اُسے بتوں کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا۔"

اس کے بعدوالی آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

وَقَالُوْا مَا فِي بُطُوْنِ هٰنِهِ الْآنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّنُ كُوْرِنَا وَهُحَرَّمٌ عَلَى أَزُوَاجِنَا ۚ وَإِنْ يَّكُنْ مَّيْنَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَاءُ ۗ

ینی:''اوراُنہوں نے کہا کہ جو پچھان حیوانات کے شکم میں (جنین اور بچیہ) موجود ہے وہ ہمارے مردوں کے ساتھ مخصوص ہے اور ہماری بیویوں پرحرام ہے، لیکن اگروہ مردہ ہو (یعنی؛ مردہ پیدا ہو) تو پھرسب اس میں شریک ہیں۔''آ

قرآن انهی آیات کے ذیل میں اُن کوان برترین برعتوں کی وجہ سے عذاب اللی کی دھمکی دیتے ہوئے فرما تا ہے: قَلُ خَسِرَ الَّذِینُنَ قَتَلُوۡۤ الۡوُلَادَهُمۡ سَفَهُا بِغَیۡرِ عِلْمِ وَّحَرَّمُوۡ اللّٰمَ اللّٰهُ افۡتِرَاءً عَلَی الله ط قَلُ ضَلُّوۡ اوۡمَا کَانُوۡ ا

یعنی: ''یقیناً جنہوں نے اپنی اولا دکوحمافت ونادانی کی بناء پرقل کردیا، اُنہوں نے نقصان اُٹھایا اور جو کچھ خدانے انہیں رزق دے رکھا تھا اُسے اپنے او پرحرام قرار دے لیا اور خدا پر اُنہوں نے افتر اباندھا ہے، وہ گمراہ ہو گئے ہیں اور (وہ ہرگز) ہدایت نہیں یا ئیس گے۔'' ﷺ

حتیٰ وہ انبیائے کرام ÷ کی بعض سابقہ سن اوراحکام کی اس طرح تحریف کردیتے تھے کہ وہ عملی طور پرغیرموژ ہوجاتی تھیں،مثلاً حرمت والے مہینوں ( ذی القعدہ ، ذی الحجہ ،محرم اور رجب ) میں جنگ کے ممنوع ہونے کا حکم کہ جواُن کو بے حدو حساب ق روکنے کا ایک اہم سبب تھا، اسے وہ فرافات پر مبنی ایک رسم' دنسینی'' کے ذریعے غیرموژ بنادیتے تھے۔

<sup>🗓</sup> سورهٔ انعام ر ۸ ۱۳۳

ت سورهٔ انعام ر ۱۱۳۹

<sup>&</sup>lt;sup>۳</sup> سورهٔ انعام ر ۴ ۱۲۰

لینی؛ جب بھی وہ حرام مہینوں کی حرمت کوتو ڑنا چاہتے تھے تو کہہ دیتے تھے:'' کوئی بات نہیں ایک اور مہینہ اس مہینے کی جگہ رکھ دیتے ہیں''۔قرآن نے اُن کے اس بدترین فعل کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

إِنَّمَا النَّسِيِّءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ "نسيئي"

العنى: ''(مهینوں کا آ کے پیچھے کردینا)مشرکین کے تفرمیں زیادتی ہے۔'' 🗓

خانہ خدا کا جج اورزیارت حضرت ابراہیم - کی سنت تھی اور وحدت اورتقر ب خدا کا سبب تھا، جواس قدرخرا فات کا شکار ہو چکا تھا کہا ب وہ تقرب خدا کا ذریعہ نہیں رہاتھا بلکہ لوگوں کوخدا سے دوراورا یک دوسر سے سے بھی متفرق کرنے کا سبب بن چکا تھا چونکہ اس پرقو می مسائل کےعلاوہ شرک و بت پرستی حاکم ہوچکی تھی۔

## ۵\_اخلاقی مسائل میں سخت خرابیاں

عربوں کے درمیان اخلاقی مسائل اپنی پستی کی حدول تک پہنچ چکے تھے، شدید عداوت اور اسلاف سے آئندہ نسلوں کو منتقل ہونے والا کینداور دشمنی بھی اُن پر حاکم تھی ، نہ فقط اخلاق بلکہ معاشر سے کی ہر چیزا نہی مسائل پر قربان ہور ہی تھی۔ قرآن مجیداس سلسلے میں اس قسم کے مسائل سے نجات یانے والے مسلمانوں سے مخاطب ہوکر فرما تاہے:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمُ إِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهَ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَنَ كُمْ مِّنْهَا ﴿

ترجمہ: ''اللہ نے جونعت تہمیں عطا فرمائی ہے اس کی یاد سے غافل نہ ہو جانا، تمہارا حال یہ تھا کہتم ایک دوسرے کے دشمن تھے، کیکن خدانے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کردی اور اس کے فضل وکرم سے تم بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے، پس اس نے تمہیں بچالیا۔ ﷺ

''مقاییس اللَّغَة''کے بقول اصل میں''نَفَفا'' کامعنی کسی چیز کے اوپر مسلط ہونا ہے، چونکہ ہر چیز کا کنارہ انسان کواس پر مسلط کردیتا ہے اوروہ اُسے بلندی سے دیکھتا ہے لہٰذا اُسے شُفا کہا جاتا ہے۔مثلاً گہرے گڑھوں کے کنارے یا بلندوبالا چٹانوں یا ٹیلوں یا نہروں اور دریاؤں کے کنارے وغیرہ،اسی طرح انسان کے لبول کوبھی شَفا کہتے ہیں کہ جومنہ کے دھانے پرواقع ہوتے ہیں۔اس لئے جب کوئی بیارصحت یاب ہوتا ہے تو اسکوبھی شفا کہتے ہیں چونکہ وہ بیاری پرغلبہا ورتسلط حاصل کر لیتا ہے۔

بہر حال ، قر آن مجیدنے ایام جاہلیت کے عربوں کی حالت کو اُن لوگوں سے تشبید دی ہے کہ جوآگ کے گڑھے کے کنارے پر

<sup>□</sup> سوره توبه \_ ۷ سـ

<sup>🖺</sup> سوره آل عمران ، ۱۰۳

کھڑے ہوں اور بہت جلداس میں گرنے والے ہوں ،الی آگ جواُن کی ہر چیز کوجلا کررا کھ کردیتی ہے۔وہ اس قدر عداوت ، نفاق اور اختلاف میں مبتلا بھے کہ جس کے بارے میں قرآن مجید صراحت کے ساتھ فر ما تا ہے کہاُن کے درمیان معمولی طریقے سے وحدت اورا تحاد قائم کرنا ہر گرممکن نہیں تھا، بلکہ بیایک الہی معجزہ تھا جس کے ذریعے پیغیمرا کرم سالٹھ آئیلیج اتحاد قائم کرنے میں کا میاب ہوگئے تھے :

لَوْ ٱنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ بَمِيْعًا مَّا ٱلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْ بِهِمْ وَلكِنَّ اللهَ ٱلَّفَ بَيْنَهُمْ ·

یعن:''اورا گرتم دلوں میں اُلفت پیدا کرنے کے لئے روئے زمین کی تمام چیز وں کوصرف کر دیتے تواپیانہ

كرسكتے اليكن الله نے ان كے درميان الفت پيدا كردى' 🗓

اُن کے اندرشراب، قمار (جوا) اور از لام (ایک قسم کی قسمت آ زمائی) اس قدر رائج تھے کہ ان سے ایک ہی مرحلہ میں روکنا ناممکن تھا،لہٰذاشراب کو چندمرحلوں میں حرام قرار دیا گیا۔ <sup>©</sup>

ایک اور عظیم اخلاقی اور معاشرتی بُرائی جوایام جاہلیت کے عربوں کے درمیان رائج تھی؛ وہ''عورت کے حقوق'' کا پائمال ہونا تھا۔ یہاں تک کہ بعض مفسرین کے بقول زمانہ جاہلیت میں جب عورت کے وضع حمل کا وقت نزدیک ہوتا تو زمین کے اندرایک گڑھا کھودا جاتا تھااوراُس کےاو پرعورت بیٹھ جاتی تھی ،اگر نومولود بیٹی ہوتی تو اُسے گڑھے میں بچینک دیا جاتا تھااورا گربیٹا ہوتا تو اُسے محفوظ رکھا جاتا تھا! اُن کے ایک شاعر نے اسی سلسلے میں بہت فخر یہ انداز میں بہشعر کہا ہے:

> سَمَّيتُهَا إِذْ وُلِلَتُ مَّمُوتُ وَالقَبُرُ صِهْرُضَامِنِ ذِمِّيتُ

''اُس نومولود بچی کا نام میں نے نمٹھوٹے''رکھا ہے (اس خیال سے کہ وہ بہت جلد مرجائے گی اس کے برعکس میں بیٹے کا نام رکھ دیتے ہیں اس کا مطلب سے ہے کہ وہ باقی رہے گا) اور اس طرح قبر میرا داما دہے کہ جس نے اس بچی کو مجھ سے کیکر خاموش کر دیا ہے۔''آ

یہ کام خواہ بہت زیادہ فقر و تنگدتی اور بیٹیوں کے معاثی فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے انجام پاتا تھایا بیٹیوں کے بارے میں حد سے زیادہ تعصب کی وجہ سے کیا جاتا تھا کہ کہیں جنگوں میں قیدی بن کر دشمن کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔ ہر دوصورت میں بیز مانہ جاہلیت کے وحشت ناک اورافسوسناک ترین کا موں میں سے ایک کام تھا،جس کے بارے میں قرآن مجیدنے بار ہااشارہ کیا ہے۔ ایک جگہ قرآن مجید فرما تا ہے:

ت سور ه ۱۱ نفال ، ۲۳۰

<sup>🖺</sup> اس کی مزیرتفصیل تفسیرنمونه میں سورہ مائدہ کی آیت ۹۰ کے تحت ذکر ہوئی ہے۔

<sup>🖹</sup> مجمع البيان، ج٠ اجس ١٩٣٨ \_

وَإِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْأُنْثَى ظَلَّ وَجُهُهُ مُسُوَدًّا وَهُوَ كَظِيْمُ هُ يَتَوَالَى مِنَ الْقَوْمِ مِنَ سُوَّءِ مَا بُشِّرَ بِهِ الْمُنْشِرِ بِهِ الْمُنْشِكُهُ عَلَى هُوْنِ اَمْ يَكُسُّهُ فِي الثُّرَابِ اللَّسَاّء مَا شُوّءِ مَا بُشِي بِهِ النُّرَابِ اللَّسَاّء مَا ترجمه: ''جبان میں سے کی کونبر دی جاتی کہ تمہارے ہاں بیٹی ہوئی ہے تواس کا چرہ سیاہ ہوجا تا ہے اور وہ نر ہرکے گھونٹ پی کررہ جاتا ، اس بُری خبر پر اپنے قبیلے سے منہ چھپائے پھر تا اور اس فکر میں ہوتا کہ ذلت اُٹھا کر ایسے (بیٹی کو) زندہ رہنے دے یا اُسے زندہ در گورکردے ، یاوگ کیسا بُرافیصلہ کرتے ہیں۔' اَلَّ

کبھی تو بیکام عزت وناموں کے بارے میں ایک احمقانہ تعصب کا نتیجہ ہوتا ہے اور (ایک اپنی بے یارو مدد گاراولا دیے قل جیسے )عظیم ترین جرم کی حد تک جاپینچتا ہے۔ جواُس جاہلانہ معاشرے میں انسانی جذبات اور اخلاق کی پستی اورعورت کے مقام ومنزلت کے بارے میں کلمل بےاحترامی کی واضح دلیل ہے۔

''اَیُمْسِکُهٔ عَلی هُوُن '' کی تعبیر سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیٹی کے وجود کواپنے لئے ایک ننگ اور عار سجھتے تھے اور اس چیز کی بُرائی کی وجہ سے اپنے قوم و قبیلے سے بھاگتے تھے لیکن وہ اس بات سے غافل تھے کہ اگر بیٹیاں نہ ہوتیں تو مائیں بھی نہ ہوتیں اور اگر مائیں نہ ہوتیں تو وہ خود بھی نہ ہوتے ، اُنہی میں سے ایک شاعر اس سلسلے میں کہتا ہے :

لِكُلِّ آبِي بِنْتٍ يُراعِي عِيشُئُونَهَا ثَلَا ثَةُ اصْهَار إِذَا مُحِيل الصِّهُرُ وَلَا ثَقُ الصَّهُرُ وَخِلُرُ يُكِنُّهَا وَخِلُرُ يُكِنُّهَا وَخَلُرُ يُكِنُّهَا وَخَلُرُ يُكِنُّهَا وَخَلُرُ هُمُ القَبُرُ وَقَلْرُ هُمُ القَبُرُ

'' ہر وہ شخص جو بیٹی کا باپ بنتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے حالات کا احتر ام کرئے؛ تو اس کے تین داماد ہوتے ہیں ایک اُس بیٹی کا شوہر کہ جو اسکی شان کے مطابق ہواور اس کا خیال رکھے۔ دوسراوہ پردہ کہ جو اسے مخفوظ رکھے اور تیسراوہ قبر کہ جو اُسے اپنے اندر چھیا لے، ان میں سب سے بہتریبی قبرہے۔''آ

# رسول الله صلَّالله الله كالجبين

قر آن مجید میں پیغمبراکرم سلیٹیائیٹم کے بچپن کے بارے میں کچھ زیادہ نہیں ملتا، فقط سورہ صُحیٰ کی آیت نمبر ۸،۷،۱ میں ہم پڑھتے ہیں:

<sup>🗓</sup> سور فحل، ۵۸\_۵۹\_

<sup>🗈</sup> تفسير قرطبي، ج٦ ې ٣٧٣٣

ٱلَّهُ يَجِدُكَ يَتِيُمُّا فَالْوى ﴿ وَوَجَدَكَ ضَالَّا فَهَلٰى ﴾ وَوَجَدَكَ عَآبِلًا فَأَغُلَى ﴾ ليعن: ''كياس نے تهميں يتيم پاكر پناه نہيں دى۔ اور تجھراه بھولا پاكر ہدايت نہيں دى۔ اور تجھے نادار پاكر توگرنہيں بناديا۔''

پہلی آیت میں پنجیرئی بیٹیمی کی طرف اشارہ ہواہے کہ جو تاریخ میں بھی آیا ہے، جب آپ ماں کے پیٹے میں سخے، آپ اپنے والد گرامی حضرت''عبداللہ'' سے محروم ہو گئے تھے۔اور جب چھسال کے سختو ماں کاسا یہ بھی سرسے اُٹھ گیا تھا۔ پھراللہ تعالیٰ نے اُنہیں اُن کے دادا''عبدالمطلب'' کی آغوش میں دیدیا۔ آٹھ سال کی عمر میں دادا بھی دنیاسے چلے گئے تو خدانے آپ گوائن کے چچا''ابوطالب'' کے لطف ومحبت سے بھرے دامن میں جگہ دے دی جو آپ کی ہمیشہ جان سے زیادہ حفاظت کرتے تھے۔تیسری آیت میں زندگی کے ابتدائی حصے میں پیغمبر سالٹھ آلیا بچ کی تنگد سی اورغربت کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن بعد میں حضرت''خدیج'' کے دل میں آپ کی مہر ومحبت ڈال دی اور اُنہوں آپ سے شادی کرلی اور آپ کے قدموں میں مال ودولت کا ڈ ھیرلگا دیا۔

لیکن دوسری آیت میں میں فرمایا ہے: مجھے گمشدہ اور راہ بھولا پایا تو ہدایت کی بعض مفسرین نے''ضالاً''سے تن کی عدم شاخت کا معنی امراد لیا ہے اور کہا ہے کہ آیت سے مرادیہ ہے کہ آپ گمراہ تھے اور تن کی پہچپان نہیں رکھتے تھے لہذا ہم نے تیری تن کی جانب ہدایت کی ہے جبکہ بعض دوسرے مفسرین نے اس سے''غافل''ہونے کا معنی الیا ہے یعنی ؛ تو خداا ور آسانی کتاب کے احکام سے غافل تھا، لیکن بعض کا کہنا ہے کہ اس سے ظاہری صلالت مراد ہے یعنی ؛ بچپن کے زمانے میں آپ ایک یا چند بار مکہ یا دوسرے علاقوں کے در وں اور پہاڑی گھاٹیوں میں گم ہوگئے تھے تو خدانے آپ کی ہدایت کی اور آپ گو' عبد المطلب''' ابوطالب''اور'' حلیمہ سعدیہ'' کی آغوش مہر و محبت میں واپس لوٹا دیا۔

ہم نے اس آیہ مجیدہ کی تشریح'' پیام قر آن'' کی جلد نمبر ۷ میں'' تنزیدا نبیاء'' کی بحث میں بیان کی ہے اور تفسیر نمونہ کی جلد نمبر ۲۷ میں بھی اسی آیت کے ذیل میں مختلف اقوال اور ان میں سے بہترین تفسیر بیان کی ہے۔

بہرحال ہے آیات، حیات پیغیر سل اللہ آیا ہے بجین کا ایک نقشہ پیش کرتی ہیں۔ پیغیر سل اللہ آیا ہم کے جھے کی اہم خصوصیات میں سے ایک ہیے کہ آپ نے کسی بھی اُستاد سے درس حاصل نہیں کیا۔ اگر چہ یہ بات کسی شخصیت کے بارے میں ایک نقص سمجھا جا تا ہے؛ لیکن پیغیر اکرم سل اللہ آیا ہے بارے میں بیا یک انتہائی اہم اور قوی نکتہ شار ہوتا ہے۔ چونکہ نزول قرآن کے بعداس قدراعلی مطالب اور تعلیمات کود کھے کرکوئی بھی شک نہیں کرسکتا ہے کہ بیخدا کی جانب سے ہے نہ کہ ایک ایسے شخص کی جانب سے جس نے کسی انسان سے تعلیم حاصل نہیں کی ہے، حیسا کہ سورہ عنکبوت کی آیت نمبر ۴۸ میں آیا ہے:

وَمَا كُنْتَ تَتُلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتْبٍ وَّلَا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِكَ إِذًا لَّارُ تَاْبَ الْمُبْطِلُونَ ﴿
يَعَى: 'اس سے پہلے تو آپ کوئی کتاب ہیں پڑھتے تھے، نہیں کتاب کواپنے ہاتھ سے کھتے تھے کہ ہیں یہ

باطل پرست لوگ جو تجھے حجملا نا چاہتے ہیں شک وشبہ نہ پڑ جائیں۔''

بلا شک وشبہا گر پیغمبرا کرم سلانٹائیلیٹم اُس چھوٹے سے ماحول میں کہ جہاں پڑھے لکھےلوگ بہت ہی کم تھے،کسی اُستاد کے درس میں شریک ہوجاتے تو ہرگز اس تسم کا کلام سب کے سامنے پیش نہ کر سکتے چونکہ جولوگ اس بات سے اچھی طرح آگاہ تھے وہ آپ کے مقابلے پراُٹر آتے اور اس بات (لیمنی؛ پیغیبر کے پڑھا لکھا ہونے ) کو پیغیبر سلانٹائیلیٹر کے ساتھ جھوٹ کی نسبت دینے کے لئے ایک اچھا بہانہ بنا لیتے ۔ !!!

بالفرض پیغیبرا کرم سلیٹھائی پیانتا ہوتے اور لکھنا جانتے تو پھر بھی قر آن کے انسانی ذہن کی پیداوار نہ ہونامسلّم تھا، کین آپ ؑ کا پڑھا لکھانہ ہونااس بات کی حقانی<mark>ت پرایک واضح اور قو کی دلیل ہے۔ قر آن کی دوآیات میں بہت صراحت کے ساتھ پیغیبرا کرم سلیٹھائیکی ہے۔ پرکلمہ''اُنیّ'' کا اطلاق ہواہے۔اور اسے''النّبیتی ا<mark>ڑا و</mark>ھی''سے تعبیر کیا ہے۔</mark>

اورایک آیت میں توضمناً آیاکواس عنوان سے یکارا گیاہے:

هُوَالَّذِي نَهِ بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمُ

یعنی: ''وه و ہی ہے جس نے اُمی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا۔ 🗓

اور ہم جانتے ہیں کہ ''گھی'' کی مشہور ترین تغییر پڑھا لکھا نہ ہونا ہے۔ چونکہ ''اُھر'' کامعنی'' ماں' ہے اور''اُھی'' سے مرادوہ شخص ہے جواُسی حالت پر باقی رہے جس حالت میں مال سے پیدا ہوا ہے، یعنی؛ اُس نے نہکوئی مدرسہ دیکھا ہوا ور نہ کوئی اُستاد۔ اگر چیا جش نے اس سے دو شخص مرادلیا ہے جواُمت اور عوام کے درمیان سے اُٹھا ہو، نہ کہ امیر ول اور جبار لوگوں کے درمیان سے ۔ اور بعض نے اس کا معنی وہ شخص لیا ہے جو'' مک'' میں پیدا ہوا ہو یا مکہ سے اُٹھا ہو، چونکہ مکہ کے ناموں میں سے ایک نام''اُھر القریٰ '' بھی ہے، اس سلسلے میں روایا سے بھی مختلف ہیں ایک ناس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ ہم'' اُبیّ'' کے ہر تین معانی مرادلیں یعنی ؛ اُن پڑھ، اُمت کے درمیان سے اُٹھنے والا اور مکہ میں پیدا ہونے والا۔

اگر چیبعض ڈنمن مستشر قین نے کوشش کی ہے کہ وہ پیغمبرا کرم سلیٹھائیلی کی اس فضیلت اورخصوصیت کی نفی کریں اور آپ کا تعلیم وتربیت حاصل کرنا ثابت کریں کیکن اس بات کا اُن کے پاس کوئی جواب نہیں ہے کہا گرآپ پڑھے لکھے ہوتے تو اُس زمانے میں کسی پریہ بات ڈھکی چیبی نہ ہوتی اور آپ میں اس قدر صراحت کے ساتھ اس کے انکار کی گنجائش باقی نہ رہتی۔

### ز مانه بعثت کا آغاز

یہ وہ انتہائی مخضراشارے ہیں کہ جو پنجبراکرم سلٹٹائیلم کی بعثت سے پہلے کی حیات مبارکہ کے بارے میں قرآن میں آئے

🗓 سورهاع اف\_\_۱۵۸ ـ ۱۵۸

🖺 سوره جمعه 🖵

ہیں۔لیکن جب ہم بعثت سے متعلق موضوعات شروع کرتے ہیں تو بہت مفصل ابحاث شروع ہوجاتی ہیں۔ بعثت پیغمبر ؑکے بارے میں قرآن نے مختلف اشارے کئے ہیں، مجملہ یہ کہ سورۂ علق کی پہلی پانچ آیات تمام مفسرین کے مطابق وحی کے آغاز کے وقت پیغمبرا کرم مناتا ایپہلے پرنازل ہوئی ہیں۔ !!!

﴿ قَرَا بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ - خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ - إِقْرَا وَرَبُّكَ الْآكْرَمُ الَّذِي عَلَمَ إِلْقَالَمَ عَلَقٍ مِنْ عَلَقٍ - إِقْرَا وَرَبُّكَ الْآكْرَمُ الَّذِي عَلَمَ الْمُ يَعْلَمُ - " عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَالَمُ يَعْلَمُ - "

قول مشہور کے مطابق یہ آیات کوہ حرامیں پیغیبرا کرم سل شلالیا پی پرنازل ہوئی ہیں، جن میں آپ کو حکم دیا گیا ہے کہ خدا کے نام سے قرآن کی تلاوت کرو، وہی خدا کہ جس نے انسان کوخون کے لوتھڑ ہے سے پیدا کیا جی ہاں! وہ خدااس بات کی قدرت رکھتا ہے کہ وہ اس عظیم آسانی کتاب کو عام سے حروف''الف با''کے ذریعے (اپنے بندے کو) سیھائے کہ جو عالی ترین معارف اور تربیتی قوانین وتعلیمات پر مشتمل ہے۔ایک بار پھر قرائت قرآن کی تاکید کی جاتی ہے، یعنی؛ خداوند بزرگ کے نام سے شروع ہونے والی قرائت۔

اس کے بعد پڑھنے کے علاوہ لکھنے کی طرف بھی اشارہ کیا جاتا ہے۔خدا کولکھنا سیکھانے والاقراردیا جاتا ہے، وہ خدا جوانسان کا پہلامعلم ہے اور جو پچھوہ نہیں جانتا تھا، اُسی نے اُسے سیکھا یا ہے ( پچھام تو بطور فطرت اُس کی سرشت میں رکھے ہیں اور پچھام ومعارف کا ئنات میں عقل اور تدبر کے ذریعے اور پچھا نبیائے کرام کے ذریعے انسانوں کوسیکھائے ہیں )ان آیات کے مضامین سے پتا چلتا ہے کہ بعثت کا آغاز بہت ہی معنوی، روحانی اور علم ودانش سے بھریور فضامیں ہواہے۔ آ

وتی الٰہی کا بھاری بوجھا یک طرف اور پیغیبرا کرم سالٹھا آیہ ہے دوش مبارک پررتھی جانے والی عظیم رسالت ونبوت دوسری جانب اور تیسری جانب سے ہٹ دھرم اور متعصب مشرکین کے ساتھ قاطعانہ مقابلہ کرنے کے پُر رعب تصور کے سبب پیغیبرا کرم اولین وتی کے بعد ایک غیر معمولی تھکا وٹ کا احساس کرنے گئے، گھروا پس لوٹے اور بستر پر استراحت فرمانے گئے تواچا نک قرآنی آیات کا دوسرا حصہ نازل ہونے لگا اور آواز بلند ہوئی:''اے کپڑا اوڑ ھنے والے (اور بستر میں لیٹے ہوئے!) ہواور آگاہ کراورا پنے پروردگار کو ہزرگ قرار دے' اٹھو اور ڈار واورا پنے رب کی بڑائی ہزرگی کو بیان کرو۔

يَآيُهَا الْمُلَّاثِّرُ ۞ قُمُ فَأَنْنِ رُ ۞ وَرَبَّكَ فَكَبِّرُ ۞ اللهِ الْمُلَّاثِرُ ۞ اللهِ الله

اگر چہان آیات کے اسباب نزول کے بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف ہے، بعض ان کو اُس زمانے سے متعلق سمجھتے ہیں جب مشرکین عرب، موسم جج کے موقع پر جمع ہوئے تتھے اور پیغیبراسلام سالٹٹائیا پیلم کے ساتھ مقابلے کرنے کے لئے باہمی مشورہ کررہے

<sup>⊞</sup>اگر چیقرطبی جیسے بعض مفسرین نے ایک ضعیف قول نقل کیا ہے کہ پیغیبر پرسب سے پہلے نازل ہونے والیاایت سورہ حمدیا مرژخمی اکیکن تفسیر روح البیان کے بقول اگر کوئی اختلاف ہے تو پوری سورہ علق میں ہے لیکن پہلی پانچ آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ رپر پہلی نازل شدہ آیات ہے۔(جلد ۱۰م صفحہ ۲۰۷۰) ﷺ آل عمران کی آیات ۱۹۴۷ درسورہ جمعہ کی آیت ۲ میں بھی پہلی آیات کے ذکر کے بغیراصل بعثت کی طرف اشارہ ہوا ہے۔

<sup>🖺</sup> سور ه مد ثر ،ا ۲\_س\_

تھے۔کیکن متعدد روایات میں آیا ہے کہ کم از کم اس سورۂ کی ابتدائی آیات واقعہ 'حرا''اور بعثت کے بعد نازل ہوئی ہیں اگر چہ بعد والی آیات اس کے بعد کے سالوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ 🎞

ا نہی آیات کی طرح سورہ مزل کے شروع کی آیات بھی ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ پنجبرا کرم ساٹھ الیابی شدت نم سے چادراوڑھ کربستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ بیآیات نازل ہوئیں اور آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَاتُهُا الْمُزَّمِّلُ۞ قُمِ الَّيْلَ الَّا قَلِيْلَا۞ نِّصْفَهُ آوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا۞ آوُزِدُ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا۞ آوُزِدُ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا۞ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا۞ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا۞ الْقُرُانَ تَرْتِيْلًا۞ الْمُعْلَقِيْعَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا۞

یعن: ''اے کپڑالیٹنے والے! رات (کے وقت نماز) میں کھڑ ہے ہوجاؤ مگر کم ، آ دھی رات یااس سے بھی کچھ کم کرلے یااس پر بڑھادے اور قرآن کھیم کھیم کر رصاف) پڑھا کرو، یقینا ہم تجھ پرعنقریب بہت بھاری کلام نازل کرس گے۔''

البتہ بظاہراں سورۂ کی کچھآیات بعد کے سالوں میں نازل ہوئی ہیں جتی احتمال ہے کہ سورۂ کی آخری طولانی آیت مدینہ کے دوریا مکہ کے آخری دور سے تعلق رکھتی ہے کہ جس میں راہ خدا میں جہاد کا حکم آیا ہے (چونکہ اس میں مستقبل قریب کی خبر دی گئی ہے )۔ بہر حال سے بات پہلی آیات کے آغاز دعوت میں نازل ہونے کے مانغ نہیں بنتی ،خصوصاً جب بہت سے مفسرین نے بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ رسول خدا سل خلیج نے بعثت کے شروع شروع میں اپنی دعوت کو خفیہ رکھا ہوا تھااور فقط اُن لوگوں کے ساتھ رابطہ کرتے تھے اور اسلام کی دعوت دیتے تھے کہ جن پر اطمینان تھا اور جو دوسروں کی نسبت کہیں زیادہ اسلام قبول کرنے کے لئے آمادہ تھے۔اس دوران فقط چندمحدودلوگ ہی آ ہے گیرا بمان لائے تھے۔

### يوم الدار كاوا قعه

نبوت کے تیسر سے سال آپ گواپنی دعوت اعلانید کا تھم ہوا، اور آپیم مجیدہ میں ارشاد ہوا:

🗓 مفسرین نے'' مدژ'' کی پاچ تفییرز کر کی ہیں کہ جن کی تفصیل تفییرنمونہ کی جلد ۲۵ میں انہی آیات کے تحت ذکر ہوئی ہے۔ان میں سے سب سے زیادہ مناسب میہ ہے کہ پیغمبر پریشان تھےاور بستر پر آرام فرمارہے تھے تواس وقت میآیات نازل ہوئی ہے۔

وَٱنْنِارُ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ الْ

لعنی: ''ایخ قریبی رشته دارون کوڈراؤ! نازل ہوئی۔''

اسی طرح ایک اور مقام پرارشاد ہوتا ہے:

فَاصْدَعُ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضُ عَنِ الْمُشْرِ كِيْنَ®

یعنی:'' آپ کوجس بات پر مأمور کیا گیا ہے اس کو کھل کر بیان کریں اور مشرکین سے منہ موڑ لیں اور اُن کی

ذرابھی پروانہ کریں ''تا

پیغمبراکرم سالٹھائیا ہے علی الاعلان دعوت دین شروع کردی اوراس کام کا آغاز اپنے قریبی رشتہ داروں سے کیا جس کا قصہ بہت مشہور ہے اور گذشتہ حصے میں بیان ہو چکا ہے۔اس دوران پیغمبرا کرم سالٹھائیا پی پرانواع واقسام کی مشکلات شروع ہو گئیں اور ڈنمن ہر طرف سے متحرک ہو گئے۔قابل توجہ بات بید کہ دشمنوں کا پیغمبر سالٹھائیا ہی ساتھ مقابلہ چند مرحلوں میں چندمختلف صورتوں میں ہوا (اور ابظا ہریہ مراحل تمام الٰہی انقلابات میں اسی طرح پیش آتے ہیں )

پہلامرحلہ، مذاق اُڑانے اوراستہزاءکرنے کا مرحلہ تھا۔ بیا<mark>س زمانے میں پی</mark>ش آیا کہ جب وہ اس نئے مذہب کو سنجید گی کے ساتھ نہیں لے رہے تھے، اور نہ اُس سے خطرہ محسوس کر رہے تھے۔ اُن کا خیال بی تھا ک**ے مذاق اُڑ**انے اوراستہزاء کرنے سے بیکام ختم ہوجائے گا اوراس سے زیادہ کی ضرورت پیش نہیں آئے گی ،سورۂ انبیاء کی آیت نمبر ۲۳اسی مرحلے <mark>کو بیان ک</mark>ر رہی ہے:

وَإِذَا رَاكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوٓا إِنْ يَّتَّخِنُونَكَ إِلَّا هُزُوًا ﴿ اَهٰنَا الَّذِيْ يَنُ كُرُ الِهَتَكُمُ ﴿ وَهُمُ

یعنی: '' بیمنکرین جب تحقید کیصتے ہیں تو تمہارامذاق ہی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں: کیا یہی وہ ہے جو تمہارے معبودوں کاذکر برائی سے کرتا، درحالانکہ وہ خودخدائے رحمٰن کی یا د کے بالکل ہی منکر ہیں۔'' ﷺ بی سے مخصوص نہیں تھی بلکہ قرآن پوری صراحت کے ساتھ فرما تا ہے: ''جو بھی پیغیبراکرم سل تاہیں تھی می طرف مبعوث ہوتا تھا تو دل کے اندھے شمنوں کی جانب سے مذاق اور تمسخر کا نشانہ بنتا تھا'':

<sup>🗓</sup> سوره شعراء ـ ۱۲ ۳

تا سوره چر \_ یم و

<sup>🖻</sup> يمى بات سور ،قرقان كي آيت ا ٣ ين بحي آئي ہے -وَإِذَا رَ أَوْكَ إِنْ يَتَّخِذُوْنَكَ إِلَّا هُزُوًا ﴿ أَهٰذَا الَّذِي بَعَكَ اللهُ رَسُولًا 🍘

55

وَمَا يَأْتِيْهِمُ مِّنْ رَّسُولِ إِلَّا كَانُوْ ابِهِ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿ اللَّهِ مِنْ اللَّهِ مِنْ

لیکن جب مذاق اور تمسنحرسے کوئی اثر نہ ہوا اور اسلام نے پہلے کی طرح اپنی پیشرفت جاری رکھی تو اُنہوں نے'' دوسرے مرحلے'' کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا اور پیغمبرا کرم ساٹھائی ہے پر دیوانگی، جنون، ساحراور شاعر ہونے اور ادھراُ دھرکی مارنے والے یا سابقہ لوگوں کے افسانے گھڑنے والے شخص جیسی تہمتیں لگا کرمیدان سے بھگانے کی کوششیں کرنے لگے۔

مجھی کہاجا تا:

يَاكُهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّ كُرُ إِنَّكَ لَهَجُنُونٌ ۞

لعنی:''اے وہ شخص (جس کے خیال میں) اُس پر قر آن اتارا گیاہے بقینا تُوتو کوئی دیوانہ ہے۔''<sup>۱</sup> اور کھی ایک دوسرے سے کہتے تھے:

آبِتَّالَتَارِ كُوَّا الِهَتِنَالِشَاعِرِ مَّجُنُونٍ ٥

اینی:'' کیا ہم اپنے معبود وں (بتوں ) کوایک د<mark>یوانے شاعر کی بات پرچھوڑ دیں۔''</mark> آ

اور بھی کہتے:

هٰنَا سِحْرٌ وَإِنَّابِهٖ كُفِرُونَ۞

یعنی: ''بیجادوہے اور ہم اس کے منکر ہیں۔'' 🖺

یہاں قرآن اضافہ کرتے ہوئے کہتاہے کہ یہ فقط مشرکین ہی نہیں تھے جو پیغیبراسلام منافظ ایم پر تہمت لگاتے تھے، بلکہ پوری تاریخ

میں تمام انبیاء کرامًا اسمشکل کاشکار ہے ہیں۔قرآن فرما تاہے:

كَنْلِكَ مَا آتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُولِ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ﴿

یعنی: ''اسی طرح جولوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان کے پاس جوبھی رسول آیا انہوں نے کہددیا کہ یہ

جادوگرہے یادیوانہہے۔'اہ

سوره کل آیت نمبر ۱۰۳ میں اللہ تعالی فرما تاہے:

🗓 سوره حجر۔اا

٢ سوره ججر-٢

سوره صافات ۲۳

۩ سوره زخرف ـ ۰ ۳

🖺 زاريات ٢٥٠ ـ

وَلَقَلُ نَعْلَمُ اَتَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّهُ بَشَرٌ ﴿ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ اِلَيْهِ اَعْجَمِي وَهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِينُ ﴿

لین: '' ہمیں بخو بی علم ہے کہ بیر کا فرکہتے ہیں کہ اسے تو ایک آ دمی سکھا تا ہے، حالانکہ اس کی زبان جس کی طرف بینسبت دے رہے ہیں مجمی ہے اور بیقر آن توصاف (فصیح وبلیغ) عربی زبان میں ہے۔' <sup>[[]</sup> اور بھی کہتے تھے:

یہ تو اگلوں کے جھوٹے افسانے ہیں جو اس نے لکھ رکھے ہیں بس وہی صبح وشام اس کے سامنے پڑھے جاتے ہیں۔ آ

وَقَالُوْا اَسَاطِيْرُ الْأَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِي مُمْلِي عَلَيْهِ بُكُرَةً وَّاصِيلًا @

جیسا کہ آپ جانتے ہیں:''اساطیر''''اُسطورہ'' کی جمع ہے جس کامعنی جھوٹے افسانے اور قصے کہانیاں ہیں۔اس طرح وہ اپنے ذہن میں آنی والی انواع واقسام کی تہمتیں پیغیبرا کرم سلاٹھائیا ہم پرلگاتے تھے،کیکن ان میں سےکوئی بھی تہمت موثر واقع نہیں ہوئی اور اسلام ہمیشہ کی طرح سرعت کے ساتھ تمام طبقات میں پھیلتارہا۔

پھرتیسرامرعلہ شروع ہوتا ہے، بیخنف قسم کے معاشرتی اور معاثی محاصرے کا مرحلہ ہے چونکہ اب وہ اس خطرے کے بارے میں شنجیدگی کے ساتھ سوچنے لگے تھے تا کہ وہ اس طریقے سے پیغیبرا کرم ساتھ اور آپ پر ایمان لانے والے چھوٹے سے گروہ کو جھکنے پر مجبور کر دیں۔ بعثت کے چھٹے سال' شعب ابی طالب'' کا واقعہ اور مسلمانوں کا اُس خشک اور گرم در"ے میں تین سال تک محصور ہونا جس کے نتیجے میں مسلمان بچوں اور بعض بوڑھے افراد کا موت کے منہ میں چلا جانا ، اسی طرح بعثت کے پانچویں سال مشرکین کے اذیت و آزار اور غیر معمولی دباؤکی وجہ سے ایک گروہ کا حبشہ ہجرت کرنا ، اس مرحلے کے مشہور واقعات ہیں جیرت ناک بات تو یہ ہے کہ اُنہوں نے نہ صرف مسلمانوں کے اویر دباؤ ڈالاتھا۔

بلکہ تاریخ کےمطابق اُنہوں نے آپس میںعہد کیا کہوہ تمام بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے بائیکاٹ کریں گےخواہ وہ مسلمان ہوں یا غیرمسلمان، نہاُن سے کوئی رشتہ لیں گے اور نہاُنہیں کوئی رشتہ دیں گے، نہاُنہیں کوئی چیز بجییں گے نہ کوئی چیز خریدیں گے تا کہ مسلمانوں پرشدید دباؤ ڈالا جاسکے۔

اگر چیقر آن کی آیات میں اس مسئلے کے بارے میں کوئی واضح اشارہ نہیں ملتا،لیکن مدینہ میں کفار ومشرکین اور منافقین ایک

تا تفاسیر میں آیا ہے کہ مکہ میں 'بلعام''نام کاایک شخص تھا جو دراصل قبیلہ بنی حضرم کاایک رومی غلام تھا۔ مشرکین کہتے تھے''محمد ''اس سے قر آن حاسل کرتے ہیں بعض نے یسار و جبرنام کے دوعیسائی غلاموں پاسلیمان فاری کا ذکر کیا ہے کہ جن میں سے کوئی بھی عرب نہیں تھا جبکہ قرآن فصاحت و بلاغ میں مجزوہ ہے۔ ...

<sup>🖺</sup> سوره فرقان 🗅

دوسرے کو جو چھے تیں کررہے تھے، اُس سے مکہ کے حالات کو سمجھا جا سکتا ہے:

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنْفِقُوا عَلَى مَنْ عِنْدَرَسُولِ اللهِ حَتَّى

یعنی: یہی وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جولوگ رسول اللہ کے پاس ہیں ان پر پچھخرچ نہ کرویہاں تک کہ وہ بکھر جائنس \_ 🗓

اس دباؤ کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا، بلکہ اس کی وجہ سے سب کی توجہ مسلمانوں کی طرف ہونے گئی اور اسلام کی شہرت زبان زدعام وخاص ہوگئی۔اس کے ساتھ مسلمانوں پرایک قسم کی مظلومیت چھا گئی اوراُ نہوں نے لوگوں کے ایک بڑے گروہ کے جذبات کواپنی جانب تھینچ لیا۔ دشمنوں کی جانب سے بید مسلکہ مزیدگرم ہو گیااور دشمن کی طرف سے ظالمانہ مقابلہ چو تتھے مرحلے میں داخل ہو گیا۔ یعنی؛ اُنہوں نے پنچمبراکرم سالٹھ آئیا ہے گوئل کرنے کا فیصلہ کرلیا تا کہ ہمیشہ کے لئے اپنے آپ کواس مشکل سے نجات دے کر مطمئن ہوجا نمیں۔

یا کم از کم آپ گوسرز مین مکہ سے جلاوطن کر دیں۔ وہ سب'' دارالنکہ وہ'' میں جواُن کے اُٹھنے بیٹھنے اور مشاورت کا مقام تھا، اکٹھے ہو گئے اور اس کام کے لئے ایک انتہائی منظم شیطانی منصوبہ بنانے لگے۔ حبیبا کرقر آن مجید فرما تا ہے:

وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُغْرِجُوكَ ﴿ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ الله ﴿ وَالله كَنِيرُ الْلِهِ كِينَ ۞

یعنی:''اوراس واقعہ کوبھی یاد تیجئے! جب کا فرلوگ آپ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کوقید کرلیس یا آپ کوتل کر ڈالیس یا آپ کوجلاوطن کردیں اور وہ تواپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور سب سے زیادہ مستکلم اور بہترین تدبیر والا اللہ ہے۔ آ

حبیبا کہ ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالی نے اُن کے شیطانی منصوبوں کو عجیب طریقے سے نقش برآ ب کردیا تھا اور کس طرح پیغمبرا کرم صلافی آیلہ نگی تلواروں کے محاصرے سے حجے وسالم نکل کر مدینہ کی جانب چل پڑے تھے اوراس طرح آپ نے اپنی وہ عظیم ہجرت شروع کی کہ جواسلام اور دنیائے انسانیت میں ایک بڑے انقلاب کا آغاز تھجھی جاتی ہے۔اسی سلسلے میں ہم ایک بار پھرقر آن کی طرف رجوع کرتے ہیں،ارشاد ہوتا ہے:

إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَلُ نَصَرَهُ اللهُ إِذَ آخَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللهُ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ وَآيَّكُهُ بِجُنُوْدٍ لَّمُ يَعُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنُ إِنَّ اللهُ مَعَنَا ۚ فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِيْنَتَهُ عَلَيْهِ وَآيَّلُهُ بِجُنُوْدٍ لَّمُ تَرُوهَا وَجَعَلَ كَلِمَةً اللهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللهُ عَزِيْزٌ وَهَا وَجَعَلَ كَلِمَةً اللهِ هِيَ الْعُلْيَا ۚ وَاللهُ عَزِيْزٌ

<sup>🗓</sup> سوره منا فقون 🗸 ک

<sup>🏻</sup> سورهٔ انفال ر ۴ ۳

#### حَکِیْمُر©

اوراس طرح پیغمبر سل ٹیا آپتی اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے اپنے گرد پیدا ہونے والے انواع واقسام کے خطروں سے بچتے رہے،اور پورے اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی ہجرت کا آغاز کیا جس سے اسلام ایک نئے تقدیر سازم سلے میں داخل ہو گیا اور دشمنوں کو اس مرحلے میں بھی شکست کا مند دیکھنا پڑا۔اسلام مدینہ میں سرعت کے ساتھ پھیل رہا تھا اور اُسکے بہت سے پیروکار پیدا ہو چکے تھے، اس کے ساتھ ہی پیغیبراکرم سل ٹیٹی آپٹی کی جانب سے اسلامی حکومت کی بنیا دبھی رکھ دی گئی تھی اور مسلمان فوج، بیت المال اور حکومتی ضرورت کے تمام ادارے وجود میں آگئے تھے۔

اسلام کے پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ دشمن نے بھی اس کے خطرات کو اور زیادہ سنجیدگی کے ساتھ دیکھتے ہوئے اپنی جدوجہد میں اضافہ کر دیا اور'' پانچویں مرحلے'' میں اسلام کے خلاف مسلح جنگ شروع کر دی گئی اور اس طرح اسلامی غزوات'' بدر کبرئ''و''صغریٰ'' ''احد''''خیبر'' اور''حنین'' وغیر ، جیسی جنگیں کے بعد دیگر ہے واقع ہونے لگیں اور سوائے ایک موقعہ کے تمام جنگوں میں مسلمانوں نے پ دریے اور واضح کا میابیاں حاصل کیں۔

قرآن مجیدنے بہت می آیات میں مسلمانوں کے لئے پیغیر سل التھالیل کی حیات مبارکہ کے اس مرحلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ، تاری اسلام کے اس حصے کی طرف زیادہ توجہ دی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت نمبر ۲۵ میں ان غزوات کی طرف ایک اجمالی اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ڵؘۊٞڶؙڹؘڝٙڗػؙؙۿؙٳڶڵؖٷڣٛڡؘۅٙٳڟؚؾػؿؽڗڐٟ؞ۅۜۧؽۅٛۿڔڝؙڹؽڹۣ؞ ؙ

لینی:''یقینااللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہےاور حنین کی لڑائی والے دن بھی آپ کو

وشمن پر کامیا بی ہوئی ہے۔' 🗓

''مواطِن''، ''موطِن'' کی جمع ہے جو بھی تو وطن اور دائی سکونت کے معنی ایس آتا ہے اور بھی میدان جنگ کے معنی ایس، یہاں پر''مَوّاطِن کَیْدِیَّوَقِ '' سے مراد اسلامی جنگوں کے متعدد میدان ہیں کہ جن کی تعداد''ای ''سے زیادہ ذکر کی گئی ہے۔ لہذا ایک حدیث میں آیا ہے کہ جب عباسی خلفا میں سے کسی نے نذر کی تھی کہ اگروہ زہر کی مسمومیت سے شفا پاجائے گا توایک کثیر مال فقراء کودے گا۔ جب وہ شفایا ہو گیا تو اس کے اردگر دبیٹھنے والے فقہا میں سے کوئی بھی'' مال کثیر' کی مقدار کا تعین نہ کر سکا، اس وقت نویں امام حضرت مجمد بن علی تقی علیہ السلام نے اس کی تفسیر'' اُسی'' سے کی تھی (شاید اس ہزار درہم مراد تھی ) چونکہ فذکورہ بالا آیت میں مواطن کثیرہ کا اطلاق اسلامی غزوات پر ہوا ہے کہ جو''اسی'' کی تعداد میں شھے۔ ﷺ

آخرکارفتخ المبیناور''فتح مکه'' کاموقعه آن پہنچااور مسلمانوں نے دشمن کی آخری رہی سہی طاقت بھی ختم کرڈالی اور اسلام جزیرۃ ا العرب پرکممل طور پرحاکم ہوگیا۔لیکن شکست خوردہ دشمن پھر بھی خاموش نہیں بیٹھا اور اس نے مجبوراً ایک خفیہ گروہ (منافقین) کی شکل اختیار کرلی (جو بظاہر تو اسلام کا ظہار کرتے تھے الیکن اندر سے قتم قتم کی ساز شوں میں مشغول رہتے تھے )اور اس طرح'' چھٹا مرحلہ' (ڈئمن کی طرف سے مقابلے کا آخری مرحلہ ) آن پہنچا۔البتہ منافقین اسلام کی ابتدائی کا میابیوں کے ساتھ ہی پیدا ہو گئے تھے جوآ ہستہ آ ہستہ پھیلتے رہے ہیں اور ان کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے!

وہ اس مرحلے میں بھی یقین شکست سے دو چار ہوئے اوراُن کی سازشیں کیے بعد دیگرے آشکار ہوتی گئیں اوراُن کے منصوبے نقش برآب ثابت ہوتے گئے۔اگر چدان کی کچھ چنگاریاں، خاکستر کے نیچے باقی رہیں ا<mark>ور رحلت پینمب</mark>ر سلاٹیاتی پائی کے بعد انہوں نے اپنی سرگرمیاں شروع کر دی تھیں۔قرآن مجید کی بہت تی آیات اس مرحلے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں جوقرآن کا بہت ہی سبق آموز حصہ سمجھا جاتا ہے۔

سورۂ احزاب،سورۂ توبہاورسورۂ منافقین میں ان کے بارے میں بہت ہی سخت با تیں اور ان کی مذمت ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ جن سے منافقین کی گہری سازشوں کا پیۃ چلتا ہے۔جبیبا کہ سورۂ تو بہ کی آیت نمبر ۴۸ میں (اللہ تعالیٰ) اس گروہ کے بارے میں بہت زیادہ بحث و گفتگو کے بعدان کی عہدشکنی ،فتنہائگیزی اور جاسوس کے بارے میں فرما تا ہے:

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللهِ وَهُمُ لَكِ الْمُورَ عَتَّى جَاءَ الْحَقُ وَظَهَرَ اَمْرُ اللهِ وَهُمُ لَالْمُونَ ٣ لَا مُونَ ٣ لَا مُونَ ١٠٠٠ لَا مُورَ عَتَى مَا اللهِ وَهُمُ

یعنی: ''یتواس سے پہلے بھی (مثلاً جنگ تبوک اور منافقین کی عہد شکنی ) فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور

<sup>🗓</sup> سوره توبه ۲۵

<sup>🖺</sup> نورانثقلین، ج۲،ص ۱۹۷

www.kitabmart.in

تیرے لئے مختلف کا مول کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ تن آن پہنچا اور اللہ کا حکم غالب آگیا،

(اور آپ کا میاب ہو گئے ) با وجود یکہ وہ (منافقین ) اس سے ناخوش ہی رہے ہیں۔'' اللہ یہت سے الٰہی انقلابات کو ان کا سامنا کرنا یہ چھ مر مطے فقط پیغیرا کرم سل ٹھائی ہے کے اسلامی انقلاب نے ہی طنہیں کئے گئے، بلکہ بہت سے الٰہی انقلابات کو ان کا سامنا کرنا پڑا ہے۔جواپی جگہ پرایک مفصل اور سبق آموز داستان کی حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان تمام کو شفوں کا کوئی فائدہ نہیں ہوا، اس کے برعکس اسلام کا درخت بھلا کھولتار ہا اور پورے جزیرہ فنمائے عرب میں اپنی شاخیں اور پتے بھیلا تار ہا اور اس بارے میں قرآن ارشاد فرما تا ہے:

ورخت بھلتا کھولتار ہا اور پورے جزیرہ فنمائے کی حق ور آئیت النگائس یک خُلُون فِی دِینِ اللہ وافو الجَانَ فَو الجَانَ اللہ کو اللہ واللہ کو بن میں جوق درجوق داخل ہوتا دیم کے لیا۔'' اللہ کے دین میں جوق درجوق داخل ہوتا دیم کے لیا۔'' آ

## رسول الله سلَّاللَّهُ اللَّهِ عَلَى حیات مبارکہ کے آخری مہینے

آخر کار پیغیبرا کرم سلافی آیکی کی زندگی کے آخری ایام آن پہنچ، اسی سال آپ نے '' ججۃ الوداع'' بجالا یا اور قرآن کے آخری سورہ یعنی ؛ سورۂ مائدہ، آخری پیغامات کے ساتھ نازل ہوا، اور اسی سورۂ میں پیغیبر سل ٹیٹی آیکی کو اپنے جانشین اوروسی'' حضرت علی علیہ السلام'' کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے تکم کوابلاغ کرنے پر مامور کیا گیا جیسا کہ اس سورۂ کی آیت ۲۷ میں آیا ہے:

﴿يَاَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغُ مَا اُنُزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّيِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَفِرِيْنَ ـ "

''اے رسول جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے بطور کامل پہنچا د بھی اُسے اللہ کا فرات کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اُسے بطور کامل پہنچا د بھی ۔ اگر آپ نے ایسانہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت ادانہیں کی اور آپ کواللہ تعالیٰ لوگوں (کے احتمالی خطرات ) سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا فرلوگوں کو ہدایت نہیں دیتا' ﷺ

اور بیکام''غدیرخم''میں انجام د<sup>ک</sup>یا گیا کہ جہاں ایک بڑا راستہ گذر تا ہے اور پیغیبرا کرم سلاٹھائیا پی کے ساتھ جومختلف گروہ جج میں شریک تھے، وہ یہاں سے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تھے۔اس طرح ایک بہت بڑے مجمع میں ایک عظیم اجتماع کے سامنے اس الہٰی ذمہ داری کا حق ادا کردیا گیا۔(اس کی تفصیل آپ تفسیر نمونہ کی جلدیا نچ کے شروع میں پڑھ سکتے ہیں)

آخر کار وعظیم افسوسناک وا قعدرونما ہو گیا، یعنی؛ پیغمبرا کرم سلاٹھاتیل کی رحلت کا وقت آپہنچا کیکن بیسب اُس وقت ہوا جب

🗓 توبه ۱۸

تا سورهٔ نصر ۱،۲

🖺 سوره ما ئده 🖊 ۲

اسلام کی بنیادیں ہر لحاظ ہے مشحکم ہو چکی تھیں ،اور دنیا کے اطراف وا کناف میں اس کی ترقی و پیشرفت کا راستہ ہموار ہو چکا تھا۔لہذا دشمنوں کی تمام آرز وئیں برباد ہوگئیں جورحلت پیغیر سلاھ آپائے کے ساتھ آپ کے دین کے نتم ہوجانے کا سوچ رہے تھے،ارشادالہی ہے:

یعنی:'' آپ سے پہلےکسی انسان کوبھی ہم نے زندگی جاوید نہیں دی، کیا اگرآپ مر گئے تو وہ (جوآپ کی

موت کا انتظار کررہے ہیں ) ہمیشہ کے لئے رئیں گے؟'' 🗓

قرآن پھر فرما تاہے:

ٳڹۜٛڰؘڡٙؾۣٮٷؖٳڹؖۿؙۿڔڡؖؾۣؿؙٷ؈ٛ

لیعن:''یقیناخودآپ کوبھی موت آئے گی اور پیسب بھی مرنے والے ہیں۔'' 🖺

مزيدارشادهوا:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآبٍقَةُ الْمَوْتِ

لینی: "ہرانسان موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔ " 🖺

آخر كارعالم خلقت كاليعمومي قانون بورا موااور درج ذيل آيت كمصداق كيطور يرارشادموا:

يُرِيْكُونَ آنُ يُّطْفِئُوا نُوْرَ اللهِ بِأَفُوا هِهِمْ وَيَأْبَى اللهُ اِلَّا آنُ يُّتِمَّ نُوْرَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكُفِرُونَ ۞

لینی:'' وہ چاہتے ہیں کہاللہ کے نور کواپنے منہ سے پھونک کر بجھا دیں اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا مگریہ کہا پنا نور

یورا کرےخواہ کا فرنا خوش ہی رہیں۔' 🖺

یونورالہی روز بروز درخشندہ تر ہوتا گیااور آج دنیا کاایک بڑا حصہاس کے زیرسایہ آچکا ہےاور ہرسال نے علاقے فتح کررہا ہے۔ بیتھا قر آن مجید میں حیات پیغمبر سلٹھائیلیم کے مختلف حصوں کا پس منظر جس میں سے ہرمر حلے میں نازل ہونے والی آیات کوذکر کرنے اور ہرایک کی تشریح کے لئے ایک الگ کتاب کی ضرورت ہے۔

<sup>🗓</sup> سورهٔ انبیاء رسم ۳

<sup>🖺</sup> سورهٔ زمرر ۳۰

<sup>&</sup>lt;sup>۳</sup> سورهٔ انبیاء ر ۳۵

سورهٔ توبدر ۳۲

# پنجمبراسلام سلَّاللَّهُ اللَّهُ اللَّاللَّهُ اللَّهُ اللَّالَّالَ اللَّهُ اللّ

### اعجاز قرآن

### اشاره:

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ کسی بھی موضوع کے بارے میں کسی بھی دعویدار کی بات کو بغیر دلیل کے قبول نہیں کیا جاسکتا، چہ جائیکہ انبیاء کی نبوت، وتی الٰہی ، خداسے ارتباط اور لوگوں کو اپنی پیروی کرنے کی دعوت جیسے انتہائی اہم موضوع کے بارے میں بغیر دلیل کے کسی کی بات مان لی جائے۔ بنابریں پیغیمراسلام ساٹھائیا ہے بارے میں جومسکہ سب سے پہلے پیش آتا ہے، وہ نبوت کے دلائل کا مسکہ ہے۔جیسا کہ ہم اجمالاً جانتے ہیں کہ بیدلائل انواع واقسام کے ہیں ؛ جن کوہم یہاں چارعناوین کے تحت ذکر کرتے ہیں:

المعجزات

۲\_دعوت كاموضوع

ساسابقدا نبیاءاورآسانی کتابوں کی خبریں

۴۔ مختلف قرینے: جو نبی اکرم سلٹٹالیکٹی کی زندگی کے سابقہ حالات، اُس کے اردگر در ہنے والے اصحاب، مقصد تک رسائی کے وسائل، اپنے ماحول پرموثر واقع ہونے کی قدرت، اپنے مقصد پر ایمان اور اس کی خاطر اُس میں قربانی دینے کی ہمت وطاقت اور دوسری صفات وخصوصیات جوہمیں اُس کے اپنے دعویٰ میں سیا ہونے کا یقین دلائیں۔

اں اشارے کے ساتھ اب ہم پیغیبرا کرم سلاٹھ آلیا ہے معجزات کا مطالعہ کرتے ہیں اور سب سے پہلے آپ کے سب سے بلند مرتبہاور محکم ترین معجز سے یعنی ؛ ''قرآن' کے بارے میں تحقیق کرتے ہیں اور اس کے لئے پہلے خود قرآن کے بارے میں قرآن کی بات سنتے ہیں :

ا ـ قُلُ لَّإِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى آنْ تَأْتُوا بِمِثْلِ لَهُ ذَا الْقُرُانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُ مُدلِبَعْضِ ظَهِيْرًا ( سوره بن اسرائيل ١٨٨ )

٢- اَهُ يَقُوْلُونَ افْتَرَاهُ ﴿ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُورٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيْتٍ وَّادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُهُ مِّنْ دُونِ اللّهِ إِنْ كُنْتُهُ صِيقِيْنَ ﴿ سُوره مُورِ ١٣ )

٣. وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوْا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ طِيقِيْنَ ﴿ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيُ وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴿ اُعِلَّتَ لِلْكُفِرِيْنَ ﴿ (سوره بَقَره / ٢٣،٢٣) ٣- آمُريَقُولُوْنَ افْتَالهُ ﴿ قُلُ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُونِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ طِيقِيْنَ ﴿ (سوره يِنْس / ٣٨)

١- قُلُ فَأْتُوْا بِكِتْبٍ مِّنْ عِنْدِاللَّهِ هُوَ آهُلَى مِنْهُمَا آتَّبِغُهُ إِنْ كُنْتُمُ طِدِقِيْنَ ﴿ فَإِنْ لَّمُ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمُ آتَّمَا يَتَّبِعُوْنَ آهُوَا ءَهُمُ ﴿ وَمَنْ آضَلُّ مِثَنِ اتَّبَعَ هَوْدَهُ بِغَيْدِهُ مَّى مِّنَ اللهِ ﴿ إِنَّ اللهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمُ الظَّلِيدِيْنَ ﴿ سِرِهِ صَصِر ٥٠،٨٩)

٤ ـ وَقَالُوْا لَوْلَا اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّهِ مِنْ رَّبِهِ ﴿ قُلْ إِنَّمَا الْاللَّ عِنْدَ اللَّهِ ﴿ وَالْمَآ اَنَا نَلِيْدُ مُّ لِيْنَهُ اللَّهِ ﴿ وَالْمَآ اَنَا نَلِيْدُ مُّ لِيْنَهُ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهُ اللَّ

### ترجمه

ا ۔ کہدد یجئے کہا گرتمام انس وجن مل کراس قرآن کی مثل لا ناچا ہیں تووہ اس کی مثل نہیں لاسکیں گےا گر چہوہ (اس کام کے لئے آپس میں )ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں ۔

۲۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اُس نے (خود سے ) گھڑا ہے۔ جواب دیجئے کہ پھرتم بھی اس کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لےآ وَاور (اس کام کے لئے )اللہ کے سواجے چاہوا پنے ساتھ بلالوا گرتم سچے ہو۔
۳۔ ہم نے اپنے بندے (پنیمبر ) پر جو پچھا تارا ہے ، اس میں اگر تہہیں شک ہواور تم سپچے ہوتو (کم از کم ) اس جیسی ایک سورت تو بنالا وَ ، تہہیں اختیار ہے کہ (اس کام کے لئے ) اللہ تعالیٰ کے سواا پنے گوا ہوں کو بھی بلالو۔ پس اگرتم نے ایسا نہ کیا۔ تم ہر گر نہیں کر سکتے (اسے سچا مان کر) اس آگ سے بچوجس کا ایندھن (گنہگار) انسان اور پتھر (بت) ہیں جو کا فروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

۴ کیا بیلوگ یوں کہتے ہیں کہ اُس نے اس ( قر آن ) کو گھڑ لیا ہے؟ آپ کہدد بیجئے کہ پھرتم اُس کے مثل ایک ہی سورت بنالا وَاور جِن جِن غیر اللّٰدُ کو بلاسکو، بلالوا گرتم ہیچے ہو۔ ۵۔ کیا یہ کہتے ہیں: اس نبی نے (قرآن) خود گھڑلیا ہے، واقعیت یہ ہے کہ وہ ایمان نہیں لاتے اچھاا گریہ سے ہیں تواس جیسا ایک کلام یہ (بھی) تولے آئیں۔

۲- کہہ دیجئے کہ اگر سچے ہو (کہ تورات اور قرآن خداکی طرف سے نہیں ہیں) توتم بھی اللہ کے پاس سے کوئی الیہ کے تاب کے آؤجوان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کرونگا۔ پھراگروہ تیری بیہ بات نہ مانیں تو یقین کرلے کہ بیصرف اپنی خواہش کی پیروی کررہے ہیں اور اس سے بڑھ کر بہکا ہوا کون ہے؟ جواپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہوا ور اللہ کی کسی ہدایت ورہنمائی کوقبول نہیں کرتا، بیشک اللہ تعالی ظالم لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔

ک۔ انہوں نے کہا کہ اس پر پچھ مجزات اس کے رب کی طرف سے کیوں نہیں اتارے گئے۔ آپ کہدد یجئے کہ مجزات توسب اللہ تعالی کے پاس ہیں (جوائی کے تکم سے نازل ہوتے ہیں نہ میری خواہش سے ) میں توصر ف محلا ڈرانے (آگاہ) کرنے والا ہوں۔ کیا ان کے لئے میکا فی نہیں؟ کہ ہم نے آپ پر کتاب نازل فر مائی جوان پر پڑھی جارہی ہے، اس میں رحمت (بھی) ہے اور نصیحت (بھی) ہے ان لوگوں کے لئے جوا بمان دار ہیں (اور یہ بہت ہی واضح مجزوہ ہے)

### تفسيرا ورخلاصه

درحقیقت میں ان سات آیات میں قرآن مجید نے چینج (مقابلے کی دعوت) پرانحصار کیا ہے کہ جواعجاز کے ارکان میں سے ایک ہے: بھی تو بہت ہی صراحت کے ساتھ اور بھی النزامی دلالت کے ساتھ فرما تا ہے: بیآ سانی کتاب خدا کی طرف سے ہے اگر تمہیں اس میں کوئی شک اور شبہ ہے تو تم سب اکتھے ہوکر اور اپنی تمام قوتیں لگا کر اس جیسی کوئی چیزیا اس کا کچھ حصہ لے آؤ کیونکہ بیا گرانسانی فکر کا نتیجہ ہوتا تو تم بھی انسان ہوا ورفکر اور ذہانت کے مالک ہو؛ در حقیقت اس طرح ایک واضح عقلی منطق کے ذریعے اجمالی طور پر اعجاز قرآن کو ثابت کیا گیا ہے۔

پہلی آیت میں فرمایا ہے: ہٹ دھرم بہانے بنانے والوں کے سامنے'' کہو: اگرتمام انس وجن جمع ہوکر قر آن جیسی کتاب لانا چاہیں تو ہرگر نہیں لاسکیں گےخواہ اس کام میں ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ بن جائیں

قُلُ لَّإِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اَنْ يَّأْتُوا بِمِثْلِ هٰنَا الْقُرُانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۞

یہ آیت جہاں ایک طرف تمام انسانوں کے لئے دعوت عام ہے، وہاں دعوت قرآن کے دائی ہونے کی وجہ سے اُن تمام

انسانوں کوبھی شامل ہے جوز مانہ حاضراور دوسرے زمانوں میں رہنے والے ہیں اور پھر' آ جُقتہ تعت '' کی تعبیراور' بَعُضُهُ مُر لِبَعُضِ ظهریُوّا '' کے جملے کے ساتھ ایک دوسرے کی مددہم آ جنگی، باہمی تعاون اور مقابلہ بمثل کی دعوت دیتا ہے، پھراس مقابلے کے لیے ساتھ مختلف انداز میں جوش دلا ناباالفاظ دیگر مَدّ مقابل کوغیرت دلانا بھی ہے اور اس طرح یہ ایک قوی ترین'' چیننج'' کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اور جب پورے یقین کے ساتھ کہا جاتا ہے:''لایا آُٹوُن بِمِی شُلِم '' (اس جیسا ہر گرنہیں لاسکتے ) تو اس سے اس کا انسانی دنیا کے ماوراء کے ساتھ تعلق واضح ہوجا تا ہے۔

اگرچہ بیقابل ساعت پکارعمومی پہلور گھتی ہی اور پھرعصر نبوت اور دوسرے ادوار اور زمانوں میں اسلام کے دشمنوں کے لئے اس (الہی کتاب) کا مقابلہ کرنے اور اس کی آواز کو دبانے کامحرک بھی بہت قوی تھا،لہذاا گراُن میں اس کام کی طاقت ہوتی تو بھی بھی اس سے چپثم پوشی نہ کرتے جبکہ نہ تو دنیا کی تاریخ سے اور نہ اسلام کی تاریخ سے پتا جاتا ہے کہ کٹی تخص یا کسی گروہ نے اس قسم کا کوئی کام انجام دیا ہواور یہی بات اُن کے عجز ونا تو انی اور قر آن کی حقانیت کی (سب سے بڑی) دلیل ہے۔

اس کےعلاوہ اس آیت سے ریجی استفادہ ہوتا ہے کہ (اس کام کے لئے) فقط اکٹھے ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ'' ظلھیڈو'' ہونا، لینی ؛ایک دوسرے کی مدداور نصرت کرنا بھی مشکلات کوحل کرتی ہے۔ یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ قر آن فقط''بلاغت' بیان کے رسااور شرین ہونے کے لحاظ سے ہی چیلنے نہیں کررہا بلکہ''مثلہ'' (اس جیسے ) کے الفاظ کے ساتھ عبارات،مضامین، تعلیمات، احکام وقوانین اور تمام پہلوؤں سے شباہت کو پیش کررہا ہے۔ دوسری آیت میں تحدی اور مقابلے کی دعو<mark>ت کی سطح</mark> کم کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے:

''وہ لینی ؛اسلام کے مخالفین کہتے ہیں:اس قر آن کواُس نے (خود سے ) گھڑا ہے۔جواب دیجئے کہ پھرتم بھی اسی کے مثل دس سورتیں گھڑی ہوئی لے آؤ''

> ٱمۡ يَقُولُونَ افۡتَرَٰ لهُ طُولُ فَأَتُوا بِعَشۡرِ سُورٍ مِّثُلِهِ مُفۡتَرَیٰتٍ قرآن ای برقاعت نہیں کر تابکہ مزید کہتا ہے:

"اور (اس كام كے لئے) اللہ كے سواجے چاہوا پنے ساتھ بلالوا گرتم سيج ہو"

وَّادُعُوا مَن اسْتَطَعُتُمْ مِّنْ دُوْن اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ طِيوِيْنَ ﴿

در حقیقت قر آن مجیدا پے چیلنج کو دس سوروں تک جو کہ کل قر آن کا دسواں حصہ ہے ، پنچے لے آیا ہے۔ تیسری آیت میں ایک فیصد سے بھی کم سطح پر آتے ہوئے قر آن مجید فر ما تاہے:

''ہم نے اپنے بندے (محمہ ) پر جو کچھا تاراہے،اس میں اگر تہہیں شک ہے اور تم سپیے ہوتو ( کم از کم )اس جیسی ایک سورت تو بنالا وُ''

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّهَا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأَتُوْا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ

پھرمزید فرما تاہے:

''اگرتم سچے ہوتو ہمہیں اختیار ہے کہ (اس کام کے لئے )اللہ تعالیٰ کے سواا پنے تمام گواہوں (مدد گاروں) کوبھی بلالؤ'

وَادْعُوْا شُهَدَاءَ كُمْ مِّنْ دُوْنِ اللهِ إِنْ كُنْتُمْ طيوِيْنَ اللهِ

واضح ہے کہ' اللہ تعالیٰ کے سواا پنے گواہوں'' سے مراد اُن کے ہم فکر اور مددگار ہیں، کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں کہ جو پیغیمرگی رسالت کا انکار کرنے میں اُن کے حق میں گواہی دیتے تھے۔لہذا اُنہیں یہاں بھی اُن کی مدد کرنی چاہیے تا کہ وہ قر آن جیسا ایک سورہ لاسکیں۔ورنہا گراُس سورہ کے ہم مثل ہونے پر گواہی دینے سے مرادقر آن ہوتو ہر شخص سے پہلے خداسے گواہی کا نقاضا کرنا چاہیے۔

لہذاعلامہ طبری مرحوم مجمع البیان میں اس حوالے سے سب سے پہلی جوتفسیرا بن عباس سے نقل کرتے ہیں ، وہ بیہ ہے کہ : یہاں اُن کے''اعوان'' و''انصار'' مراد ہیں ،اور وہ کہتے ہیں اس لئے اعوان وانصار کوشہداء کہا گیا ہے چونکہ وہ مدد کرتے وقت حاضر اور شاہد ہوتے ہیں ۔فخر رازی نے بھی اپنی تفسیر میں شہداء کے لئے دومعنی (بت اوراعوان وانصار ) ذکرنے کے بعد دوسرے معنی کو ترجیح دی ہے ۔ !!!

دوسرے بہت ہے مفسرین نے بھی یہی معانی قبول کئے ہیں۔''سورہ'' کامعنی قرآن کی کچھآیات ہیں کہ جو''بہم اللہ'' کے ساتھ شروع ہوتی ہیں اوردوسری''بہم اللہ'' سے پہلے ختم ہو جاتی ہیں۔سوائے ایک سورہ قرآن کے کہ جوسورہ برائت ہے (جس میں''بہم اللہ'' سے آیات شروع نہیں ہوتیں) کہا گیا ہے کہ''سورہ'' کو''سورہ بین' سے لیا گیا ہے جس مجمعنی شہر کی دیوار کے ہیں۔ گویا قرآن بطور مجموعہ ایک قطیم اور وسیع مملکت کی مانند ہے اوراس کی سورتیں اس کے شہروں کی طرح ہیں اس کیے ہمارانظریہ ہے کہ ایک سورہ کی آیا ت کے محموعہ ایک قطیم اور وسیع مملکت کی مانند ہے اوراس کی سورتیں اس کے شہروں کی طرح ہیں اس کیے ہمارانظر ہیہے کہ ایک سورہ کی آیا ت کے مدرمیان ہمیشہ رابطہ اور تعلق یا یا جاتا ہے۔

اگرچیقش اوقات بیتعلق اور رابطه اتناواضح نہیں ہوتا جیسا کہ ہرشہر کے گھروں، عمارتوں اور سڑکوں کے درمیان ایک قسم کی ہم آ ہنگی اور ربط و تعلق پایا جاتا ہے اور مساجد، مدارس، بازار اور رہائش علاقے اپنی اپنی جگہ پر قائم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس تعبیر سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بعض ناآ گاہ لوگوں کے خیال کے برعکس نزول قرآن کے وقت سورتیں اسی شکل میں تھیں (اگر چیکھی بھار جب کوئی آیت نازل ہوتی تو پیغیمرا کرم سل ان گاہ لوگوں کے خیال کے برعکس نزول قرآن کے وقت سورتیں اسی شکل میں تھیں (اگر چیکھی بھار جب کوئی آیت نازل ہوتی تو بیغیمرا کرم سل ان ان گاہ نوٹو اور وہ نوٹو اور وہ چیز ہے جو تمام خصوصیات میں قرآن کی مانند ہوخواہ دو '' نوبا خت' ہویا اس کے مضامین اور اعلی وار فع تعلیمات ہوں۔ آ

<sup>🗓</sup> تفسیرفخررازی،جلد۲،صفحه ۱۱۹

تا بنابرین'مِن''یاتوزائدہے یابیانیہ

فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّثْلِهِ

لعنی: '' قرآن جیساایک سورهٔ ہی لے آؤ''

اورسورهٔ طور کی آیت نمبر ۴ سامیں آیا ہے:

فَلْيَأْتُوا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهَ

يعنى: "قرآن حبيباكوئي كلام لے آؤ"

بنابرین'مِڈیلِدِ" کی ضمیر کے پیغیر کی طرف لوٹے کااحتمال بہت ہی بعید ہے کہ جس کا مطلب یہ ہے اگران آسانی آیات کی اصلی ہونے میں تمہیں شک ہے تو'' حصرت محمدٌ' جیسے کس شخص کولے آؤ کہ جس نے بھی بھی درس نہ پڑھا ہواوروہ اس جیسی آیات لے کرآئے، اگر چہ بعض مفسرین نے اسے ایک احتمال یا قابل فہول تفسیر کے طور پر ذکر کیا ہے۔ بیاحتمال بھی موجود ہے کہ بید دونوں مطلب اسی معنیٰ میں جمع ہوجا نمیں جس کا مفہوم یہ ہوجائے:'' قرآنی سورول جیسی کوئی سورت ، حضرت محمہ جیسے اُن پڑھ (اُستاد نہ دیکھے ہوئے) شخص کی طرف سے لا کر دکھاؤ'' تفسیر بر ہان میں نقل ہونے والی ایک حدیث میں بیدونوں معانی جمع ہو گئے ہیں۔ 🗓

بہرحال اس آیت کے بعدمزید فرمایا ہے:''پس اگرتم <mark>نے ای</mark>بانہ کیاا ورتم ہر گز ایبا کربھی نہیں سکتے (اسے سچا مان کر)اس آگ سے بچوجس کا ایندھن( گنہگار)انسان اور پتھر (بت) ہیں جو کا فروں کے لئے ت<mark>یار کی</mark> گئی ہے۔ڈرواوراس قر آن کی مخالفت نہ کرو۔''

فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴿ اُعِلَّتُ اللَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ﴿ اُعِلَّتُ لِلْكُفِرِينَ ﴾ لِلْكُفِرِينَ ﴾

چوشی آیت میں بھی قرآن جیسی کوئی سورت لانے کا چیلنے کیا گیاہے اور فرمایاہے:

'' کیا بیلوگ یوں کہتے ہیں کہاُس نے اس ( قر آن ) کو گھڑلیا ہے؟ آپ کہہ دیجئے کہا گرتم سچے ہوتو پھرتم اس کے مثل ایک ہی سورت بنالا وَاوراللّٰہ کے سواجس جس کو ہلا سکتے ہو، ملالؤ'

آمُر يَقُوْلُوْنَ افْتَرْبِهُ ۗ قُلُ فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهِ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّهِ اِنْ كُنْتُمْ طِدِقِيْنَ۞

کلمہ' سُوْرَی ''قرآن کے چھوٹے بڑے سب سوروں کو شامل ہے۔اور' مشلہ '' کی تعبیر ہر لحاظ سے اس جیسا ہونے کی طرف اشارہ ہے،اور جملہ' وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُهُ وَتِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ''اللّٰہ کے سواتمام چیزوں کو شامل ہوتا ہے۔

بنابریں اگر قر آن انسانی ذبہن کی تخلیق ہوتا،تو کوئی دوسراانسان بھی اس کی تخلیق کرسکتا تھا جبکہ یہاں کہا جار ہا ہے کہ سب انسان مل کر بھی چاہیں (تواپیانہیں کر سکتے ) بالخصوص ایام جاہلیت کے عربوں میں قصیح وبلیخ افراد کی کمی بھی نہھی۔اس کے علاوہ اس

🗓 تفسير بربان، جلدا ، صفحه ۲۷ حدیث ا

آ یت اوراس سے پہلے والی آیات سے اچھی طرح استفا دہ ہوتا ہے کہ ایک اہم مقصد کو حاصل کرنے کا بہترین طریقہ، ایک گروہ کے افکار سے استفادہ کرنا ہے۔

قر آن نے بیہ بات اس وقت کہی ہے کہ جب اہم ترین مسائل کے حقائق تک پہنچنے کے لئے سیمیناروں اور کانفرنسوں کا رواج نہیں تھااورعلماودانشوروں کی علمی کاوشیں بھی انفرادی اور ذاتی حیثیت رکھتی تھیں ۔

پانچویں آیت میں بیدمطلب کسی اورشکل میں ذکر ہواہے۔اس میں فر مایاہے: وہ کہتے ہیں:اس (محمدٌ)نے (قرآن)خودسے گھڑلیاہے،واقعیت یہ ہے کہوہ ایمان نہیں لاتے اچھااگریہ سیچے ہیں تواس جیساایک کلام پیر بھی) تولے آئیں۔

ٱمۡ يَقُوۡلُوۡنَ تَقَوَّلَهُ ۚ بَلِّ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ۞ۚ فَلۡيَأۡتُوا بِحَدِيۡثٍ مِّثۡلِهۤ إِنْ كَانُوۡا صٰدِقِيۡنَ۞

مجمع البیان میں علامہ طبرس مرحوم کے بقول'' تقوُّل'''سے'' آتقوَّل '' کا مطلب ہے ایک الیی بات جو بہت زحمت اور تکلف کے ساتھ بنائی جائے اور بیعام طور پر جھوٹ اور کذب کے وقت استعال ہوتا ہے چونکہ اس کی کوئی واقعیت نہیں ہوتی للہذا اس میں تکلف وزحمت کی ضرورت پڑتی ہے۔ ﷺ

' بِحَیدِیْثِ مِیْثُلِه''(اسی جیسا کلام) کی تعبیر ہوسکتا ہے تمام قرآن کی طرف یا چندسوروں یا ایک سورے کی طرف یا ایک سے بھی کم کی طرف اشارہ ہو۔ کیونکہ''حدیث''( کلام) کا ان سب پراطلاق ہوتا ہے۔راغب،مفردات میں کہتے ہیں: ہروہ بات جوانسان تک بیداری بانیند کی حالت میں کان یاوجی کے ذریعے نتقل ہو، اُسے حدیث کہتے ہیں۔

چھٹی آیت میں بھی جوسورہ فضص میں ہے،اس کتاب جیسا کلام لانے کی بات ہور ہی ہےاوراللہ تعالیٰ فرمار ہاہے:''اگرتم پچ کہتے ہو کہ (بیہ کتاب خدا کی طرف سے نہیں کہہ دیجئے کہا گرتم سچے ہو ( کہتورات اور قر آن خدا کی طرف سے نہیں ہیں) توتم بھی اللہ کے یاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤجوان دونوں سے زیادہ ہدایت والی ہو، میں اس کی چیروی کرونگا۔

قُلْ فَأْتُوا بِكِتْبٍ مِّنْ عِنْدِ اللهِ هُوَ آهُلى مِنْهُمَا آتَّبِعُهُ إِنْ كُنْتُمْ طدِقِينَ ال

اس کے بعداُن کے کیٹیف باطن کاراز فاش اور قر آن مجید کا اعجاز بیان کرتے ہوئے فرما تا ہے:'' پھراگر وہ تیری ہے بات نہ مانیں تو یقین کرلے کہ بیصرف اپنی خواہش کی پیروی کر رہے ہیں''۔اور جانتے ہیں کہ بیقر آن ایک الٰہی مججزہ ہے کیکن پھر بھی اسے قبول کرنے سے انکارکرتے ہیں، کیونکہ بیاُن کے ناجائز مفادات اورخواہشات نفسانی کے خلاف ہے۔

فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِينُهُوالَكَ فَاعْلَمْ الْمَّايَتَّبِعُونَ اَهُوَاءَهُمْ الْمَايَتَّبِعُونَ اَهُوَاءَهُمْ

یعنی؛اگروہ اس جیسی کتاب لانے سے عاجز ہو گئے 'ہیں تو اس سے پتا جلتا ہے کہ یہ کتاب انسانی ذہن کی تخلیق نہیں ورنہاس قدر کوشش اور سعی جوان کے ضیح اور بلیغ ترین لوگوں نے کی ہے، کے باوجودوہ ایسانہیں کر سکے کلمہ'' کتاب''ہراس چیز کو کہتے ہیں جو'' مکتوب'' اور''لکھی ہوئی'' ہو،للہٰدایہ پورےقرآن اوراس کے مختلف حصول کوشامل ہوتا ہے،خصوصاً یہ (کلمہ کتاب) سورۂ فضص میں ہے اورسورۂ فقص مکہ میں نازل ہوئی ہےاوریہ بات مسلّم ہے کہاس وقت تک پوراقرآن نازل نہیں ہواتھا۔ پس واضح ہو گیا کہ قرآن مجیدتمام کا تمام معجز ہے اوراس کے مختلف جھے بھی معجز ہ ہیں۔

ساتویں اور ہمارے موضوع سے متعلق آخری آیت ، اُن بہانہ بنانے والے افراد کے جواب میں ہے کہ جو'' کہتے تھے ، پیغمبر کے پاس مججزہ کیوں نہیں ہےاور پروردگار کی جانب ہے اُس پرآیات کیوں ناز لنہیں ہوتیں''

<u>ۅؘ</u>ۊؘٲڷۅٛٳڷۅٛڒٙٲڹٛڔؚڶۘۼڶؽڡؚٳؽڰڝٞؽڗۜؾ۪ڡ

ان کے جواب میں فرمایا ہے:'۔ آپ کہہ دیجئے کہ آیات (معجزات) توسب اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں (جواُسی کے حکم سے نازل ہوتے ہیں نہ میری خواہش سے ) میں توصرف تھلم کھلا ڈرانے ( آگاہ ) کرنے والا ہوں۔''

قُلُ إِنَّمَا الْالِيكُ عِنْكَ اللهِ ﴿ وَإِنَّمَا آَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۞

پھر فرما تاہے:'' کیاان کے لئے بیکا فی نہیں؟ کہ ہم نے آپ پر آسانی کتاب نازل فرمائی جوان پر مسلسل پڑھی جارہی ہے'

ٱۅٙڶۿ؞ؾڴڣؚۿؚۿؗٱڵٵٞٱنٛۯڶؽٵۼڷؽڮٵڶڮؚڐڹؽؙؿڸۼڷؽڽۿ

یعنی؛ اس عظیم اور بے مثال الہی معجز ہے کے ہوتے ہوئے وہ دوسر ہے معجزات کا کیوں انتظار کررہے ہیں؟ اس طرح پوری صراحت کے ساتھ اعجاز قرآن کی خبر دی جارہی ہے اور التزامی دلالت کے ذریعے'' تحدی'' (چیننج ) کرتے ہوئے مخالفین کو مقابلے ک دعوت دی جاتی ہے۔

عظیم مفسرعلامہ طبری مرحوم نے مجمع البیان میں لکھا ہے کہ اس آیت میں اس بات پر بہت واضح دلالت موجود ہے کہ قر آن مجید خود مجمزے کے لئے کافی ہے اورا عجاز کے اعلیٰ ترین درجے پر فائز ہے۔ چونکہ خود اللہ تعالیٰ نے اسے تمام مجمزات کے لئے کافی قرار دیا ہے اور کفایت سے مراداس حد تک پہنچ جانا ہے کہ جہاں اس کے علاوہ کسی اور چیز کی ضرورت نہیں رہتی۔ 🗓

تفسیر قرطبی اور فی ظلال میں ذکر ہونے والے دوکتوں کو دیکھا جائے تواس بات کی اہمیت واضح ہوجاتی ہے، پہلا کلتہ بیدکہ 'خارق العادت جسمانی اعمال ، زیا دہ تر ان لوگوں کے لیے ہوتے ہیں جوحواس خمسہ تک ہی محدود ہوتے ہیں اور بیا نسان کے ابتدائی گری دور سے متعلق ہیں لیکن اس قسم کا روحانی معجزہ کہ جومعنوی پہلور کھتا ہے، انسانی علوم ومعرفت کے عروج سے ہم آ ہنگ ہے۔ دوسرا بیرکہ ''انبیاء کے غیر معمولی کام'' (مثلاً حضرت موسی اور حضرت عیسی " کے معجزات ) اکثر سحروجا دو کی تہمت کے ساتھ مخالفت کا نشانہ بن گئے ہیں جبکہ جومعجزہ ، کلام کی حیثیت رکھتا ہے اور ایسے الفاظ سے تشکیل پایا ہے کہ اس زبان کے جانے والے تمام افراد اُس

#### پرقدرت رکھتے ہیں۔ 🗓

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن مجید نے کم از کم سات مختلف آیات میں ،قرآن کوایک عظیم الہی معجزہ قرار دیا ہے۔اور منکرین کومختلف طریقوں سے چیلنج کیا ہے۔ بیسب جانتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کوئی غیر معمولی کا م انجام دیتا ہے توسب کومقا بلے کی دعوت دیتا ہے اور جب وہ اس کے سامنے عاجز ہوجاتے ہیں تو بیاس کے اعجاز کی دلیل ہوتی ہے۔ بالفاظ دیگر قرآن نے اپنے ان الفاظ میں ، اُن کو بتایا ہے کہ اگرتمہارا خیال ہے کہ بیآیات انسانی ذہن کی تخلیق ہیں ،توتم بھی انسان ہو، ذہن رکھتے ہو، فکر وسوچ کے مالک ہواور پھرتمہارے درمیان اہل شخن اور نکتہ شنج افراد بھی کم نہیں ہیں ،اگر اس دعولی میں سیجے ہوتو تم بھی انہی آیات جیسی کچھ آیات لے آؤ۔

اس طرح انواع واقسام کی تحریک آمیز عبارات کے ساتھ اُنہیں اس مقابلے میں شرکت کی دعوت دیتا ہے۔ دوسری جانب اگر دہ اس قسم کے مقابلے میں کامیاب ہو سکتے تو یقیناً اپنی تمام قو تیں اکٹھی کر لیتے کیونکہ اس مقابلے میں شکست ہر چیز سے ہاتھ دھونے کے مترادف تھی قرآن مجیداُن کی ثقافتی بنیا دوں کے خلاف اعلان جنگ کئے ہوئے تھا کہ جوشرک و بت پرسی اور بت خانوں کی ثقافت تھی اور جواُن کی زندگی کے تمام امور میں دخیل تھی۔ اور یہ جنگ کیہیں ختم نہیں ہوتی تھی بلکہ اُن کے بڑوں ، سرداروں اور ظالم ومغرور مالداروں کو طاقت وقدرت کی بلندیوں سے گرانا اوراُن کے تمام خیالی اور بناوئی افتخارات اُن سے لینا جا ہتا تھا۔

بنابریں تاریخی شواہد سے قطع نظر کہ جن کی جانب ہم اشارہ کریں گے، مقابلہ بمثل کے بہت سے محرکات موجود تھے،اورا گر وہ حضرت محمد سالٹھائیلیلم کواس طریقے سے مات دے سکتے تو پھرا نہیں اسقدرخون خرابے اور سخت جنگ ومقابلے کی کیاضرورت تھی الیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اُنہوں نے ہرچیز کوقبول کرلیا تھا سوائے قرآن جیسی چندآیات لانے کے۔اور بیااُن کے اس مقابلے میں شکست کی بہترین دلیل ہے۔

# تشريحات

### ا قرآن کی بےنظیر جاذبیت اور نفوذ

پوری تاریخ (اسلام) کے دوران ہمیں کچھالیے جرت انگیز اور مستند واقعات نظر آتے ہیں کہ جو ایک طرف قر آن سننے والول اور اسلام وقر آن سے بیگا نہ افراد کے دلول میں گہرے اثر ونفوذ کی حکایت کرتے ہیں اور دوسری جانب مخالفین (قر آن واسلام) کے مقابلہ بمثل کرنے سے عاجز ہونے پر ایک واضح دلیل ہیں۔ان تاریخی واقعات کی تحقیق سے انسان بہت سے مسائل سیکھتا ہے اور ہمیں زیادہ سے زیادہ اس آسانی کتاب کی عظمت اور جو کچھ سابقہ آیات میں آیا ہے، اُس کی صدافت سے آگاہ کرتا ہے جس کے زندہ نمونے ہم آئندہ ضخات میں پیش کررہے ہیں:

<sup>🗓</sup> تغییر فی ظلال، جلد ۲ ، صفحه ۲۲ ، ۱۵ و تغییر قرطبی ، جلد ۸ ، صفحه ا ۷ • ۵ ( مذکوره آیت کے ذیل میں )

### ا ـ وليد بن مغيره مخز ومي كاوا قعه

سورہ''مُں وَّرِ "کی آیات سے بخوبی پتا جلتا ہے کہ بیا اس شخص کی بات ہورہی ہے کہ جوقر آن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی سوچ رہا تھا، اور پھر جے ایک عبر تناک انجام سے دو چار ہونا پڑا، بیوا قعدان آیات کے شان نزول میں ایوں بیان ہوا جے طبری، قرطبی، مراغی اور فخر رازی جیسے بہت سے مفسرین نے نقل کیا ہے: جب سورہ مومن کی آیات نازل ہورہی تھیں پنجیبرا کرم " مسجد الحرام میں نماز کی حالت میں قیام فر ما تھے۔ولید بن مغیرہ مخزومی ( مکہ کا ایک مشہورا ورجانا پہچانا شخص تھا، جس کی عقل اور سمجھ کے مشرکین قائل تھے اور اہم مسائل میں اس سے مشورہ لیا کرتے تھے) حضرت کے قریب تھا اور آپ کی تلاوت سن رہا تھا، جب پنجیبراس بات کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے ان آیات کی تلاوت کی تلاوت سن رہا تھا، جب پنجیبراس بات کی طرف متوجہ ہوئے تو آپ نے ان آیات کی تلاوت کود ہرایا (ان آیات نے ''ولید بن مغیرہ'' کو شخت ہلا کرر کھدیا ) جب ولیدا پنی قوم ( قبیلہ بنو مخزوم ) کی مجلس میں آیا تو کہا: خدا کی قشم! ابھی میں نے محمد سے ایسا کلام سنا ہے جو ندانیا نول کے کلام کے مشابہ سے اور نہ جنوں کی باتوں کے۔

﴿وَإِنَّ لَهُ لَكَلَاوَةً وَإِنَّ عَلَيْهِ لَطَلَاوَةً وَإِنَّ آعُلَاهُ لَهُثَمِرُوَ إِنَّ اَسْفَلَهُ لَهُغُيِثُ وَإِنَّهُ لَيَعْلُوا وَمَا يُعْلَىٰ "

یعنی: 'اس کی گفتگو میں ایک خاص شرین ہے اور اس میں ایک خاص زیبائی اور طراوت ہے، اس کی شاخیں کے پینی ایک خاص نے برتر کے پر کلام سے برتر کے برکلام سے برتر ہے، اور کوئی کلام اس پر برتری حاصل نہیں کر سکتا۔''

وہ یہ کہہ کراپنے گھر کی طرف پلٹ گیا، قریش نے ایک دوسرے سے کہا: خدا کی قسم! وہ محد کے دین کا فریفتہ ہو گیا ہے، اور ہمارے دین سے نکل گیا ہے اور ہمارے دین سے نکل گیا ہے اور وہ تمام قریش کو مخرف کرد ہے گا اور وہ ولید کو' ریحانۃ قریش' (قریش کا پھول) کہتے تھے۔ابوجہل نے کہا: میں اس بات کا کوئی علاج کرتا ہوں، وہ اُٹھ کرچل پڑا۔اور ممگین چرے کے ساتھ ولید کے قریب آ کر بیٹھ گیا ولید نے کہا: اے بھتے جا تو کس لئے ممگئین ہے؟ اس نے کہا: قریش اس من وسال کے باوجود تجھ پر تہمت لگاتے ہیں اور وہ یہ گمان کرتے ہیں کہ تُونے محمد کی بات کو زینت بخش ہے۔

وہ ابوجہل کے ساتھا گھااوراپنے قبیلے کی مجلس میں آیا اور کہا: کیا تمہارا گمان ہے کہ محمدٌ دیوانہ ہے؟ کیا تم نے بھی جنون کے آثار اس میں دیکھے ہیں؟ انھوں نے کہا: نہیں اس نے کہا: کیا تمہارا خیال ہیہ ہے کہوہ کا بمن ہے؟ کیا تم نے اس میں بھی کہانت کے آثار دیکھے ہیں؟ اُنھوں نے کہانہیں! کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہوہ شاعر ہے، کیا تم نے بھی اسے شعر کہتے ہوئے دیکھا ہے؟ اُنھوں نے کہا: نہیں؛ اس نے کہا: پھر کیا تمہارا خیال ہیہے کہوہ جھوٹا ہے؟ کیا تم نے اسے ماضی میں بھی جھوٹ بولتے ہوئے دیکھا ہے؟

اُ نھوں نے کہا: نہیں! وہ دعوائے نبوت سے پہلے بھی ہمارے ہاں ہمیشہ''صادق وامین'' کے عنوان سے پہچپانا جا تا تھا۔اس مرحلے پرقریش نے''ولید'' سے کہا: تیرے نظریئے کے مطابق ہم اسے کیا کہیں؟ ولیدسوچ میں پڑ گیا، نگاہ کی اور منہ چڑا کر بولا: وہ صرف ایک جادوگر ہے، کیاتم نے دیکھانہیں کہوہ مرداورعورت،اولا داوردوستوں کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے؟اس بنا پروہ جادوگر ہےاور جو کچھ کہتا ہےایک عمدہ جادو ہے۔ 🎞

## ۲\_قریش کے سرداروں کا قر آن سننا

سیر ہُ ابن ہشام میں لکھا ہے کہ قریش کے سر داروں میں سے تین شخص '' ابوسفیان' '' ابوجہل' اور'' اخنس بن شریق' ایک رات قرآن کی آیات سننے کے لئے مخفیا نہ طور پر پیغیبرا کرم سلیٹھا ہے گھر کے پاس آئے۔اس وقت آنحضرت نماز پڑھ رہے تھے اور قرآنی آیات کی تلاوت فرمار ہے تھے۔ان میں ہرشخص ایک دوسر سے سے چھپ کر کسی نہ کسی کو نے میں بیٹھ گیا،اور شبح تک قرآن کی تلاوت سنتار ہا ، جب طلوع فجر کاوقت ہواتو سب وہاں سے چلے گئے،لیکن جلد ہی راستے میں ایک دوسر سےکود کیھ لیااور ایک دوسر سے کوسرزنش کرنے گئے اور کہنے گئے اس کے بعد ایسانہیں کریں گے۔

چونکدا گربعض ناسمجھلوگوں نے بیہ منظر دیکھ لیا تو اُن کے دلوں میں شبہات پیدا ہوجا ئیں گے، کیکن دوسری رات پھراُ نھوں نے یہی کام کیااور شبح جب ایک دوسرے کور نش کی اور پھرالیا کام نہ کرنے کام کیااور شبح جب ایک دوسرے کور نش کی اور پھرالیا کام نہ کرنے کا وعدہ کیااور اپنے اپنے گھروں کولوٹ گئے۔ اتفا قا تیسری رات کوبھی اُن سے بعینہ یہی کام دوبارہ انجام پا گیااور جب شبح کے وقت اُنھوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو اُن میں سے ایک نے کہا: ہم اس وقت تک اس جگہ سے نہیں ہلیں گے جب تک ہمیشہ اس کام کوترک کرنے کا عہدو پیان نہ باندھ لیس۔ آخر کاراُنھوں نے آپس میں عہدو پیان باندھااورا یک دوسرے سے بُدا ہو گئے۔ آ

جی ہاں! قر آن کی جاذبیت اس قدر زیادہ تھی کہ حتی سخت ترین دشمن بھی اس کے مقابلے میں گھٹنے ٹیکنے پر مجبور تھے،اگر تعصب اور ہے دھرمی کے برد بےاور ذاتی مفادات نہ ہوتے تو وہ یقیناً اس پرایمان لے آتے۔

## س۔ابن ابی العوجاءاوراس کے ساتھیوں کا واقعہ

علامہ طبری نے''احتجاج'' میں امام جعفر صادق – کے مشہور عالم ودانشور شاگر دہشام بن تھم سے نقل کیا ہے:''ابن الی العوجاء'' ''ابو شاکر دیصانی'''''عبد الملک بصری''اور''ابن مقفع'' کہ جوسب کے سب ملحدین اور بے ایمان افراد میں سے تھے، خانہ کعبہ کے پاس اکٹھے تھے اور تجاج کرام کے اعمال کا مذاق اُڑا تے ہوئے قرآن پر طعنہ زنی کررہے تھے۔''ابن الی العوجاء'' نے کہا:

" آؤہم میں سے ہرایک قرآن کے ایک چوتھائی حصے کا توڑ کرے (اوراً س جیسی کوئی چیز بنا کرلائے )اورہم آئندہ سال اسی

<sup>🗓</sup> مجمع البیان،جلد ۱۰ صفحه ۳۸۷، بهت دوسرے مفسرین مثلاً فخر رازی،مراغی،قرطبی،المیز ان اور فی ظلال وغیره پینے بھی پیرے دیثے تھوڑے سے فرق کے ساتھ نقل کی ہے۔

<sup>🖺</sup> سیره ابن هشام جلدا ،صفحه ۷ سس

مقام پرملیں گے کہ جب ہم پورے قر آن کوتو ڑ کر کیں گے۔ کیونکہ قر آن کا تو ڑنبوت مجمہ کے باطل ہونے کا سبب بن جائے گا اور اُس کی نبوت کا باطل ہونا اسلام کا باطل ہونا ہے ،جس سے ہماری حقانیت ثابت ہوجائے گ۔''

اُنھوں نے اس مسلے پرآپس میں عہدوییان باندھااورایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔اگلے سال اسی دن وہ خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے،''ابن الی العوجاء'' نے بات کا آغاز کیا اور کہا:اُس دن جب میں تم لوگوں سے جدا ہوا تواس آیت کے بارے میں سوچ رہاتھا: "فَلَمَنَا اللّٰهَ تَیْ نَسُوُا مِنْهُ خَلَصُوُ الْبَحِیَّا،"

لین: ''کہ جب (یوسف کے بھائی)اس سے مایوں ہو گئے توایک طرف گئے اور آپس میں سرگوشی کی۔'' آ میں نے دیکھا کہ یہ آیت اس قدر صحیح اور با معنی ہے کہ میں اُس میں کوئی بھی چیز اضافہ نہیں کر سکتا اور ہمیشہ اس آیت نے میری سوچ کواپن طرف مشغول رکھا ہے۔عبدالملک نے کہا: میں بھی جب آپ لوگوں سے الگ ہوا ہوں ، اس آیت کے بارے میں غور وَفکر کر رہا ہوں۔ یَا آَیُّهَا النَّاسُ ضُمِ بِ مَقَلُ فَاسُتَمِعُوْ الله الله اِنَّ الَّذِینَ تَلُعُوْنَ مِنْ دُوْنِ الله وَ لَن ذُبَا اَبًا وَّلُو الْجَتَمَعُوْ الله اللهِ وَ إِنْ يَسُلُهُ اللهِ اللَّهَا اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ مَنْ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ مَنْ اللهِ مَنْ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ الل

''اےلوگو! بیان کی جانے والی ایک مثال غور سے سنو! اللہ کوچپوڑ کرتم جنہیں پکارتے ہووہ سب ملکرایک کھی بیدا نہیں کر سکتے ، بلکہ کھی اگر پچھ لے لے تو اس سے والیس نہیں لے سکتے اور طالب ومطلوب (عابد ومعبود) دونوں ہی بڑے کمزور ہیں۔''آ

میں نے خودکواس جیسی آیت لانے میں عاجز دیکھا۔ابوشا کرنے کہا: جس وفت سے میںتم سےالگ ہوا ہوں تواس آیت میں غور وفکر کرر ہا ہوں:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَا الِهَةُ إِلَّا اللهُ لَفَسَدَتًا \*

لیعنی:''اگرآ سمان وزمین میں سوائے اللہ تعالی کے اور بھی معبود ہوتے تو بیدونوں در ہم برہم ہوجاتے۔''آ اور میں نے بھی اپنے آپ میں اس جیسی چیز لانے کی قدرت نہیں دیکھی!اور ابن مقفع نے کہا:''اے قوم! بیقر آن انسان کے کلام کی طرح نہیں، چونکہ جب سے میں تم سے جُدا ہوا ہوں،اس آیت کے بارے میں سوچ رہا ہوں:

وَقِيْلَ يَأْرُضُ ابْلَعِيْ مَأْءَكِ وَيْسَمَاءُ أَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى

<sup>🗓</sup> سوره پوسف،آیت • ۸

<sup>🗓</sup> سوره حج، آیت ۲۳۷

<sup>🗹</sup> سور ه انبیاء آیت ۲۲ ـ

### الْجُودِي وَقِيْلَ بُعْلًا لِلْقَوْمِ الظّلِمِينَ

یعنی:''اورفر مایا گیا کہانے زمین اپنے پانی کونگل جا،اور اے آسان بس کرتھم جا،اسی وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کردیا گیااور شتی جودی (نامی پہاڑ) پر جا لگی اور فر مادیا گیا کہ ظالم لوگوں پرلعنت نازل ہو۔'' ﷺ اور میں اپنے آپ کواس جیسی (آیت) لانے میں عاجز دیکھر ہاہوں۔ہشام بن تھم کہتے ہیں:اسی دوران حضرت امام جعفر صادق -اُن کے پاس سے گزرے اور اس آیت کی تلاوت فرمائی:

قُلُ لَّإِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى آنْ تَأْتُوا بِمِثْلِ لَمْنَا الْقُرُانِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضِ ظَهِيْرًا ۞

یعنی:'' کہہ دیجئے کہ اگرتمام جن وانس مل کراس قرآن کے مثل لانا چاہیں توان سب سے اس کے مثل لانا ممکن نہیں ہے۔ اگر چہوہ ایک دوسرے کے مدد گار بھی بن جائیں۔ 🗓

اس دفت ان چاروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھااور کہا:''اگراسلام کی کوئی حقیقت ہے توجعفر بن مجمہ - کے سوا کوئی مجمہ صلی تفاتیبا نہیں ہوگا،خدا کی قتم ہم اُسے ہرگر نہیں دیکھتے مگریہ کہ اُس کی شان وشوکت ہم پر چھاجاتی ہےاوراس کی ہیبت سے ہمارے بدن پر بال کھڑے ہوجاتے ، یہ کہتے ہی وہ اپنی عاجزی اور نا توانی کا اعتراف کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

### ۳ \_عثمان بن مظعون کاوا قعه

یے پنجبراسلام سلانٹاتیا کی مشہور صحابی ہیں، وہ کہتے ہیں: میں نے آغاز اسلام میں ظاہری طور پر اسلام قبول کیا ہوا تھا، نہ کہ دل سے۔اس کی وجہ پیتی کہ پنجبراسلام سلانٹاتیا ہے گئی بار جھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لہذا میں نے شرم کے مارے اُن کی بات مان کی ھی ۔میری یہی حالت جاری تھی یہاں تک کہ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر تھا، میں نے دیکھا آپ بہت زیادہ فکر مند ہیں، اچا نک آپ نے اپنی مبارک آئکھیں آسان کی طرف لگا دیں گویا کوئی پیام دریافت فرمارہ ہیں، جب آپ معمولی حالت پرواپس آپانگ ہے پرنازل ہو آگے اور بہ آپ سے بات کر رہا تھا اچا نک جبرائیل مجھ پرنازل ہو گئے اور بہ آپت میرے لئے لائے ہیں:

اِنَّ اللهَ يَأْمُرُ بِالْعَلْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيْتَآئِ ذِي الْقُرْلِي وَيَنْلِي عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَدِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ وَالْمُنْكَرِ

<sup>🗓</sup> سوره مود ـ آیت ـ ۴ م

<sup>۩</sup> سورهاسرائیل آیت ۸۸

یعنی:''اللہ تعالیٰ عدل، بھلائی اور قرابت داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی کے کاموں، ناشایسة حرکتوں اورظلم وزیادتی سے روکتا ہے، وہ خود تمہیں نصیحت حاصل کرو''آ

جب پیغیبر سان این نے یہ آیت آخر تک میرے سامنے پڑھی تواس کے اعلیٰ مطالب نے اس طرح میرے دل پراٹز کیا کہ اُس وقت اسلام میرے دل کی گہرائیوں میں اُتر گیا،اور میں پیغیبراسلام سانٹھائیا ہے چچا حضرت ابوطالب کی طرف چلا گیا،اوراس واقعے کی اُنہیں اطلاع دی تو اُنھوں نے کہا:''اے قبیلہ قریش!مجھ کی پیروی کروہدایت یافتہ ہوجاؤگے، کیونکہ وہ تہمیں سوائے اخلاقی فضائل کے کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیتے'' راس کے بعد میں ولید بن مغیرہ (مشہور عرب دانشور اور سردار قریش) کے پاس گیا اور کہی آیت اُس کے سامنے پڑھی تواس نے کہا:''اگریہ کلام خود محمد کا ہے تو بہت اچھا کہا ہے اورا گرائس کے پروردگار کی جانب سے ہے تو بھی بہت اچھا ہے۔ آ

### ۵\_اسعد بن زراره کاوا قعه

کتاب''آغلاٰ ہوء المؤری''اور''ب حِازُ الاَنوٰ اور'' میں سننے والوں کے نفوس میں آیات قر آن کی غیر معمولی جاذبیت اور اثر ونفوذ کا ایک اور واقعہ قلم ہوا ہے۔'' بحار الانوار'' کے مطابق ہیوا قعہ کچھ یوں ہے: قبیلہ خزرج کے دوآ دمی اسعد بن زرارہ اور ذکوان بن عبد القیس ایک دفعہ مکہ آئے جبکہ اوس اور خزرج کے درمیان الیی طولائی جنگ چھڑی ہوئی تھی کہ شب وروز میں کسی بھی وقت وہ لوگ اپنے ہتھیار کمر سے نہیں کھولتے تھے، ان کا آخری معرکہ''یوم بعاث' کے نام سے ہوا تھا۔ اس میں قبیلہ اوس نے قبیلہ خزرج پر غلبہ حاصل کر لیا تھا۔ اسی بنا پر اسعد اور ذکوان مکہ آئے تھے تا کہ مکہ والوں سے قبیلہ اوس کے خلاف ایک معائدہ کریں، جس وقت بیدونوں عتبہ بن ربیعہ کے گھر پہنچے اور اس سے اپنے آئے کا مقصد بیان کیا تو عتبہ نے ان کے جواب میں کہا: ہمار اشہر تمہارے شہر (مدینہ ) سے کافی دور واقع ہے اس لئے تمہاری مدد کرنا ہمارے کے مطرف متوجہ کرلیا ہے۔

اسعدنے یو چھا: وہ کونسامسلہ ہے؟ تم توحرم کعبہ میں زندگی بسر کررہے ہوجوایک امن وامان کی جگہ ہے!

عتبہ نے جواب دیا: ایک انسان ہم میں ظاہر ہواہے جو کہتاہے: میں خدا کا فرستادہ ہوں، وہ ہماری عقلوں کو ناچیز سمجھتا ہے اور ہمارے خدا وُں کو بُرا کہتا ہے،اس نے ہمارے جوانوں کو بگاڑ دیا ہے اور ہمارےاتحاد کو پارہ پارہ کردیا ہے۔

اسعدنے در یافت کیا: اس شخص کی تم سے کیانسبت ہے؟

اس نے کہا: یہ عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند ہے اور ہمارے شریف خاندانوں کا ایک ممتاز فرد ہے۔ یہ ن کراسعداور ذکوان پکھ سوچ میں پڑ گئے اور انہیں یاد آیا کہ وہ مدینہ کے یہود بول سے سنتے آئے ہیں کہ عنقریب ایک نبی مکہ سے ظہور کرنے والا ہے اور وہ مدینہ کی

<sup>🗓</sup> سوره کل آیت ـ ۹۰

<sup>🖺</sup> مجمع البيان جلد ٧٠٥ ، صفحه ١٨٣، سوره كل كي آيت ٩٠ د كيھئے \_

طرف ہجرت کرے گا،اسعدنے اپنے دل میں کہا کہ ایسانہ ہو کہ بیو ہی نبی ہوجس کی پیشین گوئی یہودیوں نے کی تھی۔اس کے بعداس نے یو چھا: وہ ہے کہاں؟

عتبہ نے کہا: وہ اس وقت خانہ خدا کے پاس حجرا ساعیل میں بیٹھا ہے۔ آج کل اس کی جماعت کےلوگ پہاڑ کےایک درّہ میں محصور ہیں۔انہیں صرف ماہ رجب میں جو حج وعمرہ کا زمانہ ہے، آزادی دی گئی ہے تا کہ عمرہ بجالاسکیں اورلوگوں کے درمیان آ جاسکیں کہیکن میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہیں تم اس کی باتوں میں نہ آنااور اس سے بالکل بات نہ کرنا کیونکہ وہ ایک عجیب جادوگر ہے۔ (بیاس وقت کی بات ہے کہ جب مسلمان شعب الی طالب میں محاصر ہے میں تھے )

اسعد نے عتبہ سے کہا: ا<mark>ب میں</mark> کیا کروں کیونکہ میں نے تو خانہ کعبہ کا طواف کرنے کے لئے احرام با ندھ لیا ہے لہذا طواف کرنا ضروری ہےاورتم کہتے ہو کہاس کے نزدیک بھی نہ جانا، پس میں کیا کروں؟

عتبہ نے جواب دیا: تھوڑی میں روئی لیکراس سے اپنے کان بند کرلوتا کہاں شخص کی کوئی بات نہ ن سکو۔اسعد مسجدالحرام میں پہنچا، اس نے روئی سے اپنے دونوں کا نوں کو بند کررکھا تھا۔اس حالت میں اس نے خانہ کعبہ کا طواف کرنا شروع کیا۔اس وقت پیغمبرا کرم سالٹھا آپیلم بنی ہاشم کے لوگوں کے درمیان حجراساعیل میں خانہ کعبہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔اسعد نے ایک نگاہ پیغمبر پرڈالی اوران کے پاس سے جلدی کے ساتھ گذر گیا۔

جب طواف کے دوسرے دور میں پہنچا تواس نے اپنے آپ سے کہا: مجھ سے بھی زیادہ کوئی احمق نہ ہوگا کیا بیمکن ہے کہ مکہ میں اتنابڑ اوا قعہ رونما ہوجائے جواہل مکہ کے زبان زدعام ہواور میں اس سے بے خبر رہوں اور جب مدینہ واپس جاؤں تواپنی قوم کواس کے متعلق کچھ بھی نہ بتاسکوں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے روئی اپنے کان سے نکال کر دور پھینک دی اور جا کر رسول اللہ سالٹھ آلیکتی کے سامنے کھڑا ہوگیا ، پھراس نے یو چھا: آپ ہمیں کس چیز کی طرف دعوت دیتے ہیں؟

پیغیبر سل پینیبر سل ایست آرام سے فرمایا: میں اس بات کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ خدا وحد ہ لانثریک ہے اور میں اس کا رسول ہوں نیز میں تم لوگوں کوان باتوں کی طرف دعوت دیتا ہوں۔اس کے بعد آ پٹے نے سور ہ انعام کی ا ۱۵ سے کیکر ۱۵۳ تک:

قُلْ تَعَالَوْا أَتُلُمَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اللَّاتُشْرِ كُوابِهٖ شَيًّا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحسَانًا ، ..

آیات کی تلاوت فرمائی که جواسلام کے معاشرتی احکام کی اعلَّی وارفع تعلیمات اورافلا قی مسائل کا مجموعہ ہے (بطور کلی بیدس احکام ہیں ) جب اسعد نے یہ پُرمعنی اور روح پرور کلام مُنا جواس کے جان ودل سے ہم آ ہنگ تھا تو وہ باکل دگرگوں ہو گیا، اس کی زبان پر بے ساختہ جاری ہوا:

"اشهدان لا اله الرالله واشهدُان همداً رَسُولُ الله"

اس کے بعداس نے کہا: یا رسول اللہؓ! میرے ماں باپ آپؑ پر قربان، میں یثر ب کا رہنے والا ہوں، قبیلہ ''خزرج'' سے میرا تعلق ہے، ہماراتعلق ہمارے بھا بیئوں'' قبیلہ اوس' سے طولانی جنگوں کی وجہ سے ٹوٹ گیا ہے، شاید خداوند کریم آپ کی برکت سے اس ٹوٹے ہوئے بندھن کودوبارہ جوڑ دے۔ہم نے آپ کے اوصاف قوم یہود سے سنے تھے۔وہ ہمیشہ آپ کے ظہور کی خبر دیا کرتے تھے۔ ہماری تمنا ہے کہ ہماراشہز' مدینۂ' آپ کی ہجرت گاہ بنے کیونکہ یہودیوں نے اپنی آسانی کتابوں میں دیکھ کرہمیں یہی بتایا ہے۔ میں اللّٰد کا شکرادا کرتا ہوں کہاس نے آپ کی خدمت میں آنے کا موقع دیا۔

خدا کی قسم! میں تو یہ قصد لے کر آیا تھا کہ اہل مکہ سے اپنے بھائیوں کے خلاف جنگ میں مدد حاصل کرسکوں کیکن خدائے کریم نے مجھے اس سے بڑی کامیا بی عطا کی۔اس کے بعداس کا ساتھی ذکوان بھی مسلمان ہو گیااور دونوں نے رسول اللہ سے درخواست کی کہ کسی شخص کوا نکے ہمراہ مدینہ روانہ کریں تا کہ وہ لوگوں کوقر آن کی تعلیم دے اور انہیں اسلام کی طرف دعوت دے شایداس طرح یہ جنگ کی بھڑتی ہوئی آگ خاموش ہوجائے چنانچے آنحضرت نے مصعب بن عمیر کوا نکے ہمراہ مدینہ بھیجااوراس وقت سے مدینہ میں اسلام کی داغ بیل پڑی جس سے مدینہ کی صورت بدل گئی۔ 🗓

### ٢ \_اصمعي كاملا دينے والا وا قعه

''زمخشری''تفسیر کشاف میں اصمعی ﷺ نقل کرتا ہے کہ میں بھرہ کی مسجد سے باہرآیا کہ اچا نک میری نگاہ ایک عربی بدو پر پڑی جوا پنی سواری پر سوارتھا، وہ میر ہے سامنے آیا تو مجھ سے پوچھا: تم کس قبیلے سے ہو؟ میں نے کہا'' بنی اصمع'' سے اس نے کہا: کہاں سے آر ہے ہو؟ میں نے کہا دہنی اصمع'' سے اس نے کہا: کہاں سے آر ہے ہو؟ میں نے کہا میر سے لیے بھی پڑھو! میں نے اس کے لیے سورہ ''الذاریات'' کی کچھآیات پڑھیں، یہاں تک کہ میں آیہ'' وفی السماء رزقکم وہا تُوعدون'' (سورۂ الذاریات، آیت/ ۲۲) تک پہنچا، اس نے کہا، بس کا فی ہے، وہ اٹھ کھڑا ہوااور وہ اونٹ جو اس کے ساتھ تھا اُسے نحر کر ڈالا، اور اس کا گوشت ان ضرورت مندوں میں جو آر ہے تھے ہقسیم کردیا، اس نے اپنی تلوار اور کمان بھی توڑ ڈالی اور ایک طرف تھینک دی اور پشت پھیم کر چلآ بنا، یہ وا قعہ گزرگیا۔

جس وقت میں ہارون الرشید کے ساتھ خانہ خدا کی زیارت کے لیے گیا تو میں طواف میں مشغول ہو گیا،اچا نک میں نے دیکھا کہ کوئی آ ہت آ واز کے ساتھ مجھے پکارر ہاہے، میں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ وہی بدوہے، لاغراور کمزور ہو چکاہے، اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑگیاہے، (صاف ظاہر تھا کہ اس پرآتش عشق کا غلبہ ہوگیاہے جس نے اس کو بے قرار کر دیاہے )اس نے مجھے پرسلام کیا،اور دوبارہ خواہش کی کہ اس سورہ''الذاریات'' کو اس کے لیے پڑھوں، جب میں اس آیت پر پہنچا تو اس نے چلا کر کہا، ہم نے اپنے خداکے وعدہ کو اچھی طرح یالیاہے، اس کے بعد اس نے کہا کیا اس کے بعد بھی کوئی آیت ہے تو میں نے بعد والی آیت کو پڑھا:

"فورب السماء والارض انه لحق"

🗓 بحارالانوارجلد ١٩ ،صفحه ٨ تا٠١

<sup>🗓</sup> اس کا نام''عبدالملک بن قریب'' تضااور''ہارون الرشید'' کے زمانے میں ہوگز راہے ،اس کا حافظ بجیب وغریب تضااوراسے تاریخُ اورعر بی ادب کی بت زیادہ معلومات تھی۔وہ۲۱۷ھ، میں فوت ہواہے۔(اکنی والالقاب،جلد۲،صفحہ ۳۷)

تواس نے دوبارہ چیخ مارکر کہا:

"یا سبحان الله من ذاالّذی اغضب الجلیل حتی الجِنُوهُ الی الیه بین؟!" لیعنی: '' یکتنی عجیب بات ہے، کون تھا وہ جس نے خداوند جلیل کو غضبناک کیا، اور اسے اس طرح قسم کھانی پڑی، کیاانہوں نے اس کی باتوں پر یقین نہیں کیا، کہ وہ قسم کھانے کے لیے مجبور ہوا؟!'' اس نے اس جملہ کوتین مرتبدہ ہرایا، اور زمین پر گرپڑا، اور اسکی روح آسان کی طرف پرواز کرگئی۔ 🗓

## کے قرآن کی ایک آیت کے سامنے ایک بدو کارڈمل

مختلف اسلامی کتابوں میں آیا ہے کہ ایک اعرابی پنج براسلام صلی ایکی خدمت میں آیا اور عرض کرنے لگا: «عَلِّمہٰی حَمِّا عَلَّمَكَ اللَّهُ"

لینی:'' خدانے تجھے جو کچھ سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھاؤ''۔

## ٨\_سيرقطب كادلچسپ وا قعه

سیدقطب تغییر''فی ظلال''میں سورۂ اینس کی آیہ مجیدہ ۳۸''امریقولون افتریہ قل فاتوا بسور قامثلہ'' کے شمن اپنی زندگی کا ایک عجیب واقعہ تل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میں ان حوادث ووا قعات کے بارے میں بات نہیں کرتا جودوسروں کو پیش آئے صرف وہ وا قعہ بیان کرتا ہوں جوخود مجھے پیش آیا اور میرے علاوہ اسے دیکھنے والے پانچ افراد اور تھے ہم چھ سلمان ایک مصری بحری جہاز میں سوار تھے، بحری جہاز نیویارک جانے کے لیے اقیانوس اطلس کوعبور کررہا تھا جہاز میں کل ۱۲۰ مسافر تھے جن میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی تھے اور ہمارے علاوہ مسافروں میں کوئی اور مسلمان نہ تھا۔ جمعہ کے روز ہم نے سوچا کہ نماز جمعہ سمندر کے درمیان میں جہاز کے اوپر اداکی جائے ہم چاہتے تھے کہ مذہبی فریضہ کی

<sup>🗓</sup> تفسير كشاف، جلد ۴ ، صفحه ۲۰۰۰

<sup>🖹</sup> تفسيرروح البيان، جلد ۱۰ صفحه ۹۳ ماورنورالثقلين ، جلد ۵ مسفحه ۵۷ ، اورسفينة الجار ماده قرءجلد ۲ صفحه ۱۳۱۸ ورتفسيرنمونه جلد ۲ صفحه ۱۳۳۱ ( د ميسيسور هالزال )

ادائیگی کےعلاوہ ایک عیسانی مبلغ کےسامنے اسلامی جراُت کا مظاہرہ کیا جائے جس نے کشتی میں بھی اپنا تبلیغی پروگرام ترکنہیں کیا تھااور پھر خصوصاً جبکہ وہ ہمیں بھی مسحیت کی تبلیغ کرنا چاہتا تھا۔

جہاز کا کیپٹن ایک انگریز تھااس نے جہاز کے اوپر نماز با جماعت کی ہمیں اجازت دے دی نیز جہاز پر کام کرنے والوں کو بھی ہمارے ساتھ نماز پڑھنے کی اجازت دے دی جو سب افریقی مسلمان تھے۔ وہ بھی اس واقعے سے بڑے خوش ہوئے کیونکہ یہ پہلاموقع تھا کہ جہاز پر نماز جمعہ انجام پارہی تھی۔ میں نماز جمعہ کا خطبہ پڑھنے لگا اور امامت کے لیے تیار ہوا۔ یہ بات قابل تو جہ ہے کہ تمام غیر مسلم مسافر ہمارے گر دھلقہ باندھ کر کھڑے ہوگئے اور بڑے غور سے اس اسلامی فریضے کی انجام وہ ہی دیکھتے رہے۔ نماز کے اختتام پر ان میں سے بہت سے لوگ ہمارے پاس آئے اور ہمارے اس کام کی تعریف کی۔ ان میں سے ایک خاتون تھی جس کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہو کہوں سے اس کام کی تعریف کی۔ ان میں سے ایک خاتون تھی جس کے بارے میں مجھے بعد میں معلوم ہو کہوں سے آئے ور ہمارے اس کام کی تعریف کی۔ ان میں سے فرار کیے ہوئے تھی۔ وہ ہماری نماز سے بے حدمتا نڑ ہوئی اس حد تک کہ اس کے آئھوں سے آئے نبو بہدر ہے تھے اور دہ اپنے پر کنٹرول نہیں کریار ہی تھی۔ وہ ہماری نماز سے بے حدمتا نڑ ہوئی اس حد تک کہ اس کے آئھوں سے آئے نبو بہدر ہے تھے اور دہ اپنے پر کنٹرول نہیں کریار ہی تھی۔

وہ اپنی عام انگریزی زبان میں جس میں عاجزی وانکساری اور انژونفوذکے ملے جلے جذبات تھے، گفتگو کررہی تھی۔اس کی گفتگو کے کچھ الفاظ بیہ تھے: بتاؤ کہ میں دیکھوں کی تمہار اکشیش کس زبان میں باتیں کرتا تھا (اس کا خیال تھا کہ یقیناالیی نماز فقط کشیش یا کوئی عالم ہی قائم کرسکتا ہے جیسا کہ عیسائیوں کے ہاں نماز ہوتی ہے لیکن ہم نے اسے جلد ہی سمجھادیا کہ اس اسلامی پروگرام کو ہرصا حبِ ایمان مسلمان انجام دے سکتا ہے۔)

آخر میں ہم نے اس سے کہا: ہم توعر بی زبان میں بول رہے تھے۔وہ کہنے گی: میں اگر چیٹمہاری باتوں میں سے ایک لفظ بھی ہمھے نہ پائی تا ہم میں نے سارے سے دیکھا کہ تمہارے الفاظ بجیب وغریب طرز کے تھے۔اس نے بات جاری رکھتے ہوئے کہا: جس بات نے مجھے بہت زیادہ متوجہ کیاوہ پیھی، کہ تمہارے پیش نماز کے خطبے کے دوران کچھ جملے ایسے تھے جو باقی جملوں سے ممتاز تھے وہ بہت زیادہ موثر سے اور گہرے معلوم ہوتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے مجھے لوں اگدا تھا کہ تمہارا پیش نماز جب ان جملوں کو اداکر تا ہے تو وہ روح القدس سے ملا ہوتا ہے۔اس کی یہ بات بہت زیادہ اہم ہے۔

ہم نے تھوڑ اساغور وفکر کیا تو متوجہ ہوئے کہ یہ جملے آیات قر آن ہی تھیں جو میں نے خطبے کے دوران اور نماز میں پڑھی تھیں۔اس بات نے ہمیں ہلا کے رکھ دیااوراس نکتے کی طرف متوجہ کیا کہ قر آن کی مخصوص طرز اس قدر موثر ہے کہ حتی ایک ایسی خاتون جواس کے ایک لفظ کامعنیٰ نہیں مجھتی وہ بھی اس سے شدید طور پرمتاثر ہوجاتی ہے۔ 🎞

## 9\_نجاشي اورحبشه كےعيسائی علماء كاوا قعه

مسلمانوں نے پہلی ججرت عبشہ کی جانب کی تھی ، اور بیاُس وفت کی تھی کہ جب مشر کین مکہ نے مسلمانوں پر حد سے زیادہ دباؤ

🗓 تفسير في ظلال جلد م ، صفحه ٢٢٨

ڈال دیا تھااوراُ نہیں بہت زیادہ اذیت وآزار پہنچانے گئے تھے،مجبوراً اُن میں سے بہت سےلوگوں نے پیٹمبرا کرم ' کی اجازت سے حبشہ کا رُخ کیااور حبشہ کے بادشاہ نے اُنہیں اپنے ہاں پناہ دی اوروہ بہت امن وامان کے ساتھ وہاں رہنے گئے تھے۔جس کی وجہ سے اسلام حبشہ میں تدریجاً پھلنے لگا تھااور پھر مکہ میں بھی اسلام کا اثر ونفوذ زیادہ ہونے لگا۔ چونکہ اس طرح دوسرےلوگ بھی ایمان لانے اور مشرکین کے دیاؤکی صورت میں عبشہ کی طرف جانے گئے تھے۔

ابن ہشام نے اپنی مشہور تاریخ میں کھا ہے: جب قریش نے دیکھا کہ رسول اللہ سل شاہ کے ساتھی تو عبشہ میں امن وامان کی

زندگی گذار رہے ہیں تو اُضول نے اسے اپنے مستقبل کے لئے ایک خطرہ تمجھا۔ لہذا، ایک دوسر سے کے ساتھ مشورہ کرنے لگے جس کے بعد

پر طے پایا کہ دو چالاک اور فعال افراد کا امتخاب کر کے اُنہیں نجاشی کے پاس بھیجا جائے تا کہ وہ مسلمانوں کو جبشہ سے واپس لے آئیں او

روہاں اُن پر مزید دباؤ ڈالا جاسکے۔''عبید اللہ بن ابی ربعیہ' اور''عمرو بن عاص'' کو نجاشی اور اس کے لئکر کے افسروں کے لئے پچھ ہدیئے

اور تی اُنفون نے کر بھیجا گیا اور تھم دیا گیا کہ نجاشی سے بات کرنے سے پہلے اُس کے افسروں کے تحفہ وتحا اُنف اُن تک پہنچا دیئے جا نمیں ، اس

کے بعد مخصوص ہدایا کے ساتھ نجاشی کے پاس جا نمیں اور اُس سے در خواست کی جائے کہ وہ بغیر کس سوال وجواب کے اُن کو سیر دکر دے۔

گونوں نے ایسانی کیا اور پہلے سے بی نجاشی کے سید سالا روں گا ذہن اس مسئلے کے بار سے میں اس طرح بھر دیا کہ چند بے وقو ف

جوانوں کے ایک گروہ نے تمہارے ملک میں پناہ لے لی ہے ، اُنھوں نے اپنا وین وا کیس ترک کردیا ہے اور تمہارے دین میں بھی دانوں سے مور نے انھوں نے اپنا وین وا کی طرف لوٹا دیں ، انھوں نے منصب داروں سے بہیں تھیا ہے جا کہ ہم ان کے شرکواس ملک سے کم کردیں اور آنہیں ان کی قوم کی طرف لوٹا دیں ، انھوں نے منصرہ کر سے منصورہ کر سے تو وہ اس نظر ہے کی تا ئیکر کریں گے کہ مسلمانوں کے بات کرنے سے کہلے وہ آنہیں ہمارے بیدوعدہ لیا کہ جس وقت نجاشی اُن سے مشورہ کر سے تو وہ اس نظر ہے کی تا ئیکر کریں گے کہ مسلمانوں کے بات کرنے سے کہلے وہ آنہیں ہمارے بیدوعدہ لیا کہ جس وقت نجاشی اُن سے مشورہ کر سے تو وہ اس نظر ہے کی تا ئیکر کریں گے کہ مسلمانوں کے بات کرنے سے کہلے وہ آنہیں ہمارے بیدوعدہ لیا کہ جس وقت نجاشی اُن کے شورہ کر سے تو وہ اس نظر ہے کی تا ئیکر کریں گے کہ مسلمانوں کے بات کرنے سے کہلے وہ آئیس ہمارے بیدوعدہ لیا کہ جس وقت نجاشی اُن سے مشورہ کی تو دو اس نظر ہے کی تا ئیکر کریں گے کہ مسلمانوں کے بات کرنے سے کہلے وہ آئیس ہمارے کی وہ بیکر کے بات کرنے سے کہلے کی تا کہ کی کے کہ کیا کہ کی تو تو انہوں کے کہ کی کیکر کی سے کہ کہ کی کیکر کیا کہ کی کی کے کہ کی کور کیا کہ کی کو کی کی کی کر کیا کہ کی کیا کہ کی کی کیکر کیا کہ کور کی کور کیا کہ کی کور کی کور کیا کو کور کی کی کور کیا کو کی کور

قبول کر لی۔اس کے بعداُن دونوں نے نجاشی کے دربار میں باریا بی حاصل کی اوروہی پُرفریب باتیں اُس سے بھی کہیں۔

خجاشی کے سپہ سالا روں نے بھی ان کی تائید وتصدیق کر دی اور کہا: یہ سے کہتے ہیں، یہ اپنے لوگوں کوہم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ نجاشی سخت غضبنا ک ہو گیا اور کہنے لگا: ممکن نہیں ہے کہ ایسا گروہ جس نے میری پناہ لی ہے اور انھوں نے میرے ملک کواس کے امن وامان کی وجہ سے دوسر ملکوں ترجیح دی ہے، اُنہیں دشمنوں کے سپر دکر دول،اگر واقعاً معاملہ اسی طرح ہوا جیسے بید دونوں کہتے ہیں تو پھر میں انہیں ان دوافراد کے حوالے کر دونگا اور انہیں اپنے ملک سے نکال دونگا۔ ور نہ میری پناہ میں خیر وخو بی کے ساتھ زندگی بسر کریں۔اُس نے مسلمانوں کو دعوت دینے کا حکم دیا، نجاشی نے عیسائی علاء اور بزرگوں کو بھی عیسائی کتابوں کے ہمراہ اس مجلس میں نبلالیا۔اس عظیم مجلس میں انہوں کے ہمراہ اس مجلس میں نبلالیا۔اس عظیم مجلس میں انہوں سے بوچھا:

سپر دکر دے اوراُس سے بیکہیں گے کہان کی قوم ان کے حالات سے زیادہ بہتر طوریرآ گاہ ہے۔ نجاشی کے شکر کے سیہ سالا روں نے بیرائے

یہ کونسادین ہے کہتم اپنی قوم سے بھی الگ ہو گئے ہواور ہمارے دین میں بھی داخل نہیں ہو؟ جناب جعفر بن ابی طالبؓ نے سلسلہ کلام شروع کیا اور کہا:اے بادشاہ! ہم ایک ایسا گروہ تھے جوجا ہلیت میں زندگی گذارر ہے تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے، مردار کھاتے تھے،فخش کام کرتے تھے،قطع رخم کرتے ، ہمسایوں کے ساتھ بُراسلوک کرتے ، طاقتور ، کمزوروں کا مال کھا جاتے تھے، یہاں تک کہ خدانے ایک پیغیبر ہمارے درمیان مبعوث فرمایا کہ جس کا حسب ونسب ہم اچھی طرح جانتے تھے،اس کی صداقت ،امانت اور عفت ہے آگاہ تھے۔

اُس نے ہمیں تو حیداور یکتائی کی طرف دعوت دی اور ہم سے چاہا کہ ہم خدا کے ساتھ کسی کوشریک قرار نہ دیں ، بتوں کی پرستش سے ہاتھ ھینچ لیں جو ہمارے اجداد کا ندہب تھا، اُس نے ہمیں سچ بولنے ، امانت ادا کرنے ،صلہ رخم کرنے اچھا ہمسا یہ بننے ،حرام کا موں سے بچنے اورخون خرابہ نہ کرنے کا حکم دیا، اُس نے ہمیں فخش کا موں ، جھوٹ اور مال یتیم کھانے سے منع کیا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم نماز پڑھیں اور روز ہ رکھیں ۔۔۔ (اسی طرح تمام احکام اسلام ذکر کئے ) ہم بھی اُس پرایمان لے آئے اور اس کی تصدیق کی ، اُس نے جو پچھ ہم پرحرام کیا ، اُسے حرام جانا اور جس چیز کو حلال قرار دیا اسے حلال سمجھا۔

اسی لئے ہماری قوم اور قبیلے نے ہم پر تجاوز کرنا جائز سمجھا اور ہمیں سخت اذیتیں دیں اور آزار پہنچایا تا کہ ہمیں بتوں کی پرستش کی طرف پلٹا دیں۔ جب وہ ہمارے اوپر مسلط ہو گئے اور ہمارے اوپر ظلم وستم ڈھانے شروع کئے اور ہمارے دینی فرائض کے درمیان حاکل ہونا شروع ہوئے تو ہم نے آپ کی سرزمین کی طرف ہجرت کی اور تمام حکمرانوں میں سے آپ کا انتخاب کیا اور ہمیں اُمید ہے کہ آپ کی بناہ میں ہم پرظلم وستم نہیں ہوگا' 'نجاشی نے اُنہیں کہا: کیا اس شخص کی آسانی کتاب کی کوئی چیز تمہارے پاس ہے؟ جعفر نے کہا جی بال انجاشی نے کہا مجھے سناؤ۔ جناب جعفر نے سور ہمریم کی ابتدائی آبات کی تلاوت کی:

#### «كَهٰيعَصَ ذِكُرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكْرِيّاً..»

یہ آیات ایک خاص فصاحت و بلاغت کے ساتھ حفڑت مریم کے واقعے اور حضرت عیبی' - کی ولادت جونجا ثی اور اہل حبشہ کے لئے دلچیپ تھا، کو بہت خوبصورت انداز میں پیش کر رہی تھیں، اس نے نجا شی کے دل پر بہت زیادہ اثر کیا اور وہ گریہ کرنے لگا یہاں تک کے اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئ عیسائی پادری اور علاء بھی اس قدر رونے گئے کہ اُن کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی آسانی کتا ہیں بھی اُنکی آتھوں کے آنسوؤں سے تر ہو گئ عیسائی پادری اور علاء بھی اس قدر رونے گئے کہ اُن کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی آسانی کتا ہیں بھی اُنکی آتھوں کے آنسوؤں سے تر ہو گئیں نے جاخرین کی جانب مخاطب ہو کر کہا: خدا کی قسم! بیوبی چیز ہے جو حضرت عیبی اس کے بعد نجاشی نے (قریش کے بھیجے ہوئے) دونوں نمائندوں سے کہا:''خدا کی قسم اُنہیں ہر گز تم ہوئی ہے، یہ دونوں ایک ہی نور سے کہا:''خدا کی قسم اُنہیں ہر گز تم ہوئی ہے، یہ دونوں ایک اور کے بعد شکست خوردہ ناکام اور اُن پر سر ما یہ کاری کے بعد شکست خوردہ ناکام اور اُن سے رہیں کرونگا' نے۔ اُن

# • ا فیرمسلم دانشوروں کے لئے قر آن کی کشش

قر آن کی جاذبیت اور کشش فقط عربوں اور گذشتہ ز مانوں میں منحصر نہیں تھی ، بلکہ ہمارے اپنے زمانے میں حتیٰ اُن لوگوں کے

کئے بھی کہ جوعر بی ادب کے رموز سے ذرا بھی اطلاع نہیں رکھتے ،اس کی کشش عجیب وغریب اورغیر معمولی حیثیت رکھتی ہے،اس کئے بعض مغربی دانشوروں نے بےساختہ طور پرقر آن کی مدح وستایش میں اپنی زبان کھولی ہے اور پچھالیسے تھا کُق کااعتراف کیا ہے کہ جو ہمارے کئے بہت ہی دلچسپ ہے۔

منجملہ ڈاکٹرمسزلوراواکیساگلیری ہیں: بیناٹل یو نیورٹی کی پروفیسر ہیں، اپنی مشہور کتاب''اسلام کی تیز رفتارتر تی'' میں لکھتی ہیں:''اسلام کی آسانی کتاب،اعجاز کاایک نمونہ ہے،قر آن ایک ایسی کتاب ہے جس کی تقلید نہیں کی جاسکتی، کس طرح ممکن ہے کہ بیہ اعجاز آمیز کتاب،خودمحر گی خودساختہ ہو، جب کہوہ ایک ایسا عرب تھا، جس نے تعلیم حاصل نہیں کی بہمیں اس کتاب میں علوم کےخزیئے اور ذخیر نے نظر آتے ہیں جونہایت ہوش مندا شخاص، بزرگ ترین فلاسفہ اور قوئی ترین سیاست دان اور قانون دان لوگوں کی استعداد اور ذہنی سطے سے بلند ہیں'' ۱۱

'' کارلاکل'' مشہور انگریز دانشور قرآن کے بارے میں یوں کہتا ہے:''اگر اس مقدس کتا ب پرایک نظر ڈالیس تو برجستہ حقائق اور وجود کے اسرار وخصائص نے اس کے جو ہر دار مضامین میں ایسے پرورش پائی ہے جس سے قرآن کی عظمت وحقیقت وضاحت سے نمایاں ہوتی ہے یہ خودایک الیی خو بی ہے جوصرف قرآن سے مخصوص ہے اور کسی دوسری علمی ، سیاسی اوراقتصادی کتاب میں نہیں دیکھی جاسکتی۔ یقینا بعض کتا ہیں ایسی ہیں جن کا مطالعہ ذ ہن انسانی پر گہرے اثر ات مرتب کرتا ہے کیکن ان کا قرآن سے کبھی مواز نہ نہیں کیا جاسکتا''

''جان ڈیون پورٹ'؛ کتاب''عذر تقصیر بہیش گاہ محمدی وقر آن' میں لکھتا ہے:''قر آن نقائص سے اس قدر مبرا ومنزہ ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی تھیچے اور اصلاح کا بھی محتاج نہیں۔اس کے بعد مزید لکھتا ہے: خدا سے بے خبر پادر یوں نے سالہا سال تک ہمیں قر آن مقدس اور اس کے لانے والے (حضرت) محمد کی عظمت کے حقائق کو سمجھنے سے دور رکھا ہے، مگر علم ودانش کی شاہراہ پر جتنا ہم نے قدم آگے بڑھا یا جہالت و تعصب کے ناروا پر دے بٹتے گئے اور بہت جلداس کتاب نے جس کی تعریف و توصیف نہیں ہوسکتی دنیا کواپنی طرف تھیجے لیا ہے اور اس نے دنیا کے علم ودانش پر گہرا اثر کیا ہے اور آخر کارید کتاب دنیا بھر کے لوگوں کے افکار کا محور قراریائے گی''۔ آ

'' '' گوئے'':''ہم ابتدا میں قر آن سے روگر دان تھے، کیکن زیادہ وقت نہیں گز را کہاس کتاب نے ہماری توجہا پنی طرف تھنچی لی اور ہمیں جیران کردیا یہاں تک کہاس کے اصول اورعظیم علمی قوانین کے سامنے ہم نے سرتسلیم خم کردیا''!

''زول لا بوم'': ایک فرانسیسی مفکر ، اپنی کتاب''تفصیل الآیات''میں کہتا ہے:''دنیا نےعلم و دانش مسلمانوں سے لی ہے اور مسلمانوں نے بیعلوم اس قر آن سے لئے ہیں جوعلم ومعرفت کاسمندر ہے اوراس سے عالم بشریت کے لئے کئی دریا جاری ہوئے ہیں''<sup>™</sup>

<sup>🗓</sup> كتاب "بيش رفت سرليح اسلام" ترجمه مرحوم سعيدى ، صفحه ٩٠ م ( تھوڑى ي تلخيص كے ساتھ)

<sup>🗈</sup> غدرتقصیر به پیش گاه محمد وقر آن، فارسی ترجمه ( صفحه ۱۱۱ )

<sup>🗖</sup> المعجز والخالدة

''دینورٹ'':ایک اورمشتشرق،لکھتاہے:''ضروری ہے کہ ہم اعتراف کرلیں کہ علوم طبیعی فلکی اور فلسفہ وریاضیات جو پورپ میں رائج ہیں زیادہ ترقرآن کی تعلیمات کی برکت سے ہیں اور ہم مسلمانوں کے مقروض ہیں بلکہاں لحاظ سے پورپ ایک اسلامی شہرہے'' مشہور مستشرق''نولد کی'' کہتا ہے: قرآن ہمیشہ اُن لوگوں کے دلوں پر مسلط ہوجا تا ہے اور اُنہیں اپنے ساتھ منسلک کرلیتا ہے کہ جو دُور سے اس کی مخالفت کرتے رہے ہیں' آ

# ۲۔جنہوں نے قرآن سے مقابلے کی کوشش کی

حبیبا کہ ہم نے کہا ہے مجڑہ ووہ ہے جودوسرول کو مقابلے کی دعوت دے اور سب اُس کے سامنے عاجز ہوجا ئیں۔ کیونکہ قرآن نے تمام دنیا والوں کو مقابلے کی دعوت دی ہے، اب بیسوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ پوری تاریخ میں قرآن کی مثل نہیں لائی جاسکی؟!اس سوال کا جواب واضح ہے، چونکہ بیکو گی معمولی مسئلہ نہیں ہے کہ تاریخ اُسے فراموش کر دے، بیا یک عظیم مذہب کی سرنوشت اور اس کے اُن رقیبوں کی سرنوشت کا مسئلہ ہے کہ جود نیا کے طاقتور ترین لوگ ہیں اور جنہوں نے اسلام کے ساتھ مقابلہ اور معارضہ کرنے پر سالا نہا یک کثیر سرمایی ترج کیا ہے اور کر رہے ہیں۔

اگراییا کوئی واقعہ رونما ہوتا تو پوری دنیامیں ہر جگہا س کاڈھنڈورا پیٹا جا تااوراس ( کامیابی ) پرنعرے بلند کئے جاتے اوراس کے لئے بہت زیادہ پروپیگنڈہ مہم چلائی جاتی ۔ بنابریں ایک مشہور ضرب المثل' ک<mark>ئو کا</mark>ن کبائی''؛ یعنی:ا'' گرایی کوئی بات ہوتی تو چپی نہ رہتی''کے مصداق اس سلسلے میں ہرقتم کامقابلہ اور معارضہ آشکار ہوجانا چاہیے تھا۔

اسی لیے بعض ایسے افراد پریہ الزام لگایا جاتا ہے جوخود قرآن سے مقابلے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ انہوں نے قرآن کا مقابلہ کیااور یوں اس مسلے کے بارے میں بھر پور پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بہر حال (قرآن ) کے مخالفین کواس مسلے پر بہت زیادہ اصرار رہتا ہے جس کی وجہ سے وہ ہر ممکنہ و سلے سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔تاری میں جس کانام اس حوالے سے ثبت ہوا ہے وہ فقط'' مسلمہ''نامی شخص ہے کہ جو'' کذاب'' کے نام سے مشہور ہے اور زمانہ پیغیر میں (مشرقی حجاز کے نواح میں ) سرزمین میامہ سے اُٹھا ہے۔

اُس کااصلی نام''مسیلمہ بن حبیب' تھا،اس نے حضرت پیغیبر کے آخری سالوں (دسویں ہجری) میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔وہ ہر چیز میں رسول اللہ سلانٹھا آپیلم کی نقل کرنے کی کوشش کرتا تھا، اُس کا دعویٰ تھا کہ''رحمٰن' نامی ایک فرشتہ اُس پر نازل ہوتا ہے اور قرآن جیسی آیات اُس پر لاتا ہے۔ کہتے ہیں: اُس نے پیغیبراسلام 'سے درخواست کی کہوہ اُسے بھی نبوت میں شریک کرلیں اور وصیت کریں کہ آپ گی رحلت کے بعدوہ آپ کا جانشین ہوجائے،اس طرح وہ آپ کی مخالفت چھوڑ دیےگا۔

المعجز والخالدة

<sup>🗓</sup> مٰدکورہ بالا کلام کتاب' ابعادز گانی اسوہ بشریت' ناشر، انتشارات رسول اکرم کے صفحہ ۹ ۱۲ سے نقل کیا گیاہے۔

قرائن سے پتا چلتا ہے کہ مسلمہ کے پیچے'' قبا کل تعصب'' کارفر ماتھا، جواس کی اس سلسلے میں تائید کرر ہاتھا، بمامہ کے لوگ بھی پیغیبراسلام سل ٹاٹیا آپیم کے مقام نبوت کے سائے میں قریش اور مکہ و مدینہ کے لوگوں کو جوسیادت و برتری مل گئی تھی ، اُسے اس طریقے سے ختم کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ ایک ایسے مہم جو، جاہ طلب اور مادہ پرست شخص کی تلاش میں تھے اور اُنہیں بیصفات مسلمہ میں نظر آگئ تھیں لیکن قرآن کے ساتھ مقا بلے کے عنوان سے اس سے جو بائیں نقل ہوئی ہیں ، اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک بے عقل انسان تھا ، اور اپنی باتوں میں اعلیٰ مضمون کے بارے میں سوچنے کے بجائے فقط کلمات میں ''سیح '' کی تلاش میں رہتا تھا۔ منجملہ اُس سے جو مضحکہ خیز عبارات نقل ہوئی ہیں اور بالفاظ دیگرائس نے قرآن کی جونقل کرنے کی کوشش کی ہے ، وہ کچھاس طرح ہے :

" وَالْ الْمُبَيِّدُ اتِ بَلُواً وَالْحَاصِلَات حَصْلاً وَالنَّادِياتِ فَمُعاً وَالطَاحِنَاتِ طَحْنًا، وَاللَّ فَمَاتِ فَمُعاً وَالْحَالِ الْحَالِ الْحَالَ الْحَلَى الْحَلَى الْحَلَى الْحَلَى اللَّحَ الول كَلَ الوسَم عَلَى اللَّ اللَّهُ اللَّهُ وَالول كَلَ الوسَم عَلَى اللَّهُ عَلَى الوسَم عَلَى الوسَم عَلَى اللَّهُ وَالول كَلَ اللَّهُ عَلَى الْمُعَلَى الْمُعْلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى الللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى الللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللْهُ عَلَى الْمُعْلِقَ عَلَى اللْهُ عَلَى اللْهُ عَلَى اللَّهُ عَلَى اللَّهُ ع

''ان فراٹے بھرتے ہوئے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم، اوران کی قسم جوآگ کی چنگاریاں نکالتے ہیں اور صبح ہوتے ہی ڈنمن پر ملغار کردیتے ہیں پھراس سے ہرطرف گردوغبار چھاجا تا ہے، بیشک انسان اپنے پروردگار کی نعمتوں کے سامنے ناشکرااور بخیل ہے''اوراُن سے خوش بختی کے راستے میں استفادہ کے بجائے، اُن سے اپنی بدبختی کے اسباب فراہم کرتاہے''

آپخود دیکھ سکتے ہیں،ان دونوں (کلاموں) کے درمیان کس قدر فرق ہے! ایک دوسری عبارت اس سے نقل کرتے ہیں جو اس کے بقول اُس نے بیآیات اپنے اوپر نازل کی ہیں!:

؞ؗؽاۻڡؙٚڔٷؙۑ۪ڹؙؾۻڡؙؗڽۘۘۼؽؙڹ؞ڬ۠ڦؠڶڗؽؘڦؠڹٵعلاكؚڣۣالُهَاءواسفلؖڮؚڣۣالطِيُنِلاالِهَاء تُكِّدرِيْنَ وَلا الشَارِبَ تَمُنَعِيْنَ ۥ ـ لینی: ''ای مینڈک! مینڈک کی بیٹی! جتنا چاہتی ہے آواز نکال تیرااو پر والا آ دھا حصہ پانی میں ہے اور نیجے
والا آ دھا کیچڑ میں ہے تو نہ پانی کو گدلا کرتی ہے اور نہ کسی کو پینے سے روکتی ہے ۔' ﷺ
اس کے علاوہ اس سے جتی بھی باتیں اور آیا ۔ نقل ہوئی ہیں، اسی طرح کی ہیں بلکہ بعض تو اس سے بھی بدتر اور گھٹیا کہ جن کو ذکر نہ
کرنا ہی بہتر ہے ۔ اس سے جوعبارات نقل ہوئی ہیں، ان سے بخو بی معلوم ہوتا کہ وہ فقط عبارات کی شبخ (خوبصورتی) کو اہمیت دیتا تھا، اور
عبارت کے شبخ ہونے کو کافی سمجھتا تھا، جیسا کہ ہمارے زمانے میں بچول کے لئے اشعار لکھے جاتے ہیں، جن میں معمولی بیہودہ اور بعض ا
وقات بے معنیٰ الفاظ کسی شعر میں ڈھال دیئے جاتے ہیں اور فقط اُن کے قافیہ پر اکتفا کیا جاتا ہے ۔مئور خین نے لکھا ہے کہ اُس کے زمانے
میں'' سُجاح'' (بروزن تباہ!) نامی ایک عورت بھی تھی جو جھوٹ ہولئے میں ضرب المثل تھی، اور عربوں کا مقولہ تھا: فَد لا ہُ اَکُنَ ہُ مِنْ

وہ قبیلہ بنتمیم سے تھی اوراُس نے بھی نبوت اور نزول وتی کا دعویٰ کیا ہوا تھا۔ پچھلوگ اس کی پیروی کررہے تھے اور وہ بھی ''مسلمہ'' کی مانندمسجع الفاظ جوڑتی رہتی تھی۔ کہتے ہیں،ان دونوں کے پیرو کارایک دوسرے کے نزدیک رہتے تھے ایک موقع پروہ ایک دوسرے سے جنگ پر تیار ہوگئے،اس وقت مسلمہ نے مکروفریب سے کام لیتے ہوئے سجاح کے ساتھ تنہائی میں بات چیت کی اوراُس سے کہا:اگرتم چاہوتو میں تم سے شادی کر لیتا ہوں۔

' اس طرح 'تیرے اور میرے قبیلے والے ایک دوسرے کے قریب ہوجا نمیں گے، اور ہم عربوں کو کھالیں گے! وہ اس تجویز پر راضی ہو گئی اور وہ تین دن تک اس کے پاس رہی اور جب واپس لو ٹی تو اُس کے قبیلہ والوں نے کہا: اس شادی میں مہر کیا تھا؟ وہ مسلمہ کے پاس آئی اور مہر کا مطالبہ کرنی گئی،مسلمہ نے کسی شخص سے کہا کہ وہ دونوں قبیلوں میں جاکر بیاعلان کرے کہ سجاح کا مہر، دین محمد میں واجب ہونے والی صبح وشام کی نماز وں کا بخشا جانا ہے۔ جب مسلمہ پنیمبراسلام ساٹھ آئیا تیج کے بعد جنگ بمامہ میں حضرت عمزہ گئے قاتل وحشی کے ہاتھوں مارا گیا تو اس عورت نے اسلام قبول کرلیا۔ آ

اور یہ دونوں جموٹ بولنے میں اس قدر مشہور سے کہ ایک شاعر نے اُن کے بارے میں کہا:

و الّف سَجاٰح و و الألها مسَیْلَمَةٌ

کُنْ اَبَةٌ مِنْ بَنِی اللَّهُ نَیا و کَنَّ البَّ عَلَیْ اور وہ سجاح کو، دنیا کی اولا دمیں سے ایک جموٹی عورت ایک جموٹے مرد کے ساتھ مل گئی ہے''! ﷺ

<sup>🗓</sup> سفینة البجا، ماده سلم (مختصرفرق کے ساتھ) تاریں ابن اثیر جلد ۲، صفحه ۲۲ سراعجاز القرآن رافعی (ترجمه ) ۱۲۸ ـ

<sup>🗓</sup> دائرة المعارف قرن بيستم ،فريدوجدي طبق نقل تنزيدالتزيل مرحوم شهرستاني صفحه ٢١١،

<sup>🖺</sup> دايرة المعارف دهخد اماده سجاح

۲۔"اسود عسنی "اُن اشخاص میں تھا کہ جو پیغیبر اسلام سل ٹھائیا پہم کے آخری دور میں قر آن کے ساتھ مقابلے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔اس کے خیال میں بھی قر آن کے ساتھ معارضے کے لئے سبجع عبارات ایک دوسرے کے ساتھ جوڑلینا کافی ہے خواہ اُن کا کوئی معنیا ومفہوم ہو یا نہ ہو۔"اسود عُسنی" قبیلہ بنی مذرجے سے تھا اور اُس نے ججۃ الوداع کے ایام (پیغیبر اسلام سل ٹھائیا پہم کی حیات مبار کہ کے آخری ا یام) میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اور اس کے دعویٰ نبوت کا زمانہ چار مہینوں سے زیادہ نہیں تھا،اُس نے" بحرین"،" نجران" اور" بمن" کے پچھ جھے اور" خلی فارس" کے ساحلی علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا،کین آخر کا ریمن میں اپنی بیوی کی مدد سے" فیروز" نامی ایک ایرانی کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے قبل کی خوشنجری، رسول خدا سل ٹھائی ہے کی حیات میں ہی مدینہ تک پہنچ گئی تھی۔ 🗓

کہاجا تا ہےوہ ایسےعلاقوں میں رہتا تھا جن میں فکری انحطاط اورا خلاقی پستی کی وجہ سے چنداوباش قسم کےلوگوں نے اس کی پیروی شروع کر دی تھی، وہ قر آن کے ساتھ معارضہ کرنے کے لئے فقط سبح کلمات سے استفادہ کرتا تھا حبیبا کہ مسلمہ سےنقل کیا گیا ہے، لیکن اس کے پیروکار بہت جلداس کے فاسدعقیدہ کو سمجھ گئے اوراس کی پیروی سے ہاتھ تھیجے لیا۔

س۔ پیغمبراسلام سلنٹاآلیا کے بعد بھی کچھافراد سے قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی نسبت دی گئی ہے اگر چہاُن کے ساتھ بہ نسبت تاریخی لحاظ ہے مسلّم نہیں ہے۔ شاید بعض عرب ادباء سے کچھٹے عبارات کودیکھ کربعض نا آگاہ لوگوں نے اُن کے ساتھ اس طرح کی نسبت دی ہے۔ یا کچھ چالاک دشمنوں نے اس طرح کے احتمالات کے ذریعے غلط فائدہ حاصل کرنے کی سعی کی ہے۔ منجملہ دوسری ہجری صدی کے مشہور لکھاریوں اورادیوں میں سے ایک' عبداللہ بن مقفع'' ہے۔

یہ امام جعفر صادق "کے زمانے میں گذراہے، کہتے ہیں وہ پہلے عیسائی تھا، بعد میں اسلام لے آیا تھا، اُسے فارسی زبان پر تسلط حاصل تھا جس کی وجہ سے اُس نے بعض فارسی کتا بیں عربی میں ترجمہ کی تھیں جن میں سے ایک مشہور کتاب'' کلیلہ ودمنہ' ہے۔اس نے اس کتاب پر جومقدمہ لکھا ہے، اُس میں وہ صراحت کے ساتھ اسلام کا ظہار کرتا ہے، لیکن کہتے ہیں: بعض اوقات اس سے پچھ بُرے کلمات بھی سُنے گئے ہیں، آخر کارا نہی کلمات کی وجہ سے وہ بھرہ کے حکمران''سفیان بن معاویہ تھائی'' کے ہاتھوں قبل ہوا ہے کہ بظاہر وہ اس کے ساتھ کچھا ختلا فات رکھتا تھا، اور کہا جا تا ہے کہ جب سفیان اُسے آگ کے تئور میں پھینکنا چاہتا تھا، تو اُس نے اس سے کہا: میں مجھے تل کرر ہا ہوں، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے کہا: میں مجھے تل کرر ہا ہوں، اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے کیوئلہ تو ایک زند لق ہے اور لوگوں کے عقائد خراب کرر ہاہے!

بہرحال اس کے عقائد ہمارے اوپر پوری طرح واضح نہیں ہیں، کیکن جو چیزمسلّم ہے وہ یہ کہ اُس نے قر آن کے ساتھ مقابلے کا وعولیٰ نہیں کیا تھا، کیکن بعض کا کہنا ہے: اس نے اسی مقصد کے لئے کتاب السد قالمیہ تیں تصنیف کی تھی۔ یہ کتاب ابھی موجود ہے اور کئی مرتبطِع ہو چکی ہے اس کتاب میں اس بات کا چھوٹے سے چھوٹا بھی اشارہ نہیں کہ بیقر آن کے مقابلہ میں کسھی گئی ہے اسکے باوجود ہم نہیں جانتے کہ اس کی طرف بینسبت کیوں دی گئی ہے۔ بہر حال اس کے قر آن کے ساتھ مقابلہ کرنے کے متعلق کوئی تاریخی سندموجود نہیں ہے اور مذکورہ کتاب اگر چیاد بی انداز میں کسی گئی ہے، لیکن اس میں قر آن کے ساتھ معارضہ کرنے والی کوئی چیز نہیں ملتی۔

<sup>🗓</sup> دايرة المعارف بستاني، بنابرُ نقل تنزيه التنزيل مرحوم شهرستاني، صفحه ١٨١،

۷-''ابوالعلای معری'':اس کا نام بھی اس امر میں داخل ہے کہ جس کے ساتھ اس قسم کی نسبت دی گئی ہے، وہ پانچویں صدی ہجری کے مشہورشعراءاورلکھاریوں میں سے تھا، وہ ایک ملحدانسان تھا اوراس سے بہت ہی فاسد با تیں نقل ہوئی ہیں، حتی کہاس کی حالت ''عبداللّٰہ بن مقفع'' کے ساتھ مواز نے کے قابل بھی نہیں ہے، کیکن اس کے باوجود ہمیں کوئی الیی تاریخی سندنہیں ملتی جس سے پتا چلتا ہو کہ وہ قرآن کے ساتھ مقابلے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بظاہراس کے ساتھ اس قسم کی نسبت ،اُس کے الحاد اور بے دین ہونے کی وجہ سے دی گئی ہے اور پھر وہ ایک ادیب ، لکھاری اور شاعر بھی تھا۔

حتیٰ اُس نے کتاب''التاج'' میں''ابن راوندی'' کی متبیع پردازیوں کا بھی مذاق اُڑایا ہے، اور''التاج'' کے جواب میں ''الغفر ان' نامی ایک کتا بچیکھا ہے، اس میں وہ بہت صراحت کے ساتھ کہتا ہے: ابن راوندی کی قافیہ پردازیاں اور سبیع کا ہنوں کی عبارتوں جیسی ہیں کہ جو کہتے تھے:اُقّے، وَتُقَّے وَ جَوْرَبٍ وَخُفَّے ِ۔اس طرح وہ بھی اس ملتے کی طرف متوجہ کرا تا ہے کہ بے معنی مبیع عبارات جوڑناکسی قشم کی اہمیت نہیں رکھتا۔

قابل توجہ نکتہ ہیہے کہ وہ اسی''الم خفر ان''نامی کتا بچے میں'' قرآن' کے بارے میں ایک بہت ہی دلچسپ بات لکھتا ہے کہ جس میں قرآن اور اس کے مضامین کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے (اگر چیدوہ اسے آسانی و تی نہیں جانتا ) پھر بھی صراحت کے ساتھ کہتا ہے:'' جب قرآن کی ایک آیت کسی دوسرے کلام کے درمیان رکھی جائے تو وہ تاریک رات میں جپکنے والے روثن ستارے کی طرح چمکتی ہوئی نظر آتی ہے''!

۵۔''احمد بن حسین کوفی: بیشاعرتھااور''متنبی'' کے نام سے مشہورتھا جیسا کہا سکے لقب سے ظاہر ہوتا ہے کہاں نے نبوت کا دعوی اکیا تھا۔ وہ چوتھی صدی ہجری کے ادبیوں میں سے تھااور شاعری کا بہت عمدہ ذوق رکھتا تھا، پہلے پہل اس نے اسلام قبول کرلیا تھا، لکین کہا جاتا ہے: بعد میں اس نے دعویٰ نبوت کیا،اور دلچسپ بیر کہاس نے بیدوی سترہ سال کی عمر میں کیا تھا۔ کتاب''ا رافعی کے حواثی میں آیا ہے کہ وہ من میں مدی نبوت ہو گیا تھا، پچھ''بنی کلب''اس کے پیروکار ہو گئے تھے،''جمص'' کے حکمران نے اُسے جیل میں بند کر دیا تھا۔

جس کے بعدا سکے پیروکار متفرق ہو گئے،اس کے بعداس نے توبہ کر لی اور آزاد ہو گیا کیکن بعد میں اس بات سے بالکل منکر ہو گیا۔وہ کچھ عرصے تک''سیف الدولہ'' کا مقرب رہااور جب بھی اس کی محفل میں دعویٰ نبوت کی بات چھڑتی تواس کاا زکار کر دیتا تھا۔ آخر کار''عضدالدولہ دیلمی'' کے ساتھیوں کے ساتھ اختلاف کی وجہ سے سم میں بھے میں'' فاتک بن ابی جہل'' کے ہاتھوں قتل ہوگیا۔ 🎞

۲۔ایک دوسرا شخص جو قرآن کے ساتھ مقابلہ کرنے کی سوچ رہا تھا''احمد بن سحی'' کمشہو ر''ابن راوندی'' ہے۔جومعتز لہ کے متکلمین میں سے تھا۔وہ ہمیشہ اسلام کے مخالف ملحدین کے ساتھ رہتا تھا اور جب اسے اس وجہ سے ملامت کی جاتی تو کہتا: میں اُن کے عقائد سے آگاہ ہونا چاہتا ہوں ، کہتے ہیں: اُس کا باب یہودی تھا جس نے اسلام قبول کرلیا تھا۔لہذا بعض یہودی،بعض مسلمانوں سے کہتے تھے:

<sup>🗓</sup> اعجاز القرآن رافعی (ترجمه )صفحه ۱۳۷

ابن راوندی آپلوگوں کی کتاب کوتباہ کردے گاجس طرح اس کے باپ نے یہودیوں کی کتاب کوتباہ کیا ہے۔

بعض نے کھا ہے کہ وہ کسی ایک مذہب پر قائم نہیں رہتا تھا،اس نے یہودیوں کے لئے اسلام کے ردمیں''البصیرہ'' نامی کتاب چارسو درہم میں کھی،اُسے مکمل کرنے کے بعداُس کا جواب لکھنے پرآگیا اورایک سو درہم لیکراس کام سے ہاتھ تھنچ لیا۔ کہتے ہیں:اُس نے قرآن کے ساتھ معارضہ کرنے کے لئے''التاج''نام کی ایک کتاب کھی،لیکن ابھی تک اس کتاب کا کوئی نمونہ نہیں مل سکا۔اوریہ وہی کتاب ہے کہ جس کے بارے میں ابوالعلاء معری نے کہا ہے:

"أَمَّا النَّاجُهُ فَلَيْسَ نَعُلاً! وَهَلُ تَاجُهُ اللَّ كَمِهَا قَالَتِ الكَهَنَةُ: أُفِّ، وَتُفِّ وَجُوْرَ بٍ وَخُفِّ بٍ"
"اس نے جو كتاب تاح لكسى ہے، ايك جوتے جتنى قيمت بھى نہيں ركھى، كيا ابن راوندى كى قافيہ پردازياں اور شبح عبارتيں كا ہنوں كى باتوں كے سوا كچھاور ہيں جو كہتے ہيں: اُف وتف وجورب اور خف'؟ \_ []
خف'؟ \_ []

جو پچھذ کر ہواہے،اس سے بخو بی معلوم ہوتاہے کہ کئی نے بھی قر آن کی طرف سے مقابلے کے چیننے کا مثبت جواب نہیں دیا ہے۔ حالانکہاس دعویٰ کو بہت زیادہ نقل کیا گیاہے، یعنی ؛ایام جاہلیت کے مشرک عربوں کے زمانے سے لیکرآج تک جب کہ جدیدا شکباری نظام، اسلام وقر آن کوختم کرنے کے لئے بڑاسے بڑا سر مابیدلگارہے ہیں جواگر عرب وغیر عرب ادیبوں کوقر آن جیسی کوئی چیز لانے پر جمع کر سکتے تو یقینا اس سے در لیخ نہ کرتے۔

اور ہم دیکھتے ہیں کہ پوری تاریخ میں مسیلمہ وسجاح جیسے رسوااور ذلیل افراد کے سواکسی اور نے اس میدان میں قدم نہیں رکھا،اس سے اچھی طرح واضح ہوجا تا ہے کہ بیدکا م کسی کے لئے بھی ممکن نہیں تھا،ور نہ بیا اسلام وقر آن کے سخت ترین دشمنوں کے لئے بہترین ذریعہ بن سکتا تھااوراس کے بارے میں بہت زیادہ پر و پیگنڈہ کیا جاتا،لیکن یہی وہ چیز ہے کہ جس کوقر آن کے مقابلے میں عجز ونا توانی کہا جاتا ہے۔

# اعجازقر آن کے مختلف پہلو

### اشاره:

بعض لوگوں کا خیال ہے قر آن کا اعجاز فقط فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے ہے، یعنی ؛ الفاظ کا خوبصورت اور رسا ہونا ہے حالا نکہ آج کے حققین اور علماء کی اکثریت اس بات کو درست نہیں بھھتی اور قر آن کے اعجازی پہلو بہت زیادہ اور متنوع ہیں جی ممکن ہے وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ اعجاز قر آن کے کچھاور پہلو بھی سامنے آجائیں کہ جو پہلے ہمارے لئے واضح نہیں تھے۔ فی الحال، اعجاز قر آن کے سلسلے میں درج ذیل پہلوؤں کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ جن کے بارے میں شواہد خود قر آن میں موجود ہیں :

ا۔فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے قرآن کا اعجاز۔ یعنی؛ ظاہری خوبصورتی ،عمیق باطن اوربیان کی متانت وعفت ، اسی طرح مفاہیم کی وسعت ، قاطعیت اورصراحت نیزمعنی والفاظ میں ہم آ ہنگی۔

۲۔معارف اوراع تقادی مسائل بیان کرنے میں قرآن کامیجزہ ہونا۔

س-تاریخی مسائل کے لحاظ سے قرآن کا معجزہ ہونا۔

ہ ۔ توانین کے ضع کرنے کے لحاظ سے اعجاز قرآن ۔

۵ - جدید علوم وفنون اورعصر قرآن میں بعض نامعلوم (سائنسی) علوم میں قرآن کا اعجاز۔

٧ - پيشين گوئي اورغيبي خبرول ميں اعجاز قرآن ـ

ے تیئس سال کے طولانی عرصے میں اور تمام تر زمانی ومکانی تبدیلیوں کے باوجود آیات قر آن میں اختلاف نہ ہونے کے لحاظ سے قر آن کامعجز ہ ہونا۔

ا نہی اشاروں کے ساتھ اب ہم قر آن کی طرف واپس پلٹتے ہیں اوراعجاز قر آن کی ان تمام اقسام کے بارے میں علیحدہ علیحدہ بحث و گفتگو کرتے ہیں۔

# ا فصاحت وبلاغت كى نظر سے قرآنى اعجاز

علم معانی کے علاء فصاحت و بلاغت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: فصاحت کبھی توکلمہ کی توصیف میں ہوتی ہے اور کبھی کلام کی توصیف میں،اوراس سے مراد کلام کاغیر مانوس، بھاری بھر کم تقیل حروف اور کلمات اور بےوزن اور غیر مربوط الفاظ سے پاک ہونا ہے۔اس طرح ملکے، گھٹیا، قابل نفرت اور کان بھاڑنے والے بے ڈھنگے اور پیچیدہ اور مبہم الفاظ سے مبر اہونا ہے۔اور بلاغت سے مراد کلام کا مقتضائے حال کے مطابق ہونا اور جس مقصد کی خاطر کلام جاری کیا گیا ہے اُس کے ساتھ کمل طور پر مطابقت رکھنا ہے۔بالفاظ دیگر فصاحت کی بازگشت،الفاظ کی کیفیت کی طرف ہوتی ہے جبکہ بلاغت معنی اومطالب کی کیفیت پرمشمل ہے۔اسی طرح یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ فصاحت کلام کے ظاہری پہلوؤں کی طرف اور بلاغت اس کے معنویت اور مضامین کی طرف ناظر ہوتی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کا علمی اور تواعدی پہلوسے زیادہ، ذوق اور صلاحیتوں سے تعلق ہے لیکن ذوق واستعداد بھی تعلیم وتر بیت اور اُن تواعد کی طرف توجہ دیے سے بھلتی بھولتی ہے۔جواکثر فصحا اور بلغا کے کلام سے لئے جاتے ہیں۔ یہ بالکل شعری ذوق اور خوش خطی کی صلاحیت کی طرح ہے۔جواُستاد اور تعلیم کے ذریعے تکامل حاصل کرتی ہے۔ بہر حال بعض کا خیال ہے کہ اعجاز قرآن اور مختلف آیات میں مقابلے کی دعوت بنیادی طور پر اسی مطلب کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ممکن ہے درج ذیل مسائل اسی مطلب پر گواہ ہوں:

ا۔اُس زمانے میں عربوں کی خصوصیت اور ہمز مندی فقط فصاحت وبلاغت میں ہی تھی یہاں تک کہ زمانہ جاہلیت کے اشعار فصاحت کی بلندیوں پر سمجھے جاتے تھے اور ہمرسال طائف کے نز دیک تشکیل پانے والے ایک اقتصادی اجتماع میں کہ جسے'' بازار ع کاظ'' کہا جاتا تھا، جس کا ایک اہم ترین پروگرام اُس سال کے ہمترین اورخوبصورت ترین اشعار پڑھے جانا تھا۔ جب اُن میں سے بہترین شعر کو انتخاب کیا جاتا تھا اور اس طرح سالہا سال کے انتخاب کیا جاتا تھا اور اس طرح سالہا سال کے بعد سات مشہورا دبی شعر کے بنا بریں اگر قرآن اُنہیں چینج کے بعد سات مشہورا دبی شدیار ہے جمع کئے گئے تھے کہ جنہیں'' معلقات سبح'' کے نام سے یا دکیا جاتا ہے۔ بنابریں اگر قرآن اُنہیں چینج کرتا ہے اور معارضے ومقابلے کی دعوت دیتا ہے تو اُسے اس پہلوسے یہ دعوت دینی چاہیے۔

۲۔مشرکینعرب قرآن اور پیغمبراسلام سلیٹی آپیم کے بارے میں جوالفاظ استعال کرتے تھے،اُس کےمطابق وہ قرآن کو ''جادو''اور پیغمبر'گو''جادوگر'' کہتے تھے،ممکن ہے بیقرآن کی غیر معمولی جاذبیت اور کشش کی طرف اشارہ ہوجو کہ یقینا کلام کی خوبصورتی اور فصاحت کے پہلوؤں پرمشممل ہوتی ہے۔

سراما معلی بن موت الرضا – سے انبیاء – کے معجزات کاان کے دور کے علوم وفنون کے مطابق ہونے کے متعلق ایک حدیث میں آیا ہے:'' جب اللہ تعالی نے حضرت موت ا – کومبعوث فر مایا تواس وقت سحراور جادوگری کارواج عام تھا، لہذا اللہ تعالی نے اپنی جانب سے ایک الیی چیز اُن لوگوں کی طرف بھیجی کہ جواُن کی طاقت سے باہر تھی اور اُن کے جادوکو باطل کر کے اُن پر اتمام جمت کر دیتی تھی ، اور جب حضرت عیسی ا – کومبعوث فر مایا تواس وقت نا قابل علاج بیاریاں عام تھیں اور لوگوں کو اُن کے علاج کے لئے طب کی ضرورت تھی ، لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے ایک ایس چیز بھیجی کہ جو اُن کے پاس نہیں تھی ، جس سے اُن کے مرد سے زندہ ہوجاتے تھے اور ما در زاد نا بینا لوگ اور پیسی میں مبتلا بیار اللہ تعالیٰ کے حکم سے (حضرت عیسی اُنے ہاتھوں) صحت یا بہوجاتے تھے ، اور اس طرح اُن پر ان چیز وں کے لوگ اور پیسی میں مبتلا بیار اللہ تعالیٰ کے حکم سے (حضرت عیسی اُنے ہاتھوں) صحت یا بہوجاتے تھے ، اور اس طرح اُن پر ان چیز وں کے ذریعے اتمام ججت ہوجاتی تھی۔

اُللہ تعالیٰ نے حضرت مجھ کواس وقت مبعوث فرما یا کہ جباُس زمانے کے لوگوں پر (دلنشین اور ضیح وہلیغ) خطبات اور کلام کا غلبہ تھا (راوی کا کہناہے کہ میرے خیال میں امامؓ نے شعر کی طرف بھی اشارہ فرمایاہے )اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب سے (فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے بلندترین) مواعظ اور حکمت آمیز کلمات بھیجے جواُن (مشرکین) کے کلام کو باطل کردیتے اوراُن پر ججت تمام کردیتے تھے''۔ ان تمام قرائن سے پتا چاتا ہے کہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے قر آن ایک معجزہ تھااوراب بھی ہے، لیکن انصاف تو یہ ہے کہ یہ قرائن صرف اسی چیز کو ثابت کرتے ہیں کہ قر آن فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے معجزہ تھانہ کہ اس کا اعجاز اسی میں منحصرتھا، حالا نکہ قر آن مجید کے معجزہ ہونے کے دوسر سے پہلو بھی بہت نمایاں ہیں۔مزید توجہ اور معلومات کے لئے قر آن کے معجزہ ہونے کے بارے میں درج ذیل نکات کی طرف تو جہضروری ہے:

ا جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ ایام جاہلیت کے عرب فصاحت وبلاغت میں اس حدتک پڑنچ چکے تھے کہ اس زمانے کے اشعار منجملہ''معلقات ببع'' ابھی تک عربوں کے منتخب اشعار کے طور پر پہنچانے جاتے ہیں،کیکن ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ زول قرآن کے بعد اُٹھوں نے وہ سب اشعار (خانہ کعبہ سے ) اُتار لئے تھے اور قرآن کی بے مثال فصاحت کے سامنے گھٹے ٹیک دیئے تھے، اور قرآن کا مقابلہ کرنے کے تمام محرکات کے باوجود،اس کے مقابلے میں کوئی بھی چیز میٹی نہ کر سکے گذشتہ صفحات میں قرآنی جاذبیت کے موضوع کے بارے میں قرآنی اثرات کے سلسلے میں کچھزندہ اور واضح مثالیل پیش کی گئی ہیں۔

۲۔ پوری تاریخ میں ہمیشہ مردان حق کے مقابلے میں پچھا لیے گروہ کھڑے ہوجاتے تھے کہ جن کا ناجائز مفاد خطرے میں پڑ جاتا تھااور بیلوگ ان مردان حق پرتہمتیں لگاتے تھے اور پتہمتیں جھوٹی اور بے بنیاد ہونے کے باوجود پچھالی حقیقوں کی حکایت بھی کرتی تھیں جواُن کے اردگر دموجود ہوتی تھیں۔مثلاً پنیمبراکرم سالٹھائیلا پر ایک تہمت جولگائی گئ تھی وہ ساحراور جادوگر ہونے کی تھی اورجس کی بہت بڑے پیانے پرتشہیر کی گئ تھی۔سورۂ مدثر کی آیت نمبر ۲۵٬۲۴ میں ہم دیکھتے ہیں:

فَقَالَ إِنْ هٰنَآ إِلَّا سِحْرٌ يُّؤْتُرُ ﴿ إِنْ هٰنَآ إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ﴿ فَا تَرْكَارِ (مُثركين كِم دارولدنے) كها:

لینی:'' بیقر آن (گذشته لوگوں کے جادو کی طرح)ایک پُرتا ثیر جادو کے سوا کچھ نہیں ، بیسوائے کلام بشر کے اور کیج بھی نہیں'' 🗓

پیغمبر سلانٹائیا پڑ پراس بے بنیاد تہمت کی اصل وجہ آیات قرآن کا حیرت انگیز اورغیر معمولی طور پرموژ ہونا تھا، جواپئی عجیب وغریب فصاحت وبلاغت کے ساتھ دلوں کواپئی جانب تھینچ رہی تھیں، جس کی وجہ سے وہ اس کے اثرات کوغیر معمولی نہیں سبجھتے تھے اور اس کے لئے سوائے جادووسحر کے اورکوئی الفاظ انتخاب نہیں کر سکتے تھے۔ چونکہ لغت میں ہروہ غیر معمولی کام دعوی جس کا سرچشمہ اور سبب معلوم ند، جادواور سحر کہلا تا ہے۔اگر چیدہ اس تہمت کے ذریعے ایک واضح حقیقت پر پردہ ڈال کرا عجاز الہی کا انکار کرنا چاہتے تھے، کیان اپنے اس دعویٰ سے وہ ندانستہ طور پرقر آن کی عظمت کا اعتراف کررہے تھے کہ جوجاد ووسح جیسی کشش رکھتا ہے!

سرابل قلم اوراد باءکی کتابوں کےمطالعے ہے معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پراُن کے دوواضح گروہ ہوتے ہیں:

<sup>🗓</sup> ولید بن مغیرہ کے دلچسپ واقعے اور قرآن کی جاذبیت کے بارے میں اس کی گفتگو گذشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ گذر چکی ہے۔

پچھالفاظ کی خوبصورتی کوزیادہ ہمیت دیتے ہیں اور کبھی تو معانی کوالفاظ پر قربان کردیتے ہیں ،اس کے برعکس ایک گروہ الفاظ کو زیادہ اہمیت نہیں دیتا بلکہ اپنی پوراز دراور صلاحیت معانی کی گہرائی پر صرف کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے ادب کی تاریخ کھنے والوں نے سابقہ بزرگ شعراء کے سابقہ بزرگ شعراء کی ہے جبکہ دوسر کے پہلے سبک واسلوب کے مطابق شعر کہے ہیں ، اُنھوں نے اپناذوق اور صلاحیت زیادہ تر الفاظ کی خوبصورتی میں صرف کی ہے جبکہ دوسر کے اسلوب کے حامیوں نے اکثر اوقات دقیق معانی اور اس کی مخصوص ظرافتوں کو مذاظر رکھا ہے۔ اس بات کا انکاز نہیں کیا جاسکتا کہ بہت کم لوگ ایسے ملیوں نے ہر دواسلوب کو اہمیت دی ہواور اپنے بعد دلچسپ نگار شات چھوڑی ہوں ، لیکن وہ اپنے کام میں کس حد تک کامیاب رہیں ، یہ باتے تفصیل طلب ہے۔

چونکہ ہمیشہ مدنظر معنیٰ ومفہوم کوخوبصورت اور ہم آ ہنگ ودلچیپ الفاظ میں نہیں ڈھالا جاسکتا اور اس کی تمام باریکیاں منعکس نہیں ہوسکتیں،لہٰذاا کثر شاعر،اہل سخن اورخطباءالفاظ کی زیبائی اور معانی کی خوبصورتی کے دورا ہے پر کھڑے نظر آتے ہیں اور مجبوراً کسی ایک راستے کواختیار کر لیتے ہیں ۔لہٰذا بہت ہی منظومات اور نثروں میں معانی سجع اور قافیہ کی نذر ہوجاتے ہیں۔

لیکن جولوگ عربی ادب سے آگاہ ہیں اور پھر قر آن سے آگاہ ہوتے ہیں تو وہ دیکھتے ہیں کہ اس عظیم الہی کتاب نے اس اہم خصوصیت کی مججزانہ حد تک حفاظت کی ہے اور اس میں الفاظ انتہائی شرین ولذید، اس کے جملات بہت ظریف وزیبا اور کلمات موزوں اور ہم آ ہنگ انداز میں ادا ہوئے ہیں ، اور بہ فصاحت وبلاغت کے لحاظ سے اعجاز قر آن کے پہلوؤں میں سے ایک پہلوہے۔قرآن اپنے معانی ومطالب کی ادائیگی میں کسی قشم کے تکلف سے کا منہیں لیتا اور اپنا مقصود بہت ہی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیتا ہے اس کے باوجود اس کے معانی کواپسے الفاظ کا لباس پہنا یا گیا ہے جو خوبصور تی کی بلندیوں تک پہنچا ہوا ہے۔

۴۔شعراءاوراہل شخن کے درمیان یہ بات مشہور ہے کہ بعض مواقع پر بیان کی خوبصورتی کے لئے جھوٹے مبالغے سے کام لینا چاہیے،مثلاً بیابانوں میں شکر کے گھوڑوں کے سموں سے اُٹھنے والے گردوغبار سے زمین کے سات طبقات کو چھاورآ سان کے سات طبقات کو آٹھ کیا جا سکتا ہے! یافلک کی نوکر سیوں کواپنے پاؤں کے نیچے بچھا جا سکتا ہے تا کہ' قزل ارسلان' کی بلندیوں کی برابری کی جاسکے! دل کوخون کا دریاا ورآ تکھوں کے آنسوؤں سے دریائے جیحون بنایا جا سکتا ہے!حتیٰ بیہاں تک کہا گیا ہے:

> در شعر مین ودر فن او که از اکذب اوست احسن او!

اس لحاظ سے خوبصورت ترین شعروہی ہے۔ جوسب سے زیادہ جھوٹ پر مبنی ہو۔ یہ جوقر آن مجید نے شعراء کے بارے میں فرمایا: اَکْمُد تَرَ اَنْہُمْ دُفِیۡ کُلِّ وَادِیہَ ہِیْہُونَ ﷺ لینی: ''کیاتم دیکھتے نہیں ہو کہ وہ ہروا دی میں جھٹکتے پھرتے ہیں۔'' 🗓

بظاہراتی مطلب کی طرف اشارہ ہے چونکہ اکثر شعراء خیالات وشاعرانہ تشبیہات میں غرق ہوتے ہیں لیکن جب ہم قر آن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تواس میں کسی بھی جگہ جھوٹ پر مبنی مبالغہ نہیں دیکھتے اوراس کےالفاظ ومعانی میں جس قدرخوبصورتی اورظرافت پائی جاتی ہے، وہ سب کی سب حقائق کو بیان کررہی ہوتی ہے۔اسی لئے ہم قرآن کی متعددآیات میں پیغیبراسلام سلاھا آپیج پر شاعر ہونے کی تہمت اورقرآن مجمد کے شعر ہونے کے اعتراض کی نفی دیکھتے ہیں۔ ﷺ

یہ ایک حقیقت ہے کہ قرآن شاعرانہ تخیلات سے عاری، شاعرانہ حقیقت سے دور اغراق ومبالغات اور خیالی تشبیهات واستعارات سے خالی ہےاورسوائے تقینی اور قطعی حقائق بیان کرنے کے علاوہ پچھ بھی نہیں ہے۔اس کے باوجوداس قدر شرین اور دلچسپ ہے کہ اسلام سے کوسوں دورر ہنے اور پینمبراسلام صلاح آلیا ہم مخالفت کرنے والوں کو بھی اپنی جانب تھنچے رہا ہے جس کی چندمثالیں''قرآن کی جذابیت'' کے عنوان سے پیش کی جاچکی ہیں۔

دلچیپ بات یہ کہ تاریخ کے مطابق ،عرب کے بہت سے مشہور شعراء جب اپنے آپ کوقر آن مجید کی فصاحت کے مقابلے میں دیکھتے تو دل وجان سے اسلام کے گرویدہ ہوجاتے تھے۔قدرت مند شعراء میں سے جولوگ قر آن کی جاذبیت کی وجہ سے مسلمان ہوئے ہیں، اُن میں سے ایک:''لبید''نامی شاعرتھا، جس کے شعرایا م جاہلیت میں معلقات سبع میں شار ہوتے تھے (معلقات سبع سے مراد وہ سات معروف شعر ہیں کہ جوعر بول کے منتخب اشعار کے عنوان سے کعبہ کی و بوار پر آویزال کئے گئے تھے )''حسان بن ثابت'' مجمی اُن ثروت مند شعراء میں سے ہے، جوقر آن کی جاذبیت کی وجہ سے مسلمان ہو گئے تھے۔''خنساء'' بھی ایک عرب شاعرہ اور اُن کی اُن ثروت مند شعراء میں سے ہے جس کی مثال بہت کم ملتی ہے، یہ دونوں بھی اسلام کی گرویدہ ہو گئیں تھیں اور قر آن کی جاذبیت سے بہرہ مند ہوئی تھیں۔ ﷺ

۵۔قرآن کی فصاحت وبلاغت کے مظاہر میں سے ایک اور چیزاس میں موجودایک''مخصوص آہنگ' ہے۔ادبیوں کا کلام یا تو شعر کی صورت میں ہوتا ہے یا نثر میں،قرآن نہ توشعر ہے، نہایک عام اور معمولی نثر ہے۔قرآن ایک مخصوص آہنگ کی حامل نثر ہے جوخود اس سے مختص ہے،الیں نثر جوقرآن کی قرائت کرنے والوں میں ایک مکمل آہنگ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔اگر چہ ہم قرآن کے بارے میں''موسیقی'' کی تعبیر استعال نہیں کر سکتے ، چونکہ موسیقی عرف عام میں منفی مفاہیم سے آلودہ چیز سمجھی جاتی ہے،لیکن''مصطفی رافعی'' جیسے بعض مشہور عرب اہل قلم نے اپنی کتاب''اعجاز القرآن'' میں لکھا ہے:''قرآن کے اسلوب اور روش سے ایسے آہنگ اور لہجے وجود

<sup>🗓</sup> سوره شعراء ۲۲۵

<sup>🗈</sup> قر آن کی تین آیات میں مشرکین کی طرف سے بیتہت نقل ہوئی ہے: (سور ۂ انبیاء۔۵،سور ۂ صافات،سور ۂ طور۔ • ۳)اور دوآیات میں تواللہ تعالی واضح طور پراپنے رسول مسے اس نسبت کی نفی فرمار ہاہے(سور ۂ یس۔۱۲۹ورسور ۂ حاقہ۔ ۴ م)

<sup>🖺</sup> شيوه هاى اعجاز قرآن ، صفحه 24\_

میں آتے ہیں جو ہر سننے والے کو اُسے سننے پر اُبھارتے ہیں اور بیخودا یک قسم کی مخصوص موسیقی ہے جس کی اس زمانے میں اس طرح کے موز وں کلمات میں مثال نہیں ملتی ۔قر آن کی بہی نظم وتر تیب تھی جس کی وجہ سے عرب طبع کوصفا ملتی تھی اور اُسے جدید طرز کے نظم واسلوب سے متعارف کراتی تھی ،جس کی مثال اس سے پہلے کہیں بھی نہیں ملتی''۔

اں سلسلے میں ایک مغربی دانشور''بولا تیتلز'' کہتا ہے:'' یہ کہنا بہت مشکل ہے کہ انسانی فصاحت،قر آن جیسی تا ثیررکھتی ہے، خصوصاً جب وہ سلسل اپنے عروج پر ہواوراُس میں کوئی کمزوری بھی دکھائی نہ دےاور ہر زمانے میں وہ ایک جدید قلعے کوفتح کر رہی ہو، جی ہاں! بیا یک ایسامعجزہ ہے جس کے سامنے روئے زمین پر بسنے والے لوگ اورآ سمان کےفرشتے بھی عاجز ہیں''۔ !!!

۲۔ بینکتہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ عام طور پر ہر کلام تکرار کی وجہ سے انسان کوتھا دیتا ہے، لیکن قر آن اس قدر شرین ہے کہ کئی سود فعہ پڑھنے کے باوجود باعث ملال نہیں ہوتا، اس کی جاذبیت اور مٹھاس باقی رہتی ہے یہ بات نہ فقط قر آن کے پرعقیدہ رکھنے والوں میں مشہور ہے بلکہ دوسر بے لوگوں نے بھی بار ہااس چیز کودیکھا ہے۔ یہ وہی چیز ہے جواما ملی بن موکل الرضا کی ایک مشہور حدیث میں ذکر ہوئی ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوچھا:

«مَا بِالُ الْقُرآنِ لِأيَوْ ذَا دُعَلَى النَّشُرِ وَاللَّدُسِ اللَّغَضَاضَةَ؟»

یعنی:'' آخر قر آن اس قدر زیاده پڑھے جانے اور درس و بحث کے باوجود پُرانانہیں ہوتا؟''

امام عليه السلام نے فرمایا:

﴿لِآنَّ اللهَ تَبْارَكَ وَ تَعْالَى لَمْ يَجْعَلْهُ لِزَمَانٍ دُونَ زَمَانٍ وَلا لِنَاسِ دُونَ نَاسٍ هُوَ فَى كُلِّ زَمَانِ جَدِيدٌ، وَعِنْدَ كُلِّ قَوْمِ غَضُّ إلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ،

یعنی:''کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کسی خاص زمانے پاکسی خاص گروہ کے لئے قرار نہیں دیا۔لہذا وہ ہر زمانے میں تازہ ہے اور ہر قوم وگروہ کے لئے قیامت تک کے لئے طراوت و تازگی رکھتا ہے۔'' ﷺ امام علی علیہ السلام بھی ایک مخضر مگر جامع جملے میں فرماتے ہیں:

«لا تُغُلِقُهُ كَثْرَةُ الرَّدِّووُ وُلُوجُ السَّبْعِ»

🗓 ثبات الهداة ،جلدا ،ص ۲۲۳ ، کے حواشی۔

ا 🖺 الضأصفحه ۲۲۲ ـ

تاميزان الحكمة ، جلد ٨، ص٠٧

95

لین: '' قرآن کوبار بار پڑھنااورسننا، اُسے پرانانہیں کرتا۔ 🗓

کے فصاحت وبلاغت کی ظرافتوں میں سے ایک الفاظ کی زیادتی سے پر ہیز اور اختصار کا لحاظ رکھنے کے باو جود منہوم اور مراد کا مکمل رہنا ہے۔ جے اصطلاح میں ''امیجاز محیٰ '' اور ''اطناب فھمل'' سے بچنا کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس بات کا انتہائی لحاظ رکھا گیا ہے، بعض اوقات تو ایک بڑے سے بڑے قصے کو ایک ہی آیت میں بیان کر دیا گیا ہے جس کا ہر جملہ اس قصے کے ایک بڑے جسے کی حکایت کرر ہاہوتا ہے، جس کے قرآن میں بہت زیادہ نمونے دیکھے جاسکتے ہیں۔اس کا واضح نمونے قرآن کی بیمشہور آیت ہے۔

وَقِيْلَ يَأْرُثُ ابْلَعِيْ مَآءِكِ وَلِسَهَآءُ اَقُلِعِيْ وَغِيْضَ الْهَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعُرًّا لِلْقَوْمِ الظَّلِيدِيْنَ ﴿ الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعُرًّا لِلْقَوْمِ الظَّلِيدِيْنَ ﴾

ترجمہ: اور کہا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا، اے آسان رک جا، پانی نیچے چلا گیا اور معاملہ ختم ہو گیا۔ وہ (کشتی) جودی (پہاڑ کے دامن) میں تشہر گئی۔ (اس وقت) کہا گیا کہ ظالم لوگوں کے لئے (خدا کی رحمت ہے) دوری ہے۔ آ

یکی وہ آیت ہے کہ جس کے سامنے مشہور عرب ادیب''ابن مقفع'' نے گھنے ٹیک دیئے تھے کہ جب اس نے اپنے دوستوں کے ساتھ وعدہ کے مطابق قر آن کے چوتھائی جھے کا توڑ پیش کرنا تھا، کیکن جب وہ اس آیت پر پہنچا اس کا ہاتھ رُک گیا اور اس نے اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں بالکل عاجز اور نا تو ان پایا، کیونکہ اس آیت میں پورے اختصار کے باوجود طوفان نوح کے واقعے کوتمام جزئیات کے ساتھ اور بعض محققین کے بقول اس میں ادبی صنایع کے ۲۳ نکات (استعارہ، ساتھ اور بعض محققین کے بقول اس میں ادبی صنایع کے ۲۳ نکات (استعارہ، طباق، مجاز، حذف، اشارہ ،موازنہ، جناس، تھیم یا ارسال تقسیم تمثیل اور ارداف وغیرہ) جمع ہیں۔ ﷺ

۸۔اد بی لحاظ سے قرآن کی دوسری خصوصیات میں سے ایک میہ ہے کہ قرآنی عبارتوں میں ظرافت اور لطافت کے باوجود غیر معمولی''صراحت وقاطعیت'' پائی جاتی ہے۔سب جانتے ہیں کہ بولنے والے کے لیچے کی صراحت سے بھی لوگ لذت محسوس کرتے ہیں، چونکہ وہ بغیر سی لگی لیٹی کے حقائق کو بیان کر دیتا ہے اورایک انسان کے لئے حقیقت سے زیادہ کوئی چیزلذیہ نہیں ہوتی کلمات کو چبا چبا کراور چنر پہلوؤں کے ساتھ اداکرنا (اگر چیلعض خاص حالات میں ایسا کرنا ضروری ہوجا تا ہے ) بولنے والے کے اپنے او پراورا پنے کلام پر عدم اعتاد کی علامت ہے، یا ایساسننے والوں کے ڈروخوف کی وجہ سے ہوتا ہے۔

بہرحال بیہ چیز بولنے والے کی کمزوری اور ناتوانی کی حکایت کر رہی ہوتی ہے۔صراحت اور قاطعیت اکثر اوقات غصے اور

<sup>🗓</sup> نېچالېلاغه،خطبه،۱۵۲

<sup>🖺</sup> سورهٔ ہو در ہم ہم

<sup>🖺</sup> شيوه ہاي اعجاز قرآن ،صفحه ۵۲

ناراضگی کے ہمراہ ہوتی ہے،لیکن اہم چیزیہ ہے کہ صراحت اور قاطعیت کے ساتھ ساتھ بیان میں لطافت بھی ہونی چاہیے اور یہ چیز قرآن کی آیات میں بخو بی دیکھی جاسکتی ہے۔اسلام کے خلاف سب سے اہم محاذ ،تو حیدوشرک کا محاذ تھا۔لہٰذاقر آن نے اسی میدان میں زیادہ سے زیادہ صراحت وقاطعیت دکھائی ہے،ایک جگہ قرآن فر ما تاہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ تَدُعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ لَنْ يَخُلُقُوا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوا لَهُ ﴿ وَإِنْ يَسُلُبُهُمُ اللَّالِبُوالْمَطْلُوبُ ﴿ اللَّبَابُهُمُ اللَّالِبُوالْمَطْلُوبُ ﴿ اللَّبَابُ اللَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴾

''اللّٰد کوچھوڑ کرتم جنھیں پچارتے ہووہ سب مل کرایک کھی بھی پیدانہیں کرسکتے بلکہ کھی اگر کچھ لے لے تواس

سے والین نہیں لے سکتے اور طالب ومطلوب (عابد ومعبود) دونوں ہی بڑے کمز ورہیں۔' 🗓

جب بت پرست قرآن کی نا قابل شکست منطق سے فرار کرتے ہوئے اپنے آباؤ اجداد کے سائے میں پناہ لیتے تھے اور کہتے تھے:

«بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَائَنَا»

لعنی: '' ہم تواس کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے آبا وَاجداد کو پایا۔''

تواس وفت قرآن بڑے واشگاف الفاظ کے ساتھ جواب <mark>دیتا ہے:</mark>

ٱوَلَوْ كَانَ ابَآؤُهُمُ لَا يَعْقِلُونَ شَيْئًا وَّلا يَهْتَدُونَ ٥

لینی:'' کیااییانہیں کہان کے آبا وَاجداد نہ کسی چیز کو سمجھتے ہوں اور نہ ہدایت یافتہ ہوں۔'' 🖺

ایک دوسری جگہ،اس سے بھی زیادہ قاطعیت کے ساتھ آباؤا جداد کے آ داب درسوم پراعتماد کرنے والوں کے جواب میں حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی زبانی قرآن فرما تاہے:

لَقُلُ كُنْتُمُ ٱنْتُمْ وَابَأَوْ كُمْ فِي ضَللٍ مُّبِيْنٍ @

لعنی: ''یقیناتم اورتمهارے آباؤا جداد کھلی گمراہی میں پڑے تھے'' 🗉

يغمبراسلام صلَّاللهُ البِّهِ يرايمان كِسلسله مين فرمايا:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّرَ لَا يَجِدُوا فِي ٓ اَنْفُسِهِمْ حَرّجًا

مِّ قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيُكَا ﴿

ترجمه: '' تیرے پروردگار کی قشم! وہ مومن نہیں ہو سکتے مگریہ کہ وہ اپنے اختلافات میں آپ کو ثالث اور فیصلہ

<sup>🗓</sup> سورهٔ رحج ر ۳۷

<sup>🖺</sup> سورهٔ بقر ه ۱۷۰۷

<sup>🎞</sup> سورهٔ انبیاء ر ۵۴

### کرنے والا مانیں اور پھرآپ کے فیصلہ پراپنے دل میں کوئی ناراضی محسوں نہ کریں اوراسے کممل طور پرتسلیم کر لیں'' \_ []]

اس طرح فرمان پیغمبر گے ساتھ ظاہر وباطن اور پنہان و آشکار ، حتی دل اورخواہشات کی ہم آ جنگی کو سیچے ایمان کی شرط قرار دیا اوراس کے ساتھ اس قدر صراحت اور قاطعیت کے ہوتے ہوئے ان الفاظ کی لطافت بھی بالکل واضح ہے۔ دوسرے موضوعات میں بھی خواہ وہ تو حید اور قیامت سے متعلق ہوں یا معاشرتی قوانین اور جنگ وصلح سے متعلق مسائل ہوں یا اخلاقی ابحاث ہوں ، یہی قاطعیت واضح طور پردیکھی جاسکتی ہے ، جس کی مکمل تفصیل کے لئے ایک جدا کتا ہے صفر ورت ہے۔

# بیان کی یا کیز گی اورمتانت

معمولاً ان پڑھلوگ اپنے الفاظ اور کلمات کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ، اور اکثر اوقات اپنا مدعا بیان کرتے وقت نزا کت اور ادب سے عاری کلمات استعال کرجاتے ہیں۔اگر چیقر آن ایسے ہی لوگوں کے درمیان نازل ہوا ہے،لیکن اُس نے ہرگز اس ماحول کارنگ نہیں اپنا یا اور اپنے الفاظ اور جملات میں انتہائی متانت اور بیان کی پاکیزگی کا خیال رکھا ہے، اس کی وجہ سے قرآن کی فصاحت و بلاغت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوگئ ہے۔

بڑے بڑے خطباء اور اہل قلم جب عاشقی یا اس قسم کے مسائل کا سامنا کرتے ہیں تو مجبوراً داستان کے اصلی ہیرو کے حقیق چہرے کی عکاسی کرنے کے لئے اپنی زبان اور قلم کوآزاد چھوڑ دیتے ہیں اور اصطلاحاً کلام کاحق ادا کردیتے ہیں اور اس طرح ہزار قسم کے گندے اور شہوت انگیزت الفاظ استعال ہوجاتے ہیں ۔ یاوہ مجبوراً بیان کی نز اکت اور عفت کلام کی خاطر بعض مناظر کو ابہام کے پر دوں میں چھپا دیتے ہیں اور اپنے حریفوں کے ساتھ اشارے کنائے میں باتیں کرنے لگتے ہیں ۔ اور ان دونوں چیزوں یعنی بکمل طور پر حقیقت کو بیان کرنا اور قلم و بیان کو گندے اور غلیظ الفاظ سے اور نز اکت کلام سے آلودہ ہونے سے بچانا ، ایک بہت ہی مشکل کام ہے جسے کم ہی لوگ انجام دے سکتے ہیں ۔

یہ بات کیسے قبول کی جاسکتی ہے کہ ایک اُن پڑھاور انہائی پس ماندہ اور نیم وحثی ماحول سے اُٹھنے والاُخض،مسائل کو کمل طور پر بیان کرنے کے ساتھ سیان کی نزا کتوں اور پا کیزگی کا بھی پورا خیال رکھے۔مثال کے طور پر جب قرآن مجید حضرت بوسف – کے حقیقی واقعے کے بعض حساس مناظر کی منظر کشی کرتے ہوئے ایک ہوں ران خوبصورت عورت کے عشق سوزان کو بیان کرتا ہے تو واقعات کے ذکر کرنے سے چہتم بوشی کئے بغیر، ان مطالب کو ابہام واجمال کے پر دے میں بیان کرتے ہوئے عفت واخلاق کے تمام اُصولوں کی رعایت کرتا ہے اور کہے جانے والے تمام مطالب کو بیان کر دیتا ہے،لیکن عفت بیان کے اصول سے ذرہ بھر بھی انحراف نہیں کرتا۔مثلاً عشق کرتا ہے اور کہے جانے والے تمام مطالب کو بیان کر دیتا ہے،لیکن عفت بیان کے اصول سے ذرہ بھر بھی انحراف نہیں کرتا ہے۔
''در لیخا'' کی خلوت گاہ کا ماجرا ، اس طرح بیان کرتا ہے:

وَرَاوَدَتُهُ الَّتِيْ هُوَفِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْاَبُوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ عَالَ مَعَاذَ اللهِ إِنَّهُ رَبِّيۡ آحۡسَىَ مَثۡوَاى ﴿ إِنَّهُ لَا يُفۡلِحُ الظّٰلِمُونَ ۞

"اورجس عورت کے گھر میں یوسف "رہتا تھا اس نے اس سے اپنے مطلب کے حصول کی خواہش کی اور درواز سے بند کردیئے اور کہا کہ اس چیز کی طرف جلدی آؤ جو تمہارے لئے مہیا ہے۔ (یوسف نے) کہا: میں اللہ کی پناہ ما نگتا ہوں وہ (عزیزمصر) میراصاحب نعت ہے اور اس نے مجھے محترم جانا ہے (اور میں اس سے خیانت کروں؟) یقینا ظالم فلاح نہیں یا ئیں گے۔" [

دلچیپ بات یہ کہ قرآن نے بہاں پر'زاؤک' استعال کیا ہے اور پیکمہ اس جگہ کہا جا تا ہے کہ جہال کوئی نرمی اور ملائمت سے اصرار کے ساتھ کمل ہم آ ہنگ ہے۔ دوسری جانب الخیاعزیز مصری بیوی کا نام تک نہیں لیاجاتا، بلکہ کہا جاتا ہے:''الَّتِی هؤو فی بَنیتھا'' یعنی: (جسعورت کے گھر میں یوسف رہتا تھا) تا کہ یوسف کی تن شاہی کے نکتے کوجسم کیا جاسکے اور اس کے ساتھ اس قسم کی (عورت) کے مقابلے میں اُن کے مقام تقوی کوجسی بیان کیا جائے کہ جس کے پنجہ (قدرت) میں اُن کی زندگی تھی، لیکن پھر بھی اُنھوں نے استقامت و پائیداری دکھائی۔ تیسرا یہ کہ جملہ'نے گلقت اُلگھٹے اور اس کے مصدر کے تکم میں مبالغہ کا معنیٰ دے رہا ہے، جس سے پتا چاتا ہے کہ یہ واقعہ کن شخت ترین حالات میں وقوع یذیر ہوا ہے۔

چوتھانکتہ یہ کہ جملہ <sup>7</sup>، قالت ھیٹت لگ ''(اس چیز کی طرف جلدی آؤجوتمہارے لئے مہیاہے)ان آخری کلمات کی حکایت کررہاہے جوزلیخانے یوسف کے وصال کے لئے کہے ہیں،لیکن یہ جملے س قدر بھاری بھر کم ،متانت اور عفت بیان کے حامل ہیں اور کسی قشم کے بڑے اثرات نہیں چھوڑرہے۔

پانچویں اہم بات یہ کہ حضرت یوسف کے اس فرمان 'مَعَافَ اللّهِ إِنّهُ رَبِّی أَحْسَنَ مَثُوّای ''جواُنھوں نے زلیخا کے جواب میں کہا، میں زلیخا کے لئے ایک تنبیہ اور نفیحت ہے کہ میں تواس گھر میں چنددن ہی رہا ہوں، لیکن اس گھر کے مالک کے ساتھ کی قشم کی خیانت نہیں کر رہا کہ جس کا میں نے نمک اور رزق کھایا ہے جبکہ تواس گھر میں پوری عمر رہی ہے، تو کیوں خیانت کر رہی ہے؟ اس کے بعد والی آیات کہ جن کی تفصیل بہت طولانی ہوجائے گی، بہت ہی خوبصورتی کے ساتھ اس قصے کی تفصیل بیان کرتی ہیں اور اس میں خواہشات وہوں کی موجوں کے سامنے ثابت قدمی دکھانے اور اس موقع پر اپنے آپ کو خدا کے سپر دکرنے کے نیک انجام کی بہت ہی دلچسپ منظر کشی کرتی ہیں۔

ایک دوسری آیت میں جب اپنے آپ کواس تہت ہے بری ذمقر اردینے کے لئے زینی نے ایک دعوت کا اجتمام کیا اور اس وقت

اس دعوت میں آنے والی مہمان مصری عورتوں کے احساسات وجذبات کوایک مختصر جملے میں بیان کرنا چاہا تو فرمایا:

فَلَهَّا رَآيُنَهُ آكُبَرُنَهُ وَقَطَّعُنَ آيُدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلْهِمَا لِهٰذَا بَشَرًا ﴿ إِنْ لَهُ ذَا إِلَّا مَلَكُ كَرِيْمُ ۞

یعنی:''جبان کی نگاہ اس (پوسف ؑ کے خوبصورت چہرے) پر پڑی تو وہ دنگ رہ گئیں اور (بے اختیار) انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہا: حاشاللہ بیہ شزمہیں ہے، بیتو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔'' ﷺ ''مَلَك گرِیھُ''(بزرگ فرشتے) کی تعبیر حضرت پوسف ً کی غیر معمولی خوبصورتی کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اُن کی اعلیٰ درجے کی یا کدامنی کوبھی ظاہر کررہی ہے۔

جیسا کہ عام طور پرایسے جملوں کے ذریعے کسی فرد کی تعریف کرتے ہوئے کہاجا تا ہے: یہ تو فرشتہ ہے۔اور پھراس کے بعد بہت ہی خوبصورت اور گویا جملوں میں حضرت یوسف علیہ السلام، یعنی ؛ عفت و پا کدامنی کے اس مجسمے کے مقام ومر ہے کواس واقعے میں مکمل طور پرظا ہر کیا جاتا ہے۔ ﷺ

# قرآنی مثالیں

قر آن مجید نے حقائق بیان کرنے کے لئے بہت ہی ''مثالوں''سے استفادہ کیا ہے۔ جن کا مجموعہ اس عظیم الہی کتاب کی فصاحت وبلاغت کے واضح مظاہر میں سے ہے۔ان مثالوں میں جس بار یکی بینی سے کام لیا گیا ہے ا<mark>وراُن میں سے ہرمثال میں جوظریف ورقیق اور</mark> ولنشین نکات استعال ہوئے ہیں، وہ انسان کو حیرت زدہ کر دیتے ہیں۔ بنیا دی طور پر (علمی) مباحث کی تشریح وقفیر میں مثال کا کر دار نا قابل انکار ہے۔

اسی لئے کسی بھی اہم علمی موضوع میں ہمارے لئے حقائق کی وضاحت کرنے اوراُ نہیں ذہن کے نز دیک کرنے کے لئے مثال کا ذکر کرنا ناگزیر ہوتا ہے۔ چونکہ بعض اوقات مقصد ومراد سے مناسبت رکھنے والی ہم آ ہنگ مثال پیچیدہ ترین مطلب کوآسان سے زمین پر لے آتی ہے اور وہ مطلب سب کے لئے قابل فہم بن جاتا ہے۔

لہذا دنیا کے قصیح وہلیغی اورا دیب وشاعر لوگوں کا ایک بڑافن وہنریہی تمثیل گوئی سے کام لینا ہے۔'' زمخشری'' اپنی تفسیر'' کشاف'' میں'' ممثل'' کے بارے میں کہتا ہے: عرب زبان میں ممثل در حقیقت مِمثل ، یعنی ؛ نظیر کے معنی میں ہے۔اُن کے نزدیک ضرب امثال اور علماء کا امثال میں بات کرنا ایک بلند شان رکھتا ہے۔ چونکہ اس سے مخفی معانی سے پردہ اُٹھ جاتا ہے، تاریک نکات روثن ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ ایک مُخیّل (خیال شدہ) چیزمسلم و ثابت ہوجاتی ہے، مشکوک شئی ، نقینی بن جاتی ہے اور غائب، شاہد میں جلوہ گر ہوجاتا ہے۔اسی لئے

<sup>🗓</sup> سورهٔ پوسفرا ۳

<sup>🖺</sup> ان نکات سے مزید آگاہ ہونے کے لئے تفسیر نمونہ کی جلد ۹۰،۹ کی طرف رجوع کیجئے۔

"كتاب قرآن مبين "اور دوسرى تمام الهي كتب مين الله تعالى نے بهت زياده مثالين ذكر كي ہيں۔ 🗓

مثالوں کے چندفائدے ہوتے ہیں، یہ عقلی مسائل کوحسی بنادیتی ہیں، دور کے راستوں کونز دیک کردیتی ہیں، ان سے مطالب سب کے لئے قابل فہم ہوجاتے ہیں، مثال مسائل کوزیادہ قابل اطمینان بنادیتی ہے اور ایک مناسب واچھی مثال ضدی سے ضدی انسانوں کوبھی خاموش کر دیتی ہے۔ بعض محققین نے قرآنی مثالوں کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کیا ہے اور ایک سوسے زیادہ قرآنی مثالوں کے بارے میں تحلیل وتجزیہ کیا ہے۔ در حقیقت قرآنی مثالیں ایک مجزہ ہیں۔ اس حقیقت کے ادر اک کے لئے ان میں سے پچھ مثالوں کے بارے میں ایک دقیق تحقیق بیش کی جارہی ہے۔

## قرآن کی معجزانه مثالوں کے چندنمونے

جب قرآن حق وباطل کی باریک بین سے منظر کشی کرنا چاہتا ہے تو فرما تاہے:

آنُوَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَتُ آوُدِيَةٌ بِقَدَدِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَّا رَّابِيًا ﴿ وَمِمَّا يُوْقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ آوُ مَتَاجٍ زَبَدُّ مِّفُلُهُ ﴿ كَنْلِكَ يَصْرِبُ اللهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ﴿ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَنُهَبُ جُفَاءً ۚ وَآمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمُكُثُ فِي الْاَرْضِ ﴿ كَذْلِكَ يَضْرِبُ اللهُ الْاَمْثَالَ

"الله نے آسان سے پانی برسایا اور ہر درہ اور دریا سے ان کی مقدار کے مطابق سیاب اُمڈ پڑا پھر پانی کے ریاوں پر جھاگ پیدا ہوگئی۔اور جن (بھٹیوں) میں زیورات یاروز مرہ کے استعال کے آلات تیار کرنے کے لئے آگروشن کرتے ہیں،ان سے جھاگ نکلے گی۔اس طرح اللہ حق وباطل کی مثال بیان کرتا ہے، کین جھاگ ایک طرف ہوجاتی ہے (اور بہت جلد ختم ہوجائے گی) اور لوگوں کے لئے فائدہ رساں چیز (پانی یا خالص دھات) زمین میں باقی رہ جاتی ہے۔اللہ اسی طرح مثال بیان کرتا ہے'۔ (سورہ رعدر کا)

معانی سے پُراس مثال میں جو بہت موزوں الفاظ وعبارات کےساتھ بیان کی گئی ہے،حق وباطل کی منظرکثی بہترین شکل میں کی گئی ہےاوراس میں بہت ہی اہم حقائق پوشیدہ ہیں،جن میں سے کچھ کی طرف اشار ہ کیا جاتا ہے:

ا ۔ حق و باطل کی شاخت بعض او قات اس قدر پیچیدہ ہو جاتی ہے ، جس کے لئے علامتوں کی طرف جانا ضروری ہو جاتا ہے ۔

۲ حتی ہمیشہ مفیداور فائدہ مند ہوتا ہے۔ گو یاصاف وشفاف پانی کی طرح حیات وزندگی کاسر مایہ ہے یا خالص دھاتوں کی طرح

ہے جویا توزینت کے لئے یااسباب زندگی کے لئے استعال ہوتی ہیں۔

سے حق ، ہمیشہ اپنے او پر بھر وسہ کرتا ہے، لیکن باطل، حق کی آبر و سے مدد لیتے ہوئے اپنے آپ کواس کے لباس میں پیش کرنے کی سعی کرتا ہے اور اس کی حیثیت وآبر و سے اُسی طرح فائدہ اُٹھا تا ہے، جس طرح ہر جھوٹ، سپائی سے روثنی حاصل کرتا ہے۔ اگر دنیا میں سپائی نہ ہوتی تو کوئی بھی جھوٹ پریقین نہ کرتا۔ اسی طرح اگرحق نہ ہوتا تو باطل کے لئے بھی کوئی گنجائش نہ ہوتی۔

۴۔ ہمیشہ ہرموجودا پنی ظرفیت کے مطابق بہرہ مند ہوتا ہے،جس طرح ہر درے سے اُس کی گنجائش کے مطابق بارش کا یانی بہتا ہے۔

۵۔باطل ہمیشہ پریشانیا<mark>ں پیدا</mark> کرنے کی سعی کرتا ہے۔جیسا کہ سلاب جب پہاڑوں سے جوش وخروش کے ساتھ بہنا شروع کرتا ہے تو جھا گ بھی اپنے ساتھ لا تا ہے،کیکن جب وسیع وعریض میدانوں میں پہنچتا ہے تواس کا جوش وخروش ختم ہوجا تا ہے اور جھا گ بھی ختم ہو جاتی ہے۔

۲۔باطل فقط ایک لباس میں ظاہز نہیں ہوتا ، بلکہ وہ ہر لخطہ اپنارنگ ولباس بدلتار ہتا ہے۔جس طرح جھاگ پانی پر پیدا ہوتی ہے ، اسی طرح بھٹیوں میں دھاتوں کے (پیکھلنے سے ) بھی جھاگ پیدا ہوتی ہے۔ بنابریں ان کی رنگارنگی سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے۔حق وباطل کی پیچان رکھنے والی آئکھوں کو اُنہیں ہر رنگ ولباس میں پیچان لینا چاہیے۔

ے۔ حق وباطل کی جنگ دائمی ہے۔'' یہ شیٹھے اور کھارے پانی رگ رگ ہوتا ہے اور تا قیامت خلائق میں یہ جنگ رہتی ہے۔'' جس طرح آ سانوں سے بارش برستی رہتی ہے اور بھٹیوں میں دھا تیں پگھلتی رہتی ہیں ، اسی طرح (حق وباطل کی جنگ بھی ) ہمیشہ جاری رہتی ہے۔

۸۔باطل ظاہراورآ تکھوں میں آنے والا <sup>ہ</sup>لیکن اندر سے خالی ہوتا ہے۔ گر حق متواضع ، خاموش اور کارگر ہوتا ہے۔ اس آیت میں غور وفکر سے اس مثال میں بہت سے دوسرے نکات بھی مل سکتے ہیں۔ بیقر آنی مثالوں کا ایک نمونہ تھا۔ بہت سی دوسری مثالی بھی ہیں، مثلاً: ''اللّٰہ کی راہ میں انفاق اور اس کی (گندم کے ) دانوں اور خوشوں سے تشبیہ۔'' (سورۂ بقرہ ۲۲۱۷) خالی پتھر ریا کارانہ اعمال کی اس بارش سے تشبیہ جو خالی پتھر پر برستی ہے جس پر پڑی ہوئی تھوڑی بہت گردو غبار کوصاف کردیتی ہے اور ختم ہوجاتی ہے۔

جبکہ خالصانۂ مل اس بارش کی طرح ہے جوسورج کی کرنوں اورصاف وشفاف ہوا کے سامنے پھیلی ہوئی زرخیز زمین پر برستی ہے۔ (سورۂ بقرہ/۲۲۸ ۲۲۸) کفار کے اعمال کو ہوا کے سامنے خاکشر سے تشبیہ دینا (سورۂ ابرائیم/۱۸) یا سراب سے تشبیہ دینا (سورۂ نور/۳۹) یا آسان پر بادلوں کے پھیل جانے سے سمندر میں یا رات کے وقت پھیلی ہوئی ظلمت و تاریکی سے تشبیہ دنیا (سورۂ نور/۴۴) منافقین کے اعمال کو ایک ایسے شخص سے تشبیہ دینا جو تاریک رات میں ،کسی بیابان میں راستہ کم کرمیٹھتا ہے، اور گرج چیک سے لرزنے لگتا ہے۔

ایک کھنے کے لئے چیکتی ہوئی بجلی کی روثنی میں چلنے کی سعی کرتا ہے، لیکن ایک بار پھرتار کی چھا جاتی ہےاوراس کی نظروں میں

سب کچھ تاریک ہوجا تا ہے۔ (سورہ بقرہ ۱۹،۰۱۷) بت پرستوں کے شعورا ورطافت سے خالی بتوں پر بھروسہ کرنے کو (خانہ عنکبوت) مگڑی کے حالے سے تشہید زبا۔ (سورہ عنکبوت ۱۷)

غیبت کرنے والوں کواک شخص سے تشبید یناجواپنے مردہ بھائی کا گوشت کھا تا۔ (سورۂ حجرات ؍ ۱۲)اور پھراللہ تعالیٰ کی ذات پاک کوآ سانوں اورز مین کےنوراور پھراس نور کو خاص خصوصیات کے حامل چراغ سے تشبید ینا، اپنے اندرانواع واقسام کے نکات کا حامل ہے (سورۂ نور ۲۵)

اسی طرح بہت سی دوسری مثالیں جنہیں یہاں ذکر کر ناطولانی ہونے کا باعث بنے گا، بیسب قر آن کی فصاحت و بلاغت کوظاہر کرتی ہیں اور ہمیں اُن اقدار اورا ق<mark>دار کے مخ</mark>الف چیزوں سے تعارف کراتی ہیں جن کا سامنا ہمیں اپنی زندگی میں کرنا پڑتا ہے۔اور اس طرح خوبصورت مثالوں کی شکل میں علم ودا<mark>نش کی ایک</mark> دنیا ہم پرکھل جاتی ہے۔

# ۲۔الہی معارف کی نظرسے قر آنی اعجاز

فصاحت وبلاغت کے مسلے کے بعد مضامین اور مطالب کی باری آتی ہے،اس جھے میں سب سے پہلے معارف،مبداءو معاداور مذہبی عقائد سے متعلق مسائل پیش کئے جائیں گے۔اصولاً ادیان حق وباطل کی آز مائش کی ایک سوٹی اُن کی وہ توضیح وتفسیر ہے جواُنھوں نے مبداء ومعاد اور نبوت وامامت کے بارے میں کی ہے، کیونکہ اس قسم کے مسائل خصوصاً جن کی بازگشت اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کی طرف ہوتی ہے، بہت ہی دقیق ،ظریف اور پیچیدہ ہیں ۔بعض اوقات شرک وتو حید کے درمیان ایک بال سے کم فاصلہ رہ جاتا ہے۔قر آنی آیات کا بیر حصہ اس قدر دلچسپ ،عمین اور دقیق ہے کہ اگرا عجاز قر آن کی کوئی اور دلیل نہ ہوتی سوائے ان دقیق توضیحات کے جوان اہم مسائل میں بیان ہوئی ہیں تو اس کو بچھنے کے لئے کافی تھیں۔

خصوصاً قر آن ایک ایسے ماحول میں نازل ہوا ہے جو بتوں اور بتکدوں سے بھرا ہوا تھا،گھریلو بتوں سے کیکر قبائیلی بتوں اور بڑے بڑے بڑے بتوں تک جوعمومی حیثیت رکھتے تھے اور ہرشہرودیار کے لئے قابل احترام تھے۔ کچھ بت توککڑی یا پتھریا دھات کے ایک ٹکڑے سے خود اپنے ہاتھوں سے بنا لئے جاتے تھے اور بیرجانتے ہوئے کہ بیہ بت معمولی سااحساس، شعور، حرکت اور بصیرت بھی نہیں رکھتے، لیکن وہ لوگ اپنے خیالات میں اُنہیں عظیم قدرت کا مالک سجھتے تھے اور اپنے مقدرات اُن کے ہاتھ میں دے کر اُن کے سامنے عاجزی کے ساتھ گھٹٹے ٹیک کرداز و نیاز کرنے لگتے یا سجدہ کرتے اور ان کے سامنے قربانی دیتے۔ تاکہ وہ اُن کے لئے بارگاہ خدا میں واسطہ فیض اور شفیع بن جا نمل۔

حتی بعض اوقات کھجور سے بت بنالیتے تھے۔ا تفاق سے جب ایک سال قبط پڑ گیا تو غذا کا ذخیرہ ختم ہو گیا تو انھوں نے ( کھجور سے بنے ہوئے )ان بتوں پر حملہ کردیا اور''ان خداؤں کے بندول'' نے''اپنے خداؤں کو بڑی جسارت کے ساتھ ہڑپ کرلیا''۔اب بھی بیشعرعر بوں کے زمانہ جاہلیت کے اشعار میں دیکھا جاتا ہے جواسی واقعے کی یا ددلا تا ہے: اَكَلَتْ حَنيِفَةُ رَبَّهُا عَامَرِ التَّقُعُّمَ وَالْمَجَاعَةِ لَمُ

'' بن حنیفہ قبیلے نے قحط اور بھوک کے سال میں اپنے خدا کو کھالیا اور اس عمل کے بُرے نتائج کے بارے میں اپنے خدا کا خوف تک نہیں کیا۔''

میخرافات پر ببنی مفتحکہ خیز اور پست ترین فکروسوج ہے جو کسی انسان کے ذہن میں پیدا ہوسکتی ہے۔ فارس کی بیر معروف ضرب المثل' یا خدارا بخواہ یا خرمارا'' (یعنی؛ یا خدا کو چاہو یا تھجورکو ) شایداس قصے کی طرف اشارہ ہو کہ وہ ہے ہودہ قوم یا تواپنے خدا سے صرف نظر کرلیتی یا خرما کھانے سے پر ہیز کرتی۔ایام جاہلیت کے بہت سے عرب، فرشتوں کوخدا کی بیٹیاں جانتے تھے، جبکہ خود بیٹی کا نام تک سننے کے لئے تیار نہیں تھے اور اس ماحول میں عورت کوشد پر حقارت کی وجہ سے نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

جيبا كەسورۇ زخرف كى آيت نمبر ١٤ مين ، هم پرط هية بين:

وَإِذَا بُشِّرَ آحَدُهُمْ مِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْنِ مَقَلَّا ظَلَّ وَجُهُهُ مُسُودًا وَّهُو كَظِيْمٌ ﴿

" حالانکہ جب ان میں سے کسی کو بھی اس چیز ( بیٹی کی پیدائش ) کی جسے انہوں نے رحمٰن کی طرف نسبت

دے رکھی تھی کی خوشخری دی جاتی تواس کا چہرہ سیاہ ہوجا تا ہے ا<mark>ور وہ غصہ سے بھر</mark> جا تا ہے۔''

اسی طرح بہت سے دوسر سے خرافات بھی ہیں خواہ وہ معرفت خدا کے بار سے میں ہوں یا معاد وغیرہ کے متعلق، ان سب کی تفصیل بہت لمبی ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہاں قسم کے ماحول سے ایک شخص اُٹھتا ہے اور خالص توحید پر مبنی خالص تعلیمات اس قدر دقیق انداز میں پیش کرتا کہ بڑے بڑے فلا سفداس کے مقابلے میں گھٹٹے ٹیک دیتے ہیں توہمیں اس بات میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں رہتا کہ ایسی تعلیمات فقط خدا ہی کی طرف سے ہوسکتی ہیں۔ اس بات میں معمولی سابھی مبالغہ نہیں اور اس حقیقت تک پہنچنے کے لئے کسی دور در از راستے کو طے کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

اگراسی کتاب'' پیام قرآن' کی دوسریاور تیسری جلد پرایک نظر دوڑا نمیں کہجس میں پہلی جلد قرآن، میں خدا کی جستجواور دوسری جلد خدا شناسی کے بارے میں ہے توہمیں قرآن کی تعلیمات کی گہرائی کاانداز ہ ہوجائے گا۔

ای طرح قرآن مجید میں معاد کے بارے میں'' پیام قرآن'' کی پانچویں اور چھٹی جلد میں تفصیل کے ساتھ تحقیق پیش کی گئی ہے۔لہٰذا یہاں پر چنداشاروں میں مخضری بحث پراکتفا کرتے ہوئے قارئین محتر م کو'' پیام قرآن'' کی انہی جلدوں کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی جاتی ہے۔اُس ماحول پر بت پرسی کا مسکداس قدرزیادہ مسلط تھا کہ کوئی بھی شخص اس عقیدے کی مذمت میں ذراسی بات بھی نہیں کرتا تھا۔لیکن قرآن نے ایک بے مثال قاطعیت کے ساتھ اس بے ہودہ عقیدے کو دباتے ہوئے حضرت ابراہیم خلیل اللہؓ کی زبان سے اس طرح کے کلمانے نقل کئے ہیں: قَالَ اَفَتَعُبُكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّ كُمْ أَفِّ اَنَّ لَكُمْ وَلِهَا تَعُبُكُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللهِ ﴿ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ !!!

یعن: ''(ابراہیم نے) کہا: کیاتم اللہ کو چھوڑ کراس کی پرستش کرتے ہوجونہ تو تمہیں کوئی فائدہ پہنچا سکتا ہے اور نہ نقصان؟ تف ہےتم پر بھی اور اس پر بھی جسے اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو؟ کیاتم سوچتے نہیں (اور کیا تمہارے پاس عقل نہیں ہے)؟

ایک دوسری جگہ بچھڑے کی پرستش کے بارے میں جس کے بچھ بنی اسرائیل کے جاہل افراد تخت گرویدہ ہو چکے تھے فرمایا: اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْدِجُ مُر اِلْكُهِمْ قَوُلًا اِوَّلَا يَمُلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿

یعنی: ''کیاوه پنهیس دیکھتے که وه (سونے کا بچھڑا)ان کا جواب تک نهیس دیتااور نه وه انھیں کو کی نقصان پہنچا سکتا ہےاور نه ہی کو کی نفع؟ ﷺ

مخضریه که قرآن مجید نے شرک وبت پرسی کی اس قد**رمذ**مت کی ہے کہ اس کے نز دیک تمام گناہ بخشش اورمغفرت کے قابل ہیں ، سوائے شرک کے۔اس سلسلے میں قرآن فرما تا ہے :

اِنَّ اللهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشَرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ ۚ وَمَنْ يُّشَرِكُ بِاللهِ فَقَبِ افْتَرَى إِثَمَا عَظِيمًا ۞

لینی:''خدا کبھی مشرک کونہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جو پچھ ہے وہ جسے چاہے (بشرطیکہ وہ اہلیت رکھتا ہو) بخش دے گا اور جوکسی کوالڈ کا شریک بنائے گا تو وہ گناہ ظیم کا مرتکب ہواہے'' ﷺ

اس پورے ماحول پر بت پرتی جیسی جانی پہچانی ثقافت غالب ہونا اور آباء واجداد کی سیرت کہ جس کے علاوہ کسی بھی دوسرے طریقے کواختیار کرنا باعث تعجب تھااوراس کی سخت مذمت کی جاتی تھی۔لہندااس کے مقابلے میں اس قسم کا شدیداور قاطع رویہ واقعاً جیرت انگیز تھا۔ آج ہم اپنے ماحول میں ان آیات کو دیکھتے ہیں اور اسے ایک عام سی بات سجھتے ہیں جبکہ اس زمانے کا ماحول اور حالات اور تھے۔ بیتوایک بات، دوسری طرف جب ہم تو حید کی بحث شروع کرتے ہیں تو (قر آن مجید )اس طرح کے فطری و منطقی دلائل اور''بر ہان نظم''اور''بر ہان صدیقین'' جیسی ادلہ پیش کرتا ہے جن سے زیادہ خوبصورت گفتگو کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

تو حید فطری جیسی بحث کے وقت ایک ایسامسکے کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ جواُن سب کی زندگی میں مختلف شکلوں میں پیش آیا

<sup>🗓</sup> سورهٔ انبیاء / ۲۲ / ۲۷

تا سورهٔ طرر ۸۹

<sup>🖺</sup> سورهٔ نساءر ۴۸

ہے، چنانچ فرما تاہے:

فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلُكِ دَعُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الرِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجِّمُهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمُ

یعنی:''جب بیلوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں توخلوص کے ساتھ اللہ کو پکارتے ہیں (اوراس کے غیر کو بھول جاتے ہیں )مگر جب اللہ انھیں نجات دے کرخشکی پر پہنچادیتا ہے تو وہ پھر شرک کرنے لگتے ہیں'۔ 🎞

اس طرح بتایا گیا ہے کہ کس طرح ان کے وجود کی گہرائیوں میں نور تو حید پایا جاتا ہے اور کس طرح حوادث کا طوفان، جہالت اور جاہلیت کی خاکستر کے بینچے چھی آگ کوظا ہر کر دیتا ہے۔اور جب استدلا کی توحید کی بات شروع ہوتی ہے تو ایک مختصر سے جملے میں کہا جاتا ہے:

<u>ٵڣ</u>ۣٳٮڷۄۺۜڰؙ۠ڣؘٳڟؚؚڔٳڸۺۜؠؗۅ۬ؾؚۅؘٳڵڒۯۻ

لعنی: '' کیااللہ کے بارے میں شک ہے، وہ اللہ جس نے آسانوں اور زمین کو پیدا کیا'' 🖺

اں کلی گفتگو کے بعد، انسانوں کا ہاتھ پکڑ کراُنہیں اس وسیع وعریض کا ئنات کے گوشے گوشے میں میں پھیلی ہوئی آیات آفاقی وانفسی سے روشناس کرایا جاتا ہے۔ بھی فرما تا ہے:

وَفِي الْاَرْضِ النَّ لِلْمُوقِينِينَ فَوَقِيَ انْفُسِكُمْ الْفَلا تُبْصِرُ وَنَ الْ

یعنی:''اورز مین میں طالبان حق کے لئے نشانیاں ہیں اورخود تمہارے وجود کے اندر ( بھی نشانیاں ہیں ) کیا

تم د کھتے نہیں؟ 🖺

اوراس کے بعد دوسری آیات میں آسان، ستاروں، زمین، پودوں، پرندوں، دن رات اور ہواؤں اور ہارشوں میں موجود خدا کی

عظمت، قدرت اور حکمت کو مفصل طور پر بیان کیاجا تا ہے کہ جس سے انسان لذت میں ڈوب کروجدوسرور میں آ جا تا ہے۔ 🖺

اور جب صفات خداجیسی پیچیدہ ترین نظریاتی گفتگو شروع کی جاتی ہے کہ جس میں بہت سے دانشوروں کے لئے اہم ترین نظریاتی اورفکری لغزشیں سرز دہوتی ہیں، تواس میں بھی (قرآن) دادشن دیتا ہے۔ایک مقام پرایک مختصر سے جملے میں اللہ تعالیٰ کو ہرتسم کی محدودام کانی اور نقص سے مملوصفات سے منز ہویاک قرار دیتے ہوئے فرما تا ہے:

<sup>🗓</sup> سورهٔ عنکبوت ر ۲۵

۳ سورهٔ ابراهیم ۱۰

<sup>🖺</sup> سورهٔ ذاریات ۱۲۰/۲۰

<sup>🖺</sup> ہم نے ان آیات کی تفصیل ہیں عناوین کے تحت اسی کتاب' پیام قر آن' کی جلد دوم میں پیش کی ہے۔

لَيْسَ كَمِثُلِهِ شَيْءٌ \*

یعنی:''اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے۔'' 🗉

اوراس طرح اُس کی ذات پاک سے تمام امکانی اوصاف کی نفی کر دی جاتی ہے اوراس کی صفات جمال وکمال کا بے نظیر ہونا ثابت کر دیا جاتا ہے۔اور بھی تفصیل کے ساتھ فرما تاہے:

هُوَاللهُ الَّذِى لَا إِلهَ إِلَّا هُو عَلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَاكَةِ هُوَالرَّحْنُ الرَّحِيْمُ ﴿ هُوَاللهُ الْنَانُ لَا إِلهَ إِلَّا هُو الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْرُ الْجَبَّارُ الَّهَارُ لَا إِللهَ إِلَّا هُو الْمَهَيْمِنُ الْعَرْيُرُ الْجَبَّارُ الْجَبَّارُ الْمُعَنِينُ الْمُعَيْمِنُ الْمُعَيْمِنُ الْعَرْيُرُ الْجَبَّارُ الْجَبَّارُ الْمُعَلَّمُ الْمُتَكِيرُ وَ اللهُ الْمُعَلِينُ الْمُعَلِّدُ لَهُ الْاسْمَاءُ الْمُسْتِحُ لَهُ مَا فِي السَّلُونِ وَالْارْضِ وَهُوَاللهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُكِينُمُ ﴿ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ الْمُعَلِينُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِّمُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ الْمُعَلِمُ اللهُ اللهُ

''اللہ وہی ہے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ غیب (پوشیدہ) وآشکار سے آگاہ ہے۔ اور وہ رحمن ورجیم ہے۔ اللہ وہی ہے، ہرعیب سے منزہ ہے، کسی پرظلم نہیں کرتا، مومنین کوسلامتی بخشا ہے، ہر چیز کا گہبان ہے، صاحب قدرت ہے، طاقتور ہے، عظمت کے لاکق ہے اور اس سے منزہ ہے جسے اس کا شریک قرار دیتے ہیں۔ اللہ تعالی ہی خالق اور بے سابقہ پیدا کرنے والا ہے، وہ (بے نظیر) تصویریں بنانے والا ہے، اس کے لئے اچھا چھا تھے نام ہیں، جو چیز پچھ آسانوں اور زمین میں ہے، وہ (بے نظیر) تصویریں بنانے والا ہے، اس کے لئے اچھا چھا تھے نام ہیں، جو چیز پچھ آسانوں اور زمین میں ہے اس کی تشیج کرتا ہے اور وہ عزیز وکیم ہے'۔ آ

در حقیقت قرآن نے ان چندآیات میں خالق کا ئنات کی جوتوصیف کی ہے،اگراس کا اُس توصیف کے ساتھ موازنہ کیا جائے کہ جو بطور کلی نزول قرآن کے ماحول میں بت پرست خدا کے بارے میں کرر ہے تھے تو ہم کسی بھی صورت اس بات کا احمال تک نہیں دے سکتے کہ بیغیر معمولی نورانی بیان ،اُس تاریک اور پست ماحول کی پیداوار ہے۔ایک دوسری جگہ (قرآن مجید) اللہ تعالیٰ کے علم اوراس کے بے انتہا ہونے کی اس طرح منظرکشی کررہا ہے کہ جس سے زیادہ اعلیٰ بیان کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ، چنانچے قرآن فرما تا ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقُلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُثُّلُا مِنُ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبُحُرٍ مَّا نَفِلَتْ كَلِمْتُ اللهِ

لینی: ''اوراگرروئے زمین پرتمام درخت قلم بن جائیں،سمندران کے لئےروشائی بن جائے اوران میں

<sup>🗓</sup> سورهٔ شوری راا

<sup>🗓</sup> سورهٔ حشر ۱۲،۲۲ ۲۴

سات دیگرسمندروں کااضافہ کیا جائے (تا کہ کلمات خدا کو کھیں) توبیسب کے سب ختم ہوجا نیں گےلیکن کلمات البی ختم نہیں ہوں گے۔''الل

در حقیقت بیایک لامتنائی اور لامحدود (بستی) کی تصویر کشی ہے۔ لیکن ایک زندہ تصویر، چونکہ لامتنائی عدد کبھی مردہ صورت میں ادا ہوتا ہے اور اس کے لئے ریاضی کی علامتوں اور فلسفی بیانات سے استفادہ کیا جاتا ہے اور کبھی زندہ صورت میں اُسی منظر کشی کی طرح جو مذکورہ آیت میں کی گئی ہے، جوانسان کی فکر کواپنے ساتھ بلندیوں کی طرف لا کر لامتنائی حد تک لے آتی ہے۔ ہم اس وقت تو حید اور اساء وصفات جیسے باریک ترین مسائل کے بارے میں معارف اسلام کی گہرائی تک پہنچ سکتے ہیں، جب ہم پورے قرآن مجید کا اسی نقط نظر سے مطالعہ کریں اور اس سلسلے میں تحقیق کریں۔ آ

جب( قر آن مجید) قیامت اورموت کے بعد کی زندگی کے بارے میں بحث شروع کرتا ہے تو بھی مخالفین کے تمام دلائل اورغیر ممکنات کوایک مختصر سے جملے کے ذریعے بالکل ردکر دیتا ہے اور کہتا ہے :

كَمَابَدَا كُمْ تَعُودُونَ اللهُ

لینی:''جس طرح اس نے تمہیں آغاز میں پیدا کیا ہے(اسی طرح) تم حشر کے دوزاس کی طرف پلٹو گے۔''<sup>®</sup> اور بھی ایک بہت ہی تفصیلی بیان کے ساتھ فرما تاہے:

ٱوَلَيْسَ الَّذِي َ خَلَقَ السَّلُوتِ وَالْأَرْضَ بِقْدِدٍ عَلَى آنُ يَّخُلُقَ مِثْلَهُمُ عَبَلَى وَهُوَ الْخَلُقُ الْعَلِيْمُ ﴿ الْعَلِيْمُ الْعَلَيْمُ ﴿ الْعَلِيْمُ ﴿ اللَّهِ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَيْكُولُ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ عَلَا عَلْمُ عَل

یعنی: ''کیا وہ ذات جس نے آسانوں اور زمین کوخلق کیا ہے اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان کے مانند (خاک شدہ انسانوں) کو پیدا کر ہے؟ ہاں وہ آگاہ وداناخلق کرنے والا ہے۔اس کا امرتو صرف بیہ ہے کہ جس وقت وہ کسی چیز کے کرنے کا ارادہ فرما تا ہے تو کہتا ہے ہوجا! پس وہ ہوجاتی ہے۔''آ

، اور بھی معاداور قیامت کے منظر کوایک زندہ تصویر کی شکل میں مجسم کرتے ہوئے اُن کےافکار پراستدلال کی زحمت ڈالے بغیر اُن کےسامنے پیش کردیتا ہےاورفر ما تاہے:

يَآيُهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَإِنَّا خَلَقُنْكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ

<sup>🗓</sup> سورهٔ لقمان ر ۲۷

<sup>🖺 &#</sup>x27;' پیام قرآن' کی جلد سوم کی طرف رجوع کر کے آپ اس سلسلے میں منظم اطلاعات حاصل کر سکتے ہیں۔

<sup>🖺</sup> سورهٔ اعراف (۲۹

<sup>🗹</sup> سورهٔ کیس ر ۸۲،۸۱

مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضَعَةٍ هُّنَا لَقَةٍ وَعَيْرِ هُعَلَّقَةٍ لِنُبَيِّنَ لَكُمْ ﴿ وَنُقِرُّ فِي الْاَرْ عَامِ مَا نَشَأَءُ اللّهَ مَنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّمُ مُنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ اللّهَ مُنْ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَّنَ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَّنَ يُتَوَفَّى وَمِنْكُمْ مَّنَ يُتَوَلِّ مُسَلِّى ثُمْ يَا اللّهُ مُر لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا ﴿ وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاذَا مَنْ يُكُولُ اللّهُ مُواللّهُ هُوالْكَقَّ اللّهُ هُوالْكَقُ اللّهُ هُوالْكَقُ اللّهُ هُوالْكَقُ اللّهُ هُوالْكَقُ وَاللّهُ هُواللّهُ وَاللّهُ اللّهُ هُواللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ اللّهُ هُوالْكَقُى وَاللّهُ هُواللّهُ وَاللّهُ مُولِكُولُ اللّهُ هُواللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ هُوالْكُولُ اللّهُ هُواللّهُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ مُولِكُولُ وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُولُولًا وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُؤْلِلُكُولُ وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُؤْلُولُ وَاللّهُ مُولُولُ وَاللّهُ مُؤْلِلْكُولُ وَاللّهُ مُؤْلِكُ وَاللّهُ وَاللّهُ مُؤْلِلْكُولُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَلَا مُؤْلِكُ وَاللّهُ وَاللّهُ مُؤْلِكُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَلَا اللّهُ اللّهُ وَلّهُ وَاللّهُ وَلَا لَا مُؤْلِقُولُ وَاللّهُ وَلّهُ وَاللّهُ وَلَا اللّهُ وَلَا لَا مُؤْلِلْكُولُ وَاللّهُ وَالّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّهُ وَاللّه

"اے لوگو! کیا تمہیں قیامت کآنے میں کوئی شک ہے؟ (تواس تکتے پر ذراغور کرلو کہ) ہم نے تہہیں مئی سے، پھر نطفہ سے، پھر جے ہوئے خون سے، پھر مضغہ (گوشت کے لوتھڑ ہے ہے) جو بھی توکسی شکل وصورت کا حامل ہوتا ہے اور بھی نہیں، پیدا کیا ہے تا کہ تم جان لو (کہ ہم ہر چیز پر قادر ہیں) پھران جنین میں سے جن کو ہم چا ہتے ہیں کہ وہ اپنی خلقت کی مدت مکمل کرلیں، ان کو ماؤں کے رقم میں ایک خاص مدت تک رکھتے ہیں پھر ہم تم کو بچے کی صورت میں پیدا کردیتے ہیں تا کہ تم جسمانی اور عقلی اعتبار سے کمال تک جا پہنچو۔ البتہ اس دوران تم میں سے بعض مرجاتے ہیں اور بعض انتہائی بڑھا ہے کو پہنچ جاتے ہیں اور (اس مرحلہ میں) اپنی تمام تر معلومات کھو بیٹے ہیں۔ اور (دوسری طرف ) تود کھے گا کہ زمین خشک اور مردہ ہوتی ہے، مگر جو نہی ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو اس میں زندگی پیدا ہوجاتی ہے اور طرح طرح کی ہری بھری لہلہاتی تھیتیاں اگاتی ہے۔ یہ اس لئے کہ تمہیں پہ پھل جائے کہ اللہ برش ہے اور وہ مردوں کو زندہ کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پرقدرت رکھتا ہے۔ 'آ

اس طرح قیامت اور حشر کی نمائش کوانسان کے جنین کے مختلف مرحلوں سے شروع ہونے والی حرکت میں ظاہر کرتا ہے کہ جوخود حشر وقیامت کی ایک عظیم مثال ہے۔ اسی طرح پودوں کی دنیا کہ جسے ہر سال سر مااور بہار کے موسم میں نباتات کی موت وحیات اور قیامت وحشر کے مناظر کو ہم خودا پنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جوآیات موت کے بعد کی زندگی اور اس کے مختلف دلائل کے بارے میں ہیں، اسی طرح آخرت کے گوناں گوں منازل ومناظر اور وہاں واقع ہونے والے واقعات کی منظر کشی کرتی ہیں اور جسم اعمال، حساب کتاب، میزان اور قیامت کے دن شہود کے بارے میں نکات اور باریکیاں بیان کرتی ہیں، ان سب کا مطالعہ اور حقیق ہرانسان کو تبجب و جمرت میں غرق کردیتی ہے۔ آب اس کتاب 'کیام خوادی کی جنر کے میں اس قسم کے مسائل کے بارے میں تفصیلی مطالعہ کر سکتے ہیں۔

## ٣-جديدعلوم اورسائنسي ايجادات كى نظرىية رآنى اعجاز

اس بحث کوشروع کرنے سے پہلے اس موضوع سے ہوتھم کی غلط نبی کوختم کرنے کے لئے دونکات ذکر کرنا ضروری ہیں:

ار قرآن مجید سے تما طبیعی علوم کے مسائل اور تمام اشیاء کے خواص بیان کرنے کی ہرگز تو قع نہیں رکھنی چاہیے، چونکہ قرآن اس مقصد کے لئے نازل نہیں ہوا ہے۔ قرآن ایک دائرۃ المعارف یاعلم طبقات الارض (جیالو جی )علم نبا تات (باٹنی) اور فزیالو جی کی کتاب نہیں ہے۔ بلکہ قرآن تربیت اور ہدایت کی کتاب ہے اور انسانوں کو ایک پاکیزہ سعادت اور فضیلت پر مبنی زندگی کی طرف رہنمائی کرنے والی کتاب ہے تاکہ اس پرسچائی، وامانتداری اور نظم ورحمت کی حکمرانی ہواور آخر کاروہ قرب خدا تک پہنچ سکے۔اگر ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالی قرآن کے متعلق فرما تاہے:

#### ۅؘڹۜڗ۠ڶؽٵۼڶؽڮٵڶڮؾڹؾؚؠؙؾٲڹٞٳۨڵڴ<mark>ڸۜۺ</mark>ؽۦٟ

یعن:''اور بیالی کتاب( قرآن) ہم نےتم پراتاری ہے جو ہر چیز کوواضح کرتی ہے''۔ <sup>™</sup> اس سے مرادوہ تمام چیزیں ہیں جو بنی نوع انسان کی نج<mark>ات</mark> ،سعادت اورتر بیت سے تعلق رکھتی ہیں ۔لہذااس جملے کے بعد

فرما تاہے:

#### وَهُدًى وَرَحْمَةً وَابْشُر ى لِلْمُسْلِمِينَ ﴿

لینی:''اورمسلمانوں کے لئے ہدایت،رحمت اور بشارت ہے''۔ 🖺

لیکن جہاں پر پھھ آیات الہی ، پوری کا ئنات اورخود انسان کی خلقت کے اسرار ، معرفت خدا کی مدد کرنے والی اور عالم خلقت کی بھپان کرانے والی آیات ذکر کرتا ہے ، بعض اوقات ان آیات قر آن کے اندر کہیں کہیں ان اسرار کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے اور اُن مسائل سے پردہ ہٹایا گیا ہے جواس زمانے تک دنیا کے تمام علاء سے خفی اور پنہان سے مختصر یہ کہا گرقر آن مجید میں پھھلوم اور کا ئنات کے اسرار کا تذکرہ ہوا بھی ہے تو بیعلوم طبیعات وغیرہ کو پیش کرنے کے گئے نہیں ہے اور نہ بیا یک انسائیکلو پیڈیا کی طرح کی کوئی چیز کا کنات کے اسرار کا تذکرہ ہوا بھی ہے تو بیعلوم طبیعات وغیرہ کو پیش کرنے کے گئے نہیں ہونے ملکہ اس کے تربیتی اور اخلاقی مقاصد ہیں اور تو حید ، معرفت خدا ، اور اسماء وصفات یا معاد وغیرہ کے بعض اسرار کو شمجھانے کے لئے ہے۔

۲ ۔ کیا اُصولی طور پر ان موضوعات پر بات کرنا اور قر آن کی آیات کوسائنسی ایجادات وغیرہ پر منظبی کرنا درست ہے؟ کیا ہمیں مختف علوم طبیعات کو قر آنی آیات پر یا آیات کو اُن پر منظبی کرنا کوئی منطقی و عقلی کا منہیں ہوتے و بیں ۔ لہذا ہماری نظر میں ایک محکم اور یا ئیدار چیز کوایک متغیرا ور تبدیل ہونے والی چیز پر منظبی کرنا کوئی منطقی و عقلی کا منہیں ہے۔

<sup>🗓</sup> سوره کل ۱۹۸

<sup>🖺</sup> نحل \_۸۹

اس سوال کے جواب میں یہی کہنا چاہیے: یہاں پر تین مختلف نظریات ہیں: بعض نے اس سلسلے میں افراط پر ہنی راستہ اختیار کیا ہے اور قرآنی آیات کو معمولی سی نسبت کے ساتھ سائنسی مفروضوں نہ کہ سلّم ویقینی حقائق پر تطبیق کر کے اپنے خیال میں قرآن شاسی کے سلسلے میں بہت بڑی خدمت انجام دی ہے۔

جبکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ بیکام بہت بڑی غلطی ہے۔ بیکام نہ فقط قرآن کی خدمت نہیں بلکہ قرآن کوغیر معتر کرنے کا باعث بنا ہے۔ کیونکہ سائنسی مفروضات نہ کہ اس کے مسلّمہ قوانین، ہمیشہ تغیر وتبدل کی حالت سے گذر رہے ہیں جس کی وجہ سے ہمیشہ مشکوک ومظنون ہیں ۔لہذا بیکام نہ توعقل ہے اور نہ سائنس وعلم کی اور نہ ہی ند ہب کی خدمت ہے۔ دوسرے گروہ میں وہ لوگ ہیں جو تفریط کے راستے پر چل رہے ہیں۔اُن کا عقیدہ ہے سی بھی چیز میں حتی سائنسی مسلّمات میں بھی خواہ بیقر آن کی واضح نص کے موافق ہی کیوں نہ ہو، اس قسم کی تطبیق نہیں کی جانی چاہیے۔لیکن اس قسم کا تعصب اور جمود بھی منطق ودلیل سے خالی ہے۔

یہاں پران دونوں منحرف راستوں کا درمیانہ راستہ ہی صحیح ہے۔ اگر ہم مفروضات کی دنیا سے باہر قدم رکھیں اور اُن سائنسی قوانین کودیکھیں کہ جونتینی دلائل اورمسلّمہ مشاہدات سے ثابت ہو بچکے ہیں اور پھر قر آنی آیات کی دلالت بھی اسسلسلے میں واضح اور روشن ہوتو پھر ہم آیات قر آن پران مسائل کومنطبق کرنے سے کیوں پہلو ہمی کریں؟ اور کس طرح اس مطابقت سے وحشت زدہ ہوں جواس آسانی کتاب کی عظمت کی دلیل ہے؟ آخراس میں کیا مانع ہے کہ قر آن مجیدتو حیدی، خدا شناسی اور تربیتی مسائل میں پچھا لیے علمی حقا کق کے چرے سے پردہ اُٹھا تا ہے اور اپنے بیروکاروں کوان سے آگاہ کرتا ہے جن سے اُس زمانے میں لوگ بالکل اجنبی سخے۔ یہ مسائل تو حیدی اور اخلاقی نتائج کے علاوہ قر آن کی حقانیت کی دلیل بھی ہیں اور ان سے علم ودانش کے لئے ترقی کے درواز ہے بھی کھلتے ہیں؟ بنابریں جس موضوع کواب ہم شروع کرنا چاہتے ہیں، اس میں دونکات بطور خاص ہمارے مدنظر رہیں گے۔

ا۔ یہاں ہم علم طبیعات کے کچھالیے موضوعات کوا نتخاب کریں گے جوسو فی صدمسلّم اور ثابت شدہ ہیں۔مثلاً قانون جاذبہ، نبا تات میں زوجیت ،زمین کی حرکت منظومہ شمسی کی حرکت وغیرہ کہ جوآج تجربات کے ذریعے ثابت ہو چکے ہیں۔

۔ ۲۔ اس سلسلے میں اُن آیات کوا نتخاب کیا جائے گا جو کسی ٹکلف اور بناوٹی توجیہات کے بغیر موجودہ سائنسی قوانین اور قواعد پر منطبق ہوتی ہیں۔ یا دوسرے الفاظ میں جملوں اور کلمات کے معانی سے استفادہ کرنے میں ادبی قواعد کے مطابق جن آیات کی دلالت قابل قبول ہے۔

## ا قرآن اور ششقل

سورهٔ رعد کی دوسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

اَللهُ الَّذِئ رَفَعَ السَّلمُوتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّر اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّلْسَ وَالْقَهَرَ ﴿ ''اللّٰدوہی توہےجس نے آسان کو قابل مشاہدہ ستون کے بغیر پیدا کیا پھرعرش پرقرارفر مایا (اور تدبیر عالم کی باگ ڈوراپنے ہاتھ میں لی)اورآ فتاب وماہتا بکومنخرفر مایا''۔

تو جدرہے کہ قرآن مجید ینہیں فرمار ہا کہ آسان بغیرستون کے ہے، بلکہ فرمار ہاہے:''ایسے ستون کے بغیرہے جوتمہارے لئے قابل مشاہدہ ہواور جسے تم دیکھر ہے ہو''۔ان الفاظ سے بخو کی ظاہر ہوتا ہے کہ کوئی مرئی ستون نہیں ہے بلکہ نامرئی ستونوں نے آسانوں کواُٹھا یا ہوا ہے۔ 🇓

امام علی بن موت الرضا - سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ کے ایک صحابی'' حسین بن خالد'' نے سوال کیا کہ یہ جواللہ تعالی نے فرمایا ہے:''والسَّلهاء خالتِ الحجُبُكِ '' یعنی:''اور آسمان کی قسم جوراستوں والا ہے''اس کا کیا مطلب ہے؟''(سورہ ذاریات رے)امام - نے فرمایا: اس آسمان کے زمین کی طرف راستے ہیں۔راوی نے عرض کی: آسمان کا زمین کے ساتھ را بطے کا ذریعہ کیسے ہوسکتا ہے جبکہ اللہ تعالی فرما تا ہے: آسمان بے ستون ہیں؟ امام - نے فرمایا:

«سُبِحَانَ اللهِ ٱلَيْسَ اللهِ يَقُولُ ﴿بِغَيْرِعَمِياتَرَوْنَهَا » قُلْتُ:بَلَى فَقَالَ ثَمَّرَ عَمَدُ وَلَكِنَ لأ تَرَوْنَهَا »

یعنی:''سبحان اللہ! کیا خدانہیں فرما تا بغیر ستونوں کے جنہیں تم مشاہدہ کرو''؟ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: جی ہاں! تو فرما یا: پس ستون ہیں لیکن تم انہیں نہیں دیکھ یاتے''۔ آ

کیااس بات کی توجیہ وتفسیراس ستون کے علاوہ ہو سکتی ہے کہ آج جسے ہم'' قوہ کو نہودا فعہ کے توازن' کے نام سے یاد کرتے ہیں؟اس کی وضاحت سے ہے کہ قرآنی آیات کے نزول کے دور میں جومفروضہ اُس زمانے اوراس کے بعداور پہلے کے علاء کے افکار ونظریات پرمسلط تھاوہ بطلیموس کی ہیت کا مفروضہ تھاجو پوری طاقت کے ساتھ دنیا کے سائنسی موضوعات اورلوگوں کے افکار ونظریات پر چھایا ہوا تھااوراس کے مطابق آسمان ایک دوسر سے پر پیاز کے چھلکوں کی طرح کرات کی شکل میں تھااور زمین اُن کے درمیان تھی۔

ظاہر ہےاں طرح کوئی بھی آسان معلق اور ستون کے بغیر نہ تھا بلکہ ہرا یک دوسرے کا سہارا لئے ہوئے تھا، لیکن ان آیات کے نزول کے تقریباً ایک ہزار سال بعد اس نظریے کا باطل ہوناقطعی دلائل کے ساتھ ثابت ہو گیا۔اس طرح پیاز کے چھلکوں والے افلاک کا نظریہ بالکل ختم ہو گیا اور یہ بات مسلّم ہوگئی کہ آسانی کرات میں سے ہرایک اپنے مدار اور جگہ پر بغیر کسی سہارے کے ثابت ومعلق ہے اور دہ

تاس آیت کا ظاہر ہیہ ہے کہ''تروُمَکھا'''،''حکمیں'' کے لئےصفت ہے۔اور یہ جوبعض نے کہا ہے کہ آیت کامفہوم ہیہ ہے:'' تروُمَکھا بِغَیْرِ حکمیں''یعنی؛تم آسانوں کوبغیرستون کے دکھتے ہو(بنابریں بغیرعمہ، جارومجرور اورمضاف الیہ ہے جوتر وضا سے متعلق ہے ) پہلی بات تو یہ کہ بیظاہر کے خلاف ہے، دوم اس جملے سے بھی معلوم ہوتا ہے کتم آسانوں کو بغیرستون کے دکھتے ہوجبکہ وہستون رکھتے ہیں۔

<sup>🗉</sup> تفسير بربان، جلد ٢، صفحه ٢٥٨- بيحديث ال تفسير مين دوطريقول سے نقل ہوئى ہے : تفسير على بن ابراہيم كے طريقے سے اورتفسيرعيا ثى سے۔

واحد چیز جوانہیں اپنی جگہ پر قائم رکھے ہوئے ہے، وہ قوت جاذبہ اور دافعہ کا تو ازن ہے۔

قوت جاذبہ جس کے مطابق بطور مستقم جرم کی نسبت اور بطور معکوس ان کے درمیان فاصلوں کے مجذور کی نسبت ہر دوجہم ایک دوسرے کو جذب کرتے ہیں۔اور اسی وجہسے بیسب آسانی کرات سرعت کے ساتھ ایک دوسرے کی طرف حرکت کرتے ہیں اور ایک ہی مرکز میں جمع ہوتے ہیں۔لیکن سیاہ رات اور منظوموں کے درمیان ہونے والی حرکت دوری ہونے کے سبب بیے کرات اور منظومے تیزی کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہوجاتے ہیں چونکہ ہم جانتے ہیں مرکز سے گریز ، دوری حرکت کی خصوصیت ہے۔

یہ بالکل اُسی طرح ہے کہ جب ہم کسی چیز میں آگ کے انگاروں کور کھ کر گھوماتے ہیں تو اس وقت اگر اس کی رہی ٹوٹ جائے تو آگ کے انگارے دور دور تک جاگرتے ہیں۔ابا گرقوت جاذبہ بالکل قوت دافعہ کے مساوی ہو یعنی؛ نہ کم نہزیادہ تو اس صورت میں ایک طاقت ورغیر مرکی ستون کی شکل میں وہ اُنہیں اپنی جگہ قائم رکھتی ہے۔جیسا کہ کر ۂ ارض کڑوروں سال سے ایک معین مدار میں سورج کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ نہ تو اس میں جذب ہوتا ہے اور نہ اس سے دور ہوتا ہے۔اور بی عظمت خدااوراعجاز قرآن کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

دلچسپ بات یہ کہ گزشتہ مفسرین اجمالاً اس مکتے کی طرف متوجہ تھے الیکن اس کے بارے میں اُن کے پاس سوائے قدرت خدا کے اور کوئی الفاظ نہیں تھے۔جیسا کہ' مجمع البیان''میں طبرس اور''روح المعانی'' میں آلوی کے بقول ابن عباس کہتے ہیں: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آسمان کسی مرئی ستون کے بغیر ہے بنابریں اس کا ستون اللہ تعالیٰ کی قدرت ہے۔ 🗓

#### ۲\_قرآن اور کائنات کی تخلیق

قرآن مجدكائنات اوراس دنياكى خلقت وپيدائش كے بارے ميں مختلف الفاظ استعال كرتا ہے: ايك جگفر ما تا ہے۔ ثُمَّد اسْتَوْى إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ اثْرِتِيَا طَوْعًا أَوْ كُرُهَا وَالتَا اَتَيْنَا طَابِعِيْنَ ﴿

یعنی:'' پھرآ سان کی تخلیق کاارادہ فر ما یا جبکہ وہ دھوئیں کی صورت میں تھا پس آ سان اور زمین کو تکم دیا کہ وجود میں آئیں اور صورت اختیار کریں ،خواہ ازروئے اطاعت خواہ مجبور ہو کرتو انھوں نے کہا ہم اطاعت کرتے ہوئے وجود میں آتے ہیں۔(وجود میں آتے ہیں اور شکل اختیار کرتے ہیں) آ ایک دوسری جگہ فر مایا:

أَوَلَهُ يَرِ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَوْتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتُقًا فَفَتَقُنْهُمَا ﴿ وَجَعَلْنَا مِنَ

<sup>🗓</sup> مجمع البيان، جلد ۵، صفحه ۴۷۲ اورروح المعاني، جلد ۱۳ صفحه ۷۸

<sup>🖺</sup> سورهٔ حم سجده ۱۱

الْمَأْءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ ﴿ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ۞

یعنی: ''کیا کافروں نے بینہیں دیکھا کہ آسان اور زمین ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اور ہم نے اضیں ایک دوسرے سے جدا کردیا؟ اور ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے پیدا کیا۔ کیاان نشانیوں کے باوجود بھی وہ ایمان نہیں لاتے ؟'' اُلْنَا

ان دونوں آیات میں کا ئنات اور زندہ موجودات کی خلقت کے بارے میں تین اہم کنتوں کی طرف اشارہ ہوا ہے: ا۔ابتدامیں بیکا ئنات ایک گیس اور دھویں کی شکل میں تھی۔

> ۲۔ شروع میں بیکا نئات ہم پیوستہ تھی، بعد میں آسانی کرات ایک دوسرے سے جدا ہوئے ہیں۔ ۳۔ زندہ مخلوقات کی خلقت کا آغازیانی سے ہواہے۔

اور بیروبی نکات ہیں جو آج مسلّمہ سائنسی نظریات کے طور پر پہچانے جاتے ہیں۔اس کی تفصیل بیر ہے کہ اگر چدکا نئات کی تخلیق کی کیفیت کے بارے میں مختلف مفروضے موجود ہیں جوایک فرضیہ کی حدسے آ گے نہیں بڑھے، لیکن اگران مطالعات کودیکھا جائے جو کہکشاؤں اوران سے پیدا ہونے والے منظوموں کے بارے میں کئے گئے ہیں، تو بیہ بات مسلّم ہے کہ بیکا ئئات شروع میں ایک ابر کی مانندگیس کے مجموعے کی شکل میں تھی جوا ہے تھور کے گردگھو منے کے سبب کچھ گڑے اس سے جدا ہوکر اردگرد پھیل گئے تھے،اور بیٹ گڑے تھا ٹھنڈے ہوتے گئے اورا یک ملکونی کرات بن گئے۔

دوسرے الفاظ میں ماہرین فلکیات کے''بادلوں'' اور دور دراز جہانوں کے ب<mark>ار سے م</mark>یں مشاہدات ابھی بھیل کے مرحلے میں ہیں، یہ مسئلہ کہ بید نیاا بتداء میں دھویں کی مانندایک گیس کا مجموع تھی،اب کوئی فرضیہ نیس رہا بلکہ ایک قطعی اور حتی جاتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جے دنیا کی علمی محافل نے قبول کرلیا ہے۔

مذکورہ بالا پہلی آیت میں ہم صراحت کے ساتھ دیکھتے ہیں کہ:'' آسان( آسانی کرات ) شروع میں دھویں کی (مانند) تھے۔''اس آیت کا دانشوروں کےاُن انکشافات کے ساتھ ہم آ ہنگ ہونا کہ جن کی عمر کچھ زیادہ بھی نہیں گذری،قر آن کے سائنسی اعجاز کی علامت ہے،جس میں ایسےعلوم سے پردہ اُٹھایا گیاہے جونزول قرآن کے زمانے میں بالکل متعارف نہیں تھے۔

دوسری آیت میں بھی شروع شروع میں دنیا کی ہم پیونگی اور بعد میں اُس کے اجزا کے ایک دوسرے سے جدا ہونے کی بات کی گئی ہے۔ یہ بھی آج علمی محافل میں ایک اصل وقاعدے کے طور پر قبول شدہ ہے۔ زندہ مخلوقات خواہ وہ نبا تات ہوں یا حیوانات ، کی پانی سے پیدائش کا مسئلہ بھی ایک مشہور ومعروف علمی نظریہ بن چکا ہے ، اگر چپختلف نبا تات اور حیوانات کی انواع کی پیدائش میں تغیر وارتقاء کے بارے میں دانشوروں کے درمیان اختلاف نظر پایا جا تا ہے۔

قرآن مجيد بھی مذكورہ بالا دوسرى آيت ميں تمام زندہ موجودات كى پيدائش كو پانى كى طرف نسبت دے رہاہے۔ حتىٰ وه آيات كه

جن میں انسان کی خلقت کومٹی کے ساتھ نسبت دی گئی ہے، یہی تصریح کر رہی ہیں کہ ٹی پانی کے ساتھ مخلوط تھی اور''طین'' کیچڑکی شکل میں تھی۔سورہ نور کی آیت ۴۵ میں ہم پڑھتے ہیں:'' وَاللّٰهِ خَلَقَ کُلِّ دَابَّةٍ مِنْ مَاء'' یعن:''اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والی مخلوق کو پانی سے پیدا کیا ہے'' دوسری آیت میں استعال ہونے والے کلمات''رتق'''''فتق'' کے بارے میں کہ جو پیوشگی وجدائی کے معنیٰ میں ہے،مفسرین کے بہت سے قول ہیں:

بعض نے یہی او پروالامعنیا انتخاب کیا ہے کہ آغاز خلقت میں زمین وآسان ،حرارت سے پیدا شدہ بھاپ کے ایک عظیم مجموعے کی شکل میں تھے، جس میں اندرونی تغیرات اور حرکت کی وجہ سے آہتہ آہتہ اور بتدری اجزاء بکھرتے رہے اور نظام شمسی کے تمام سیارے، ستارےاور کرۂ زمین وجود میں آئے۔ بعض دوسروں نے اُسے جہان کے ایک ہی طرح کے مادہ ہونے کی طرف اشارہ سمجھا ہے۔ اس طرح کہ ایک مادہ واحد کی صورت میں سب کا سب آپس میں ملا ہوا تھا، لیکن وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ یہ مادے ایک دوسرے سے حدا ہونے لگے اور ان میں نئ نئ ترکیبیں بیدا ہونے لگیں۔

کچھ دوسر بےلوگ اسے زمین سے بارش نہ ہونے اور نبا تات نہ اُگنے کی طرف اشارہ سیجھتے ہیں۔ یعنی ؛ شروع میں آسان باہم جڑا ہوا تھااوراس سے کوئی بارش نہیں برتی تھی ا<mark>ور زمین بھی بنداور جڑ</mark>ی ہوئی تھی اوراس سے بھی کوئی نبا تا ت<sup>نہیں</sup> اُگئی تھی۔ پھراللہ تعالیٰ کے فرمان سے بیدونوں کھل گئے اور آسمان سے با<mark>رش برسنے ل</mark>کی اور زمین سے بچد سے ونبا تات اُ گئے لگے۔ اہل بیت اطہار ÷ سے منقول متعدد روایات میں اوراسی طرح اہل سنت سے نقل ہونے والی بعض روایات میں اسی آخری

اہل بیت اطہار ÷ سے منقول متعدد روایات میں اورائی طرح اہل سنت سے عل ہوئے والی بھی روایات میں اسی آخری مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ <sup>ق</sup>ا جبکہ بعض دوسری روایات میں پہلی تفسیر کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ <sup>قا</sup> نیج البلاغہ کے پہلے خطبے میں بھی اسی پیوٹنگی کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

بہر حال، آیت کا ظاہری معنی پہلی تفسیر کے ساتھ موافق ہے، اگر چہ مذکورہ تینوں مطالب کو جمع کرنے میں کوئی مشکل نہیں ہے۔ لہذاممکن ہے ہر تینوں معانی، آیت کے جامع مفہوم میں اکٹھے پائے جائیں۔اور پھر بیتو جہ بھی رہے کہ سورۂ نازعات کی آیت نمبر ۲۵ تا ۳۲ میں آیا ہے:

ءَٱنۡتُمۡ اَشَكُّ خَلَقًا آمِ السَّمَآءُ ﴿بَنْمَهَا اللَّهِ مِنْهَا مَا اللَّهُ اَخُرَجَمِنْهَا مَا اَنْتُمُ ا مَآءَهَا وَمَرْعُمَهَا ﴿ وَالْجِبَالَ ارْسُمَهَا ﴿

یعن: ''کیا (موت کے بعد) تمہاری تخلیق مشکل ہے یا آسان کی تخلیق جس کی اللہ نے بنیادر کھی؟۔۔۔اس کے بعدز مین کو بچھا یا۔خدا نے زمین میں سے اس کا پانی نکالا ، اس کی چراگاہ کو تیار کیا اور پہاڑوں کو ثابت ومحکم بنایا''

<sup>🗉</sup> نورالثقلین،جلد ۳، صفحه ۴۲۳، حدیث:۵۵،۵۴،۵۳،۵۳،۵۳،۵۵اورالدرالمنثو ر،جلد ۴، صفحه سا۳ کی طرف رجوع کیجئے۔ آ نورالثقلین،جلد ۳، صفحه ۴۲۳، حدیث:۵۵،۵۴،۵۳،۵۳،۵۵۱ورالدرالمنثو ر،جلد ۴، صفحه سا۳ کی طرف رجوع کیجئے۔

ان آیات سے بھی بخو بی معلوم ہوتا ہے کہ آسان کی خلقت، زمین سے پہلے تھی اور پانی، نبا تات اور پہاڑوں کی پیدائش، زمین کی خلقت کے بعد ہوئی ہے۔اس طرح یہوبی چیز ہے جس کی موجودہ دور کاعلم تا کید کرر ہاہے اور زمین کی پیدائش کوسورج کے بعداور پھرسطے زمین پریانی کی پیدائش پھر نبا تات اور اسی طرح پہاڑوں کی پیدائش کوزمین کی خلقت کے بعد سجھتا ہے۔

#### سے قرآن اور زمین کی حرکت

سورهٔ ممل کی آیت ۸۸ میس آیا ہے:

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴿ صُنْعَ اللهِ الَّذِيِّ اَتُقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ﴿ النَّحَابِ ﴿ صُنْعَ اللهِ الَّذِيِّ اَتُقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ﴿ النَّهَ خَبِيْرُ عِمَا تَفْعَلُوْنَ۞

یعن: ''تم پہاڑوں کود مکھتے ہوتو سجھتے ہو کہ ساکن وجامد ہیں ، حالا نکہ وہ بادل کی مانند چل رہے ہیں ، یہ خداوند عالم کی صنعت وتخلیق ہے جس نے ہرچیز کو پختہ بنایا ہے۔ وہ تمہار سے ان کا موں سے بھی باخبر جنہیں تم انجام دیتے ہو''۔

اس آیت میں چندنکات اہم ہیں: سب سے پہلے میر کہ پہاڑتمہاری نظر میں جامدوسا کن ہیں اور بادلوں جیسی تیزی کے ساتھ حرکت کررہے ہیں۔(توجہ سیجھے کہ بہت زیادہ رفتارکو بادل کی تیزی سے تشبید دی گئی ہے اور پھر بادلوں کی سریع حرکت ہرقتم کے تزلزل اور شورشرابے سے خالی ہے ) دوسرا میرکہ میداللہ تعالی کی خلیق ہے کہ جس نے ہرچیز کوایک حساب کے مطابق پیدا کیا ہے اور تیسرا میرکہ وہ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔

ان تینوں جملوں میںغور وفکر سے واضح ہوتا ہے کہ بعض مفسرین کے خیال کے برعکس اس آیت کا قیامت کے واقعات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ بلکہ بیآیت اسی دنیا کے بارے میں ہے۔ لہذااس میں کہا گیا ہے:'' تم اُنہیں اس طرح دیکھتے ہواوراس طرح خیال کرتے ہو جبکہ ایسانہیں ہے''اور پھر قیامت کے وقت پہاڑوں کی حرکت کوئی الی چیز نہیں جو نخفی اور پوشیدہ رہے، بلکہ وہ اس قدر وحشت ناک ہوگی کہ کسی میں اُسے دیکھنے اور برداشت کرنے کی ہمت نہیں ہوگی۔

اس کےعلاوہ نظام خلقت کا استحکام اوراس پر حاکم نظم، اُس کی موجودہ حالت کی طرف اشارہ ہے نہ قیامت کےوقت کی طرف کہ جب اس کا ئنات کا نظام ختم ہوجائے گا اوراس درہم برہم نظام پر ایک نئے نظام کی بنیا در کھی جائے گی۔اس کے علاوہ ہمارے اعمال سے خدا کا آگاہ ہونااسی دنیا میں انجام دینے والے اعمال سے تعلق رکھتا ہے، ورنہ قیامت تو حساب و کتاب کا دن ہے نئمل کا دن۔ان تینوں قر ائن سے بخو بی روش ہوجا تا ہے کہ بیآیت کسی بھی طرح اس دنیا کے اختتام پر قیامت کے دن پہاڑوں کی حرکت سے تعلق نہیں رکھتی۔البتہ بہت سے مفسرین اس آیت کہ گہرائی تک نہیں بہنچ سے لہذا ظاہر آیت کے خلاف مطلب کو قبول کرنے اور اس کی مسئلہ قیامت کے ساتھ تفسیر کرنے کے سوااُن کے یاس کوئی چارہ نہیں تھا۔ پیمسئلہ بھی واضح ہے کہ پہاڑوں کی حرکت، زمین کی حرکت سے جدانہیں ہے، سب ایک دوسر نے کے ساتھ پیوستہ حرکت کرتے ہیں، اگر پہاڑ حرکت کرتے ہیں، اگر پہاڑ حرکت کرتے ہیں، اگر پہاڑ حرکت کرتی ہے۔ البتہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس آیت میں فقط پہاڑوں ہی کو کیوں پیش کیا گیا ہے، وریہ ہیں کہ خرکت کررہی کو کیوں پیش کیا گیا ہے، اور مینہیں کہا گیا کہ تم زمین کود کیھتے ہواور خیال کرتے ہو کہ وہ جامدوسا کن ہے جبکہ وہ تیزی کے ساتھ حرکت کررہی ہے؟ اس سوال کا جواب واضح ہے: پہاڑ زمین پر موجود چیزوں میں سے سب سے زیادہ عظمت رکھتے ہیں اور تخی واستحکام اور مضبوطی کا مظہر مستجھے جاتے ہیں۔ (ایک ضرب المثل بھی ہے کہ فلال شخص پہاڑ کی طرح پائیدار وقائم ہے) لہذا پہاڑ وں کی حرکت اپنے تمام تر صلابت واستحکام اور پائیداری کے ساتھ حق تعالی کی لامتنا ہی قدرت کی بہترین نشانی بن سکتی ہے۔ لیکن یہ بات مسلّم ہے کہ پہاڑ وں کی حرکت ، زمین ہی کی حرکت ہے۔

بہرحال مندرجہ بالا آیت قر آن کے اہم سائنسی معجزات میں سے ایک ہے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہزول قر آن کے زمانے اور اس کے تقریباً ایک ہزارسال بعد تک زمین کے ثابت ہونے اوراس کے گرد کرات کی حرکت کا عقیدہ''بطلیموں'' کی ہیت سے اخذ کیا گیا تھا جواس زمانے کی تمام علمی محافل پر حکمرانی کررہا تھا۔ اور تقریباً ایک ہزارسال بعد سب سے پہلے دانشور کہ جنہوں نے زمین کی حرکت کا انکشاف کیاوہ اٹلی کے''گیلیو'' اور پولینڈ کے'' کو پرنک' تھے۔

انھوں نے سولہویں صدی کے آخراورستر ہویں صدی کے آغاز میں اس نظریئے کا اظہار کیا تھا۔جس پرار ہاب کلیسا نے ان کی زبردست مذمت کی اوراُنہیں موت کی حد تک آ گے جانا پڑا، جبکہ قر آن مجید نے ایک ہزارسال پہلے ہی اس حقیقت سے پر دہ اُٹھادیا تھااور زمین کی حرکت کوانہی خوبصورت الفاظ کے ساتھ تو حیداورعظمت خداکی علامتوں میں سے ایک علامت کے طور پر پیش کیا۔

بہرحال اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ آیت اس دنیا میں پہاڑوں کی حرکت ( بالفاظ دیگرز مین کی حرکت ) کو بیان کررہی ہے۔ کیونکہ قیامت کے وقت پہاڑوں کی حرکت زمین پرایک ایسا زلزلہ برپا کر دے گی کہ جس سے حاملہ عورتیں اپناحمل گرا دیں گی اور دود دھ پلانے والی عورتیں اپنے بچوں کوفراموش کر دیں گی اور اُن کے ہوش وہواس ختم ہوجا ئیں گے۔اور یہ بات ہرگز' آ تیحسّبُہا بجامِد تھ ''یعنی:'' تم اُنہیں ساکن وجامد خیال کرتے ہو'' کے ساتھ سازگار نہیں ہے۔اس کے علاوہ اُن کھات ( قیامت ) میں اچھے بُرے اعمال کا موقع ہی نہیں ہوگا تا کہ کہاجا سکے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری طرف سے انجام یانے والے اعمال سے آگاہ ہے۔

پھر مندرجہ بالا آیت سے پہلے اور بعد میں قیامت سے متعلق آیات کا ہونااس آیت کے قیامت سے مربوط ہونے کی کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ قر آن میں اس طرح کی مثالیں کم نہیں ہیں کہ جہال ایک آیت کسی ایک مطلب کو بیان کرتی ہے اوراس سے پہلے اور بعد کی آیات کسی اور مطلب کو بیان کر رہی ہوتی ہیں۔ بالفاظ دیگر خود آیت کا مضمون اور اُس میں موجود دوسر سے قر ائن دوسری باتوں سے کہیں زیادہ اہم ہوتے ہیں۔

یہ نکتہ بھی قابل تو جہ ہے کہ بادلوں کے ساتھ تشبیہ بطورا شارہ اُس کی غیر معمولی رفتار کو بیان کرر ہی ہے جواس سوال کا جواب ہے کہ اگر زمین حرکت میں ہے تواس کا حساس ہمیں کیوں نہیں ہوتا؟ اس کا جواب بیہ ہے کہ وہ اس قدر آ رام سے اور بغیر کسی شوروغل کے حرکت کر رہی ہے کہ جسے تشخیص نہیں دیا جا سکتا۔مثلاً جس طرح اگر کوئی انسان بادلوں پرسوار ہوتو وہ اُن کی حرکت کومحسوں نہیں کرسکتا۔ یہ نکتہ بھی قابل تو جہہے کہ قر آن سورۂ مرسلات کی آیت نمبر ۲۲/۲۵ میں کہتا ہے:

اَلَمْ نَجْعَل الْأَرْضَ كِفَاتًا ﴿ آحْيَا ٓ ءً وَّامُواتَّا اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّه

یعنی:'' کیا ہم نے زمین کوانسانوں کے رہنے کا مرکز نہیں بنایا، اُن کی زندگی کی حالت میں بھی اورموت کی حالت میں بھی''

لغت کی کتابوں منجملہ''مفردات' راغب اور کتاب'' انعین''میں آیا ہے کہ'' کفات'' مادہُ'' گفت'' (بروزن رفت) سے ہے۔ ہ ہے جس کے دومعنیٰ ذکر ہوئے ہیں: جمع کرنا اور تیزی رفتاری سے پرواز کرنا۔اگر پہلامعنیٰ امراد لیا جائے تو آیت کامفہوم ہے ہوگا کہ ہم نے زمین کوانسانوں کی زندگی میں اُن کے اجتماع کا مرکز قرار دیا ہے۔اورا اُر دوسرامعنیٰ امراد ہوتو اس کا مطلب ہے ہوگا زمین تیزرفتار پرواز کی حامل ہے اور بیہ بات سورج کے گردز مین کی انتقالی حرکت کی سرعت کو بیان کر رہی ہے، چونکہ زمین اس نے مدار میں ہرسکنڈ میں ۱۲۰۰ کاور ہرمنٹ میں ۲۰۰۰ کلومیٹر سورج کے گردگھو ماتی ہے۔

بظاہر کلمہ'' گفت'' کا سریع پرواز پراطلاق اس لئے ہے، چونکہ جب پرندے آسان میں بہت زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرنا چاہتے ہیں بطور معمول اپنے پرول کو سمیٹ لیتے ہیں اوراُن کی فضامیں اس طرح پرواز کرنے کواصطلاحاً غوطہ خوری پرواز کہتے ہیں۔جہاں تک کلمہ'' کفت''اور'' کفات''ہیں، یہ دونوں معانی کے تحمل ہو سکتے ہیں لہذا ہم نے اس آیت کوزمین کی گردش کے بارے میں ایک قطعی دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا۔

## ہے۔قرآن اورمنظومہ شمسی کی حرکت

قرآن مجید سورهٔ یس کی آیت نمبر ۳۸ تا۴۴ میں فرما تا ہے:

وَالشَّهْسُ تَجْرِى لِهُسْتَقَرِّلَهَا ﴿ ذَٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿ وَالْقَهَرَ قَلَّهُ نَهُ مَنَازِلَ حَلَّى عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَبَرَ وَلَا الشَّهْسُ يَنْبَغِيْ لَهَا آنُ تُلْرِكَ الْقَبَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ﴿ وَكُلُّ فِي فَلَكِ يَسْبَحُونَ ﴿ سَابِقُ النَّهَارِ ﴿ وَكُلُّ فِي فَلَكِ يَسْبَحُونَ ﴿ سَابِقُ النَّهَارِ ﴿ وَكُلُّ فِي فَلَكِ يَسْبَحُونَ ﴾

یعن: ''اورسورج (بھی نشانی ہے) جو ہمیشہ اپنے ٹھکانے کی طرف حرکت میں ہے۔ بیے خدائے قادرودانا کی تقدیر ہے۔ اور چاند کے لئے ہم نے منزلیس قرار دی ہیں، جو آخر کار کھجور کی پرانی شاخ (زرد کمان) کے مانند ہوجا تا ہے۔ نہ توسورج چاند تک پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی رات دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ ان میں

#### سے ہرایک اپنے اپنے مدار میں تیررہاہے'(لیس ۸،۳۸)

جیسا کہ پہلےذکر ہو چکا ہے کہنز ول قر آن کے زمانے اوراُس سے پہلے اور بعد میں صدیوں تک آسمان وزمین کے بارے میں جونظر بیلمی محافل میں بطورمسلم رائج تھاوہ''بطلیموں'' کی ہیت کا نظر بیتھا۔جس کےمطابق زمین دنیا کا مرکزتھی اورستاروں اورسورج کوشیشہ نماافلاک میں گڑھا ہوا ہمجھاجا تا تھا جبکہ یہ افلاک زمین کے اردگر دجالت گردش میں تھے۔

قرآن مذکورہ بالا آیات میں بالکل اس کے برعکس نظریہ پیش کرتے ہوئے فرما تاہے:'' پہلی بات تو یہ کہ سورج اپنے ٹھکانے کی طرف حرکت میں ہے ( یا سورج اپنی قرارگاہ میں حرکت کررہاہے ) نہ کہ زمین کے گر دحرکت کررہاہے ، وہ بھی خودنہیں بلکہ اپنے نیل کے چیچے حرکت کررہاہے۔ دوسری بات میہ کہ سورج اور چاند ہر دواپنے مدار میں تیررہے ہیں۔ ہیت'' بطلیموں'' کے مفروضے کی بنیادیں اُکھڑ جانے کے بعدموجودہ صدی کے سائنسی انکشافات کے سائے میں اور پھرآ سانی اجرام کے ہیرونی افلاک کی قیدو بند سے آزادہ ہوجانے کے بعد پنظر میمزید توی ہوگیا کہ سورج منظومہ سمسی کے مرکز میں ثابت وساکن ہے اور دوسرا پورامنظومہ شمسی اس کے گرد پروانوں کی طرح گھوم رہاہے۔

یہاں بھی سورج کی ایک معین سمت کی طرف یا اپنے گرد حرکت کرنے کے بارے میں کوئی خبرنہیں تھی۔اس کے بعد سائنس مزید پیش رفت کرتی ہے اور اہل نجوم کے مشاہدات بہت ہی طاقت ور دور بینوں کے ذریعے انجام پاتے ہیں، جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سورج کم از کم دوقتم کی گردش رکھتاہے ؛ایک وضعی گردش جووہ اپنے محور کے گردانجام دیتا ہے اور دوسری پورے منظومہ شمسی کے ہمراہ آسان کے ایک مخصوص نقطے کی طرف انتقالی گردش، یا دوسرے الفاظ میں''وگا'' نامی ستارے کی طرف کہ جوفلکی صورت ستاروں میں سے''الجاثی علیٰ ڈ گنج تذہبے'' کہلاتا ہے۔ ۔ اُن

ایک دائر ۃ المعارف میں لکھا ہے کہ سورج'' ظاہری' حرکات (یومیداور سالا نہ حرکت) کے علاوہ'' واقعی' حرکات بھی رکھتا ہے۔ (ان ظاہری حرکات کے علاوہ) کہکشال کی حرکت دورانی سورج کوتقریباً گیارہ لاکھتیں ہزار کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار کے ساتھ فضا میں گروش دیتی ہے، لیکن کہکشال کے اندر بھی سورج ثابت وساکن نہیں ہے بلکہ تقریباً بہتر ہزار چارسو کلومیٹر کی رفتار سے صورت فلکی'' الجاثی'' کی جانب حرکت کرتا ہے۔ اور یہ جوہم فضا میں سورج کی اس تیز رفتاری سے بے خبر ہیں، یہتوا جرام فلکی کے دَوری ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کے بعدوہ مزید لکھتے ہیں: سورج اپنے گردوضعی دورانی حرکت بھی کرتا ہے (سورج کی حرکت وضعی اس کے استواء میں لقریباً بچپیس دن میں ہوتی ہے) آ

جملہ ' کُلُّ فِی فَلَكِ يَسُبَحُون ''(ان(سورج اور جاند) میں سے ہرایک اپنے اپنے مدار میں تیرر ہاہے) بطلیموں کے نیلے

<sup>&#</sup>x27;''الخاثی علیٰ رُکْبَتَدیهِ''ستاروں کاایک مجموعہ ہے کہ جوایک فلکی صورت تشکیل دیتا ہے، بیال شخص سے مشابہ ہے کہ جو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہواور کھڑا ہونے کے لئے تیار ہواور پتعبیرای معنیٰ سے لی گئی ہے۔اور ستارہ'' وگا''اسی مجموعے کا جز ہے کہ جس کی طرف پورامنظومہ شمسی،سورج کے سمیت حرکت میں ہے۔ کا دائر ۃ المعارف'' دھخدا'' مادۂ خورشیر

افلاک کے (مفروضے کے ) ساتھ ساز گارنہیں جو کرات میں سے ہرایک کواپنی اپنی جگہ میخوں کی طرح گاڑھے ہوئے تھا۔ بلکہ یہ جملہ بالکل اُسی چیز کے ساتھ ہم آ ہنگ ہے جس کاائکشاف موجودہ دور کے سائنسی علم نے کیا ہے۔

اس طرح''مستق'' ( قرارگاہ ) کی طرف حرکت بھی ایک دوسری حرکت کی طرف اشارہ ہے کہ جس میں سورج کہکشاں کے ساتھ کیسوئی رکھتا ہےاوراس مطلب کو بیاں کرنا درحقیقت ایک معجز ہ ہے۔

#### ۵\_قر آن اور کا ئنات کی وسعت

سورهٔ ذاریات کی آیت ۲<u>۷ می</u>س ہم پڑھتے ہیں:

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَهَا بِأَيْسِ وَ<mark> التَّالَمُوْسِعُوْنَ ۞</mark>

لینی: '' ہم نے آسان کواپنی قدرت سے بنایا اور ہمیشہاس کو وسعت دیتے رہتے ہیں''

''آییں''(بروزن صید) کامعنی اقدرت وطاقت ہے جیسا قرآن مجید کی دوسری آیات میں بھی بہی مطلب ذکر ہوا ہے۔ بعض مفسرین نے''آئید'' کے لئے مذکورہ معنیٰ کے علاوہ نعمت کامعنی بھی ذکر کیا ہے، حالانکہ'' یڈ' جب نعمت کے معنیٰ میں بھی آتا ہے، توجس کی جمع ''اَیدی''اوراس کی جمع کی جمع''ایادی'' ہے۔

بہرحال جملہ'' إِنَّا لَهُوسِعُون''یعنی:''ہم ہمیشہ اس کو وسعت دیتے رہتے ہیں' واضح طور پر پیۃ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسانوں کواپنی قدرت کا ملہ سےخلق کیا ہے اوراُنھیں مسلسل وسعت دے رہاہے۔ کیونکہ گزشتہ زمانے میں یہ مطلب علاءاورمفسرین پر واضح نہیں تھالہٰذا بہت سے علماءنے اسے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے بندوں پر بارشیں برساکریا دوسرے طریقوں سے رزق میں وسعت دینے کے معنیٰ میں لیاہے۔

بعض نے اس سے اللہ تعالیٰ کے غی اور بے نیاز ہونے کامعنیٰ لیا گیا ہے کہ وہ جس قدر بخشش اور عطا کرے، اُس کے خزانوں میں کی نہیں ہوتی لیکن آج دوربینوں کے ذریعے نجومی مشاہدات نے واضح کر دیا ہے کہ آسانی کرات اور کہکشا نمیں سرعت کے ساتھ ایک دوسرے سے دور ہور ہی ہیں اور یہ کا ئنات وسیع ہور ہی ہے، جس سے اس جملے کامفہوم ہمارے لئے مکمل طور پر روثن ہوگیا ہے۔

''جان الدر'' کی کتاب'' آغاز وانجام''میں لکھا ہے:'' ستاروں سے جوموجیں نکلتی ہیں، وہ جدیدترین اور دقیق ترین اندازوں کےمطابق ایک عجیب اور جیرت انگیز حقیقت کے رخ سے پر دہ اٹھاتی ہیں، یعنی اس سے اس بات کی نشاند ھی ہوتی ہے کہ ستاروں کا وہ مجموعہ جس سے ل کر ہیے جہاں بنا ہے، ہمیشہ زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ اس مرکز سے دور ہوتا جار ہاہے، اور انکا فاصلہ اس مرکز سے جتنا دور ہوتا جا تا ہے اتنا ہی انکی رفتار کی تیزی بڑھتی جار ہی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک وقت بیسب ستارے اس مرکز میں جمع تھے۔اور اس کے بعد وہ ایک دوسرے سے الگ اور جدا ہو گئے، اور بڑے ستاروں کا مجموعہ ان سے الگ ہوکر تیزی اور سرعت کے ساتھ ہر طرف کوروا نہ ہو گیا۔اس طرح ماہرین نے اس سے پینتیجہ نکالا کہ یہ جہان ایک نقطہ آغاز کا حامل تھا'' 🗓

اُسی کتاب میں'' ژرژگاموف''سے کتابِ'' آفرینش جہان' میں اس بارے میں اس طرح نقل ہوا ہے:'' عالم کی فضا جوار بوں کہکشاؤں سے لل کربن ہےا یک ایسی حالت میں ہے جو تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ جہان حالت سکون میں نہیں ہے، بلکہاس کا پھیلتے جاناایک مسلمہ حقیقت ہے۔اس بات کی حقیقت کو معلوم کرنے ،اوراس کی تہ تک پہنچنے سے: کہ ہمارا جہان مسلسل پھیل رہا ہے،اور حالت انبساط میں ہے، جہان شاسی کے معمول کے خزانوں کی اصلی کلید معلوم ہو جاتی ہے، کیونکہ اگر جہان حالت انبساط میں ہوتو یہ بات لازم آتی ہے کہ وہ کسی وقت بہت شدید حالت انقیاض میں تھا'' ﷺ

کتاب''مرزہای نجوم'' تالیف''فردھویل''میں کا ئنات کے پھلنے اوروسیع ہونے کے بارے آیا ہے:'' کروں کی پھلنے کی زیادہ سے زیادہ سرعت کا اب تک جواندازہ لگا یا گیا ہے وہ تقریبا ۲۹ ہزار کلومیٹر فی سینڈ ہے! زیادہ دوری پرواقع کہکشا نمیں ہماری نگاہ کے آگے اتنی کم نور ہیں کہ کافی روشن نہ ہونے کی وجہ ہے ان کی سرعت کا اندازہ لگا نا دشوار ہے ۔ آسان سے جوتصویریں حاصل کی گئ ہیں، وہ اس اہم انکشاف کی واضح طور پرنشا ندہی کرتی ہیں، کہ: ان کہکشاؤں کا فاصلہ نزد کیک کہکشاؤں کی نسبت بہت سرعت کہساتھ بڑھ رہا ہے''۔ ﷺ

اس طرح ہم مذکورہ بالا آیت کی بہت ہی واضح تفسیر دیکھتے ہیں اور آسانوں کے پھیلنے کا پتالگاتے ہیں کہ جس سے قر آن کے سائنسی مجزات کے اسرار میں سے ایک راز سے پر دہ اُٹھتا ہوا نظر آتا ہے۔ قابل توجہ بات سیے کہ'' اِنالمو سِعُون'' (ہم وسعت دینے والے ہیں ) کی تعبیر میں جملہ اسمیہ اور اسم فاعل کے جملہ سے استفادہ ہوتا ہے جواس موضوع کے دائمی ہونے کی دلیل ہے جواس بات کی نشاندھی کرتی ہے کہ (کائنات کا اس طرح وسیج ہونا) ہمیشہ سے تھا اور اسی طرح جاری رہے گا۔

## ۲۔قرآن اور دوسرے کرات پرزندگی

سورهٔ شوریٰ کی آیت ۲۹ میں آیا ہے:

وَمِنُ الْيَهِ خَلْقُ السَّلْوْتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَتَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ﴿ وَهُوَعَلَى جَمْعِهِمُ إِذَا يَشَآءُ قَدِيْرُ ۚ

یعنی:''اوراس کی نشانیوں میں سے ہے آسانوں اور زمین کی خلقت اوران کے اندر چلنے والی مخلوق بھی کہ

<sup>🗓</sup> آغاز دانجام جهان صفحه ۷۴ تا ۷۷ (ملخص)

<sup>🗓</sup> آغاز وانجام جہان صفحہ ۲۴ تا ۷۷ (ملخص)

<sup>🖻</sup> مرز ہای نجوم تر جمہ رضااقصی صفحہ ۳۳۸

جسےاس نے پھیلا یا ہے اور جب بھی وہ چاہے اُٹھیں اکٹھا کرنے پر قادرہے۔' 🗓

کیا حیات اور زندگی اسی کرهٔ ارض سے مخصوص ہےاور دوسرے کرات پر بالکل کوئی سکونت نہیں؟ گزشتہ دور کے ماہرین اس مسئلے کو ہمیشہ ک

شک کی نگاہ سے دیکھے رہے ہیں لیکن ماہرین کی حالیۃ حقیقات سے ممیں پتا چلتا ہے کہ حیات اور زندگی فقط کر ہ ارض سے ہی مختص نہیں ہے۔

مجله 'لائف'' کی شائع کردہ کتاب''حیات در جہان'' میں یوں لکھا ہے:''حبیبا کہ ماہرین کے اعداد وشار میں آیا ہے کہ فقط ہماری کہکشال میں ممکن ہے لاکھوں ستارے موجود ہوں کہ جن کے تابع سیارے قابل سکونت ہوں''بعض نے اس سے بھی آ گے قدم رکھا ہے اور اس بات کے قائل ہوئے ہیں کہ بعض آ سانی کرات میں انسان سے بھی زیادہ پیش رفتہ زندہ موجودات رہتی ہیں جوفضا میں لاسکی پیغامات بھیلاتی ہیں اور جس کی مثل لانے پرہم بالکل قادر نہیں ہیں، ہمارے ریسیوراُسے کمل طور پروصول کر سکتے ہیں اگر چے ہم اُن کی زبان نہیں سمجھتے۔

بہرحال مذکورہ بالا آیت صراحت کے ساتھ کہتی ہے: اللہ تعالی نے زمین وآسان میں کچھ زندہ موجودات کو کچیلا یا ہوا ہے۔ جس سے ہم دوسری موجودات کی زندگی کے بارے میں بخو بی باخبر ہوتے ہیں۔ اورا گرہم یہ خیال کریں کہ آسانوں میں زندہ موجودات سے مراد فرشتوں پر فرشتے ہیں تو کا ملاً غلط فہمی ہوگی، چونکہ کلمہ ' کہ اَبَّة '' (چلنے والا) فقط جسمانی مخلوقات کے بارے میں استعال ہوتا ہے اوراس کا فرشتوں پر اطلاق نہیں ہوتا۔ لہذا قرآن مجید جہاں فرشتوں کا نام لینا چاہتا ہے، وہاں' کہ اَبَّة '' ذکر کرنے کے بعدا لگسے ملائکہ کی بات کرتا ہے۔ جیسا کہ سورہ نحل کی آیت ۴ میں فرمایا ہے:

وَيِلَّهِ يَسْجُلُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي اللَّرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلاَئِكَةُ وَهُمْ لا وَيَسْتَكُهِرُونَ ،

لینی:'' آسانوں اور زمین میں چلنے والے تمام انسان اور ملائکہ اللہ کے حضور سجبدہ کرتے ہیں اور ان میں کسی قسم کا تکبرنہیں ہے۔''آ

حبیبا کہ ہم نے دیکھا'' ملائکہ'' کو' کا ابّاۃ '' کے مقابل میں لایا گیا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں' نہ ابّاۃ '' میں فرشتے شامل نہیں ہوتے۔ قابل توجہ یہ کہ' فخر رازی'' نے بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ'' یہ کہنا بعیر نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آسانوں میں موجودات کی پھھالی اقسام خلق کی ہوئی ہوں جواسی طرح راستہ چلتی ہوں جس طرح زمین پر انسان راستہ چلتے ہیں''۔ ﷺ حضرت امیرالمونین علی ۔ کی ایک دلچسپ حدیث میں آیا ہے:

"هذه النجوم التي في السماء مدائن مثل المدائن التي في الارض مربوطة كل

<sup>🗓</sup> شوري ر ۲۹

<sup>🗹</sup> نحل ر ۹ س

<sup>🖺</sup> تفسیرفخررازی،جلد ۲۷،صفحه ا ۱۷

مدينة الى عمود من نورٍ"

لیعن: '' آسان میں جوستارے ہیں، بیز مین پرشہرول جیسے شہر ہیں۔ ہرشہردوسرے شہر کے ساتھ (ہرستارہ

دوسرے ستارے کے ساتھ )ایک نورانی ستون کے ذریعے مربوط ہے' 🗓

، اس سلسلے میں اور بھی روایات ہیں جواسلامی کتابوں میں نقل ہوئی ہیں۔ ﷺ واضح ہے کہ یہ معلومات اُسی سرچشمے سے حاصل ہو مکتی ہیں جس سے قرآن مجید حاصل ہوا ہے۔ورنہاُس زمانے میں کوئی بھی شخص ان معلومات سے آگاہ نہیں تھا۔

## ے۔ قرآن اور پہاڑو<del>ں کی خلقت</del>

قرآن میں پہاڑوں کی خلقت کے بارے میں مختلف اور بامعنی تعبیرات دیکھی جاتی ہیں،ایک جگەقر آن نے فرمایا:

وَٱلْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِينَا بِكُمْ وَٱنْهُرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ مَهْتَدُونَ

لینی: ''اوراس نے زمین میں محکم اور مضبوط پہاڑوں کو گاڑ دیا ہے تا کتہ ہیں اس کی حرکت اور لرزنے سے

محفوظ رکھے اوراس نے دریا پیدا کئے اور راستے بنائے تا کتمہیں ہدایت حاصل ہو۔'' 🖹

ایک دوسری جگه فرمایا:

ٱلمُ نَجْعَل الْأَرْضَ مِهِدًا أَنْ وَالْجِبَالَ اَوْتَادًا أَنْ

ا یعنی: '' کیا ہم نے زمین کو (تمہارے) آرام وسکون کی جگہ قرار نہیں دیا، پہاڑوں کوزمین کی میخیں (نہیں

بنایا)۔"آ

ایک دوسری آیت میں ہم پڑھتے ہیں:

وَجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شُوخِتِ وَالسَقَيْنَكُمْ مَّا ءَفُرَاتًا اللَّهِ

یعنی:''اور ہم نے اس میں استوار وبلند پہاڑ قرار دیئے اور تمہیں ہم نے خوشگوار پانی پلایا۔ 🖺 نیز فرمایا:

🗓 سفينة البجار، مادهُ نجم (حبلد ٢،صفحه ۵۷۴)

🗹 مزيد معلومات كے لئے كتاب "الهية والاسلام" كى جانب رجوع سيجئے۔

الخلرا۵) الشخارا۵)

الماناور ۲۱۷

🖺 مرسلات ر ۲۷

# وَٱلْقِي فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي آنُ تَمِيْلَ بِكُمْ وَبَتَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاتَّيَةٍ الْمَالِكُونَ وَالْمِي الْمُعَلِي عَلَيْهِ الْمُؤْمِنِ مِنْ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهُ اللهِ اللهُ اللهُ

والے کو پھیلا دیا' 🏻

قرآن میں ای مضمون کی یااس سے نز دیک معنی کی دوسری آیات بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔سب سے پہلی چیز جس کاان آیات میں ہمیں سامنا ہوتا ہے، وہ زمین کے سکون وقرار میں پہاڑ ول کااثر ہے، بھی تواسے' أَوْ تَادًا'' (میخول) سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جنہیں عام طور پر درواز ول، صندوقول، تشتیول وغیرہ کے مختلف حصول کومضبوط بنانے یا خیمول کو ہواؤل کے مقابلے میں محکم بنانے کے لئے استعمال کیا جا تا ہے۔اور بھی' اِنْ فَدَعَمِیدَ بِکُم'' سے تعبیر کیا گیا ہے کہ جو' مُیکدان'' کے مادے سے ملئے اورلرزنے کے معنیٰ میں ہے۔یعنی؛ پہاڑ زمین کو لیا نہ اس کرنے اور مضطرب ہونے سے بچاتے ہیں۔ بیروہ چیز ہے جواس زمانے میں کسی کو بھی معلوم نہیں تھی اور آج ہم اچھی طرح جانتے ہیں اس لیا ظاھے بہاڑ کیا کر دارا داکرتے ہیں۔ کیونکہ:

اول بیر کہ پہاڑ در حقیقت ایک فولا دی زرہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جوز مین کے اردگرد پھیلے ہوئے ہیں اور زمین کی گہرائی میں ایک دوسرے کے ساتھ جورالطہاور تعلق رکھتے ہیں،اس کی وجہ سے ایک مکمل اور طاقتور سلسلہ تشکیل دیتے ہیں۔اگراییا نہ ہوتا توسطح زمین جس کونرم مٹی نے ڈھانیا ہوا ہے، بہت آسانی کے ساتھ چاند کے طاقتور جاذبہ سے متاثر ہوجاتی اور خشکی پربھی سمندروں جے عظیم مدوجزر پیدا ہوجاتے جن سے ہرچیزلرز اُٹھتی اور دن رات زمین کی سطح پراضطراب و حرکت اور لرزش ہوتی رہتی اور ہوسکتا تھا ہر عمارت تباہ ہوجاتی لیکن محکم زرہ کا وجود ،اس مدوجز رکو بہت حد تک کم کر دیتا ہے۔

اس وقت بھی زمین کی محکم جلد ہردن رات میں • ۳ سینٹی میٹراد پر پنچے ہوتی ہے، سمندروں کے برعکس جو کبھی تو مدو جزر کے نتیجے میں چند میٹر تک او پر پنچے ہوجاتے ہیں۔اس طرح سورج کی کشش کی وجہ سے بھی ہلکا سامدو جزر پیدا ہوتا ہے۔اگر سورج اور چاند اپنے راہتے میں ایک ہی سمت پرواقع ہوجائیں اور بیکشش ایک ہی سمت ہوجائے تو بیر کات مزید قو کی اور شدید ہوجاتی ہیں۔لیکن قرآن فرما تا ہے: پہاڑ زمین کی میخیں ہیں جواُسے لزرنے سے بچاتی ہیں۔

دوم به که زمین کی اندرغیر معمولی مرکزی حرارت سے پیدا ہونے والا دباؤ مسلسل طبقات زمین پر پڑتار ہتا ہے،اگریہ پہاڑنہ ہوتے تو بیر (دباؤ) زمین کے مسلسل اضطراب کا سرچشمہ بن جاتا۔اب آپ ذراغور کریں کہاگر مدو جزر کی حرکت کا بیائر تراؤ چڑھاؤاور اندرونی دباؤز مین کی نرم جلد کی وجہ سے شدید ہوجاتا تو کیا ہم اس ثبات وسکون کا احساس کر سکتے تھے جس کا احساس اس وقت کررہے ہیں؟ کیا کوئی بھی گھر،سکونت اور ٹھکا نہ استراحت و آرام کے ساتھ باقی رہتا۔

سوم بی که آج بیہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ پہاڑا پنے قوی پنجوں کے ذریعے زمین کے اردگرد کی ہوا کواپنے ساتھ گھوماتے ہیں۔

آپ فرض بیجئے کہا گر کرۂ زمین اسی سرعت کے ساتھ کہ جس میں وہ ہر منٹ میں تقریباً تمیں کلومیٹراپنے گردگھومتی ہے، حرکت کرے اور بی پہاڑ نہ ہوں اور زمین کے گرد کی ہوااس طرح حرکت نہ کرتی تو ہوا کے مالیکیو ل شدت کے ساتھ سطح زمین سے نکراتے ، جس کے نتیجے میں مسلسل شدید طوفان آتے اور گر دوغمارا گھتار ہتا۔

اس کے علاوہ الیی شدید حرارت پیدا ہوتی جو ہر چیز کوجلا کرر کھ دیتی (جیسے تیز رفتار ہوائی جہاز اگر فضائے نچلے طبقات میں پرواز کرئے کہ تا ہوائی جہاز مجبوراً بلندی پر جا کرحرکت کرتا ہے چونکہ فضائے بالائی طبقات میں ہوا بہت زیادہ رقیق ہوتی ہوتی ہوتا کے ساتھ رابطہ کم ہوجا تا ہے جو حرارت کا باعث بنتی ہے۔)
جونکہ فضائے بالائی طبقات میں ہوا بہت زیادہ رقیق ہوتی ہوتی ہوتی کو کل کردیا ہے جو زمین کے قلیم فضائی حصے کو زمین کی گردش کے ساتھ جی ہاں! زمین پر پہاڑوں کی پستی و بلندی نے اس مشکل کو کل کردیا ہے جو زمین کے قلیم فضائی حصے کو زمین کی گردش کے ساتھ ساتھ دوسری اشیاء کو بھی گھو ما تار ہتا ہے۔ بنابریں پہاڑ سورج و چاندگی کشش ، اندرونی دباؤ ، مسلسل شدید طوفانوں اور نا قابل برداشت حرارت کے مقابلے میں زمین اور اس پر ساکن لوگوں کے ثبات و چاندگی کشش ، اندرونی دباؤ ، مسلسل شدید طوفانوں اور نا قابل برداشت حرارت کے مقابلے میں زمین اور اس پر ساکن لوگوں کے ثبات

دوسری جانب مذکورہ بالا آیات میں پہاڑوں اور بارشوں کے بر سنے اور زمینوں کے سیراب ہونے کے درمیان ایک گہرتے تعلق کی طرف بھی اشارہ ہوا ہے۔ جن کے ذریعے''ماء فرات'' (خوش گوار پانی ) حاصل ہوتا ہے۔لہٰذا قر آن مجید فرما تا ہے:'' اور ہم نے اس میں استوار و بلندیہاڑ قرار دیئے اور تہہیں ہم نے خوشگواریانی پلایا''

یقیناً گزشتہ زمانے میں ان دونوں کے درمیان اس گہرتے تعلق کے بارے میں کسی کو پھر معلوم نہیں تھا۔لیکن آج ہم جانتے ہیں کہ ایک تو یہ پہاڑ پانی کے بخارات کے جمع ہونے کا سبب ہیں یعنی بادلوں کے پھیلنے کا باعث بینے ہیں۔ دوسرا یہ اس کے ساتھ موجود ہوا کے سر دہونے کا سبب بنتے ہیں۔ تیسرا یہ پہاڑ آسان سے نازل ہونے والے بہت سے پانی کو برف کی شکل میں اپنے اندر محفوظ رکھتے ہیں اور زمین کی سطح پر پانی جاری ہونے کا ایک ایسادائی منبع ہیں جو آسانی برکات کو ضائع ہونے سے بچا تا ہے۔ اس کے علاوہ پہاڑوں کے دامن اپنی ناہموار سطح کی بدولت پانی کی امواج کو او پر نیچ کرنے کے بعد سے وسالم ہوا کے حوالے کرتے ہوئے اُسے صاف کردیتے ہیں۔ جس سے ''ما وفرات'' (خوش گواریانی) ہمیں نصیب ہوتا ہے۔

ان سب باتوں کے علاوہ ایک اور دلچیپ نکتہ جوز مین پر پہاڑوں کے بارے میں بعض ماہرین کی توجہ کا باعث بناہے، وہ یہ کہ پہاڑ زمینی دباؤ کے نشیب و فراز کے مقابلے میں (لنگر کا پہیہ)'' پانی کو کھینچنے والی چرخی'' کی حیثیت رکھتے ہیں جوسرعت اور تیزی میں تغیرو تبدل کو روکتی ہے۔وضاحت: (لنگر کا پہیہ)'' پانی کو کھینچنے والی چرخی'' سے مرادوہ چیز ہے جو تمام وسائل اور مشینوں میں گھو منے والی حرکت کے مشابہ ہوتے ہیں۔جو ایک بھاری پہیے کی شکل میں ایک محور پر نصب کی جاتی ہے تا کہ اس کی سرعت کو قابو میں رکھا جاسکے۔مثلاً اگر گھو منے والی چیز پر باہر سے کوئی دباؤ پڑے اور پھراچا نک وہ دباؤ ختم ہوجائے تو وہ چیز اُچھل کرآگے کی طرف چلی جاتی ہے اور اُس مشین پرایک بھاری ضرب کگتی ہے۔لیکن اگر اس برایک چرخی کی جو تو ہو کہ بھاری ضرب کگتی ہے۔

125

www.kitabmart.in

دوسری طرف وحشت ناک طوفان کبھی زمین کے مخالف سمت اور کبھی موافق سمت میں چلنے لگتے ہیں جواس کی حرکت اور گردش کو متاثر کر سکتے ہیں۔ جب طوفان کا دباؤ کم ہونے لگتا ہے توایک جھٹکے میں تبدیل ہو کر زمین پر موجود تمام چیزوں کوایک سخت جھٹکا لگا تا ہے جس سے تمام چیزیں تباہ ہوسکتی ہیں لیکن پہاڑوں کی وجہ سے کہ جو'' کنویں پر لگی چرخی'' کی حیثیت رکھتے ہیں اس قسم کا کوئی جھٹکا نہیں لگتا چونکہ پہاڑ ہرقسم کا منفی و مثبت دباؤا پنے اندر سہہ لیتے ہیں اور جھٹکوں سے بچالیتے ہیں اور زمین کی متوازن حرکت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اور قرآنی الفاظ کے مطابق لرزنے (اور سکون وثبات کوختم کرنے) کورو کتے ہیں۔

ان آیات کے نزول کی تاریخ کے دوران اُس دور کی دنیا میں'' لنگر کی چرخی'' اوراس کے اثرات کے بارے میں پچھ معلومات ہوتیں تو ان آیات کے بیہ مفاتیم کسی قسم کے تعجب کا باعث نہ بنتے لیکن چونکہ اس زمانے میں ایسے مسائل کے بارے میں بالکل کوئی معلومات نہیں تھیں خاص کر'' جزیر ۃ العرب'' میں فزکس وغیرہ کا نام ونشان تک نہیں تھا تو اس کے بعد ہمیں اس بات کا اقر ارکرنا چاہیے کہ اس قسم کی آیات ، قر آن مجید کا سائنٹی معجز ہ ثنار ہوتی ہیں ۔ اللہ

ایک دوسرانکتہ پیک قرآن پہاڑوں کی پیدائش کے بارے میں بھی کہتا ہے:

وَٱلْقِي فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي

لینی: ' اوراس نے زمین میں محکم اور مضبوط بہاڑوں کو گاڑ دیاہے'۔ آ

ایک دوسری جگه فرما تاہے:

أَمِّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا ...وَّجَعَلَ لَهَارَوَاسِي

لینی: ''یاوہ جس نے زمین کوآرام وقرار کی جگہ بنایا۔۔۔اور زمین کے لئے ثابت ومحکم پہاڑ بنائے''۔ <sup>ﷺ</sup>

اس قسم کی الفاظ قرآن مجید میں بار ہا آئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ پہاڑوں کی خلقت، زمین کی تخلیق کے بعد ہوئی ہے۔ موجودہ سائنس نے بھی یہ بات ثابت کر دی ہے کہ بہت سے پہاڑ زمین پر پڑی ہوئی جھریوں (نشیب وفراز) کا نتیجہ ہیں اور کچھ پھلے ہوئے آتش فشال مواد کی وجہ سے اور کچھ بارشوں کی وجہ سے زمین کے سخت حصوں کے ساتھ زم حصوں کے دُھل (بہہ) جانے کے سبب وجود میں آئے ہیں۔اور بیسب زمین کی خلقت کے بعد ہی ہوا ہے۔ یقیناً جب قرآن مجید کی بیآیات نازل ہوئی ہیں توان مسائل میں سے کسی بھی چیز کے بارے میں معلومات موجو ذہیں تھیں۔

<sup>🗓</sup> جو کچھاو پر ذکر ہوا ہے بیا یک تحقیقی مقالے کا خلاصہ ہے جو''اثر کوہ ھادر آرامش زمین' (مسلہ چرخ لنگر در قر آن ) کے عنوان سے دینی وعلمی مجلّے'' مکتب اسلام'' کے شارہ: ۸،جلد ۱۳ (صفحہ ۲۸ تا24) میں شائع ہوا تھامزیر تفصیل کے لئے مذکورہ مقالے کی طرف رجوع کیجیئے۔

۳ سورهٔ محل ر ۱۵

<sup>🗷</sup> سورهٔ ثمل ۱۱۷

#### ۸\_قرآن میں بودوں کی زوجیت ( نراور مادہ ہونا )

قرآن مجيدى پانچ آيتول مين نباتات مين زاور ماده كى طرف اشاره ملتا ہے۔ سورة لقمان كى آيت نمبر ١٠ مين آيا ہے۔ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَا ءً فَأَنْبَتُنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْج كَرِيْجِه

یعن: ''ہم نے آسان سے پانی نازل فرمایا اور اس کے ذریعیہ ہم نے روئے زمین پر مختلف قسم کے قیمتی نیا تات کے جوڑے جوڑے اگائے'' 🏻

یمی مضمون سورهٔ شعراء کی آ<mark>یت</mark> کاورسورهٔ ق کی آیت که میں بھی آیا ہے۔

سورهٔ حج کی آیت نمبر ۵ میں فر مایا:

وَتَرَى الْأَرْضَ هَامِدَةً فَإِذَا ٱنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآء اهْتَزَّتُ وَرَبَتُ وَٱنْبَتَتُ مِنْ كُلِّ زَوْجَبَهِيْجِ®

یعنی : ' تو د سی گا کہ زمین خشک اور مردہ ہوتی ہے مگر جو نہی ہم اس پر بارش برساتے ہیں تو اس میں زندگی پیدا ہوجاتی ہے اور طرح کی ہری بھری لہلہاتی تھیتاں اگاتی ہے''۔

سورهٔ طه کی آیت نمبر ۵۳ میں بھی آیا ہے:

وَّٱنْزَلَ مِنَ السَّهَآءِ مَآءً ﴿ فَأَخْرَجْنَا بِهَ ٱزْوَاجًا مِّنُ نَّبَاتٍ شَتَّى ﴿

یعنی: '' اور آسان سے پانی برسایا جس کے ذریعے انواع واقسام کے نباتات (اندھیری خاک سے) نکالے''۔

گزشتہ اکثر مفسرین جبان آیات پر پنچ توانھوں نے''زوج'' کونبا تات کی نوع اورصنف کے معنی میں لیا ہے اور''ازواج'' کامعنی''انواع''اور''اصناف'' کیا ہے۔ چونکہ اُس زمانے میں نبا تات کے بارے میں جوڑے ہونے کی بات اپنے مشہور معنی میں پوری طرح متعارف نہیں ہوئی تھی۔ بیدرست ہے کہ گزشتہ زمانے میں لوگوں نے کم وبیش اس حد تک سمجھر کھاتھا کہ نبا تات کی بعض قسمیں نرو مادہ پرمشمل ہیں اور نبا تات کوثمر آ وربنانے کے لئے تھے سے استفادہ کیاجا تا تھا۔

مخصوصاً کجھور کے درخت کہ جس میں نرومادہ کے بارے میں قدیم ایام سےلوگ جانتے تھے،لہذا اُسے لیٹے کے ذریعے ثمر آور کیا جاتا تھا۔لیکن با قاعدہ طور پرسب سے پہلے سویڈن کامشہور ماہر نباتات مسٹر'' لینے''اٹھارویں صدی عیسوی میں پہ حقیقت دریافت کرنے میں کامیاب ہو گیا کہ نباتات کی دنیا میں تقریباً بیا یک عام قانون ہے اور عام حیوانات کی طرح نباتات بھی نرومادہ کے نطفے کی آمیزش سے ثمرآ ورہوتے ہیں (اوران کی نسل بڑھتی ہے )اوریہ پھل دیتے ہیں۔

لیکن ہم نے دیکھا کہ قرآن مجید نے اس سائنسدان سے بارہ صدیاں پہلے اس راز سے پردہ اُٹھادیا تھااور بہت سے مواقع پر نباتات میں زوجیت کے بارے میں اشارہ کیا ہے، لیکن جولوگ اس حقیقت کوظا ہر کرنے کی جرائت نہیں رکھتے تھے، وہ زوجیت کی اس کے ظاہری کے معنی برخلاف تفییر کرتے رہے ہیں۔ دلچسپ بات یہ کہ اس لحاظ سے نباتات میں فرق ہوتا ہے، اُن میں سے بہت سے نرومادہ ایک ہی جانب ہوتے ہیں اور بعض میں زدرخت ، مادہ درخت سے جدا ہوتے ہیں۔

آ پایک پھول کو ہاتھ میں لیں،اُس کی پنگھڑیوں کوایک طرف کریں اور پھول کے درمیان غور سے دیکھیں تو وہاں ایک ہنگامہ خیز دنیا ہے۔ در حقیقت وہاں ایک عالی شان بزم بر پا ہے لیکن اس بزم میں کسی قسم کا شور وغل نہیں ،کمل خاموثی ہے اورخلاف قانون عمل نہیں ہور ہا۔ بہت ہی باریک اور لطیف ڈنڈیاں جوزرگل کی تھیلیوں کواپنے ساتھ اُٹھائے ہوئے ہے ایک طرف لگی ہوئی ہیں اور ہوا چلنے سے ملنے لگتی ہیں اور زرگل کے ذرات کو پھول کے طبق پر چھڑ کے لگتی ہیں۔

اس زرگل کے دانے کہ جن میں سے ہرایک داندایک چھوٹا ساپودا شار ہوتا ہے، بہت تیزی سے اپنی جڑیں پھیلا دیتا ہے اورطبق گل سے عبور کرنے کے بعد پھول کی تہہ میں خلوت گزین ہو کر مادہ نطفے کے ساتھ آمیزش کر کے پھول یا پھل کا نئے بنادیتا ہے گویا پھول کی خوبصورت پنگھڑیاں اس عجیب وغریب بزم وصلت کی آرائش ہیں یا اس حجلہ گاہ کے پردے ہیں۔اس بزم میں خوبصورت پروانوں اورشہد کی تھیوں کو بھی دعوت دی جاتی ہے جو پھول کی تہہ میں پہلے سے تیار خاص شرین کو تناول کرتی ہیں۔ یہ کتنی سہولت ہے کہ وہ ہمارا حصہ بھی لے آتی ہیں۔ یہ جو مختلف برتنوں میں شہد پڑا ہوتا ہے یہ وہی حصہ ہے جو شہد کی تھیاں ہمارے لئے اس بزم سے لائی ہیں۔

بہر حال مختلف آیات میں نبا تات میں زوجیت کے عمومی مسلے کے بارے قر آن مجید کی تصریح میں اگر کو کی استثناء سمجی ہے تو بہت کم اور ناچیز ہے (چونکہ ہر قانون کلی میں مستثنٰ بھی ہوتا ہے ) قر آن مجید نے اس اہم راز سے پر دہ اُٹھایا ہے کہ جواُس زمانے میں بھی اور اس کے بعدصد یوں تک علاء کی تیزبین آنکھوں سے پوشیدہ رہاہے اور بیخودایک دلچسپ علمی مججزہ ہے۔

#### ٩\_قرآن اورغمومی زوجیت

سورهٔ ذاریات کی آیت ۴۶ میں آیا ہے:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَنَ كَّرُوْنَ ®

لعنی: "اور ہم نے ہر چیز کے جوڑ نے ملق کئے ہیں تا کتم غور کرواور مجھو"

اورسورهٔ یس کی آیت نمبر ۲ سامیس الله تعالی فرما تا ہے:

سُبُعٰیَ الَّذِی کَ خَلَق الْاَزْ وَا جَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۞ یعن:''منزه ہےوہذات جس نے سے اگنے والی چیزوں کے اورخودانہی لوگوں کے اور ان چیزوں کے جنسیں

#### ینہیں جانتے،سب کے جوڑے پیدا کئے ہیں''

یہ آیت بہت وضاحت کے ساتھ نبا تات،انسانوں اوراُن چیزوں میں زوجیت کے مسئلہ کی وسعت کو بیان کر رہی ہے کہ جوعلم بشر کی قلمرو سے باہر ہیں۔ بہت سے مفسرین کو یہاں پر زوجیت کا (جنسی لحاظ سے نرومادہ کی شکل میں) حقیقی معنی نہیں ملا تواس کی دنیا کی مختلف مخلوقات کی اصناف کے معنیٰ میں تفسیر کی ہے کہ جو جفت جفت کی شکل میں ہیں۔ مثلاً دن رات،نوروظلمت، دریا وصحرا،سورج و چاند، جنگ وسلح وغیرہ۔

لیکن آج ان دونوں آیتوں کی ایک بالکل صحیح تفسیر کی جاسکتی ہے، چونکہ سائنسی علمی تحقیقات سے یہ حقیقت بخو بی ثابت ہو چکی ہے کہ دنیا کی تمام مخلوقات'' ایٹم''نام کے ایک انتہائی حجووٹے سے جز سے تشکیل پائی ہیں اور گزشتہ زمانے میں ان اجزاء کونا قابل تجزیہ چیز (اجزاء لا تکتیجزی) کے عنوان سے پہچانا جاتا تھا۔اس لئے ان کے لئے ایٹم (جو چیز توڑی نہ جاسکے) کانام انتخاب کیا گیا ہے، لیکن آج یمی چیزانسانی علم ودانش کے ہاتھوں ٹوٹ چکی ہے اور اس سے ایٹمی توانائی اور اس سے تعلق رکھنے والی صنعتیں وجود میں آچکی ہیں۔

جب اینٹم کوتوڑا گیا تو اُسے چندا جزاء سے مرکب پایا گیا جن میں سب سے اہم الکٹر ونز (وہ ذرات کہ جوایٹم کو گھو ماتے ہیں اور منفی برقی بارکا حامل ہے )اس طرح پوری کا ئنات کے ذرات میں منفی برقی بارکا حامل ہے )اس طرح پوری کا ئنات کے ذرات میں زوجیت کا ایک حقیقی معنی ال گیا ۔ یعنی؛ دو''زو''مادہ''''مثبت' 'و'منفی''اور''فاعل''و''قابل''اشیاء ہیں ۔ جن میں سے کسی چیز کومشنی نہیں کیا جا سکتا ۔ جبکہ (ان آیات کی ) جو تفسیر سابقہ علماء نے کی ہے وہ نہ نقط مفہوم زوجیت کے مطابق نہیں بلکہ اس میں بہت تی چیز میں مشنیٰ بھی ہو سکتی ہیں ۔

بہرحال حقیقی جوڑے کے درمیان ایک طاقتور جاذبیت پائی جاتی ہے، اسی طرح دواجسام میں دومثبت ومنفی برقی جاذبیت پائی جاتی ہے جوبہت حد تک جنسی شش کے مشابہ ہے۔ حالانکہ دن ورات، نور وظلمت، دریا وصحراء وغیرہ کے درمیان کسی قسم کی ششن نہیں پائی جاتی ۔ دلچسپ بات مید کہ بہت سے قدیم مفسرین نے بھی انہی آیات سے متاثر ہوکر صراحت کے ساتھ ککھا ہے کہ مذکورہ بالا آیات میں زوجین سے مراد زومادہ کی جنس ہی ہے اگر حہاُ نھوں نے اس کی زیادہ تفصیل ذکر نہیں کی شا۔

#### • اقرآن جنین کے ارتقاء سے پردہ اُٹھا تاہے

قر آن مجید میں توحیداور قیامت کے دلائل سے متعلق آیات میں بہت بامعنیٰا شارے ملتے ہیں، جوانسان کی نطفہ سے تخلیق اور پھر جنین کے ارتقاء کے بارے میں ذکر ہوئے ہیں۔ جن میں سے بعض کوقر آن مجید کے سائنسی معجزات میں شار کیا جا سکتا ہے۔ منجملہ سور ہ

تَّا مجمع البیان میں ایک قدیم مفسر (ابن زید ) سے نقل ہوا ہے کہ اُس نے آیہ مجمیدہ''خَلَقْنَا زَوْجَیْن '' کی تفسیر میں کہا ہے:الزَوْجَیْن النَّا کُوْ وَالاُنتَی (مُجمع البیان،ج ۹،ص ۱۲۰) یہ مطلب قادہ سے آیہ مجمیدہ:''سُبُحَانَ الَّذِنِی خَلَقَ الْأَزُوا جَ کُلَّھَا۔۔'' کی تفسیر میں نقل ہوا ہے۔ (تفسیر قرطبی،ج،۸،ص ۵،۷۷)

انسان( دهر ) کی دوسری آیت ہے کہ جس میں اللہ تعالی نے فر مایا:

إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ آمُشَاجٍ ۚ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلَنْهُ سَمِيْعً ابَصِيرًا ۞

یعنی:'' ہم نے انسان کو ملے جلے نطفے سے پیدا کیا، ہم اس کوآ زمائیں گے (اس کئے ) ہم نے اس کو سننے

والااورد کیھنے والاقرار دیاہے''

''نظفَة ''لغت ميں صاف پاني ياكم پاني كمعني ميں ہے۔ 🗓

اور' أَمْشَا ج''''مشج''(بروزن نُسِجَ یا بروزن سبَب) کی جمع ہے۔جس کامعنیٰ' مخلوط مثنٹی' ہے۔ بینطفہ کسی چیز سے کلوط ہے،اس بارے میں مفسرین نے بہت سے احتمالات ذکر کئے ہیں، بھی توانسان کے نطفے کو''اسپرم''اور''اوول'' کی ترکیب کی طرف اشارہ جانا ہے اور بھی انسان کی مختلف جسمانی یا روحانی صلاحیتوں (مثلاً خوبصورتی، برصورتی، ذہانت، کم عقل ہونا وغیرہ) کی ترکیب کی طرف اشارہ ذکر کیا ہے اور بھی انسان کے نطفے کو مختلف دھا توں اور ان کی طرح کی چیزوں سے مرکب چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔

البتہ بیسب کچھٹھیک ہےاورشایدا پنے زمانے کے لحاظ سے بہترین تفییرتھی الیکن بیآیت کے مفہوم پر بطورتیجے منطبق نہیں ہوتا۔ کیونکہ سب سے پہلی بات تو بیرکہ' امشاح'' جمع ہےاوراس کا دو چیزوں (اسپرم sermاوراوول ovum) پراطلاق کرنا ظاہر کے خلاف ہے۔ دوسرا، جدا جداانسانوں میں مختلف استعدادوں کا پایا جانا، امشاح کے معنی کے مطابق نہیں۔اسی طرح نطفہ کا انواع واقسام کی دھاتوں سے ترکیب یا ناہجی مناسب نظرنہیں آتا۔

کیونکہ بیمرحلہ فقط نطفہ ہی میں منحصر نہیں ہے بلکہ تمام نامیاتی مخلوقات خواہ وہ انسان ہوں یا نبا تات اورا نواع واقسام کی غذا عیں ہوں سب اسی مادے سے ترکیب شدہ ہیں ۔اس کے علاوہ کلمہ'' نطفہ'' کا اطلاق قرآن کی متعدد آیات میں بطورخصوص مرد کے نطفے پر ہوا ہے۔مثلاً سورۂ قیامت کی آیت ے ۳ میں آیا ہے:

ٱلَهۡ يَكُ نُطۡفَةً مِّنۡ مَّنِي يُّمُنٰى ﴿

لعنی: '' کیاوہ اس منی کا نطفہ نہیں تھا جورحم میں ڈالا جاتا ہے؟''

لیکن علم وسائنس کی ترقی اورعلاء کی وسیع تحقیقات کے ذریعے آج یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ منی کے بیہ ناچیز قطرے جنہیں دوسرے الفاظ میں''نطفہ'' کہتے ہیں، جو بدن کے مختلف غدود سے خارج ہونے والے متعدد پانیوں سے ترکیب شدہ ہے۔خاص طور پر پانچ غدود سے نکلنے والا پانی ایک دوسرے سے ملکر منی بنا تا ہے اور وہ یہ ہیں: دوغدود وہ ہیں جن کا نام''بیفنہ'' ہے جو'' پروستات''غدود کے نزد یک انڈوں کی تھیلی میں ہوتے ہیں۔اور دوسراخود'' پروستات''غدود ہے۔اسی طرح'' کو پر'' اور''لیترہ'' نام کے دوغدود ہیں کہ جو

<sup>🗓</sup> مجتم مقالیں اور مفردات میں پہلے معنی اور اسان العرب میں دوسرے معنی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

پیشاب کی نالی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ 🗓

یہ پانچ قشم کے پانی ایک گہرے حساب و کتاب کے مطابق ایک دوسرے سے ملتے ہیں جس سے حیات بخش مادہ تشکیل پا تا ہے جے'' نطفہ'' کہا جا تا ہے۔اس فرانسیسی سائنسدان کا خیال ہے کہ قرآن میں استعال ہونے والی تعبیر''امشاج'' اسی باریک نکتے کی طرف اشارہ ہے۔جونز ول قرآن کے زمانے میں اُس زمانے کے علاء پر مخفی اور پوشیدہ تھا۔قابل تو جہ پیکہ اسی آیت کے ذیل میں فرمایا:

#### فَجَعَلْنهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۞

لینی: '' ہم نے اس کو سننے والا اور دیکھنے والاقر اردیاہے''

کانوں کی نعت، آکھ کی نعمت سے پہلے ذکر ہوئی ہے بیٹا یداس لئے ہوکہ ماہرین کے بقول نومولود کی جو حسسب سے پہلے کام کرنا شروع کرتی ہے وہ یہی سننے کی حس ہے۔ جو پیدائش کے شروع ہی میں آوازیں سننے کے لئے آمادہ ہوجاتی ہے بلکہ اس سے بھی پہلے جنین کی صورت میں بھی تھوڑی بہت فعال ہوتی ہے لیکن آکھا یک مدت بعد (شاید دوہفتوں کے بعد) دیکھنے کے لئے آمادہ ہوتی ہے۔ چونکہ رحم مادر کے تاریک ماحول میں بند آگھیں کسی قسم کے نورانی شعاعوں کودیکھنے کے لئے تیار نہیں ہوتیں۔ یہی وجہ ہے نومولود کی آگھیں پیدائش کے بعد بھی بند ہوتی ہیں اور آہستہ آہت روشنی کی عادی بنتی ہیں۔

دوسری طرف سورهٔ مرسلات کی آیت نمبر ۲۰ تا ۲۳ میں قر آن مجید فرما تاہے:

ٱلَهُ نَخُلُقُكُّمُ مِّنَ مَّآءٍ مَّهِيْنِ ﴿ فَجَعَلْنَهُ فِي قَرَادٍ مَّكِيْنِ ﴿ إِلَى قَدَدٍ مَّعُلُومٍ ﴿ فَقَدَرُنَا ۗ فَنِعْمَ الْقُدِرُونَ ﴿

لینی:'' کیاہم نے تمہیں بہت و حقیر پانی سے پیدائہیں کیا؟ پھرہم نے اسے ایک محفوظ اور آمادہ قرارگاہ میں کھم اس کے گئے، ہم اس پرقدرت رکھتے تھے، پس ہم کیسے اچھے قدرت والے ہیں''

آج جنین کے ماہرین نے جنین کے مختلف مراحل اور تبدیلیوں کے بارے میں بنائی جانے والی حقیقی فلموں کے ذریعے اپنے گہرے مطالعات اور مشاہدات انجام دیئے ہیں، جس سے وہ اس فکتے تک پہنچے ہیں کہ سپرم اوراوول کی ترکیب ماں کے رخم سے باہراُس تک پہنچے والے راستوں میں انجام پاتی ہے۔ اس کے بعد نطفہ منعقد ہوکرا پنے اصلی ٹھکانے یعنی ؛ رخم ما در کی طرف بڑھ جاتا ہے اور اس کی دیواروں سے چیک جاتا ہے۔

<sup>&</sup>quot;' '' ڈاکٹر بوکائ' کی تالیف'' مقایسہ ای میان تورات وانجیل وقر آن وعلم' ترجمہ'' مہندس ذیج اللہ دبیر' صفحہ ۲۷سے اقتباس۔ یاد رہے کہ بیہ فرانسیبی ڈاکٹر جب ان کتابول کے درمیان موازنہ کرنے کاارادہ کرتا ہے توقر آن سے بہت زیادہ متاثر ہوجاتا ہےاور جب قرآن کے ترجے اس کی پیاس نہیں بچھا سکتے توعر بی ادب سیکھنا شروع کر دیتا ہےاور جب عربی زبان میں مہارت حاصل کر لیتا تو پھرتر جموں کی مدد کے بغیر ضروری مطالب براہ راست قرآن سے حاصل کرتا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں بھی بہت واضح طور پر یہی مطلب دیکھا جاسکتا ہے۔سبسے پہلے انسان کی خلقت کی بات کی گئی ہے پھراُس کے رحم مادر جیسے ٹھکانے میں قرار پانے کی بات ہوئی ہے ( تو جدرہے کہ عربی زبان میں'' ٹُھر،'' عام طور پر کچھ فاصلے کے ساتھ ترتیب کے لئے استعال ہوتا ہے )اس طرح جو چیزاُس زمانے اوراس کے صدیوں بعد تک مخفی رہی ہے وہ قرآن میں (۱۲ سوسال پہلے ) ذکر ہو چکی ہے۔

'' قترانہ مرکبین ''(محفوظ ترین مقام) بھی ایک بہت ہی بامعنی تعبیر ہے کہ یقیناً اُس زمانے میں اس کے مختلف پہلو پوشیدہ رہے ہوں گے اور آج ہم جانتے ہیں کہ''رتم'' کی خلقت میں کتنے اہم نکات سے استفادہ کیا گیا ہے کہ جنہوں نے اُسے جنین کے لئے ایک محفوظ ترین مقام کی شکل دے دی ہے۔اُن تین پر دول کے علاوہ کہ جو جنین کو ہر طرف سے گھیر ہے ہوتے ہیں ( یعنی ؛ مال کا پیٹ ،رتم مادر اور وہ مخصوص تھیلی جس میں جنین ہوتا ہے ) ہروہ جنین کہ جو ایک ایسی تھیل میں تیرر ہا ہوتا ہے کہ جس میں چیچپا ساپانی بھر اہوتا ہے جہاں بغیر کسی چیز پر تکیہ کئے بے وزنی کی کیفیت میں ہوتا ہے اور بہت ہی الی ضرباں کو برداشت کر لیتا ہے کہ جو مال کے بدن پر پڑتی ہیں۔

چونکہ وہ ضربیں درحقیقت اُسی'' پانی کی تھیلی'' پر پڑتی ہیں نہ کہ خود جنین پر ، اور دوسرے الفاظ میں اُس تھیلی اوراس میں بھرے ہوئے پانی کوضر بات سے محفوظ رکھنے والا آ لہ کہیں کہ جو موٹر کار کے نرم اسپرنگ کی طرح ہوا کی سنگیں ضربوں اور ناہموار راستوں کے جھٹکوں کو غیر مؤثر بنا دیتا ہے۔اس کے علاوہ جنین کے اعضائے بدن کو ہرقتیم کے دباؤسے بچپا تا ہے جواس نرم ولطیف جسم کے لئے یقیناً نقصان دہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

اس کےعلاوہ اسی نظام کی وجہ سے باہر کی سردی وگرمی بھی جنین تک نہیں پہنچ سکت<mark>ی چونکہ</mark> اُسے اسی پانی سے بھری تھیلی سے ہی گزرنا ہوتا ہے جوا سے معتدل بنادیتی ہے جس کے بعدوہ جنین تک پہنچتی ہے۔ورنۂ ممکن تھاماں جب عنسل کرتی توسر دیا گرم پانی کی وجہ سے جنین کی حالت مکمل طور پرخراب ہوجاتی ۔

ان سب باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے'' قتر الہِ حَرکین ''( محفوظ ترین مقام ) کا مفہوم ہمارے لئے مکمل طور پر واضح ہوجا تا ہے۔اس کی وجہ سے نہ صرف جنین رخم ما در میں ایک محفوظ ترین مقام سے بہرہ مند ہوتا ہے بلکہ یہی امن وسکون اور حفاظت اُس کی پیدائش کے مراحل میں بھی جاری رہتی ہے۔جدید مفسرین کے بقول جس مخصوص سیال مادے میں جنین تیرر ہا ہوتا ہے، وہ پیدائش کے وقت رخم کے منہ کے پھیلنے اور جنین کے عبور کرنے والے راستے کو بیاریوں سے محفوظ رکھنے کا باعث بنتا ہے۔جس کی وجہ سے جنین انتہائی آسانی اور حفاظت کے ساتھ وہاں سے گذر کر دنیا میں آجا تا ہے اور انواع واقسام کے جراثیموں سے محفوظ رہتا ہے۔ اُ

بیکنتہ بھی قابل اہمیت ہے کہ قر آن مجید ُجب جنین کے ارتقاء کے مراحل کو بیان کرتا ہے تو ُسور ہُ مومنون کی آیت نمبر ۱۴ میں فرما تا ہے :

ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَعَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَعَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ

🗓 اقتباس ازتفسير مراغي ، ج ۱۸ ، ص ۱۱

كَمَّا و ثُمَّ انْشَأَنْهُ خَلْقًا اخَرَ ﴿ فَتَابِرُكَ اللَّهُ آخسَ الْخُلِقِينَ اللَّهِ اللَّهِ الْم

یعنی: '' پھرہم نے نطفہ کو علقہ (جم ہوئے خون) کی صورت دی اور علقہ کو مضغہ (گوشت کے لوتھڑ ہے جیسی چیز) کی شکل بخشی اور پھرہم نے اس لوتھڑ ہے کو ہڈیوں کی شکل دی، پھرہم نے ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔اس کے بعدہم نے اس کو ایک نئی صورت میں پیدا کیا، وہ خدائے عظیم ہے جوخلق کرنے والوں میں سے بہتر ہے'

دلچیپ بات یہ کہ 'علم جنین' نے آج ثابت کردیا ہے کہ جب جنین، علقہ اور مضغہ کا مرحلہ طے کر لیتا ہے تواس کے تمام خلیے
(Cell) بڑیوں کے خلیوں میں تبدیل ہوجاتے ہیں اوراس کے بعد تدریجاً بڑیوں پر گوشت اور عضلات کا غلاف چڑھتا ہے۔ (یہ بات
بہت ہی اہم اور قیمتی فلموں کے ذریعے بھی ثابت ہو پھی ہے۔ جن میں جنین کے ارتقاء کے تمام مراحل کی فلم بندی کی گئ ہے ) یہ باکل وہی چیز
ہے جو مذکورہ بالا آیت میں ذکر ہوئی ہے جس میں فر مایا گیا ہے: ''کھر ہم نے اس لوتھڑ ہے کو ہڈیوں کی شکل دی، پھر ہم نے ہڑیوں پر گوشت
(کالباس) چڑھایا'' اور یہ قرآن مجید کے سائنسی معجزات میں سے ایک ہے چونکہ اُس زمانے میں'' تشریح جنین'' نام کے علم کا کوئی وجو دنییں
قیا خاص کر جزیرہ عرب میں معمولی ترین سائنسی مسائل کے بار سے میں بھی کوئی معلومات نہیں تھیں ۔ ﷺ

#### اا قرآن میں زمینی فضا کے اہم انڑات کا ذکر

سورهٔ انبیاء کی آیت نمبر ۳۲ میں آیا ہے:

وَجَعَلْنَا السَّمَاءَ سَقُفًا هَّـُفُوْظًا ﴿ وَهُمْ عَنَ الْيِهَا مُعْرِضُونَ ٣

یعنی: ''ہم نے آسان کومحفوظ حیجت قرار دیا کمیکن وہ اس (وسیع آسان میں موجود تو حید) کی نشانیوں سے روگر دان ہیں''

یہ کہآ سان کیے محفوظ حیبت ہے،اس بارے میں گزشتہ مفسرین نے مختلف نظریات ذکر کئے ہیں کبھی کہاہے: شیاطین کے نفوذ سے محفوظ ہے یاز مین پر گرنے سے محفوظ ہے یاز مانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ نابود وختم ہونے سے محفوظ ہے۔ ™

ان مبہم تفاسیر کی وجہ یہ ہے کہ اُس زمانے میں انسان آسان کے بارے میں گہری معلومات نہیں رکھتا تھا۔ جب جدید ہیت (علم نجوم) پیدا ہوااور ثابت ہو گیا کہ تمام گرات اس بیکراں فضا میں تیررہے ہیں اور کسی حبیت کا وجو نہیں ہے تو اس وقت بعض جدید مفسرین پر اس آیت کامفہوم مزید پیچیدہ ہو گیا، یہاں تک کہ بعض نے کہا اس سے مرادیہ ہے کہ آسان وہی محفوظ حبیت ہے جونظام خلقت میں ہرقشم

ت سید قطب نے''فی ظلال'' کی جلد ۲، ص ۱۷ میں میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے اور حال ہی میں جنین کے مختلف مراحل کے بارے میں بننے والی ایک عجیب مستندفلم میں بھی ہم نے اس مطلب کا مشاہدہ کیا ہے۔

<sup>🖺</sup> مجمع البیان، جلد ۷، صفحه ۴ ۴ تفسیر کبیر فخر رازی، جلد ۲۲، صفحه ۱۲۵، اور دوسری نفاسیر 🗕

کے خلل کورو کتا ہے۔

اس طرح حصت (سقف) نے ایک مجازی معنیٰ اختیار کر لیا اور بیا یک تشبیه اور کنائے کی صورت میں استعال ہونے لگا۔لیکن انسانی علم ودانش میں اسی طرح ترقی ہوتی رہی اور پھر جب پوری زمین کی جوّ ( فضا ) کے بارے میں ماہرین کوجدید معلومات حاصل ہو نمیں تو اس وقت آیت کامفہوم بہت زیادہ واضح ہو گیا اور پتا چل گیا کہ واقعاً یہاں ایک محفوظ حصےت بھی ہے، جواپنے حقیقی معنوں میں حصےت تھا اور حقیقی معنوں میں محفوظ بھی ہے۔

وضاحت: ہوا کے ایک عظیم حصے اور تہہ نے اس کر ۂ زمین کو چار طرف سے گھیرا ہوا ہے جسے'' زمین کی فضا'' کہا جاتا ہے۔اس کی موٹائی کئی سوکلومیٹر تک ہے۔ بیتہہ بظا ہر لطیف ہے جو ہوا اور بعض دوسری گیسوں سے تشکیل پائی ہے اور اپنی موٹائی اور پائیدار ہے کہ بعض ماہرین کے بقول ایک فولا دی حصت کی مانند دس میٹر کی موٹائی رکھتا ہے۔ یہی محفوظ حصےت (آسان) کر ہُ زمین کو انواع واقسام کے خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک جانب سے دن رات میں ہونے والے سنگ'نشہاب' کی بمباری سے روکتا ہے جو بے حد تیز رفتاری کے ساتھ زمین کی طرف آتے ہیں اور جہاں بھی ٹکرائیں بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوتے ہیں۔اس مسکلے کی اہمیت اس لئے مزید بڑھ جاتی ہے کہ بعض ماہرین کے بقول ہر شب وروز میں لاکھوں'نشہاب' زمین کی طرف آتے ہیں۔ پیشہاب پوری سرعت کے ساتھ آتے ہیں لیکن اُنہیں''جو زمین' کی پائیداری کا سامنا کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے وہ جلاد سے والی گرمی سے مشتعل ہوکر خاکستر میں تبدیل ہوجاتے ہیں، پہ خاکستر بہت آ ہسگی سے زمین پر بکھر جاتی ہے اور بعض اوقات یہ پھر اس قدر بڑے ہوتے ہیں کہ ( پچھے حصہ جل جانے کے بعد ) جو زمین سے عبور بہت آ ہسگی سے زمین پر بکھر جاتی ہے اور بعض اوقات یہ پھر اس قدر بڑے ہوتے ہیں کہ ( پچھے حصہ جل جانے کے بعد ) جو زمین سے عبور کر کے زمین کے کسی نقطے سے جائکراتے ہیں، جس سے خوفناک تباہی وجود میں آتی ہے۔اس قسم کے واقعات تاریخ میں واقع ہو چکے ہیں۔ کر کے زمین کے کسی نقطے سے جائکراتے ہیں، جس سے خوفناک تباہی وجود میں آتی ہے۔اس قسم کے واقعات تاریخ میں واقع ہو چکے ہیں۔ یہ رواقعات ) گو یا غافل انسانوں کے لئے ایک تنبیہ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالی اس محفوظ حجیت (آسان) کوخلق نہ کرتا تو آپ سے لوگ دن رات اس خطرناک بمباری کی زدمیں ہوتے اور تمہاری زندگی میں آرام و سکون نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔

دوسری طرف ہم جانتے ہیں سورج سے ہمیشہ ماورائے بنفش نام کی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں (بیروہی شعاعیں ہیں کہ جوتجزبیذورکے وقت بنفشی رنگ کے او پر ہوتی ہیں اور ہماری آنکھ سے دیکھی نہیں جاسکتیں )اس شعاع کی کم مقدار نہصرف نقصان دہ نہیں ہوتی بلکہ بہت ہی مفید بھی ہے۔خاص کر جراثیم کو مارنے میں بہت زیادہ گہری تا ثیر رکھتی ہے، لیکن اگر ضرورت سے زیادہ ہوجائے تو انسان کوا حساس ہوئے بغیر بدن کو جلادی ہے۔ (اسی وجہ سے موسم گر مامیں خطاستوا کے قریبی علاقوں میں جلد، سر، چہرے اور بدن پر چھالوں اورجلن کے اثر ات ظاہر ہوتے ہیں۔

چونکہ یہاں سورج سیدھا چمکتا ہے اور ہوائے بہت کم تہہ سے عبور کرتا ہے جس کی وجہ سے ممل طور پراُس کا تصفیہ نہیں ہو پاتا) اب اگر میمخوظ حجیت یعنی :''زمین کی فضا''نہ ہوتی تو کوئی بھی انسان حتیٰ ایک لحطے کے لئے بھی سورج کی روشنی کے سامنے کھڑانہ ہوسکتا۔ایک اور طرف سے دیکھیں تو''کیھانی شعاعوں''کے نام کے پچھ مہلک قشم کے سابے ماورائے منظومہ شمسی سے نکل کرزمین کی طرف روال دوال ہیں۔' زمین کی فضا'' کا کچھ حصہ جو''اوزن (Ozone)' 🗓 کی تہہ کہلا تاہے۔

ان مہلک شعاعوں کورو کتا ہے اورا یک محفوظ حجت کی ماننداس کے مقابلے میں پائیداری دکھا تا ہے۔ حال ہی میں کچھ مشینوں سے اُٹھنے والی زہر ملی گیسوں کے سبب'' اوزن'' کی تہہ میں سوراخ ہوجانے کی وجہ سے ماہرین بہت زیادہ پریشان ہو چکے ہیں۔ چونکہ میر گیسیں اس کو بہت زیادہ نقصان پہنچاسکتی ہیں۔ یہ پریشانی اس قدر زیادہ ہے کہ دنیا کے تمام دانشوراور حکمران اس قسم کی آفات سے بچنے کے لئے بین الاقوامی سطح پر قانون بنانے کی سوچ رہے ہیں۔

آج ہم اس' محفوظ حجیت' یعنی؛ ہوا کی اس عظیم تہہ کے عجیب وغریب اثرات کوجانتے ہیں لیکن ہوسکتا ہے متعقبل میں اس سلسلے میں مزیدا ہم حقائق سامنے آجا ئیں۔ پیماں پر ہوسکتا ہے بیسوال پیدا ہو کہ کیا ہم'' زمین'' کی فضا کو آسمان کہہ سکتے ہیں اور کیا کلمہ'' ساء'' کا اطلاق اس پر ہوسکتا ہے؟ کیا''ساء'' آسانی کرات، منظوموں اور کہکشاؤں کے معنی میں نہیں ہے؟

اس سوال کے جواب میں عرض ہے کہ اتفاق سے قر آن مجید نے بار ہااس کلمے کا اطلاق'' زمین' کی فضا'' کے علاقے پر کیا ہے۔ منجملہ سورہ بقر ہ کی آیت ۲۲ میں آیا ہے:

وَّٱنْزَلَمِنَ السَّمَاءِمَاءً فَأَخْرَجَبِهِ مِنَ الثَّمَرْتِ رِزُقًا لَّكُمُ ،

لینی:''اور آسان سے پانی برسایا پھر (خدانے) پانی کے ذریعے پھلوں کو پیدا کیا تا کہ وہ تمہاری روزی بن جائیں''

یمی مضمون سورهٔ بقره کی آیت ۱۶۴، سورهٔ انعام کی آیت ۹۹، سورهٔ اعراف کی آیت ۹۲، سورهٔ بینس کی آیت ۲۴، سورهٔ هود کی آیت ۴۴، سورهٔ رعد کی آیت ۱۷ اور بهت می دوسری آیات میں بھی آیا ہے۔ سورهٔ محل کی آیت ۷۹ میں اس معنیٰ سے متعلق ایک اور واضح نمونه دیکھا جاسکتا ہے جس میں فرمایا:

اَکُهُ یَرَوُا اِلَی الطَّلْیُو مُسَخَّرْتٍ فِی جَوِّ السَّهَآءِ اللَّهَ اَلْهُ مِی الْمُلْیُونِ مُسَخَّر ہیں (اور بغیر گرے پرواز لینی: 'کیاانہوں نے ان پرندوں پرنظر نہیں ڈالی جو فضائے آسانی میں مسخر ہیں (اور بغیر گرے پرواز کرتے ہیں؟)''

#### ۱۲\_قر آن اورز مین کی فضا

سورهٔ انعام کی آیت ۱۲۵ میں آیا ہے:

تا اوزن: ایک آسانی رنگ کی متحرک اور گهری بُور کھنے والی گیس ہے، جوشد بدترین آسیجن کے اثر ات رکھتی ہے۔ جب بجل جیمتی ہے تو آسیجن بناتی ہے اور رنگ صاف کرنے کے لحاظ سے پانی اور ہوا کوصاف کرنے کے لئے استعال ہوتی ہے( دائرۃ المعارف دھخدا ) فَمَنُ يُودِ اللهُ آنَ يَهْدِيهُ يَشْرَحُ صَلْرَهُ لِلْإِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُودَ آنَ يُضِلَّهُ يَجْعَلُ صَلْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَنَّمَا يَصَّعَّلُ فِي السَّمَآءِ ۗ كُذٰلِكَ يَجْعَلُ اللهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اللهُ اللهِ

یعن: ''جس شخص کے لئے خدا چاہتا ہے کہ ہدایت کرے اس کے سینہ کو (اسلام قبول کرنے کے لئے)
کشادہ کر دیتا ہے اور جس شخص کو (اس کے برے اعمال کی وجہ سے) گمراہ کرنا چاہے اس کے سینہ کواس
طرح تنگ کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہاہے، اس طرح خدا ایسے افراد کے لئے پلیدہ قرار دیتا ہے جو
ایمان نہیں لاتے''

آ سان پر چڑھنے سے سینہ کی تنگی کا کی<mark>اتعلق ہے؟ بی</mark>ہ وہ سوال ہے کہ جس کا سابقہ مفسرین نے کوئی سیحے جواب نہیں دیا۔ بہت سے مفسرین کا کہنا ہے:اس سے مرادیہ ہے کہ جس طرح آ سان پر چڑھنامشکل یا ناممکن ہے،اسی طرح ہٹ دھرم، جاہل اور متعصب کافروں کا ایمان لانابھی مشکل ہے۔ <sup>[1]</sup>

جبکہ زمین پر بہت سے مشکل اور محال کا م ہیں جن کو کسی تشبید کی ضرورت نہیں ہے۔اس کے علاوہ اس تفسیر کے لئے تقدیر میں کسی جملے کی ضرورت ہے، وہ یہ کہایمان لانا ۔ آسان پر چڑھنے کی مانند ہے جبکہ قرآن فرمار ہا ہے:''اس کے سینہ کواس طرح گویاوہ آسان پر چڑھ رہائے'' بھی کہا گیا ہے:اس سے مرادیہ ہے کہ کفار کا بیگروہ ایمان سے اس شخص کی طرح دور ہوجا تا ہے جوکر ہُ زمین سے دور ہوکر آسان کی طرف جلاجا تا ہے۔ آ

اس تفسیر کا بھی آیت کے مضمون سے عدم تناسب بہت زیادہ واضح ہے۔لیکن عصر حاضر کے سائنسی انکشافات کو دیکھیں تو اس آیت کی تفسیر کچھاس طرح کی جاسکتی ہے کہ جو ہر لحاظ سے مناسب ہے،جس کی وضاحت بیہ ہے کہ آج بیژنا ہت ہو چکا ہے کہ کر ہُ زمین کے اطراف کی ہوااس زمین کے قرب جوار میں تو بالکل نقری ہوئی اور انسانی تنفس کے لئے آمادہ ہے

چونکہاں میں کافی آئسیجن موجود ہے،لیکن ہم جتنااو پر کی طرف چڑھتے چلے جائیں ہوااتنی ہی زیادہ رقیق اور کم ہوجاتی ہے اوراس کی آئسیجن کی مقدار کم سے کم تر ہوتی چلی جاتی ہے،اس حد تک کہا گر ہم (آئسیجن کے ماسک کے بغیر) زمین کی سطح سے دس کلو میٹراو پر کی طرف چلے جائیں تو ہمارے لئے سانس لینا ہر لحظ مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جائے گا اورا گر ہم برابراو پر کی طرف بڑھتے رہیں تو تنگی نفس اور آئسیجن کی کمی ہماری ہے ہوشی کا سبب بن جائے گی ، بنابریں سینے کی تنگی اور آسمان کی طرف صعود (چڑھنے ) میں ایک

<sup>🗓</sup> مٰدکورہ آیت کے ذیل میں دیکھئے: مجمع البیان،روح البیان، قرطبی اور دوسری تفاسیر

<sup>🗓</sup> روح البيان ،جلد ٣،صفحه ا

قریبی تعلق یا یاجا تاہے۔ بیرایک الی حقیقت ہے کہ جوائس زمانے میں کسی کے لئے ثابت نہیں تھی۔ 🎹

نیکن آج نیسب کے لئے واضح ہو چگا ہے اور بار ہا ہم نے ہوائی جہاز پر سوار ہوتے وقت ہوائی جہاز کی ایئر ہوسٹس سے بیہ اعلان سنا ہے کہ ہوائی جہاز کے اندر کی ہواایک خاص سٹم کے مطابق ہے،اگراُس میں کوئی خلل واقع ہوتو جب تک ہوائی جہاز فضا کے نچلے حصے کی طرف نہیں پنچتا،آئسیجن کے ماسک سے استفادہ کرنا چاہیے۔

اس کے علاوہ اس آیت کے اس معنی اور آیت کی تفسیر میں تعلق بھی بالکل واضح ہے جو در حقیقت معقول کو محسوس سے تشبیہ دیے کے مترادف ہے، کیونکہ یہاں اسلام کو قبول کرنے میں ضدی وہٹ دھر مقسم کے گراہ افراد کی تنگ نظری، ہٹ دھرمی، تعصب اور فکری جمود کو آسیجن کی کی سے پیدا ہونے والی سانس کی تنگی سے تشبیہ دی گئی ہے جو آسان کی طرف صعود کرنے والے تحض کے لئے پیدا ہوجاتی ہے۔
ہم اس موضوع کو، اس آیت کی تفسیر میں (مشہور مفسر قرآن) مراغی کے بیان پرختم کرتے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''اے خدایا! تو پاک ومنزہ ہے، تیرے قرآن کریم میں ایک مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جس کے راز سے انسان ناوا قف تھا، اور اُس کی حقیقت تک نہیں پہنچا تھا یہاں تک کہ چودہ صدیاں گذر آئیں اور آسان پر پرواز کے فن میں ترتی ہونے گئی اور ہوائی جہاز کے پائلٹ نے جو کچھ تیری کتاب میں نازل ہوا ہے، اس کی سچائی کو دریا فت کر لیا اور سائنسی علوم نے ثابت کر دیا کہ فضا کے مختلف حصوں میں '' ہوا کا دباؤ'' بھی مختلف ہوتا ہے۔ اور بیدواضح ہوگیا ہے کہ فضا کے بلائی حصوں میں ہوا ہہت زیادہ رقیق ہوتی ہے اور انسان جس قدراو پر کی طرف جا تا ہے اُس کو ہوا (آسیجن ) کی زیادہ ضرورت محسوں ہوتی ہے اور وہ سائس لینے میں تنگی کا حساس کرتا ہے۔

۔ چونکہ وہاں پراُس کی ضرورت کے مطابق آ سیجن نہیں ہوتی۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اُسے سانس لینے کے لئے مصنوعی وسلے کی ضرورت پڑ جاتی ہے تا کہ اُسے فضا کے اُن طبقات کی طرف پرواز کے لئے مددل سکے۔ان آیات اورانہی جیسی دوسری آیات کی تفسیر سابقہ مفسرین کے بس سے باہر تھی چونکہ وہ اس کے اسرارسے آگا نہیں تھے۔

لیکن اب جدیدسائنسی انکشافات اورعلوم وفنون کی پیش رفت کی وجہ سے اس کی حقیقت ہمارے لئے ثابت ہو چکی ہے۔اس لئے کہتے ہیں کہ دین وعلم دومخلص بھائی ہیں جنہوں نے ایک ہی جڑ سے نشوونما حاصل کی ہے۔ جی ہاں! جس قدرعلم وسائنس ترقی کرے گی، اُسی قدرمسائل ہمارے لئے واضح ہوتے جائیں گے جوگذشتہ علاء برمخفی تھے۔ ﷺ

#### سلاقرآن میں بارش اور اولے برسانے کا سبب

🖺 تِفسيرمراغي،جلد ٨ ،صفحه ٢٥

آ یہ درست ہے کہ پہاڑ پر چڑھتے وقت بعض اوقات انسان کو سینے میں سانس کی تگی کا احساس ہونے لگتا ہے اور یہ بات زمانہ قدیم سے واضح تھی لیکن بیسب بدن کی شدید محنت ومشقت کی وجہ سے ہوتا ہے لہذا، ہموار راستے پر دوڑتے وقت بھی بیرحالت پیدا ہوجاتی ہے۔قر آن مجید کا کہنا ہے: سینے کی تنگی آسان پرصعود (چڑھنے) کی وجہ سے ہوتی ہے نہ کہ شدید جسمانی محنت ومشقت سے۔

137

سورہُ نورکی آیت ۴۳ میں آیا ہے:

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللَّهَ يُرْجِى سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهُ ثُمَّ يَجْعَلُهُ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخُرُجُ مِنْ خِللِهِ وَيُنَوِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَصْرِفُهُ عَنْ مَّنْ يَّشَاءُ لِيكَادُ سَنَا بَرُقِهِ يَنْهَبُ بِالْرَّبُصَارِ أَهُ

'' کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ بادلوں کو آہتہ آہتہ چلاتا ہے۔ پھر اُنھیں باہم جوڑ دیتا ہے، پھر اُنھیں تہہ دار بنادیتا ہے، پھر تود کیھتا ہے کہ اُس سے بارش کے قطرے ٹینے لگتے ہیں اور آسانوں میں جو پہاڑ ہیں، خداان سے اولے نازل کرتا ہے، وہ جسے چاہتا ہے اُن کے ذریعے نقصان پہنچا تا ہے اور جسے چاہتا ہے اُن کے نقصان سے بچالیتا ہے، قریب ہے کہ ان (بادلوں کی) بجل کی چیک آنکھوں (کی بینائی ہی) کو لے جائے'' 🗓

اس آیت میں مختلف الفاظ استعال ہوئے ہیں کہ بن کے متعلق سابقہ زمانے میں زیادہ گہری معلومات نہیں تھیں۔ "یز جی "مادہ " ''إز جاء " سے ہے جواصل میں آ ہستہ آ ہستہ اور نرمی کے ساتھ منتشر چیز وں کوایک دوسرے کے ساتھ ملا کر چلانے کے معنیٰ میں ہے۔ راغب'' مفردات'' میں لکھتے ہیں' تنز جِیہ ہو'' مرتب کرنے اور ایک ساتھ کرنے کے لئے چلانے کے معنیٰ میں ہے۔ اور قرآن مجید نے سمندری ہواؤں کے ذریعے کشتیوں کے چلنے کے لئے یہ کلمہ استعال کیا ہے۔ ''رُد کامر'' (بروزن'' گلام'') الیی چیزوں کے معنیٰ میں ہے کہ جوایک دوسرے کے او پر چڑھی ہوئی اور تہہ در تہہ ہوں۔ ''وَدُق''، (بروزن'' شرق'') بہت سے مفسرین کے مطابق میہ بارش کے قطروں کے معنیٰ میں ہے اور بعض کے نزد یک میہ برق کے معنیٰ میں ہے۔ ''ہورد'' (بروزن'' سبز') اولوں اور بارش کے جے ہوئے دانوں کے معنیٰ میں ہے جواصل میں برد کے مادے سے ہے جس کا معنی امردی اور ٹھنڈک ہے۔ چونکہ اولئے ودبھی سرد ہوتے ہیں اور سردی وٹھنڈک

''جِبال''،جبل کی جمع ہے''معجد مقایس اللغة ''کےمطابق کس شک کے بلندی پرجمع ہوجانے کے معنیٰ میں ہے۔ یہی معنیٰ''لتحقیق'' میں بھی ذکر ہواہے۔ بنابریں جبل سےمراد فقط پتھراور ریت کے پہاڑ ہی نہیں، بلکہ ہر ظیم تو دےاور بلندمجموعے کا نام عربی زبان میں'' جبل'' ہے۔جو پچھاوپر ذکر ہواہے اس کو دیکھتے ہوئے اب ہم آیت کی طرف پلٹتے ہیں: مذکورہ بالا آیت کےمطابق: اللہ تعالیٰ آسان میں موجود یہاڑوں سےاولے نازل کرتا ہے۔

اُس ز مانے میں کوئی بھی پیہ بات نہیں جانتا تھا کہ آسان میں مختلف بلندیوں کےساتھ بادل پہاڑوں کی شکل میں ہیں،جنہیں

<sup>🗓</sup> سورهٔ اسراء/ ۲۲

تَا كَتَابِ''التَّحْقِينَ''مِينِ آيائِ ' ٱلْبُرُودَةُ فِي الْهَاءَ أَنْ يُبَرُّدُ لِل أَنْ يُصِلَ حَيِّ الإِنْجِهَادِ فَيُقُالُ لَهُ الْبَرَدُ'' يعنى: ' يانى مِين شِنْدُك بيب كدوه اس قدر شِنْدُا ہوجائے كەنقطئە انجمادتك جاپنچتواس وقت اسے''برد'' كہتے ہيں''

ہم با قاعدہ طور پردیکھتے ہیں۔کیونکہ ہم آسان پرتمام بادلوں کوایک تھیلے ہوئے صفحے کی شکل میں دیکھتے ہیں۔لیکن جب ہم ہوائی جہاز کے ذریعے بادلوں سے بھی بلند ہوجاتے ہیں تو اُنہیں بالکل اُسی طرح نشیب وفراز کی شکل میں دیکھتے ہیں،جس طرح زمین پر پہاڑوں اور درٌوں اور بلندیوں اور پستیوں کو دیکھتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں بادلوں کے اوپر والاحصہ سطح کے ہموار نہیں ہوتا بلکہ سطح زمین کی طرح بہت سی بلندیاں اور پستیاں رکھتا ہے اور زیادہ تربہت بڑے بڑے بہاڑوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔

نیزیداہم نکتہ بھی اس کے ساتھ اضافہ کیا جائے کہ جو سائنسی ترقی کی وجہ سے ثابت ہو چکا ہے تا کہ جبال (پہاڑوں) کامفہوم مزید واضح ہو جائے۔ایک دانشور نے اپنے تحلیل وتجزیئے میں بیہ بات کہی ہے کہ جس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے: زیر بحث آیت میں بلند بادلوں کو برف کے پہاڑوں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ سائنسدانوں نے اپنی ہوائی پروازوں کے دوران ایسے بادل د کیھے ہیں کہ جو برف کی سوئیوں سے بنے ہوئے ہیں کہ جن پر''برف کے پہاڑوں'' کاعنوان بالکل صحیح صادق آتا ہے۔ عجیب بات بیہ کہ ایک روتی سائنسدان نے بعض'' موسلا دھار بادلوں'' کی تشریح میں چند بار'' برف کے پہاڑوں'' یا''بادلوں کے پہاڑوں''کے

یےسب ایک طرف، دوسری طرف موجودہ دور کے سائنسدانوں نے آسان میں''اولوں'' کے بیننے کے بارے میں یوں کہا ہے: بادل سے بارش کے قطرے جدا ہوجاتے ہیں جونضا کے اوپر والے ھے میں ٹھنٹر سے دو چار ہو کر منجمد ہوجاتے ہیں،کیکن اُس حالت میں وہ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ پھراُس ھے پر حکم فرما شدید طوفان ان منجمد دانوں کو دوبارہ اوپر کی طرف بھینک دیتے ہیں اور بادلوں میں داخل ہوجاتے ہیں اور پانی کی ایک دوسر ہے تہدان پر جم جاتی ہے جو بادل سے جدا ہوتے وقت دوبارہ منجمد ہوجاتے ہیں اور بعض اوقات بٹمل کی بارانجام یا تاہے۔

یہاں تک کے او کے بہت حد تک موٹے ہوجاتے ہیں جس کے بعد طوفان اُنھیں دوبارہ اوپرنہیں چینک سکتا۔ یا طوفان وقتی طور پرتھم جاتا ہے۔اس وقت بیز مین کا رُخ کر لیتے ہیں اور بغیر کسی رکا وٹ کے زمین کی جانب حرکت کرنے لگتے ہیں۔ بھی بھاریہ اولے اس قدر بڑے اورموٹے ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے کھیتوں، باغات اور حیوانا ہے تی انسانوں تک کونقصان پہنچاد ہے ہیں۔ <sup>[1]</sup>

یہاں یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ بھاری اورموٹے اولے اُسی وقت وجود میں آسکتے ہیں جب بلندیوں پر بادلوں کے پہاڑ پھیلے ہوئے ہوں تا کہ جبشدید ہوا عیں اولوں کے منجمد دانوں کواُن کے درمیان پھینکیں تو وہ پانی کی زیادہ مقدارا پنے اندرجذب کر کے بھاری ہوجا عیں۔اس طرح بادلوں کے پہاڑ موٹے موٹے اولوں کی پیدائش میں قابل ذکر منبع سمجھے جاتے ہیں جس کی طرف اس آیت

۳ سورهٔ فیل را

میں اشارہ ہواہے۔اورا گریہ پہاڑ وہی برف کی گولیوں کے عظیم تو دے ہیں تومسکہ مزیدواضح ہوجا تاہے۔ 🗓

یہاں فقط ایک سوال باقی رہ جاتا ہے، وہ بیر کہ: یہاں قر آن مجید نے اس کلام کا مخاطب فقط رسول اکرم سلیٹھایہ بی کو کیوں قر ار دیا ہے اور فر مایا ہے:'' اُلکھ تئری''( کیا تو نے نہیں دیکھا؟) جبکہ ہم جانتے ہیں کہ بیہ بات اُس ز مانے میں کسی بھی طرح قابل مشاہدہ نہیں تھی، بلکہ فقط ہمارے ز مانے میں وہ بھی ہوائی جہاز کے ذریعے ہی دیکھی جاسکتی ہے۔

ال سوال کا جواب واضح ہے کیونکہ'' اُکٹھ تکو'' اوراس جیسے اور جملے'' اُکٹھ تکھکٹھ '' (کیاتم نہیں جانے؟) کے معنیٰ میں ہیں۔ الہذا پینمبرا کرم سلیٹھائیلیٹم کی ولادت عام الفیل (جس سال ابر ھہ نے مکہ پرلشکرٹٹی کی تھی ) میں ہوئی تھی ، اورآپ اس وقت موجود نہیں تھے، لیکن پھر بھی قرآن فرما تاہے:

ٱلمُد تَرَ كَيْفَ فَعَلَرَبُّكَ بِأَصْلِ الْفِيْلِ أَنْ

"كمائم ننهين ديكها تيرب پروردگارني اصحاب فيل كيساته كياكيا"؟ الآ

## ۱۳ قرآن اور رعد وبرق اوربارش کا با ہمی تعلق

قر آن مجید میں بار ہا''رعد''و'' برق'' کا تذکرہ ہوا ہےاوراُس کے بعد فوراً بارشوں کے برینے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔سورہ روم کی آیت ۲۴ میں آیا ہے:

وَمِنُ الْيَهِ يُرِيُكُمُ الْبَرُقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَرِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَا عَفَيْمَ بِهِ الْاَرْضَ بَعْلَ مَوْتِهَا ﴿إِنَّ فِيُ ذَٰلِكَ لَا يُتِ لِقَوْمِ يَّعْقِلُونَ۞

یعنی: ''اوراُس کی آیات میں یہ بھی ہے کہ وہ تم کو بخل دکھا تا ہے جوخوف کا باعث بھی ہے اور (بارش) کی اُمید کا بھی اور وہ آسان سے پانی برسا تا ہے جس سے وہ زمین کواس کی موت کے بعد زندہ کر دیتا ہے۔اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جوعقل سے کام لیتے ہیں''

آ مفسرین جلنہ 'ویُنکِوِّلُ مِنِ السَّمہَاء مِن جِبَالٍ فِیهَا مِن بَہُو ''کے لئے دوتفیروں کے قائل ہوئے ہیں جوآیت کے طریقہ ترکیب سے اخذ ہوتی ہیں۔
کبھی تو کہا جاتا ہے: ''مِن بُرُ دِ'' میں جارو مُرور ' بیُزِ ّل ''سے متعلق ہے جو مفعول کے حکم میں ہے ۔ یعنی ؛ اللہ تعالی اولوں کو آسان میں موجود پہاڑوں سے نازل کرتا ہے۔ (یہاں پر پہاڑ بطور مطلق ذکر ہوئے ہیں ) بھی کہتے ہیں کہ بیجار ومجرورا یک فعل محذوف سے متعلق ہے جو'' جبال' کی صفت ہے۔ بنابریں آیت کا معنی اس طرح ہوجائے گا: اللہ تعالی آسان میں موجود برف کے پہاڑوں سے او لے نازل کرتا ہے۔ (اس تفییر کے مطابق'' مُؤ ّل'' کا مفعول محذوف ہے جو خود کلام سے سمجھ آجا تا ہے ) دونوں تفییر وں میں مذکورہ وضاحت کے مطابق قر آن کا علمی اعجاز روش ہوجا تا ہے۔ چونکہ ایک تفییر کے مطابق برف کے پہاڑوں کی بات ہور ہی ہے اور دوسری تفییر میں بادل کے پہاڑوں کی بات ہور ہی

اورسورهٔ رعد کی آیت ۱۲ میں آیا ہے:

هُوَالَّذِينَ يُرِيُكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَهَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿

لینی:'' وہ وہی ہے جو تمہیں بحلی دکھا تا ہے جو خوف کا باعث بھی ہے اور اُمید کا بھی۔ نیز وہ (پانی سے ۔ -

بھرے) بوجھل بادلوں کو پیدا کرتاہے''

گذشتہ زمانے میں کوئی بھی شخص یہ بات نہیں جانتا تھا کہ''رعد''و'' برق'' کہاں سے پیدا ہوتی ہے لہذا ہرایک نے اپنی طرف سے ایک مفروضہ قائم کیا ہوا تھا۔ کبھی تو میہ مفروضات ، افسانوی شکل اختیار کر لیتے تھے، لیکن آج یہ بات مسلّم ہو پیکی ہے بجلی اوراس کی کڑک وگرج کا تعلق الیکٹرک ڈسچارج سے ہے کہ جب بادل کے دوگلڑ ہے مختاف بجلی کے لحاظ سے (مثبت ومنفی پول کی صورت میں ) ایک دوسر سے کے قریب ہوتے ہیں اوران سے بالکل اس طرح کرنٹ پیدا ہوتا ہے جیسے بجلی کے دوتار جن میں مختلف (مثبت اور منفی فیز ) کی بجلی آرہی ہوتی ہے ، جب ایک دوسر سے کے نزد یک ہوتے ہیں تو بہت زیادہ کرنٹ پیدا ہوتا ہے۔ جس میں آواز بھی ہوتی ہے اور حرارت بھی ، یہی کچھ بادلوں میں بھی ہوتا ہے۔

بعض اوقات بیالیگرک ڈسپارج بادلوں کے اُن گلڑ ہے کے درمیان رونما ہوتا ہے جو مثبت رو ہوتی ہے، جب بیز مین کے نزدیک ہوجائے کہ جس میں منفی رو ہوتی ہے جو بیابانوں ، جنگلوں نزدیک ہوجائے کہ جس میں منفی رو ہوتی ہے تو زمین اور بادل کے درمیان کرنٹ پیدا ہوتا ہے جیے''صاعقہ'' کہتے ہیں۔ جو بیابانوں ، جنگلوں اور بعض اوقات عمارتوں میں خطرناک آگ لگنے کا باعث بنتی ہے جمکن ہے اس سے بھیڑ بکریوں کا ایک بڑار یوڑا یک لمحے میں جل کرخا سسر ہوجائے یا وہ بھی بہاڑ سے نگرائے تو وہ ریزہ ریزہ ہوجائے یا اگروہ سمندر کی سطح پر پڑت توایک علاقے کے سمندری جاندارختم ہوجائیں۔ بیسب پچھاس لئے ہوتا ہے کہ اس کرنٹ سے پیدا ہونے والی حرارت بہت شدید ہوتی ہے (جوتقریباً ۱۵ ہزار سنٹی گریڈ تک ہوتی ہے، یعنی ؛ سطح سورج کی حرات کے دوگنا) بیا یک الی حرارت ہے جو ہر چیز کو دھویں اور خاکستر میں بدل دیتی ہے۔

بنابریں اگر چہ پیجلی اور کڑک وگرج عالم طبیعت کے ہولناک مناظر میں سے ہے، لیکن اس کے باوجود بہت ہی برکات وفوا ئد بھی رکھتی ہے۔اس کے اہم ترین اثر ات میں سے ایک سگین بارشوں کا برسنا ہے، کیونکہ اس بجلی سے پیدا ہونے والی حرارت اطراف کی زیادہ تر ہوا کو جلادیتی ہے جس کی وجہ سے فوراً ہوا کا دباؤ کم ہوجاتا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ کم دباؤ کی صورت میں ہی بادل برستے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام طور پر بجلی حیکنے اور گرنے کے بعد ہی موسلا دھار بارش شروع ہوجاتی ہے۔

یہ نکتہ بھی قابل تو جہ ہے کہ جب گہرے بادل زمین کی نز دیکیوں تک پھیلے ہوتے ہیں اور فضا تاریک ہوجاتی ہے اور بجلی وکڑک کے گرجنے کی آ وازیں سنی اور دیکھی جاتی ہیں تواوپر اُٹھنے والی تندوتیز ہواؤں کے سبب بادل بہت زیادہ تعداد میں موٹے موٹے سنگین اور مجاری دانوں (اولوں) کی شکل میں بدل جاتے ہیں۔ 🎞

<sup>🗓</sup> کتاب ' بادوباران' سے اقتباس صفحہ ۱۳۸

یمی وہ چیز ہے کہ جوہم نے مذکورہ بالا آیت میں پڑھی ہے کہ جس میں بجلی کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بھاری بادلوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ بجلی کی شدید حرارت کے سبب بارش کے قطر سے اضافی آئسیجن کی مقدار میں ترکیب پاتے ہیں، جس سے میہ آئسیجن والا پانی جسے بھاری پانی (ہائیڈروجن پرآ کسائید H2o2) بھی کہتے ہیں، حاصل ہوتا ہے۔اور یہ بھاری پانی بہت سے جراثیم اور نبا تاتی آفات کوختم کرنے میں غیر معمولی طور پر موثر واقع ہوتا ہے۔

لہذاسائنسدانوں کا کہناہے کہ جسسال رعدوبرق کم ہونبا تاتی آفات اور بیاریاں زیادہ ہوجاتی ہیں۔ (پیجھی بھاری بادلوں کے بارے میں ایک طرح کی تفسیر ہے )اس کے علاوہ بارش کے قطرے جو ہوا کی کاربن کے ساتھ شدید حرارت اور کیمیائی ترکیب سے کاربا نک ایسڈ کی حالت اختیار کر لیتے ہیں۔ جب بیزمینوں پرچھڑ کتے ہیں تو کیمیائی اثرات کی بدولت نبا تات کی پرورش کے لئے ایک موثر کھادکا کام دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ بعض ماہرین کا کہناہے کہ آسانی بجلیوں کے ذریعے کرۂ زمین کوسال بھر میں ملنے والی کھا دسینگڑوں لا کھڑن کے برابر ہے اور بیا یک بہت بڑی تعداد ہے۔جب ہم سائنسی انکشافات کا مواز نہ مذکورہ بالا قرآنی آیات کے ساتھ کرتے ہیں،خصوصاً اُس زمانے کے عرب ماحول میں کہ جہاں ان علوم ودانش کا معمولی سابھی نام ونشان نہیں ماتا توقر آن کی علمی عظمت ہمارے لئے مزیدا جا گرہو حاتی ہے۔

## ۱۵ قر آن اورانسانی شخصیت کی تشخیص

سورهٔ قیامت کی آیت نمبر ۱۳، ۲۰ میں آیا ہے:

اَيُحْسَبُ الْإِنْسَانُ اللَّي نَّجُمَعَ عِظَامَهُ أَبِلِي قُدِرِيْنَ عَلَى اَنْ نُّسَوِّى بَنَانَهُ ﴿

یعنی: ''کیاانسان پیگمان کرتاہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہیں کریں گے؟ ہاں! ہم اس بات پر قادر ہیں کہ

ہم اس کی انگلیوں ( کے سرول کی لکیروں ) کو بھی ٹھیک اسی طرح بنادیں گے''

روایات میں آیا ہے کہ عدی بن ابی رہیعہ نام کا ایک عرب مشرک جو بہت ہی متعصب اور ہٹ دھرم انسان تھا، رسول اللہ سلیٹھا پیلم کے پاس آیا اور آ ہے تیامت کے دن اور اُس وقت کی کیفیت کے بارے میں یو چھنے لگا۔

اُس نے کہا:اگر میںاُس دن کواپنی آنکھوں ہے بھی دیکھلوں تب بھی تیری تصدیق نہیں کروں گااور تجھ پرایمان نہیں لاؤں گا۔ پہ کیسے مانا جاسکتا ہے کہاللہ تعالیٰ ان (بوسیدہ) ہڈیوں کو جمع کر ہے گا، پہ کسی بھی صورت قابل یقین نہیں ۔ 🎞

لغت میں' نبلان''انگلیوں کے معنیٰ میں آیا ہے اور انگلیوں کے سروں (پوروں) کے معنیٰ میں بھی۔ یہ 'بُنَ '' کے مادے سے ہے جس کا مطلب'' اقامت''لیا گیاہے اہے چونکہ انسان کی انگلیاں دنیا میں اقامت انسان کے حالات کی اصلاح کا باعث بنتی ہیں لہذا ان کو

<sup>🗓</sup> تفسیر کبیر، جلد ۳ ، صفحه ۲۱۷ ، قرطبی ، جلد ۱۰ ، صفحه ۲۸۸۵

ال نام سے یکاراجا تاہے۔

انسان کی زندگی میں انگلیوں کا کر دار بہت اہم ہے، بیخلقت کے بجائب میں شار ہوتی ہیں۔ کیونکہ بیہ ہروت ہمارے اختیار میں ہوتی ہیں انگلیوں کا کر دار بہت اہم ہے، بیخلقت کے بجائب میں شار ہوتی ہیں۔ کیونکہ بیہ ہروت ہمارے اختیار میں ہوتی ہیں البندا ہم ان کے اسرار سے غافل ہیں۔ اگر کسی کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ جائیں تو وہ کسی قسم کا باریک کام انس ورق بلیٹنا، آسانی سے غذا کھانا، ٹیلی فون ملانا، چا بیوں کے ذریعے تا لے کھولنا اور اسی طرح کے انواع واقسام کے دوسرے باریک کام اُس کے لئے ناممکن ہو کے لئے مشکل ہوجاتے ہیں جتیٰ دوسر مے نعتی کام ، مشینوں سے متعلق کام اور ہاتھوں سے بھاری چیز دں کا بکڑنا بھی اس کے لئے ناممکن ہو جاتا ہے۔

بلکہانگلیوں میں سے کسی ایک انگل کا کم ہوجانا بھی انسان کے روزمرہ کا موں کوشدید متاثر کرسکتا ہے۔ اسی لئے چوپائے انگلیاں نہ ہونے کی وجہ سے بہت سے کام اپنے منہ یا سرسے انجام دیتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں: انسان میں انگلیوں کا وجود، اُس کی تہذیب وتدن کی ترقی کاسب سے اہم عامل ہے۔ اقامت اور دوام کے معنی میں 'کہنان'' کی تعبیر اسی حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ چونکہ ان کے بغیر دنیا میں رہائش اور زندگی گز ارنا انسان کے لئے مشکل ہوجا تاہے۔

مذکورہ بالا آیت کہتی ہے: ہم نہ فقط اُس کی بڑی بڑی ہڑیاں بلکہ اس کی چھوٹی چھوٹی ہڑیاں بھی قیامت کے دن اسی طرح ٹھیک سے بنادیں گے۔ بہت سے مفسرین نے بیاحتال دیا ہے کہ'' تسویہ بنان'' سے مراداُن کوایک دوسرے کے ساتھ جوڑ نا ہے یعنی؛ چو پایوں کے سمّوں کی شکل میں لانا ہے۔لیکن یقفیرسورہ کی دیگر آیات کے ساتھ کسی قشم کی مناسبت نہیں رکھتی۔

بہرحال اس آیت سے جو نکات اخذ ہوتے ہیں، شاید وہ ہمارے زمانے کے اُس اہم انکشاف کی طرف اشارہ ہوں کہ جو انگلیوں کے سروں (پوروں) کے بارے میں ہے۔ کیونکہ یہ بات مسلّم ہو چکی ہے کہ ہرشخص کی انگلیوں کے سروں کی لکیریں،اُس کی شخصیت کی پیچان ہیں اور (اُسے پیچانے کے لئے) ہرقتم کے دستخط سے زیادہ دقیق اوراطمینان بخش ذریعہ ہیں۔ بیایک ایساد سخط ہیں کہ جس کی کوئی بھی نقل نہیں کرسکتا، جبکہ پیچیدہ ترین دستخطوں کی بھی نقل کی جاسکتی ہے۔

اس لئے ہمارے زمانے میں'' انگشت نگاری'' (پوروں کی کئیروں کے آثار کو ضبط کرنے کا ) کا شعبہ ایک مستقل علم کی صورت اختیار کر گیا ہے اور پولیس کے مراکز میں اس کے لئے ایک مخصوص شعبہ موجود ہوتا ہے۔ جس کے ذریعے بہت سے مجرموں کو پہچپان لیا جاتا ہے۔ بس اس کے لئے کافی ہے کہ جب ایک چور کسی کمرے یا گھر میں داخل ہوتا ہے تو اپنا ہاتھ دروازے کے قبضہ یا کمرے کے شیشے یا تا لے وصندوق پر رکھتا ہے تو اس کی انگلی کی کئیریں اس پر رہ جاتی ہیں۔ یا کسی قتل کے واقعے میں جو اسلحہ استعال ہوتا ہے اور وہ پکڑا جاتا ہے تو اس پر کسی نہ کسی کی انگلیوں کے نشان ہوتے ہیں تو فوراً اس کا نمونہ حاصل کر کے چوروں اور مجرموں یا جن لوگوں پر شک ہوتا ہے ان کے سابقہ ریکارڈ کے ساتھ مطابقت کر کے مجرم کوڑھونڈ لیا جاتا ہے۔

بنابریں،اس آیت کی تفسیر کےمطابق: ہم نہ صرف بڑی،چھوٹی ہڈیوں کوجع کرتے ہیں بلکہاس بات کی قدرت بھی رکھتے ہیں

<sup>🗓</sup> مفردات راغب،مجمع البيان معجم مقاليس اللغة ، ماده " بَنُ" \_

کہ ہر شخص کی انگلیوں اوراُن کے سروں کواُن کی تمام خصوصیات کے ساتھ جواس کے بدن کی باریک ترین خصوصیات ہیں، دوبارہ مرتب کر کے اصلی حالت میں پیٹا دیں۔ دوسرے الفاظ میں'' بنان'' (انگلیوں کے سروں) کو دوبارہ لوٹا نااوراُنہیں منظم کرنا (یادرہے کہ''تسویہ''سے مراد منظم کرنااور مرتب کرناہے) تمام خصوصیات وجزئیات منجملہ انگلیوں کے سروں کوبھی شامل ہے۔ اس مطلب کی مسئلہ قیامت کے ساتھ مناسبت بہت ہی دلچسپ ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عدالت ہے، اور جس میں مجرموں اور گناہ گاروں کا مؤاخذہ کیا جائے گا۔ چونکہ دنیا میں بھی ہرعدالت میں اس مسئلہ سے سب سے زیادہ استفادہ کیا جاتا ہے۔

#### ۱۲ قرآن آسانوں کی خلقت کی عظمت سے پردہ اُٹھا تا ہے۔

سورهٔ مومن کی آیت ۵۵ می<mark>ں آیا ہے:</mark>

كَخُلْقُ السَّلْوْتِ وَالْأَرْضِ آكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ آكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ هَوَ يعنى: "آسانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ اہم ہے لیکن اکثر لوگنہیں جانے"

درست ہے کہ اکثر مفسرین نے اس آیہ مجیدہ کو''معاد'' کے بارے میں مشرکین کے مجاد لے کا جواب قرار دیا ہے۔ یعنی جم لوگ انسان کے دوبارہ لوٹ جانے کے بارے میں شک و تر دید کرتے ہو، جبکہ انسانوں کی تخلیق ، آسانوں اور زمین کی تخلیق سے زیادہ افضل نہیں، بلکہ آسانوں اور زمین کی خلقت ، اُس سے زیادہ افضل ہے لیکن جملہ'' و لکے بھا آُکُ تَرَ النَّامِيس لاکی محلکہوں ''اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ آسانوں کی عظمت ، لوگوں کی اکثریت کے لئے نامعلوم رہی ہے۔

یہ درست ہے کہ موجودہ علم ودانش نے انسانوں کے وجود کے بارے میں غیر معمولی اور بہت ہی اہم اسرار ورموز کا انکشاف کیا ہے کہ گزشتہ زمانے میں جس کے ایک ہزارویں حصے سے بھی لوگ آگاہ نہیں تھے۔اس کے باوجود آسانوں کی عظمت کے بارے میں جو انکشافات ہوئے ہیں، اُن سے پتا چلتا ہے آسانوں اور زمین کی خلقت، اپنے تمام عجائبات کے باوجود انسانوں کی خلقت سے کئی در جے زیادہ افضل و برتر ہے۔

آ سانوں بالخصوص کہکشاؤں کے بارے میں ماہرین کی جدیدترین معلومات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تک بڑی بڑی نجومی دروبینیوں کے ذریعے آسانوں میں ایک ارب سے زیادہ کہکشاؤں کا انکشاف ہو چکا ہے۔ جن میں سے ایک کہکشاں کا نام''راہ شیری'' ہے کہ ہمارامنظومہ شمسی اُس کا ایک معمولی ساجزو شارہوتا ہے۔ کیونکہ فقط اسی ایک کہکشاں میں ایک سوار بسے زیادہ ستارے موجود ہیں۔

سورج اپنی تمام ترعظمت کے باوجود ستاروں کے اس عظیم ترین قافلے میں سے ایک درمیانے درجے کے ستارے کے برابر ہے۔ آسانوں کی وسعت اس قدرہے کہ اُن کی پیائش انسانی ہاتھ کے بنائے ہوئے وسائل سے نہ صرف ممکن نہیں ہے، بلکہ اگر ہم روشنی کے پروں جس کی سرعت ایک سینڈ میں تین لاکھ کلومیٹر تک پہنچتی ہے، پربھی سوار ہوکر آسانوں کی سیرکریں تو پھر بھی اربوں نوری سال کا وقت پروے حاکر ہم اس کا نات کے معلوم شدہ ھے کی سیرکر سکتے ہیں۔

پھراس زمانے میں نجومی دور بینیں اور ٹیلی سکو پیس جس قدر بھی جدید ہوجا ئیں تونئ سےنٹی دنیا ئیں ہمارے لئے کشف ہوں گی لیکن اس کے باوجود ہمیں معلوم نہیں کہ جو پچھ ہم دیکھتے ہیں اور جن چیزوں کی ہم پہچان رکھتے ہیں، اُن کے ماوراء کتنے عوالم موجود ہیں اور پکر ہوسکتا ہے جو پچھان عظیم تریں دور بینوں سے دیکھا جاتا ہے وہ شایداس وسیتے اور عظیم ترین کا نئات کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی ہو۔ ایک سائنسدان کے بقول ہم جس عظیم کا نئات کود کیھر ہے ہیں، وہ اس عظیم ترین کا نئات کے ایک چھوٹے سے ذرّہ کے سوااور پچھ بھی نہیں۔ ﷺ
یہاں سے ہم مذکورہ بالا آیت کی گہرائی تک پہنچتے ہیں کہ جس کے مطابق:'' آسمانوں اور زمین کی تخلیق انسانوں کی تخلیق سے زیادہ عظیم ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانے اُن پڑھا انسان کے زمانے میں، وہ بھی دنیا کے عقب مائدہ ترین جھے میں ایک اُن پڑھا انسان کے ذریعے اس قسم کے دریعے اس قسم کے مطالب کا بیان کیا جانا مجز نہیں ہے؟ اس طرح ہم قر آن کے سائنسی اعجاز کے موضوع کے اختا م تک پہنچ گئے ہیں اگر چہا بھی بھی بہت سے قابل ذکر نکات باقی رہ گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں ذکورہ بالا ۱۲ مثالوں کی منصفانہ تھیت سے تابل ذکر نکات باقی رہ گئے ہیں۔ ہمارے خیال میں ذکورہ بالا ۱۲ مثالوں کی منصفانہ تھیت سے ہم خیر جانبدارانسان کی برجہ سے موجاتی ہے کہ محال ہے بی عظیم کتا ہے لیعتی بقر آن مجدد کی پیداوار ہو۔



# ٣ ـ تاريخ كى نظر سے قرآنى اعجاز

# تربیتی مسائل میں تاریخ کا کردار

یقیناً قرآن مجید تاریخی کتاب نہیں ہے،لیکن مختلف وجوہات کی بنا پراس میں بہت سے تاریخی موضوعات بھی ملتے ہیں چونکہ تربیق مسائل خصوصاً اجمّاعی سطح پر''سابقہ لوگوں کی تاریخ'' ہے متعلق موضوعات سے جدانہیں ہو سکتے ۔چونکہ تاریخ زندگی کی سب سے بڑی تجربہگاہ ہے اور معاشرتی، معاشی، سیاسی مکا تب فکر کی اقدار کو واضح کرنے اور حقائق اور اوہام اور اقدار مخالف چیزوں میں فرق کرنے کی سب سے بڑی کسوٹی ہے۔تاریخ کا سب سے بڑا ہنریہ ہے کہ وہ عقلی اور نظریاتی مسائل کومحسوں انداز میں پیش کرتی ہے اور انسانی مسائل کو صحیح طور پر سمجھنے میں بہت زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔

ظلم وستم اورآ مریت کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، اختلاف وتفرقے ، تعصب وہٹ دھرمی اور تنہائی پیندی حقاق سے بے اعتنائی کا انجام کیا ہوتا ہے؛ یہ سب پچھ تاریخ ہی کے ذریعے معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں: تاریخ وہی آب حیات ہے جوانسان کوایک طولانی عمر دے سکتا ہے۔ کیونکہ گذشتہ لوگوں کی تاریخ کا مطالعہ، گذشتہ انسانوں کے ہزاروں سالوں کے تجربات کے نچوڑ کو چند صفحات کی شکل میں موجودہ اور آئندہ نسلوں تک پہنچادیتا ہے۔ قرآن مجیدا یک مختصر سے جملے میں اس اہم حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما تا ہے:

لَقَلُ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّالُولِي الْأَلْبَابِ ﴿ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرَى وَلَكِنُ تَصْدِيْقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُدَّى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُونَ شَ

''ان کے قصوں میں صاحبان فکر کے لئے درس عبرت ہے بیدوا قعات جھوٹی باتین نہیں تھے بلکہ (بیآسانی وحی ہے اور ) گزشتہ آسانی کتب کی تصدیق کرتے ہیں جواس کے سامنے ہیں اور اس میں ہر چیز کی تشریح اور ہدایت ورحت ہے، ایسے گروہ کے لئے جوایمان لایا'' 🏻 ہدایت ورحت ہے، ایسے گروہ کے لئے جوایمان لایا'' 🖺

اہم بات بیر کی قرآن مجید میہ بات حضرت یوسف - کے واقعات سے بھرے ایک انتہائی عبرت انگیز قصے کوفقل کرنے کے بعد ذکر کر تاہے کہ جس سے تربیتی مسائل کے مختلف پہلوؤں سے نتیجہ بخش استفادہ کیا جاسکتا ہے۔قرآن مجیدایک اور مقام پر گزشتہ لوگوں کے قصول کواذیان اورا فکار کی بیداری کا سبب قرار دیتے ہوئے فرما تاہے:

فَاقُصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ۞

146

لعنی: '' یہ قصے (ان کے لئے ) بیان کروشاید کہ وہ غور کریں (اور ہوش میں آجا کیں )'' 🏻

ایک اور جگه گزشته انبیاء کے واقعات کے بیان کرنے کو پیغمبراسلام سلیٹھائیلی کے'' دل کی مضبوطی''، ارا دے میں تقویت اور

مؤمنین کی بیداری اورآگاہی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے فرما تاہے:

وَكُلَّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنُبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هٰذِهِ الْحَقُ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرِيلِلْهُوْمِنِيْنَ ﴿

یعنی: ''ہم نے پیغمبروں میں سے ہرایک کی داستان تم سے بیان کر دی تا کہ تمہارا دل آرام وسکون پائے (اور تمہاراارادہ قوی ہو)ان واقعات میں مؤمنین کے لئے حق نصیحت اور یادد ہانی ہے'۔ آ

وَلَقَلُ تَرَكُنُهَا ايَةً فَهَلُ مِنْ مُّنَّا كِرِ ٥

یعنی: '' ہم نے بیوا قعدنشانی کے عنوان سے اُمتوں کے درمیان باقی رکھا تو کیا کوئی ہے جونصیحت حاصل کرے ''آ

اور آخر کار سابقہ لوگوں کے باقی رہ جانے والے آثار کے بارے میں ایک انتہائی خوبصورت اور گویا الفاظ استعال کرتے ئے فرمایا:

ٱڣؘڵؘؘؗؗۿ؞ێڛؚؽٚۯؙۅٛٳڣۣٳڵڒۯڞؚڣؘؾۘػؙۅ۫؈ؘڵۿؗؗۿۊؙڵۅٛۨڣؾۜۼڦؚڵۅؗ؈ٙؠۿٙٳٙۅؗٳۮٙٳڽ۠ؾٞۺؠؘۼۅؙ؈ؘؠۿٵٷڶؚڹۧۿٳ ٙڒؾؘۼؠٙؽٳڵڒڹڝٙٳۯۅٚڵڮڹؾۼؠٙؽٳڵڨؙڵۅٛڹٳڷۜؾؽڣۣٳڶڞ۠ۮۅ۫ڕ۞

'' کیاوہ زمین پر چلتے پھرتے نہیں (اورسیر وسیاحت نہیں کرتے) کہ ان کے دل ادراک حقیقت کرسکتے اور کان صدائے حق سننے والے ہوتے، کیونکہ ظاہری آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ سینوں کے اندر دل اندھے ہوجاتے ہیں' آ

اس طرح نہ فقط تاریخ کی تفصیل بلکہ گزشتہ لوگوں کے باقی رہ جانے والے خاموش تاریخی آثار بھی دل کی آٹکھیں کھولنے اورنفس کے کا نوں کو سننے کے قابل بنا دیتے ہیں ۔گزشتہ لوگوں کی تاریخ کے آثار اور فلسفے کی طرف اس اشارے کے بعد ، اب ہم قرآن مجید کی

<sup>🗓</sup> اعراف ۱۲۷

۳ هودر ۱۲۰

<sup>۩</sup> قمر\_ا۵

ا جحربه

طرف رجوع کرتے ہوئے اُس کے تاریخی لحاظ ہے معجز ہ ہونے کامشاہدہ کرتے ہیں۔

# قرآن میں تاریخی وسعتیں

جیسا کہ ہم نے کہاہے کہ قرآن کے تربیت، واعظ ونصیحت، انذار وبشارت اوراُمیدخوف سے متعلق بہت سے اہم مباحث تاریخی مسائل کی شکل میں ذکر ہوئے ہیں۔ یہ مسائل اس قدرخوبصورت، واضح ،مؤثر انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ ہر سننے والے کو بے اختیارا پنے اعلیٰ مقاصد کی جانب تھینچ لیتے ہیں۔ جب تک انسان یوسف، انبیاء، طہ نصص ،مریم، آل عمران اور بقرہ جیسے سورتوں کا مطالعہ نہ کرلے اُس وقت تک قرآن کے تاریخی بحثوں کی عظمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔اصولاً دیکھا جائے تو قرآن مجید کی تاریخی بحثوں میں درج ذیل خصوصیات بہت واضح طور برنظرآتی ہیں:

ا۔ (قرآن کے تاریخی ابحاث میں ) سب سے زیادہ زور حساس موضوعات پر دیا گیا ہے اور اہم کر دارا داکرنے والے تربیتی مسائل کو گہری نظر سے دیکھا گیا ہے۔

۲۔ (پیمسائل ہرفتم کے ) بیہودہ اور زائد کلام سے پاک ہیں ک

س\_ پیتمام مسائل تناقض، تضاداور ناموز ول گفتگو سے خالی <mark>ہیں۔</mark>

۳-اُس زمانے (اورکئی صدیوں بعد) کی تاریخ نگاری کے برعکس جب تاریخ ایک سروقت گزارنے اورتفریج کے طور پر یا کم از کم گزشته لوگوں کے حالات سے معلومات حاصل کرنے کی حد تک ہی پڑھی اورکھی جاتی تھی اور جس میں کسی قسم کا تجزیہ وتحلیل نہیں ہوتا تھا اور نہ جس میں تاریخ کا فلسفہ اور گزشتہ لوگوں کے حالات سے سبق حاصل کرنے کا پہلو ہوتا تھا، قرآن کی ذکر کر دہ تاریخ میں بنیادی مسائل کے علاوہ اُن کے نتائج کو اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ جس سے اسے سننے اور پڑھنے والے کے اندر جستجو کی حس اور سوچنے اورفکر کرنے کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ایک اور اہم بات بیر کہ قرآن مجید میں تمام ایسے غیر ضروری واقعات کو حذف کر دیا گیا ہے کہ جن سے سوائے وقت ضائع کرنے اور کلام کوطولانی کرنے کے نہ تو کوئی سبق حاصل ہو سکتا ہے اور نہ کوئی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے۔

۵۔ قرآن مجید میں تاریخی حقائق کوافسانوں سے جُدا کرنے پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے کہ جوبعض اوقات بہت ہی پیچیدہ ومشکل کام ہے۔اس کی وضاحت کچھطرح ہے کہ ہمیشہ کچھ عوامل ایسے رہے ہیں کہ جو تاریخ کوجھوٹے افسانوں اور (خیالی قصے کہانیوں) سے ملادیتے ہیں۔ منجملہ اسباب میں ایک انسانوں کو مشغول رکھنا، بچگا نہ احساسات کی تسکین ، تخیلات کو اُبھار نااور جھوٹی دلچسپیاں پیدا کرنا ہے۔ گویا ہم کہہ سکتے ہیں کہ گزشتہ لوگوں کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ افسانوں اور دیو مالائی کہانیوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہی اُن کا بنیا دی رکن شار ہوتا ہے۔

اس طرح اگرہم اپنے آپ کوفر آن مجید کے زمانہ نزول اور پیغمبراسلام سلی ایٹیا پہلے کی حیات مبار کہ کے زمانے کے ماحول میں قرار دیں تو ہم دیکھیں گے کہ اس زمانے کی تاریخ اس قدر غلط اور نے بنیا دسے بھری پڑی تھی کہ بہت ہی تو ہمات اور غیر واقعی با تیں سینہ بہسینہ ہوتی ہوئی مسلمہ واقعیت کاروپ دھار چکی تھیں۔جن کی چھان بین چہ جائیکہ ایک اُن پڑھ تخص بیکا م انجام دیتا، ایک پڑھے لکھے تخص کے لئے بھی ناممکن تھی۔اُس زمانے میں یہود ونصاری کے علاء کہ جو''ربانیون''اور''احبار'' کے نام سے مشہور تھے،ان کے علاوہ مشرکین عرب کے'' کا ہن'' بھی ان دیو مالائی کہانیوں،افسانوں اورخرافات کے محافظ تھے۔

یقیناً جوشخص ایسے ماحول میں زندگی گزار رہا ہواور پھر چالیس سال کی عمر کو پہنچ جائے اور اس کی سوچ وفکر انہی افسانوں اور دیو مالائی کہانیوں کوئن سن کر پروان چڑھی ہوجن سے معمولاً چھٹکا را حاصل کرنا ناممکن ہوجا تا ہے۔کیا ایساشخص اُس تاریک ماحول میں رہ کر تاریخ کواس طرح کے افسانوں سے پاک اور حقائق کو خیالات وخرافات سے جدا کرسکتا ہے۔آج تاریخ کا ایک پڑھا لکھامحقق بھی بہت محنت ومشقت کے بعد کہیں جا کراس طرح کا کا م انجام دیتا ہے تو ہم ایک ایسے شخص سے جس نے کسی اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذیۃ نہیں کیا،کس طرح اس قسم کی تو قع رکھ سکتے ہیں ۔اب ہم تاریخ قر آن کے چندنمونوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور جو پچھاو پرذکر ہوا ہے اُسے ان کی روشنی میں دیکھتے ہیں:

# ا ـ ' قرآن' اور' کتب عهدین' میں تخلیق آ دم کی کیفیت

قرآن مجید سورہ بقرہ کی آیات ۳۰ تا ۳۷ میں انسان کی خلقت کے مسلے کی تفصیل یوں ذکر کرتا ہے: ''جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا کہ میں روئے زمین پرایک جانشین اور حاکم مقرر کرنے لگا ہوں توفر شتوں نے کہا (پروردگارا) کیاا یسے شخص کو مقرر کرے گا جوزمین پر فساداورخونریزی کرے گا، ہم تیری شیخ اور حمد بجالاتے ہیں (اس پر پروردگار عالم نے فرمایا: میں حق کو جانتا ہوں تم نہیں جانے (پھرآ دم کو خلق کیا) پھر علم اساء (علم اسرار خلقت اور موجودات کے نام رکھنے کاعلم ) سب کا سب آدم کو سکھایا پھر انہیں فرشتوں کے سامنے پیش کیا اور فرمایا: اگر سے ہوتو بتا وان کے نام کیا ہیں۔

فرشتوں نے کہا تو پاک ومنزہ ہے جوتو نے ہمیں تعلیم دی ہے ہم اس کے علاوہ کچھنمیں جانے تو حکیم ودانا ہے۔فر مایا: اے آدم - انہیں ان (موجودات ) کے ناموں اور اسرار ) سے آگاہ کر دے جب اس نے انہیں آگاہ کر دیا تو خدانے فر مایا: میں نہ کہتا تھا کہ میں آسمان اور زمین کاغیب جانتا ہوں اورتم جن چیز وں کوظا ہر کرتے اور چھپاتے ہوا سے بھی جانتا ہوں۔اور جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم کے لئے سجدہ وخصوع کر وتو شیطان کے علاوہ سب نے سجدہ کیا۔اس نے انکار کر دیا اور تکبر کرکے (نافر مانی کی وجہ سے ) کافروں میں سے ہوگیا۔اور ہم نے کہا آ دم! تم اپنی بیوی کے ساتھ جنت میں سکونت اختیار کر لواور (اس کی نعمتوں میں سے ) جو چا ہوکھاؤ (لیکن )اس درخت کے باس نہ جاناور نہ ظالموں میں سے ہوجاؤگے۔

پس شیطان ان کی لغزش کا سبب بنااورجس (بہشت) میں وہ رہتے تھے انہیں وہاں سے نکال دیااور (اس وقت) ہم نے ان سے کہاسب کے سب (زمین کی طرف) چلے جا وَاس حالت میں کہتم میں سے بعض دوسروں کے دشمن ہو گےزمین تمہاری ایک مدت معین کے لئے قرارگاہ ہےاور فائدہ اٹھانے کا وسیلہ ہے۔ پھرآ دم نے اپنے پرودگار سے کچھکلمات حاصل کئے اور (ان کے ذریعہ) تو ہہ کی اور اللہ

تعالی نے ان توبہ قبول کر لی ،اللہ عالم تواب اور رحیم ہے''

قرآن مجید کی دوسری صورتوں (سورہ اعراف اورطہ) میں بھی اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ سورہ کہ کی آیت نمبر ۱۲۰ سے بخو بی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے حضرت آ دم گواس طرح فریب دیا اور کہا: بید درخت، ابدی زندگی کا درخت ہے۔ حالانکہ پہلے آدم گو اس بات سے آگاہ کر دیا گیا تھا کہ شیطان تمہارا دشمن ہے، اس کے فریب میں نہ آنا۔ نیز سورہ اعراف کی آیت نمبر ۲۷،۲۷ اور سورہ طہ کی آیت ۲۱ اسے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آ دم اور اُن کی ہوی جنت میں اپنے بدن پر لباس پہنے ہوئے تھے، لیکن جب اُنھوں نے ممنوعہ درخت سے کھایا تو اُن کا جنتی لباس اُن کے بدن سے اُتر گیا تواس وقت اُنھوں نے بہشتی درختوں کے پتوں سے اپنے لئے لباس بنایا۔

مندرجہ بالا آیات کے مطابق سب سے پہلے: آ دم کے وجود میں سب سے بڑاافخار اور قوی نقط جس کی وجہ سے وہ مخلوق میں منتخب ہے اور جس کی وجہ سے وہ مخلوق میں منتخب ہے اور جس کی وجہ سے وہ منبود ملائکہ بنا وہی'' علم الا ساء'' سے آگا ہی اور حقائق اسرار خلقت و جہان ہست سے واقفیت ہے۔ دوسرا حضرت آ دم -ایک ایسے درخت سے کھانے کی وجہ سے بہشت سے نکے ہیں جس سے انہیں پہلے سے منع کیا گیا تھا۔ اگر چپقر آن نے اُس درخت کا نام ذکر نہیں کیالیکن بظاہر وہ ایک دلچسپ پھل تھا اور اُس سے منع کرنے کا مقصد حضرت آ دم - کی آزمائش اور امتحان کرنا تھا۔ تاکیفس اور شیطان کے وسوسوں کے مقابلے میں اُن کی ایمانی قوت اور اراد دے کو آزما یا جائے۔

"ازَلُّهُمَا الشَّيْطَانُ"

لعنی: "شیطان نے آ دم اورائن کی بیوی کولغزش پرا بھارا"

کی تعبیر سے واضح ہوتا ہے کہ ممنوعہ درخت سے کھانا فقط ایک لغزش تھی نہ کہ <mark>ارتکا</mark>ب گناہ اور خدا کے سامنے طغیان اور حریم عبودیت کوتوڑنے کاارادہ تھا۔اب ہم موجودہ'' تورات'' میں دیکھتے ہیں کہ اس میں اس تاریخی واقعے کوئس طرح قشم تسم کی خرافات اور غیر منطقی بلکہ بچے گانہ ہاتوں سے ملادیا گیا ہے۔تورات فصل دوم''سفرتکوین''شارہ: کے تا ۲۵ میں یوں آیا ہے:

ک۔ پس خداوند سے عالم نے آ دم کو خاکر زمین سے صورت دی اور ٹیم حیات اس کے دماغ میں پھوئی اور آ دم زندہ جان ہوگیا، ۸۔ اور خداوند خدا نے عدن میں شرقی جانب ایک باغ لگا یا اور جس انسان کی تصور بنائی تھی، اُسے وہاں رکھ دیا، ۹۔ اور خداوند خدا نے ہر خوبصورت درخت اور جو کھانے کے لئے اچھا تھا، زمین سے اُگا یا نیز شجر حیات کو وسطِ باغ میں لگا یا اور نیک و بد جانے کے درخت کو۔۔۔، ۱۵۔ اور خداوند خدا نے نے اور خداوند خدا نے آدم کو کیڑ کر باغ عدن میں چھوڑ دیا یہاں تک کہ اُس کی دیکھا ور تفاظت کرے، ۱۲۔ اور خداوند خدا نے آدم کو تھم دیا کہ تمہیں باغ کے تمام درختوں سے کھانے کا اختیار ہے، ۱ے الیکن'' نیک و بد جانے'' کے درخت سے نہ کھانا جس دن تو اسے کھائے گاموت کا مشتحق ہوجائے گا، ۲۵۔ اور آدم اور اس کی بیوی ہر دو بر ہنہ تھے اور اُنہیں کوئی شرمندگی نہ تھی۔ آگے چل کر''سفر تکو ین' کی فصل سوم میں بیوا قعہ یوں آیا ہے:

ا۔اورسانپ(شیطان)صحراء کے تمام جانوروں میں سے زیادہ حیلہ بازتھا کہ جواللہ تعالی نے خلق کئے ہیں،اور(سانپ) نے عورت کوکہا: کیا خدانے واقعاً کہاہے کہ تم نے باغ کے تمام درختوں سے نہیں کھانا، ۲اورعورت نے سانپ کوکہا کہ ہم باغ کے درختوں کے پچل سے کھا ئیں گے، ۳لیکن اُس درخت کے پچل سے جو باغ کے درمیان میں ہے،خدانے فر مایا ہے کہاُس سے نہ کھانااوراُس کومس نہ کرنا کہ کہیں مرنہ جاؤ، ہم۔سانپ نے عورت سے کہا:البرۃ تمنہیں مروگے۔

۵۔ادراب جبکہ خداجانتا ہے کہتم جس دن اس سے کھاؤ گے تمہاری آٹکھیں کھل جائیں گی ہتم اُن خداؤں ( فرشتوں ) کی مانند ہوجاؤ گے کہ جونیک وبدکوجانتے ہیں، ۲ ۔ پس عورت نے درخت کودیکھا کہ جو کھانے کے لئے اچھاہے اوریہ کہ دیکھنے ہیں بھی خوبصورت ہے اور ایسا درخت ہے کہ جو سمجھدار مرد کے لئے پسندیدہ ہے، پس اس نے اس کا پھل کھالیا اور اپنے شوہر کوبھی دیا تا کہ وہ بھی کھائے، کہ اُس وقت اُن دونوں کی آٹکھیں کھل گئیں اوراُنھوں نے دیکھا کہ وہ بر ہنہ ہیں اوراُنھوں نے انجیر کے درخت کے پتوں کوسی کر اپنے لئے فوطہ ( لنگ کی طرح کالیاس ) بنایا۔

۸۔اوراللہ تعالی کی آوازکوسنا جو گئے کے وقت باغ میں خراماں خراماں چکتا تھا آ دم اوراس کی بیوی اپنے آپ کو خداوند سے باغ کے درختوں کے پیچھے چھپاتے تھے۔ ۹۔اور خداوند نے آدم کو آواز دی۔ اُسے کہا کہ تو کہاں ہے؟ ۱۰۔اس نے جواب میں کہا کہ میں نے تیری آوازشنی اور میں ڈرگیا کیونکہ میں برہنہ ہوں اس وجہ سے چھپا بیٹھا ہوں ،اا۔اور خدا نے اس سے کہا: تجھے کس نے کہا کہ تو برہنہ ہے کیا جس درخت سے تہمیں نہ کھانے کے لئے کہا تھا تا ؟ ۱۲۔ آوم نے کہا جو عورت تو نے جھے میر سے ساتھ رہنے کے لئے دی ہے اس نے اس درخت سے تہمیں نہ کھانے کے لئے کہا تھا گیا ۔ ۱۳۔اور خداوند خدانے عورت سے کہا: یہ جو تو نے کیا ہے، یہ کیا ہے؟ عورت نے کہا کہ جھے سانپ نے ورغلایا ہے ، اور میں نے کھالیا ہے ، ۱۳۔اور اللہ تعالی نے سانپ سے کہا: چونکہ تم نے ایسا کیا ہے لہٰذاصح اء کہ تمام درندوں اور تمام حیوانات سے زیادہ ملعون ہو ،اسے پیپ کے بل چلو گے اور یوری عمرمٹی چائے رہوگے۔

۲۲۔اوراللہ تعالی نے کہا آ دم تم تو''نیک وبد جانے'' کی وجہ سے چونکہ ہم میں سے ایک ہو گیا ہے لہذااب ایسانہ ہو کہ اپنا ہاتھ دراز کرے اور''ورخت حیات' سے بھی پچھ لے اور کھا لے اور کھا کر ہمیشہ کے لئے زندہ رہے، ۲۳۔ پس اس سبب سے خداوندخدا نے باغ عدن ' کی مشرقی باغ عدن سے نکال دیا تا کہ اس زمین میں جو اس سے لے لی گئی تھی زراعت کرے، ۲۴۔اور آ دم کو نکال دیا اور'' باغ عدن' کی مشرقی سمت کر و بیان (فرشتے ) کو آتش بازی کی شمشیر جو شجرۂ حیات کی نکہ بانی کی خاطر گھوم پھیرر ہے تھے، جگہ دے دی''۔ ﷺ

حضرت آدم ۔ کی خلقت اوراُن کے بہشت سے نگلنے کی تاریؒ کے بارے میں تورات کے بیان کا خلاصہ ہماری اپنی سادہ زبان میں یوں ہوگا: اللہ تعالیٰ نے آدم کوخلق کیا، اور شرق عدن کے ایک باغ میں اُنہیں سکونت عطا کی تا کہ وہ وہاں باغبانی کریں۔اُس باغ کے درختوں میں دودرخت ایسے تھے کہ جن میں سے ایک''نیک وبد جاننے کا درخت'' تھا یعنی؛ ایسا درخت کہا گرکوئی اُس کا پھل کھا لیتا تو اس میں عقل وذہانت پیدا ہو جاتی۔ چونکہ آدمؓ نے اس درخت کے پھل کوئیں کھایا تھا؛ لہذا اچھے بُرے کی پیچان ٹہیں رکھتے تھے، اس لئے اپنے اور اپنی بیوی کے بر ہنہ ہو جانے سے بھی شرم نہیں گی۔

دوسرا درخت'' درخت حیات'' تھا۔ جوکوئی بھی اس کا کچل کھالیتا تو دائمی عمر حاصل کرلیتا تھا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت آ دم – کومنع

<sup>🗓</sup> تورات، سفرتكوين فصل دوم وسوم \_

کیا تھا کہ وہ علم ودانش اور نیک و بدکے درخت سے ہرگز نہ کھا <sup>عی</sup>ں اور کہا ہوا تھاا گراس درخت سے کھاؤ گے تو مرجاؤ گے۔لیکن کچھ ہی مدت بعد شیطان نے حضرت آ دمؓ کی بیوی (حوا) کووسوسہ میں ڈال دیا اور کہا:تم''علم ودانش کے درخت' سے کیوں نہیں کھاتے ،اگر کھاؤ گے تو تمہاری آئکھیں کھل جائیں گی اور اس طرح تم فرشتوں کی طرح اچھائی و برائی سے آگاہ ہوجاؤ گے۔وہ درخت ظاہری طور پربھی خوبصورت اور دلچسپ تھا۔

آخر کار''حوا''نے اس درخت سے کھالیا اور حضرت آ دمؓ کوجھی کھانے کودیا۔اُن کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ اچھائی و برائی سے آگاہ ہو گئے اور بر ہنہ ہونے کی برائی کواُنھوں نے پالیا اور پھر درخت انجیر کے بڑے بڑے پتوں سے اُنھوں نے اپنے لئے لباس تیار کر کے اُسے اپنے گردلپیٹ لیا۔ شنج کے وقت کہ جب خداوند باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا تو آ دم نے اپنے آپ کو درختوں کی اوٹ میں چھپالیا، خدانے جب اُسے نہیں دیکھا تو آ واز دی ہتم کہاں ہو؟ اُس نے اپنے آپ کو درختوں کے چیچے سے آ واز دی کہ میں یہاں ہوں اور اپنے آپ کونٹا دیکھا ہے اس لئے یہاں چھیا ہوا ہوں۔

خداوند نے اُس سے پوچھا: تو نے کہاں سے جانا ہے کہ تو بر ہند ہے؟ کہیں تو نے نیکی و بدی (علم ودانش) کے درخت سے تونہیں کھالیا۔ اُس نے اس گناہ کوا بنی بیوی کی گردن پر ڈال دیا اور جب حواسے پوچھ بچھ ہوئی تو اس نے گناہ کوسانپ (شیطان) کی گردن پر ڈال دیا ، اس وقت خداوند نے سانپ کوسزادی اور اس کی سزایتھی کہوہ اپنے پیٹ کے بل چلنے لگا اور پوری عمر مٹی کوغذ اکے طور پر کھانے لگا۔

دوسری جانب چونکہ آدم نے ''علم ودانش کے درخت' سے کھالیا تھا اور خداوں میں سے ایک خدا کی مانند بن چکا تھا، اس لئے خداوندخوف زدہ ہوگیا کہوہ کہیں ' زندگی وحیات کے درخت' سے بھی نہ کھالے اور اس کی عمر دائی ہوجائے۔ یہاں پر خداوند نے اُس کے بہشت سے نکل جانے کا تھم صادر کر دیا اور فرشتوں کو تھم دیا کہوہ آتش بازی کی تلوار لیکر درخت حیات کی حفاظت کریں کہ کہیں آدم اس کے بہشت سے نکل جانے کہیں بھولنا چاہیے کہ بیوبی تو رات ہے جو آج دنیا بھر کے تمام یہودیوں اور عیسائیوں کے نز دیک '' کتاب مقدس' کے عنوان سے پہنچانی جاتی ہے اور وہ سب اس کے مضامین پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہی کتاب نزول قرآن کے زمانے میں بھی بھول کے باتھ میں تھی۔

البتہ ہمارا ہر گزیہ عقیدہ نہیں کہاس قسم کے بچگا نہاور بیہودہ افسانے حضرت موسیٰ ۔اوراُن کے بعد والےا نبیائے کرام ÷ کی آسمانی کتابوں میں موجود تھے اوراُ نھوں نے اس قسم کی چیزوں کی حمایت کی ہے۔ بہر حال اس عجیب وغریب افسانے میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں انتہائی گٹھیابا تیں ملتی ہیں کہ جن میں سے ہربات دوسری سے زیادہ گٹھیا اور بُری ہے،مثلاً:

ا۔اللّٰہ کی طرف'' جھوٹ'' کی نسبت دینا جبیبا کہ خداوند خدانے کہا کہ اس درخت سےمت کھاناور نہم جاؤ گے۔

۲۔خداوند عالم کی طرف بخل کی نسبت دینا کہ جس کے مطابق خدانہیں چاہتا تھا کہآ دم اور حواعلم وحیات کے درخت سے کھا نمیں اور داناوعقل مند ہوجا نمیں بلکہ خدا جاہتا تھاوہ جہالت ونا دانی میں ہی رہیں ۔

س۔خدانے ان دونوں کواس قدر بھی عقل ودانش نہیں دی ہوئی تھی کہوہ اپنے بر ہنہ ہونے کی بُرائی کوجان سکتے اور وہ ان کی اس

حالت يرراضي تھا۔

۴۔اللہ تعالیٰ کی طرف جسم کی نسبت ( جیسا کہ فصل سوم میں ہے ) خداوند ( صبح کے وقت ) باغ میں خراماں خراماں چل رہا تھااور اس کے ساتھ ساتھ اپنے اردگر دسے بے خبرتھا گویا حضرت آ دم اور حوادونوں اُس کی نظروں سے خائب ہو گئے تھے۔ان میں سے ہرایک بات کفر ہے اوراللہ تعالیٰ کے مقام ومرتبے کے خلاف ہے۔

۵۔(نعوذ باللہ) شیطان، حضرت آ دم اور حوا کے ساتھ خدا سے زیادہ ہمدر دھا چونکہ اُسی نے اُنہیں نیک و بد کے راستے سے آگاہ کیا ہے اور اُس نے نہ صرف کوئی شیطنت نہیں کی بلکہ اُنہیں رُشدو تکامل کے راستے کی دعوت دی۔ (نیتجاً) ہم جس قدر علم ودانش رکھتے ہیں، اس میں ہمیں شیطان کاممنون احسان <mark>ہونا چا ہے!</mark>

۲۔خدانے آ دم وحوا کو عالم ہوجانے کے بُرم میں بہشت سے نکال دیا، پس بہشت جاہلوں اور نا دانوں کی جگہ ہے۔

ے۔ شیطان آ دم کی خیرخواہی کے جرم میں، بارگاہ الٰہی میں ملعون اور راندہ درگاہ قرار پا تا ہے اور اس طرح بغیر کسی جرم کے سزا کا ستحق قرار دیا جاتا ہے۔

اسی طرح بہت می دوسری خرافات مثلاً علم ودانش اور زندگی وحیات، باغ کے درختوں کا پھل ہیں یا سانپ کی غذا ہمیشہ مٹی وخاک ہے وغیرہ۔اب ہم ایک جھوٹا سا موازنہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں جو پچھ قرآن نے حضرت آدم - کی خلقت اوراُن کےخلاف شیطان کی جدوجہد کے بارے میں بیان کیا ہے اور جو پچھ مذکورہ بالاعبارات میں ذکر ہواہے،اس سے واضح ہوجا تا ہے کہ ان میں سے کون میں کتاب آسانی ہے اورکونی ایک جابل انسان کے دماغ کی پیداوار ہے۔

# ۲۔حضرت ابراہیم کی فرشتوں سے ملاقات

قرآن مجیدسورہ ہود (آیت ۱۹۳۷) میں فرشتوں کے'' قوم لوط'' کی طرف آتے وقت اپنے راستے ہیں حضرت ابراہیم –
سے ملنے کا واقعہ یوں بیان کرتا ہے:'' ہمارے بھیجے ہوئے بشارت لے کرابراہیم کے پاس آئے، کہا: سلام، (اس نے بھی) کہا: سلام اور
زیادہ دیرنہ لگی کہ (ان کے لئے ) بھنا ہوا گوسالہ لے آیا (لیکن) جب اس نے دیکھا کہان کے ہاتھا اس کی طرف نہیں بڑھتے (اوروہ اسے
نہیں کھاتے ) تو انھیں بڑا ہمجھا اور دل میں احساس خوف کیا (گر) انھوں نے اس سے (جلد ہی ) کہا: ڈریئے نہیں ہم قوم لوط کی طرف بھیج
گئے ہیں۔اور اس کی بیوی (سارا بھی وہاں) کھڑی تھی وہ (بی خبرس کر) بنسی (کیونکہ اس کا خوف ختم ہوچکا تھا) تو ہم نے اسے (فرشتوں
کے ذریعے ) اسحاق کی اور اس کے بعد لیعقوں کی بشارت دی۔

اس نے کہا: وائے ہومجھ پر، کیامیں بچہ جنوں گی جب کہ میں بوڑھی عورت ہوں اور میرا بیشوہر بھی بوڑھا ہے، بیتو واقعاً عجیب بات ہے۔انھوں نے کہا کیا تھکم خدا پر تعجب کرتی ہو، بیخدا کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں جوتم اہل بیت پر ہیں کیونکہ خدا حمیداور مجید ہے۔ جب ابراہیم کا خوف جاتار ہااوراسے بشارت مل گئی تو ہمار بے فرشتوں کے ساتھ قوم لوظ کے بارے میں جھکڑنے لگا کیونکہ ابراہیم مرد بار، ہدرداور(اللہ کی طرف) بازگشت کرنے والاتھا۔ ( اُنھوں نے کہا )اےابراہیم!اس سےصرف نظر کرلے کہ تیرے پروردگار کا فرمان آن پنجااور(اللہ کا)عذات قطعی طور پرآئے گااوروہ پلٹنہیں سکتا''

ان تاریخی جملات میں ہم عجیب و پیچیدہ اورغیر مانوس یاعقل ومنطق کے خلاف کوئی چیز نہیں دیکھتے ،یہ ایک واضح واقعہ ہے۔ پچھ فرشتے حضرت لوطًا کی قوم کوسزا دینے پر ما مور ہوتے ہیں ،اس سے پہلے وہ حضرت ابراہیم گواُن کے فرزند کی بشارت دینے کے لئے ،اُن کے پاس آتے ہیں ، وہ اُن کی خاطر تواضح کرنا چاہتے ہیں ،کیکن بہت جلداصل حقیقت جان لیتے ہیں اور (قوم لوط) کی شفاعت کرنا چاہتے ہیں ،کیکن بہت جلدائنہیں پتا چل جاتا ہے کہ اس کا وقت گزر چکا ہے۔اسی دوران اُن کواوراُن کی بیوی کوفرزند کی ولادت ہونے کی خوشخری دی جاتی ہے اوراس طرح بیوا قعۃ تم ہوجاتا ہے۔

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ پوری دنیا کے''یہودیوں''اور''عیسائیوں''ایک مشہور مقدس کتاب اس سلسلے میں کیسے کیسے قصے گھڑتی ہے اور کس قدر خلاف عقل باتیں بیان کرتی ہے۔ہم (کتاب تورات کے )''سفر پیدائش'' کی اُٹھارویں فصل میں پڑھتے ہیں:''پھر خداوند ممرے کے بلوطوں میں اسے نظر آیا اور وہ دن کو گرمی کے وقت اپنے خیمہ کے دروازہ پر ہیٹھا تھا اور اس نے اپنی آٹکھیں اٹھا کرنظر کی اور کیا دیکھتا ہے کہ تین مرداس کے سامنے کھڑے ہیں وہ ان کودکی کر خیمہ کے دروازہ سے ان سے ملئے کو دوڑ ااور زمین تک جھکا اور کہنے لگا کہ اے میرے خداوندا گرمجھ پر آپ نے کرم کی نظر کی ہے تواپنے خادم کے پاس سے چلے نہ جائیں بلکہ تھوڑ اسا پانی لا یا جائے اور آپ اپنے پاؤں دھوکر اس درخت کے نیچے آرام کریں میں کچھروٹی لا تا ہوں آپ تازہ دم ہوجا ئیں تب آگے بڑھیں۔

کیونکہ آپ اس لئے اپنے خادم کے ہاں آئے ہیں انھوں نے کہا جیسا تونے کہا ہے ویسا ہی کراورابرا ہیم ڈیرے میں سارہ کے پاس دوڑا گیااور کہا کہ تین پیانہ باریک آٹا جلد لے اوراسے گوندھ کرروٹی بنااورابرا ہیم گلہ کی طرف دوڑااورایک موٹا تازہ بچھڑاالا کرایک جوان کودیااور اس نے جلدی جلدی اسے تیار کیا پھراس نے کھن اور دودھ اور اس بچھڑے کو جواس نے پکوایا تھالے کران کے سامنے رکھا اور خودان کے پاس درخت کے پنچے کھڑار ہااور انھوں نے کھایا پھرانھوں نے اس سے پوچھا کہ تیری بیوی سارہ کہاں ہے؟ اس نے کہاوہ ڈیرے میں ہے۔

تباس نے کہامیں پھرموسم بہار میں تیرے پاس آؤ نگااور دیکھ تیری بیوی سارہ کے بیٹا ہوگااس کے پیچھے ڈیر ہے کا دروازہ تھا سارہ وہاں سے سن رہی تھی اورابراہیم اورسارہ ضعیف اور بڑی عمر کے تھے اورسارہ کی وہ حالت نہیں رہی تھی جوعورتوں کی ہوتی ہے تب سارہ نے نے دل میں بنس کر کہا کیااس قدر عمر رسیدہ ہونے پر بھی میرے لئے شاد مانی ہوسکتی ہے حالانکہ میرا خاوند بھی ضعیف ہے پھر خداوند نے ابراہیم سے کہا کہ سارہ کیوں یہ کہ کہ کر بنسی کہ کیا میرے جوالی بڑھیا ہوگئ ہوں واقعی بیٹا ہوگا؟ کیا خداوند کے نز دیک کوئی بات مشکل ہے؟ موسم بہار میں معین وقت پر میں تیرے پاس پھر آؤں گا اور سارہ کے بیٹا ہوگا تب سارہ انکار کرگئ کہ میں نہیں بنسی کیونکہ وہ ڈرتی تھی پر اس نے کہانہیں تو ضرور بنسی تیرے۔

تب وہ مرد وہاں سے اٹھے اور انھوں نے سدوم کا رخ کیا اور ابراہیم ان کورخصت کرنے کوان کے ساتھ ہولیا اور خداوند

نے کہا کہ جو کچھ میں کرنے آیا ہوں کیااسے ابراہیم سے پوشیدہ رکھوں؟ ابراہیم سے تو یقیناایک بڑی اور زبر دست قوم پیدا ہوگی اور زمین کی سب قومیں اس کے وسلہ سے برکت پائیں گی ............ پھرخداوند نے فرما یا چونکہ سدوم اورعمورہ کا شور بڑھ گیا اوران کا جرم نہایت سنگین ہوگیا ہے اس لئے میں اب جاکر دیکھوں گا کہ کیا انھوں نے سراسروییا ہی کیا ہے جبیبا شورمیرے کان تک پہنچا ہے اوراگر نہیں کیا تو میں معلوم کروں گا۔

سووہ مردوہاں سے مڑے اورسدوم کی طرف چلے ابراہیم خداوند کے حضور کھڑا ہی رہا تب ابراہیم نے نز دیک جا کرکہا کیا تونیک کو بد کے ساتھ ہلاک کرے گا؟ شایداس شہر میں بچاس نیک وصالح ہوں کیا تواسے ہلاک کرے گا اوران بچاس نیک وصالح کی خاطر جو اس میں ہوں اس مقام کونہ چھوڑے <mark>گا؟ایس</mark>ا کرنا تجھ سے بعید ہے کہ نیک کو بد کے ساتھ مارڈ الے اور نیک بدکے برابر ہوجا نیں ۔

یہ تجھ سے بعید ہے کیا تمام دنیا کا انصاف کرنے والا انصاف نہ کرے گا؟اور خداوندنے فرمایا کہا گر مجھے سدوم میں شہر کے اندر پچاس نیک وصالح ملیں تو میں ان کی خاطر اس مقام کو چھوڑ دول گا۔ تب ابراہیم نے جواب دیا اور کہا کہ دیکھئے! میں نے خداوند سے بات کرنے کی جرائت کی اگر چپر میں خاک اور را کھ ہوں۔ شاید پچپاس نیک وصالح میں پانچ کم ہوں کیا ان پانچ کی کمی کے سبب سے تو تمام شہر کو نیست کرے گا؟اس نے کہا اگر مجھے وہاں پینتالیس ملیں تو میں اسے نیست و نابوز نہیں کروں گا۔

پھراس نے کہا خداوند ناراض نہ ہوں تو میں کچھاور عرض کروں۔شاید وہاں تیں ملیں۔اس نے کہاا گر جھے وہاں تیں بھی ملیں تو بھی ایسانہیں کروں گا پھراس نے کہاد کیھئے! میں نے خداوند سے بات کرنے کی ج<mark>راُت کی شاید وہاں بیں ملی</mark>ں اس نے کہا میں بیس کی خاطر بھی اسے نیست ونا بوذنہیں کروں گا۔تب اس نے کہا خداوند ناراض نہ ہوتو میں ایک باراور پچھعرض کروں شاید وہاں دس ملیں اس نے کہا میں دس کی خاطر بھی اسے نیست نہیں کروں گا۔ جب خداوندا براہیم سے باتیں کرچکا تو جلا گیااور ابراہیم اپنے مکان کولوٹا''۔ <sup>[[]</sup>

تورات کی اس تحریر کے مطابق خداوند اور تین فرشتے ممرے کے بلوطوں میں گرمی کے ایک دن ابراہیم کے پاس آئے۔
ابراہیم نے اُن تین فرشتوں کی بہت زیادہ پذیرائی کی اورا ُ نھوں نے اس کے ہاں کھانا کھایا (بعضوں نے ان عبارتوں سے سی بھولیا ہے کہ خدا نے بھی اُن کا کھانا کھایا ہے! یاوہ تین افراد عقیدہ تثلیث کے مطابق تین خدا وَں کا مظہر تھے ) بہر حال خدا نے سارہ کو بیٹے کی بشارت دی لیکن سارہ اس بشارت پر مہنے لگیں ۔خدا نے مہنے پر سارہ کا مؤاخذہ کیا کہوہ کیوں ہنمی ہیں؟ سارہ نے انکار کیا کہوہ تو نہیں ہنسیں الیکن خدا نے زور دیکر کہاتم ہنمی ہو۔اس کے بعدوہ چلے گئے اور ابراہیم اُنہیں الوادع کرنے کے لئے اُن کے ساتھ چندقدم چلے ، راستے ہیں خداوند نے سوچا کہوہ ابراہیم کو ایسے میں کرنے والا ہے۔

لہذا خداوند نے ابراہیم سے کہا: میں نے قوم لوط کے شہروں سے بہت زیادہ شور وغل سُنا ہے اوراُن کے بہت سے گناہ قل کئ جاتے ہیں،لہذا میں آسان سے اُترا ہوں تا کہ دیکھوں اور تحقیق کروں کہ جو کچھ مجھے کہا گیا ہے وہ درست بھی ہے یانہیں،اگر درست ہواتو میں اُنہیں ہلاک کردوں گا۔

<sup>🗓</sup> كتاب پيدائش، فصل 🗚

پھروہ تین افراد''سدوم'' کی طرف روانہ ہو گئے ،لیکن ابرا ہیم اُسی طرح خداوند کے حضور کھڑے رہے اوراُس سے بحث و تکرار شروع کردی ، دوسر سے الفاظ میں'' بھاؤ تاؤ'' کرنے گے اور کہنے گئے کہ اگر ان شہروں میں • ۵ نیک افراد ہوں توتم اُنہیں ہلاک کردو گئو سے بات عدل وانصاف کے خلاف ہوگی۔خداوند نے اطمینان دلا یا کہ اگر وہاں • ۵ نیک افراد ہوئے تو اُنہیں ہلاک نہیں کرے گا۔ ابرا ہیم نے انتہائی احتیاط کے ساتھ تعداد میں مزید کی کردی ، ہر بار ابرا ہیم انتہائی معذرت اورخوش آمدید کرنے کے بعدا پنی بات شروع کرتے کہ کہیں خدا کو غصہ نہ آ جائے ، چی او وہر تو بہت واضح طور پر کہد دیا'' میں التماس کرتا ہوں ، آپ غصہ میں نہ آئیں'' یہاں تک کہ دس کے عدد تک خدا کو لے آئے ۔گو یا اب ابرا ہیم کومزید عدد نے لئے انہائی ہورہی تھی ۔لہذا یہاں پر مزید بات کو آگے بڑھانے سے خاموثی کو بہت سے ہماوٹ کی جرائت نہیں ہورہی تھی ۔لہذا یہاں پر مزید بات کو آگے بڑھانے سے خاموثی کو بہت سے ہماوٹ کی طرف روانہ ہو گیا اور ابرا ہیم بہتر سمجھا۔ جب بحث یہاں تک بہتی گی تو ابرا ہیم کے ساتھ خدا کی بات چیت ختم ہوگئی اور خداوند''سدوم'' کی طرف روانہ ہوگیا اور ابرا ہیم اللہ ہے جوکا اپنے گھر کی طرف لوٹ آئے ۔تو جد رہے کہ یقینا نہاں آیات (یا صبحے معنوں میں ان جملوں ) میں خداوند سے مراد وہی اللہ ہے جوکا نات کارب ہے ۔اس ساری بحث سے ہم بہتی تھی افذکر سکتے ہیں :

ا۔خدا کی طرف جسم ہونے کی نسبت!ان عبار ت<mark>وں میں ب</mark>یربات چندمقامات پر دیکھی جاسکتی ہے۔

۲۔ خدا کی طرف بے خبر ہونے کی نسبت! چونکہ اس عبارت کے مطابق خدا قوم لوط کے بارے میں تحقیق کرنے کے لئے زمین پراُتراہے۔

سے خدا کا غصہ کرنا اور شخق دکھانا! یہاں تک کہ ابراہیم کو درخواست کرنی پڑتی ہے کہ وہ غصہ نہ کرے اور حیلے بہانے سے اُس سے نقاضا کرتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کے بارے میں اپنے غضب وغصے کوکم کریں!

٧ \_ فرشتوں كاغذا كھانا!

۵۔''سارہ''جیسی ایمان داراور بامعرفت عورت خدا کی طرف سے دی جانے والی بشارت پرہنستی ہیں اور پھراس کی منکر بھی ہو جاتی ہیں!

یہ ہیں اس جھوٹے افسانے کے واضح اور کمزور نکات جوتحریف شدہ'' تورات'' میں خدا کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ۔لیکن جب ہم اصل واقعہ کا قر آن کریم میں مطالعہ کرتے ہیں تو اس میں اس قسم کی کوئی غلط اور ناروا تہمت نہیں دیکھتے اور اس مواز نے کے بعد حقائق کافی حد تک روثن ہوجاتے ہیں ۔

### سرزبانول میں اختلاف کا سبب

دنیا بھرکے لوگوں کی زبانوں کے مختلف ہونے کا مسلہ جیرت انگیز مسائل میں سے ہے حالانکہ سب لوگ ایک ہی ماں باپ (آدم وحوا)سے پیدا ہوئے ہیں۔ بیمسئلہ ہمیشہ سے توجہ کا مرکز رہاہے قرآن مجیداس بارے میں فرما تاہے:

وَمِنُ اليَّهِ خَلْقُ السَّمُوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ ٱلسِّنَتِكُمْ وَٱلْوَانِكُمْ السَّمُوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ ٱلْسِنَتِكُمْ وَٱلْوَانِكُمْ السَّمُوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ ٱلسِّنَتِكُمْ وَٱلْوَانِكُمْ السَّمَا السَّمِي السَّمَا السَّمَا السَّمَا السَّمَا السَمَا السَّمَا السَّمَا

#### لاٰيْتِ لِّلُعٰلِمِيْنَ٠

لینی:'' میں آسانوں اور زمین کو پیدائش اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا مختلف ہونا اس کی نشانیوں میں سے ہے۔ بے شک اہل علم کے لئے اسی میں بہت سی نشانیاں ہیں۔ 🗓

آج ہم جانتے ہیں کہ ذبان میں فرق کا سرچشمہ در حقیقت دو چیزیں ہیں ایک انسان میں ''حبدت'' اور تخلیق کی فکری قوت ہے جس وہ الفاظ اور جملے بنا تار ہتا ہے۔ دوسری: اقوام وملل کا ایک دوسرے سے دور رہنا ہے کیونکہ گذشتہ زمانے میں موجودہ دور کی طرح باہمی روابط کے وسائل نہ ہونے کے برابر ستھے۔ گذشتہ زمانوں میں جب ایک قوم وقبیلہ دوسرے سے دور ہوتا تھا تو تدریجاً ان کے الفاظ اور عبارات میں تغییرات اور تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی تھیں۔ یہ تبدیلیاں ہزاروں سال کے دوران پھیلتی رہی ہیں اوراس طرح زبانیں اورالفاظ وکلمات کے معانی بھی ایک دوسرے سے دور ہوتے رہے ہیں اور مختلف زبانوں کے وجود میں آنے کا باعث بنتے رہے ہیں۔

اور پھرزبانوں کا یہی اختلاف اقوام وملل کی شاخت و پیچان کا باعث بھی بنتا ہے جس سے انسانی معاشر ہے کی شاخت و پیچان میں مدد ملتی ہے۔ اگر قرآن مجیدرنگوں کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ زبانوں کے مختلف ہونے کو بھی خدا کی آیات اور نشانیاں شار کرتا ہے تو بیاسی فلسفے کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ جہاں رنگوں کا اختلاف شاخت کا ذریعہ ہے وہاں زبانوں کا اختلاف بھی (اقوام وقبائل کی شاخت کا وسیلہ ہے ) فقط فرق بیہ ہے کہ پہلا اختلاف (رنگوں کا مختلف ہونا) انسان کے اختیار سے باہر ہے جبکہ دوسرا انسان کی جدت پہندی اور قوت تخلیق کے ساتھ گہراتعلق رکھتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ تحریف شدہ'' تورات' زبانوں کے مختلف ہونے کے بارے میں کیا کہتی ہے۔ سفرتکوین (پیدائش) کی گیار ہویں فصل میں یوں آیا ہے:

''اورتمام زمین پرایک ہی زبان بولی جاتی تھی۔اوراییا ہوا کہ مشرق کی طرف سفر کرتے کرتے اُن کو مُلکِ شنعار میں ایک میدان ملااوروہ وہاں بس گئے۔اوراُ نھوں نے آپس میں کہا آ وَ ہم اینٹیں بنائیں اوراُن کوآگ میں خوب پکائیں۔سواُ نھوں نے پتھر کی جگہ اینٹ سےاور چونے کی جگہ گارے سے کام لیا۔ پھروہ کہنے لگے آ وَ ہم اپنے واسطے ایک شہراورایک بُرج جس کی چوٹی آسان تک پہنچے بنائیں اور یہاں اپنانام کریں۔

اُیسانہ ہو کہ ہم تمام روئے زمین پر پرا گندہ ہو جائیں۔اور خداونداس شہراور بُرج کوچسے بنی آ دم بنانے لگے دیکھنے اُترا۔اور خداوندنے کہادیکھویہ سب لوگ ایک ہیں اوران سبھوں کی ایک ہی زبان ہے۔وہ جو یہ کرنے لگے ہیں تواب پُچھ بھی جس کاارادہ کریں اُن سے باقی نہ چھوٹے گا۔سوآ ؤہم وہاں جا کراُن کی زبان میں اختلاف ڈالیس تا کہوہ ایک دوسرے کی بات نہ بھے سکیں۔پس خداوندنے اُن کو وہاں سے تمام روی زمین پر پراگندہ کیا سووہ اُس شہر کے بنانے سے باز آئے۔اس لئے اُس کا نام بابل ہوا کیونکہ خداوندنے وہاں ساری زمین کی زبان میں اختلاف ڈالا اور وہاں سے خداوند نے اُن کوتمام روئے زمین پر پھیلادیا''۔ 🗓

تورات کی اس روایت کےمطابق شروع میں تمام لوگوں کی زبان ایک ہی تھی یہاں تک کہ حضرت نوح – کی اولا داوران کے قبائل''شنعار'' (بابل) میں جمع ہوئے اورایک اہم کام کرنے کاارادہ کیااوروہ ایک بڑاشہراور بلند برج بنانے کاارادہ تھا۔خدا کوان کا بیارادہ لیننزمیں آیااوروہ ان کے اس جوش وخروش سے پریشان تھا۔

لہٰذااس نے اپنے بعض فرشتوں سے کہا: آ وُزمین پر جا نمیں اوران کی زبان کومخلوط کردیں تا کہ وہ منتشر ہوجا نمیں (یعنی تفرقہ ڈالیں اوران پرخدائی کریں) لہٰذا ہے کام انجام پا گیا۔ چونکہ وہ لوگ ایک دوسرے کی زبان نہیں سجھتے تصلہٰذا زمین کے مختلف حصوں میں پھیل گئے اوراس طرح ایک بلندترین برج بنانے کا کام وہیں ہی دھرا کا دھرارہ گیا! کتاب''اعلام قرآن' بابل شہر کی وجہ تسمیہ کے بارے میں یوں آیاہے:

'' قصے گوحضرات نے لفظ بابل کو' تبلیک' ' سے ماخوذ سمجھا ہے اور کہا ہے کہ طوفان نوح کے بعدلوگ اس شہر میں جمع ہو گئے تھے اور انھوں نے اس شہر کی مرکزیت کی علامت کے طور پر ایک برج بنایا اور اسی شہر میں انھوں نے اپنے سرکاری مراکز بھی تشکیل دیئے لیکن جب وہ رات کوسوئے اور شج بیدار ہوئے توان کی زبانیں مختلف ہوگئ تھی اور ان میں سے ہرکوئی کسی ایک زبان میں گفتگو کرنے لگا جس کے متبعے میں دنیا کے مختلف حصوں میں افہام وتفہیم کا مسئلہ پیدا ہوگیا اور ہرایک (زبان) سے ایک قوم پیدا ہوگئ ۔ آ

یہ کہانی بھی بالکل اسی مطلب کی طرح ہے جوہم نے اوپر'' تورات' سے نقل کی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ زبان میں اختلاف خداوند متعال کی جانب سے تھااور بیسب بابل کے لوگوں کی طاقت وقدرت کا مقابلہ کرنے کے لئے کیا گیا ہے! لیکن قاموس مقدس کے مؤلف''مسٹر ہاکس'' نے مادہ زبان کے تحت تورات کی تحریر کے بارے میں توجیہ کرتے ہوئے ایک اور بات کہ سے اس کا کہنا ہے:'' تقریباً دو ہزارسال تک پوری دنیا ایک ہی زبان اور لہجے کی ما لکتھی ۔۔۔۔۔لیکن طوفان (نوح) کے ایک سوسال بعد یعنی بابل کے کوشیوں ﷺ کی بغاوت کے دوران خداوند متعال نے خلاف معمول زبانوں کو درہم برہم کر دیا اور روئے زمین پرمختلف خاندانوں اور مختلف زبانوں سے بھر دیا۔''آ

وہ دوسرے مقام پرلکھتاہے:''یہ بات ( یعنی بلندترین برج بنانا ) چونکہ خدا کے ارادے کے مطابق نہیں تھالہذا خدانے ان کی زبانوں کومختلف کردیا تا کہان میں سے کوئی بھی دوسرے کی زبان کو نتیجھ سکے۔اوراس طرح وہ پوری دنیا کے کونے میں پھیل گئے.....

<sup>🗓</sup> کتاب پیدائش، فصل ۱۱، جملات: ۱ تا ۹

اعلام قرآن ،صفحه ر ۲۳۸

<sup>🖺</sup> كوش رنمرودكے باپ كانام تھا

<sup>🖺</sup> قاموس مقدس، ماده (زبان)

ال طرح خدا كااراده پورا موااورز مين آباد موگئي' 🏻

ان عبادتوں سے بیہ پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ متعال کا بابل کے لوگوں کے درمیان پراگندگی ایجاد کرنے کا مقصداس دنیا کو آباد کرنا تھا جبکہ تورات سے ہم نے جوعبارت نقل کی ہے ، اس میں صراحت کے ساتھ ککھا ہے کہ خدا کا مقصد بابل کے لوگوں کو کمزور کرنا اوران کی قدرت ، وحدت اور عظمت وشوکت کوتوڑنا تھا۔ بہر حال ہم جانتے ہیں کہ زبانوں میں اختلاف کا سبب ہرگزیہ پیس تھا بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اقوام وملل کے ایک دوسرے سے دور ہو جانا ہی اس کا اصلی سبب ہے اور بیسلسلہ اب تک جاری ہے۔

# ہم۔ بنی اسرائیل کی گوسالہ پرستی

قر آن مجید میں سورہ کھ (آیت ۸۵ تا ۹۲ ا) میں سامری کے بچھڑے کے واقعے کی طرف ایک اشارہ ہوا ہے جس میں (اللہ تعالیٰ نے ) فرمایا: جب حضرت موی ا ۔ وہی حاصل کرنے کے لئے اپنے پروردگار کی طے شدہ (کوہ طور) کی طرف آئے تو: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت موی ا ۔ سے فرمایا: ) ہم نے تیری قوم کو تیر ہے بعد آزمائش میں ڈال دیا ہے اور سامری نے انھیں گراہ کر دیا ہے۔ موی اس حضرت موی اور افسوس کرتے ہوئے پلٹے، (اور ان سے کہا): اے میری قوم! کیا تمہارے ساتھ اچھا وعدہ نہیں کیا تھا؟ کیا تم سے میری جدائی کی مدت زیادہ ہوگئ تھی یاتم ہے چاہے تھے کہتم پرتمہارے پروردگار کا غضب ٹوٹ پڑے اس لیے تم نے میرے وعدہ کی خلاف ورزی نہیں کی بلکہ (ہوا یہ کہ) ہم (فرعون کی) تقوم کے بچھڑ پورات اٹھالائے تھے۔

ہم نے ان کوآگ میں ڈال دیا اور سامری نے بھی اسی طرح (زیورآگ میں) ڈال دیئے پھراس نے (انہی پھلے ہوئے زیورات سے)ان کے لئے ایک بچھڑا بنا ڈالا۔وہ ایک ایسی صورت تھی جس میں سے گائے کی ہی آ واز آتی تھی <sup>آ</sup> اورلوگوں سے کہا کہ یہ تمہارا خدا ہے اورموسیٰ "کا خدا بھی یہی ہے ( مگر)اس (سامری) نے اپناعہد فراموش کردیا۔

کیا وہ پنہیں دیکھتے کہ وہ ان کا جواب تک نہیں دیتا اور نہ وہ آخیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ ہی کوئی نفع؟ اور ہارون – نے ان سے پہلے ہی کہد دیا تھا کہ اے (میری) قوم!تمہاری اس بچھڑے کے ذریعے آزمائش کی گئی ہے۔ اور بلا شبہتمہارا پروردگارتو خدائے رحمن ہی ہے۔ پستم میری پیروی کرواور میرے فرمان کی اطاعت کرو۔ اس پرانھوں نے یہ کہا تھا کہ ہم تو (عبادت کے لئے) اس کے گرد گھومتے رہیں گے جب تک کہ موٹی ۔خود پلٹ کر ہمارے یاس نہ آئے۔

🗓 ایضاً: ماده (بابل)

<sup>🗉</sup> بعض نے گوسالہ (بچھڑے) سے آواز نکلنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ وہ مجسمہ اس انداز سے بنایا گیا تھا کہ اُس کے اندرونی حصوں میں جب ہوا چاتی تھی تو اس سے آوازیں بلند ہونے لگتی تھیں بعض کا کہنا ہے: اُس کے منہ سے لیکراُس کی پشت تک ایک سوراخ تھااوراُ سے ایک دیوار کے سہارے کھڑا کیا گیا تھااورا یک شخص دیوار کے پیچھے سے اُس میں پھونک پارتا تھا جس کی وجہ سے اُس میں سے آواز نکائے تھی ۔

موسیٰ -نے(واپسی کے بعد ہارونؑ ہے) کہا:اے ہارون -جس وفت تونے دیکھا کہ وہ گراہ ہو گئے ہیں تو تحجے کس چیز نے روکا کہ تونے میری پیروی نہ کی؟ کیا تونے میرے حکم کی نافرمانی کی ہے؟ (ہارون - نے کہا)اے میرے ماں جائے! میری ڈاڑھی اور سرنہ پکڑو۔میں تواس بات سے ڈرا کہ توبہ کہنے لگے کہ تونے بنی اسرائیل کے درمیان تفرقہ ڈال دیااورمیری نصیحت پڑممل نہ کیا۔

(پھرموں ۔نے سامری کی طرف رخ کیااور) کہا:اے سامری! تونے بیکام کیوں کیا؟ (سامری نے) کہا: میں نے ایسی چیز دکھی جوانھوں نے نہیں دیکھی ۔میں نے (خدا کے بھیجے ہوئے) رسول کے آثار میں سے پچھ حصہ اٹھالیااس کے بعد میں نے اس کوڈال دیا دیا دیا ہے۔ کہی حوانھوں نے نہیں دیکھی ۔میں نے اس کوڈال دیا دیا ہے۔ کہیں موبی کے پچھ حصے کو قبول کرلیااور پھرانہیں چھوڑ دیا)اور میر نے نفس نے اس مطلب کوائی طرح خوبصورت بنایا ( کہ میں ایک بت بناؤں اور بت پرتی کی دعوت دوں)ان تمام آیات سے بیہ معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موبی اس موجود در ایورات سے ایک سونے کا بچھڑا بنایا، کہیں ماہر تھا، اپنے پاس موجود زیورات سے ایک سونے کا بچھڑا بنایا، حضرت ہارون سے نائن کا مقابلہ کرنا چاہا جیسا کہ قرآن مجید کا فرمانا ہے: ہارون نے موبیا سے معذرت کرتے ہوئے کہا:

#### إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوْا يَقْتُلُونَنِي

لینی:''اس قوم نے مجھے کمز ورکر دیا اور قریب تھا کہ مجھے آل کر دیں'' 🗓

آ خرکار حضرت موکل -اس کام کی وجہ سے بہت ناراض ہو<mark>ئے اوراپنے بھائیوں کی ملامت کی ،سامری کوسزا دی اوراس</mark> کے بنائے ہوئے بت کوجلا دیااوراس کی خاکستر کودریا میں ڈال کربنی اسرائیل کوسخ<mark>ت سزا دی ۔</mark>ﷺ

اب ہم دیکھتے ہیں اس بارے میں'' تورات'' میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ توریت کے سفرخروج کی فصل ۳۲ میں یہ عبارت ملتی ہے: ''جس وقت قوم موسیٰ نے دیکھا کہ موسیٰ کے پہاڑ سے نیچے اتر نے میں دیر ہوئی تو وہ ہارون کے پاس اکٹھا ہوئے اوران سے کہا کہ اٹھوا ور ہمارے لئے ایسا خدا بناؤجو ہمارے آگے آگے چلے اور کیونکہ شیخص موسیٰ جوہم کومصر سے نکال کریہاں لایا ہے نہیں معلوم اس پر کیا گذری، ہارون نے ان سے کہا: طلائی بُندے (گوشوارے) جوتھ اری عورتوں اور بچوں کے کا نوں میں ہیں آخیس ان کے کا نوں سے اتار کرمیرے پاس لاؤ، پس پوری قوم ان گوشواروں کو کا نوں سے جدا کر کے ہارون کے پاس لائی، ہارون نے ان گوشواروں کو ان لوگوں کے ہاتھوں سے لیکرا یک ڈھالا ہوا بچھڑ ابنا یا جس کی صورت چھینی سے ٹھیک کی۔

تب وہ کہنے گئے:اے بنی اسرائیل! یتمھاراخداہے جوشمصیں سرزمین مصرسے باہر لا یا ہے۔ بیدد مکھ کر ہارون نے اس کے آگے ایک قربا نگاہ بنائی اوراس نے اعلان کر دیا کہ کل خداوند کے لئے عید ہوگی اور دوسرے دن صبح سویرےاٹھ کرانھوں نے قربانیاں چڑھا عیں اور سلامتی کے لیے ہدیے پیش کیے۔ پھران لوگوں نے بیٹھ کر کھایا پیااوراٹھ کرکھیل کودمیں لگ گئے۔

تب خدا وند نے موسیٰ کو کہا نیجے جاؤ کیونکہ تیرے لوگ جن کوتو ملک مصرسے نکال لایا ہے وہ بگڑ گئے ہیں۔وہ اس راہ ہے جس کا

🗓 اع اف ر ۱۵۰

🖺 سورهٔ طهآیات ۸۵ تا ۱۹۷ ورسورهٔ بقره ، آییه: ۵۴

www.kitabmart.in

میں نے ان کو حکم دیا تھا بہت جلد پھر گئے ہیں انھوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنایا اور اسے پوجااور اس کے لئے قربانی چڑھا کریے بھی کہا کہا ہے اسرائیل یہ تیراوہ دیوتا ہے جو تجھ کو ملک مصر سے نکال لایا۔ تب موکل نے اپنے خدا کے آگے منت کر کے کہاا ہے خداوند کیوں تیرا غضب اپنے لوگوں پر بھڑکتا ہے جن کوتو قوت عظیم اور دست قوی سے ملک مصر سے نکال کرلایا ہے؟ مصری لوگ یہ کیوں کہنے پائیس کہوہ ان کوبرائی کے لئے نکال لے گیا تا کہان کو پہاڑوں میں مارڈ الے اوران کوروئے زمین پر سے فنا کردے؟

سوتواپنے قہروغضب سے بازرہ اوراپنے لوگوں سے اس برائی کرنے کے خیال کوچھوڑ دے۔ تواپنے بندوں ابراہیم اوراسحاق اور لیتھو ب کو یا دکر جن سے تو نے اپنی ہی قسم کھا کریہ کہا تھا کہ میں تمہاری نسل کوآسان کے تاروں کی مانند بڑھا وَں گا۔اور مجمع کے نزدیک آکروہ بچھڑا اوران کا ناچنادیکھا تب موکل کا غضب بھڑ کا اوراس نے ان لوحوں کواپنے ہاتھوں میں سے پٹک دیا اوران کو بہاڑ کے نیچ توڑ ڈالا اوراس نے اس بچھڑے کو جسے انھوں نے بنایا تھا لیا اوراس کوآگ میں جلا یا اوراسے باریک پیس کرپانی پرچھڑ کا اوراس میں سے بنی اسرائیل کو پلوادیا۔اورموکل نے ہارون سے کہا کہ ان لوگوں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا جوتو نے ان کواشنے بڑے گناہ میں بھنسادیا؟ ہارون نے کہا کہ میرے ہیں۔

چنانچانہی نے مجھ سے کہا کہ ہمارے لئے دیوتا بناد سے جو ہمارے آگے گے کیونکہ ہم نہیں جانتے کہاس آدمی موٹی کو جو ہم کو ملک مصر سے نکال کر لا یا کیا ہو گیا۔ تب میں نے ان سے کہا کہ جس جس کے ہاں سونا ہووہ اسے اتار لائے ۔ پس انھوں نے اسے مجھ کو دیا اور میں نے اسے آگ میں ڈالا تو یہ بچھڑا نکل پڑا۔ اور موٹی خداوند کے پاس لوٹ کر گیا اور کہنے لگا ہائے ان لوگوں نے بڑا گناہ کیا کہا سے اور خداوند نے لئے سونے کا دیوتا بنایا اور اب اگر تو ان کا گناہ معاف کر دہتو خیر ور نہ میر انام اس کتاب میں سے جو تو نے کتھی ہے مٹاد سے اور خداوند نے موٹی سے کہا کہ جس نے میر اگناہ کیا ہے میں اس کے نام کواپنی کتاب میں سے مٹاد وں گا۔ اب تو روانہ ہواور لوگوں کواس جگہ لے جا جو میں نے تحقی بتائی ہے''۔ انت

مذكوره بالاعبارت بعينه عهد نامه قديم سے فقل ہوئی ہے جس سے چند نكات اخذ ہوتے ہيں:

ا بت سازی اور بت پرتی کا تھم حضرت ہارون ۔ نے دیا تھا اوراُ نہی کی مدد سے اس تھم پڑمل کیا گیا ہے۔اُ نھوں نے نہ صرف اس کام کی ممانعت نہیں کی بلکہ خوداس کام کے مروح اور بانی بن گئے تھے۔اس جھے میں سامری کے بار بے میں بالکل کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ کیا ایسا کام کسی ایسے شخص سے ممکن ہوسکتا ہے جو حضرت موٹل ۔ کا جانشین، وزیر اور بنی اسرائیل کے کا ہنوں (مذہبی رہنماؤں) کا سر دار تھا۔ ہماری عقل کیسے ایسی ناروا اور شرمناک تہمت ہارون جیسی شخصیت پر لگانے کی اجازت دیسکتی ہے؟ ﷺ

<sup>🗓</sup> تورات (سفرخروج باب ۲۳)

<sup>🗈</sup> کتاب'' قاموں مقدس'' کامؤلف(مسٹر ہاکس امریکائی)اس داستان کی ایک مشخکہ خیز تاویل کرتے ہوئے ککھتا ہے: ہارون نے بیکام قوم کوخاموش کرنے کے لئے کیا تھا! بیہ بات'' گناہ کاعذر پیش کرنا گناہ سے زیادہ فتنج''ہونے کےمترادف ہے۔ چونکہ بیہ بات مذئ خانہ بنانے اورقر بانی کرنے کا حکم دینے اوراس دن کو عیدقر اردینے کےساتھ کسی بھی طرح سازگارنہیں ہوسکتی۔

۲۔اللہ تعالیٰ اس واقعے سے اس قدرغضب ناک ہوا کہ اُس نے قوم موٹی کو ختم کرنے کا ارادہ کرلیا کیکن حضرت موٹی \* نے اللہ تعالیٰ کے سامنے دو نکتے پیش کئے (خصوصاً ایک جملے میں تووہ خدا سے کہتے ہیں: یا دکرو!) اوراس طرح موٹی \* نے اللہ کا غصہ ڈھنڈا کیا: وہ دو تکتے یہ بین: اگرتم یہ کام کرو گے تومصر کے لوگ باتیں بنا ئیس گے اور کہیں گے: کیاتم بن اسرائیل کو اسی خاطر مصر سے نکال کرلے گے ہو کہ اُنہیں پہاڑ وں کے درمیان لے جاکر قبل کرڈالواور روئے زمین سے اُن کی نسل کو ختم کرڈالو۔

دوم بیرکتم نے ابراہیم،اسحاق،اسرائیل اور لیتقوب سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں تمہاری اولا دکوآ سان کے ستاروں کی طرح زیادہ کروں گا،اور تمہارا بیٹمل اس وعدے کی خلاف ورزی ہوگا۔اللہ تعالی نے بھی حضرت موسیٰ - کی اس یا دوہانی کے بعد (تو رات کی تصرح کےمطابق)''ا پناارادہ بدل دیا''

سے حضرت موکل ۔ نے بچھڑ **ے کوآگ میں جلانے کے بعداس کی را کھ**کو پانی میں ڈال دیااوروہ پانی بنی اسرائیل کو پینے کے لئے دیا۔کیا جلائے ہوئے بچھڑ ہے کی را کھکوئی تبرک تھی کہ جس کے پانی کو پیاجا تا؟!

۳- جب حضرت موسیٰ - نے ہارون پراعتراض کیا تو ہارون نے بہت ہی ہے اعتنائی سے جواب دیا:تم جانتے ہو کہ بی قوم بُرائی کی طرف ماکل ہے، اُنھوں نے مجھ سے درخواست کی اور میں نے بھی ان کی درخواست عمل کیا ہے (کیا عجیب بہانہ ہے؟!۔۔) اور پھر حضرت موسیٰ نے بھی اُن یرکوئی اور اعتراض نہیں کیا (بی بھی عجیب ٹھنڈے مزاج کے مرتبی تھے)

۵۔ آخر کار حضرت موسی' - بارگاہ خدامیں جاتے ہیں اور خدا کو مقام نبوت سے''استعفیٰ'' دینے کی دھمکی دیتے ہیں اور کتے ہیں اور کتے ہیں: اگران گنام گاروں کو بخشتے تو ٹھیک ورنہ میرانام اس کتاب میں سے نکال دو جوتم نے خودکھی ہے! (اور بیمشکل وسخت کام کسی اور کے سپر دکر دو۔۔)

اب آپ دیکھیں کہ'' تورات'' کی اس داستان میں اللہ تعالیٰ ،اُس کے نبی اور جانشین نبی کا چہرہ کس طرح پیش کیا گیا ہے۔اب آپ ( تورات میں نقل ہونے والے )اس تاریخی واقعے کا موازنہاُن باتوں سے کریں کہ جواس بارے میں قر آن میں آئی ہیں!

### ۵\_حضرت داوُد -اوراور یاه کی بیوی کاوا قعه

قرآن مجید کے تاریخی حصوں میں سے ایک اور مسئلہ اللہ تعالی کے ایک عظیم پیغیمز'' حضرت داؤد ۔'کے فیصل'' کا واقعہ ہے جودو بھائیوں کے درمیان جھگڑا کوختم کرنے کے لئے کیا گیا تھا۔قرآن مجید سورہ ص کی آیات نمبر ۲۵ تا ۲۵ میں اس واقعے کی تفصیل اس طرح ذکر کرتا ہے:'' کیا تجھ تک شکایت کرنے والوں کی داستان پہنچی ہے کہ جو ( داؤد کے )محراب سے او پر گئے تھے؟ جس وقت ( بغیر کسی اطلاع کے ) دواس کے پاس آپنچے اور وہ انھیں دکھے کر گھبرا گیا تو انھوں نے کہا: ڈرونہیں ،ہم دونوں شکایت لے کرآئے ہیں کہ ہم میں سے ایک نے دوسرے پرزیادتی کی ہے۔اب تو ہمارے درمیان حق فیصلہ کردے اور کوئی زیادتی نہ ہونے دے اور راہ راست کی طرف ہماری ہدایت کر۔ یہ میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانو ہے بھیڑیں ہیں اور میر ہے پاس ایک سے زیادہ نہیں ہے لیکن اس کا اصرار ہے کہ وہ (ایک)
بھی مجھے دے دے اور گفتگو میں مجھے دباتا بھی ہے۔ (داؤد - نے) کہا: تیری ایک بھیڑکا تقاضا کر کے اپنی بھیڑوں میں اضافہ کرنے کے
لئے اس نے مسلما تجھ پرظلم کیا ہے اور بہت سے دوست ایک دوسر ہے پرظلم کرتے ہیں سوائے ان کے جوابیان لائے ہیں اور نیک اعمال
کرتے ہیں، مگران کی تعداد تھوڑی ہے۔ داؤد - نے خیال کیا کہ ہم نے اسے (اس واقعہ سے) آزمایا ہے پس اس نے اپنے رب سے
بخشش چاہی اور سجد ہے میں گر پڑا اور تو ہ کی ہم نے اس کو اس کا میں بخش دیا، اور وہ ہمار ہے ہاں مقام بلنداور نیک انجام کا حامل ہے''
میر آن مجید سے سورہ ص کی آیات ۲۱ تا ۲۵ کا ترجمہ ہے جو حضرت داؤد - اور شکایت کرنے والوں کے قصے کے بار سے
میں ہے۔ حضرت داؤد - کی زندگی کی تاریخ کے اس جصے میں کوئی خلاف (عقل وشرع) بات نظر نہیں آتی سوائے یہ کہا تھوں نے فیصلہ
میں ہے۔ حضرت داؤد - کی زندگی کی تاریخ کے اس جصے میں کوئی خلاف (عقل وشرع) بات نظر نہیں آتی سوائے یہ کہا تھوں نے فیصلہ
کرنے میں تھوڑی جلدی کی تھی اور جب اُن دونوں بھائیوں میں سے ایک نے اپنا مقدمہ پیش کیاتو دوسرے بھائی کی وضاحت سے بغیر یہ

اگرچہ بید حضرت داؤد - کی طرف سے حتی فیصلہ نہیں تھا کیکن عام طور پر فیصلہ اور انصاف کرنے میں اتن جلدی بھی ایک عادلانہ فیصلہ کے ساتھ سازگار نہیں ہو سکتی چہ جائیکہ وہ حضرت داؤد - جیسا ایک نبی فیصلہ کرے اور اس میں اتنی جلد بازی سے کام لے۔ شاید یہی بات اُن کی تو بہ واستغفار کا باعث بنی ہے اور اللہ تعالی نے بھی فیصلے کے معاملے میں اس قدر دفت وبار کی بینی کی وجہ سے، اس لغزش پر مغفرت ومعافی مانگنے پر اُنہیں بلندمقام ومرتبہ عطا کیا ہے۔

نه كوره بالآيات كى الت تغير پر شاہدوه آيت بے جوان آيات كے فور أبعد نازل ہوئى ہے ، جس ميں فرمايا گيا ہے: يُلَاؤُدُ إِنَّا جَعَلُنْكَ خَلِيْفَةً فِى الْآرُضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ اللهِ

لیعنی:''اے داؤد! ہم نے تحقیرز مین پراپنا جائشین اور نمائندہ قرار دیا ہے(لہذا) لوگوں کے درمیان ق کے مطابق فیصلہ کراور ہوائے نفس کی پیروی نہ کر کیونکہ یہ تحقیراہ حق سے بھٹکا دے گی' اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت داؤڈ سے فقط یہی (فیصلے میں جلدی کرنے کی )غلطی یا صحیح الفاظ کے مطابق ترک اولیٰ سرز د ہوا ہے، نہ کہ اس واقعے میں عشق وعاشق جیسے مسائل یا اپنے لشکر کے ایک کمانڈر''اوریا'' کی بیوی سے لگاؤ وغیرہ کا مسّلہ تھا جیسا کہ

> . تورات کی پیروی میں بعض افسانہ پر دازلوگوں نے کچھ باتیں گھڑی ہیں۔

اب ہم موجود تحریف شدہ تورات کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ دیکھیں بیاس بارے میں کیا کہتی ہے: تورات کی دوسری کتابا شموئیل (کی فصل ۱۱ میں جملہ ۲ تا۲۷) میں یوں بیان کیا گیاہے:'' ہوا یہ کہ وقت غروب داؤدا پنے بستر سے اٹھااور باد ثاہ کے گھر کی جیت پر گردش کی ۔ پشت ہام سے ایک عورت کودیکھا کہ جونسل کر رہی ہے وہ عورت بہت ہی خوبصورت اور جاذب نظرتھی ۔ داؤد نے کسی کو جھیجااوراس عورت کے بارے میں استفسار کیا ۔ کسی نے کہا کہ کیاوہ''اور تیا ہجتیٰ' آپ کی بیوی'' بیٹ شیع '' آپ بنت''الیعا م' آپ تونہیں؟
داؤد نے ایلی جی بھی کر اسے منگوالیاوہ اس کے پاس آئی داؤد اس کے ساتھ سویاوہ اس کی نجاست سے پاک ہونے کے بعد اپنے گھروا پس چلی گئی ۔ وہ عورت حاملہ ہوگی اس نے کسی کو بھیج کر داؤد کو خبر کی کہ میں حاملہ ہوں ۔ داؤد نے یوآب آپ کو کہلا بھیجا کہ اور یاہ حتی کو میرے پاس بھیجا۔ اور یاہ حتی اس کے پاس آبید داؤد نے یوآب کی سلامتی اور جنگ میں کو میرے پاس بھیجا۔ اور یاہ ہے گھر میں جااور اپنے پاؤں دھو، اور یاہ بادشاہ کے گھر سے باہر اس کے پیس آبید کی اس کے بارے میں یو چھا۔ پھر داؤد نے اور یاہ سے کہا: اپنے گھر میں جااور اپنے پاؤں دھو، اور یاہ بادشاہ کے گھر سے باہر آبیا۔ اس کے پیچھے باوشاہ کی طرف سے پچھے کہا نا باہر گیالیکن اور یاہ بادشاہ کے گھر میں خااور یاہ سے کہا: کیا تو سفر سے نہیں لوٹا؟ اپنے گھر میں نہیں گیا تو داؤد نے اور یاہ سے کہا: کیا تو سفر سے نہیں لوٹا؟ اپنے گھر میں نہیں گیا تو داؤد نے اور یاہ سے کہا: کیا تو سفر سے نہیں لوٹا؟ اپنے گھر میں نہیں گیا ؟

اس داستان کا خلاصہ کچھ یوں ہے کہایک روز حضرت داؤدا پنج کل کی حبیت پر جاتے ہیں،ساتھ والے گھر میں ان کی نظر پڑتی ہے تو خمیں ایک عورت عسل کرتے ہوئے بر ہنہ دکھائی دیتی ہے۔وہ اس کے عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پھر جیسے بن پڑتا ہے اسے اپنے

<sup>🗓</sup> اوریا ہ حضرت داؤد کی فوج کے اہم افسروں میں سے تھے اور حتی ،حت بن کنعان کی طرف نسبت ہے کہ جس کے قبیلی کو بنی حت کہتے ہیں۔

آ بت شبع اسعورت کا نام ہے( تورات کے بقول ) حضرت دا وُد نے حجیت سے اسے بر ہند دیکھااوراس کے عشق کی آگ آپ کے دل میں بھڑک آٹھی بیٹورت ایک صاحب منصب عبرانی شخص''الیعام'' کی بیڑ تھی۔

ﷺ بت شیع اس عورت کا نام ہے (تورات کے بقول) حضرت داؤد نے حجیت سے اسے بر ہند دیکھااوراس کے عشق کی آگآپ کے دل میں بھڑک آٹھی بیعورت ایک صاحب منصب عبرانی شخص''الیعام'' کی بیٹی تھی۔

الماندرتها بـ "حضرت داؤد کی فوج کا کماندرتها ـ

<sup>🚨</sup> كتاب اشموئيل فصل ۱۱، جمله ۲ تا ۲۷\_

گھرلےآئے ہیںاوروہ داؤ دسے حاملہ ہوجاتی ہے۔اس عورت کا شوہر کشکر داؤ د کا ایک اہم افسرتھا۔وہ ایک پاک طینت اور باصفا شخص تھا۔ وہ جنگ سے داپسی پراپنے گھر جانے پرآ مادہ نہ ہوا تا کہ اپنی ہوی سے ہمبستر ہوتا اور اچھی انچھی غذاؤں سے استفادہ کرتا چونکہ اُس کے مجاہد ساتھی ابھی تک میدان جنگ میں گے خیموں میں رہ رہے تھے۔

اس کے باوجود حضرت داؤر \* نے ایک انتہائی بز دلانہ تھم جاری کیااورا پنی فوج کے کمانڈر''یوآ ب'' کوایک خطاکھااورا پنے ہاتھ سے''اور یا'' کودیا کہوہ بیخطلشکر کے کمانڈر تک پہنچادے۔اس خط میں لکھاتھا کہاوریا کومحاذ جنگ کے خطرناک مقام پر بھنچ دواور پھراُ سے تنہا چھوڑ دوتا کہوہ دشمن کی تلواروں مارا جائے۔اس انتہائی شرم ناک اور مجر مانہ تھم پرعمل درآ مدکر دیا گیااوراس طرح پاک دل، باصفااور شجاع اور یاقتل ہوگیااور داؤد نے اس کی بیوی پر قبضہ کرلیا!۔۔فقط اس جملے کے آخر میں لکھا ہے:''خداکو یہ کام پیندنہیں آ با'!

اب آپ داستان کابا قی حصہ موجودہ تو رات کی زبانی سنیں۔اس کتاب دوم اشموئیل کی ۱۲ ویں فصل میں ہے:''خداوندنے ناتن ﷺ کوداؤد کے پاس بھیجااور کہا:ایک شہر میں دوآ دمی رہتے تھے۔ایک امیر تھا دوسراغریب۔امیرآ دمی کے پاس بہت سی بھیڑیں اور گائیں تھیں۔غریب کے پاس بھیڑ کے ایک بچے کے سوا کچھنہ تھا کہ جسے اس نے خرید کر پرورش کی تھی اور وہ اُس کے اور اُس کے بال بچوں کے ساتھ بڑھی تھی ، وہ اُس کے نوالہ سے کھاتی اور اُس کے پیالہ سے بیتی تھی اور اس کی گود میں سوتی تھی اور اس کے لئے بطور بیٹی کتھی۔

ایک روزایک مسافرامیر آ دمی کے ہاں آیا۔اس نے اپنی جھیڑوں میں سے مہمان کے لئے غذا تیار کرنے میں پس و پیش کیا۔ بلکہ اُس غریب کی جھیڑ لے لیا وراس شخص کے لئے جواس کے ہاں آیا تھا پکائی۔تب داؤد کا غضب اس شخص پر بشدت بھڑ کااوراس نے ناتن سے کہا کہ خداوند کی حیات کی قتم کہو ہ شخص جس نے یہ کیاوا جب القتل ہے۔سواُس شخص کواس بھیڑ کا چو گنا بھرنا پڑیگا کیونکہ اس نے ایسا کام کیا اوراُ سے ترس نہ آیا۔

تبناتن نے داؤد سے کہا کہ وہ شخص تُوہی ہے۔خداونداسرائیل کا خدایوں فرما تا ہے کہ میں نے تحقیم سے کر کے اسرائیل کا بادشاہ بنا یا اور میں نے تحقیے''ساؤل'' ﷺ کے ہاتھ سے چُھڑ ایا۔۔۔سوتُو نے کیوں خداوند کی بات کی تحقیر کر کے اُس کے حضور بدی کی؟ تُونے''جَق اور یاہ'' کوتلوار سے مارا اور اس کی بیوی لے لی تا کہ وہ تیری بیوی سے اور اُس کو''بنی عُمون''ﷺ کی تلوار سے قبل کروایا۔سواب تیرے گھر سے تلوار بھی الگ نہ ہوگی کیونکہ تُونے مجھے حقیر جانا اور 'حق اور یاہ'' کی بیوی لے لی تا کہ وہ تیری بیوی ہو۔

سوخداوند ئوں فرما تاہے کہ دیکھ میں شرکو تیرے ہی گھرسے تیرے خلاف اُٹھاؤں گا اور میں تیری بیویوں کولیکر تیری آ تھوں کے سامنے تیرے ہمسائے کو دُوزگا اور وہ دن دہاڑے تیری بیویوں سے مباشرت کرے گا ، کیونکہ تُونے تو چھپ کرید کیا ، پرُمیں سارے اسرائیل کے رُوبرودن دہاڑے یہ کروں گا۔ تب داؤدنے ناتن سے کہامیں نے خداوند کا گناہ کیا۔ ناتن نے بھی داؤد سے کہا: خداوندنے بھی تیرا گناہ

<sup>🗓</sup> ناتن: بني اسرائيل كے ايك نبي اور حضرت داؤد كے مشير تھے۔

<sup>🖺</sup> بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ۔

<sup>🖹 &#</sup>x27;' بن عموم'' جنگونشم کے لوگ تھے، جو''بھر المدیت '' کے مشر قی حصے میں رہتے تھے۔حضرت داؤدنے ان کے ساتھ جنگ کی۔

بخش دیا، تُومرے گانہیں۔۔۔''' پھر داؤ دنے اپنی بیوی''بت سیع'' کوسلی دی اوراُس کے پاس گیا اوراُس سے مباشرت کی اوراُس کے ہاں ایک بیٹا ہوا اور داؤ دنے اس کا نامسُلیمان رکھااوروہ خداوند کا بیارا ہوا'' 🗓

تورات کی داستان کے اس جھے میں بعض نکات خصوصیت کے ساتھ قابل غور ہیں: مثلاً

ا۔حضرت داؤد کے پاس کوئی شخص فیصلہ کے لئے نہیں آیا بلکہ ان کے ایک مشیر جو نبی تضے انھوں نے نقیحت کے طور پر ان سے
ایک داستان بیان کی۔اس میں دو بھائیوں کا واقعہ اور ان میں سے ایک کا دوسر سے سے تقاضا کرنا نہ کورنہیں ہے بلکہ ایک امیر اور ایک غریب
آدمی کا ذکر ہے جن میں سے ایک کے پاس بہت سی بھیڑیں اور گائیں تھیں جبکہ دوسر سے کے پاس بھیڑکا صرف ایک بچے تھا، اس مقام پر بھی
پہلے شخص کے دوسر ہے شخص سے تقاضے کا ذکرنہیں ہے، لیکن امیر آدمی نے اپنے مہمان کے لئے غریب آدمی کی بھیڑ کا بچے ذرج کر دیا اور اس
کے لئے کھانا تیار کیا۔

۲۔ داؤد نے اس ظالم امیر شخص کوتل کا مستحق سمجھا۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایک بھیڑے لئے آخر قبل کیوں؟

۳۔ساتھ ہی انھوں نے اس حکم کے خلاف حکم صادر کیا اور کہا کہ ایک بھیڑ کے بدلے اسے چار بھیڑیں دینی چاہیں ، آخرکس بنا پر؟

۴۔ داؤد نے اور یاہ کی بیوی کے بارے میں خیانت سے متعلق اپنے گناہ کا اعتراف کیا۔

۵۔خدانے داؤدکومعاف کردیا (اتنی آسانی سے کس بنایر؟)

۲۔خدانے داؤد کے لئے فقط ایک دنیوی سزا تجویز کی اوراُن کے مقدر <mark>میں لکھ</mark> دیا کہاُن کی عورتیں اُن کے دوستوں کے ہاتھ لگ جائیں اوروہ اُن کے ساتھ سورج کی روشنی میں ( دن دہاڑے ) اور بنی اسرائیل کی آنکھوں کے سامنے اُن کے ساتھ بھی اُسی عمل کاار تکاب کریں!

ک۔ انہی عورتوں میں سے ایک عورت سلیمان کی مال بنی اور وہ سلیمان اُس سے پیدا ہوئے جنہیں خدا دوست رکھتا تھا۔!

اگر ہم داؤد کو خدا کا نبی مانتے ہیں جیسا کہ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے اور تو رات کی پچھ عبار توں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔
لہذا ان اعمال کے مقام نبوت کے منافی ہونے میں کسی قسم کی بحث کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔ یہ با تیں نہ فقط مقام نبوت کے منافی ہیں بلکہ یہ کام انتہائی مجر مانہ ہے جس کا ارتکاب ایک عام انسان سے بھی باعث چیرت و تعجب ہے اور جو انسان کو ہرقسم کی سز اکا مستحق بنا سکتا ہے۔
ہم کس طرح یقین کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالی ایک ایسے قاتل کو انتہائی سادگی سے معاف کر دیتا ہے کہ جو اپنے ماتحت افسر کو جان
ہو جو کر موت کے منہ میں ڈ التا ہے اور محصنہ زنا کا مرتکب ہوتا ہے؟! اور اگر اُنہیں فقط بنی اسرائیل کے بادشا ہوں میں سے ایک بادشاہ جانبیں
جیسا کہ'' تو رات' کی کتاب سلاطین میں اُن کے حالات میں آیا ہے، تو بھی یہ بات ہر گز قابل قبول نہیں۔ کیونکہ اول تو وہ ایک عام بادشاہ نہیں سے ، تو رات نے خود اپنی مختلف فصلوں میں داؤد ۔ کے لئے بہت زیادہ احترام اور عظمت کا اظہار کیا ہے۔

<sup>🗓</sup> سموئیل کی کتاب دوم فصل باره اور جملات: ایک تا چوبیس ـ

166

وہی بنی اسرائیل کی سب سے بڑی عبادت گاہ کے بانی تھے،جواُن زمانے میں بہت جنگیں ہونے کی وجہ سے پاپیے تھیل کونہیں پہنچ سکی تھی،لیکن حضرت سلیمان - کے بیٹے نے اُسے تھیل کیا تھا۔کیااییاعمل ایک ایسے حکمران سے انجام پاسکتا ہے کہ جس کا معنوی اور

دوم بیرکه'' تورات'' کی مشهور کتب میں سے ایک''مزامیر داؤد'' ہے جس میں حضرت داؤد کی مناجات ہیں۔کیا ایک قاتل اور پاک دامن عورت سے زنا کے مرتکب شخص کی مناجات اور با تیں کتب آسانی کا حصہ قرار دی جاسکتی ہیں؟لیکن جب ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس میں نہ تو حضرت داؤد - کے عشق ، جرم اور گناہ کا کوئی ذکر آیا ہے اور نہاس جھوٹی داستان کے دوسر بے کلمات اس میں ذکر ہوئے ہیں، بلکہ ایک عبرت انگیز عدالتی فیصلے کا تذکرہ ملتا ہے کہ جو مثال کے طور پرنہیں بلکہ شجیدہ انداز میں ذکر ہوا ہے، جس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

قر آن مجید کاان تمام باتوں سے خالی ہونا بہت ہی قابل تو جہ ہے۔ یہاں ایک نکتہ ذکر کرنا بھی بہت ضروری ہے، وہ یہ کہافسوس کے ساتھ بعض مسلمان مورخین یا مفسرین نے بھی'' تورات'' کے جھوٹے افسانوں سے متأثر ہوکراُ نہیں اپنی کتابوں میں نقل کردیا، واضح ہے کہاس قسم کی چیزیں نقل کرنے والوں بات کی نہ توعلمی حیثیت رکھتی ہے اور نہ تاریخی وتفسیری قدرو قیمت کی حامل ہے۔ چونکہ معتبر اسلامی کتب سے اُن کی باتوں پرچھوٹی سی بھی دلیل نہیں لائی جاسکتی۔ ﷺ

یہ بات بھی قابل تو جہ ہے کہ حضرت علی ۔ نے اس سلسلے میں فر مایا ہے:'' جو شخص پیہ کہے کہ داؤد نے اور یاہ کی بیوی سے شادی کی ، تو میں اس پر دوحدیں جاری کروں گا''حں اً للذہو قاوحہ اً للا سلا ہر'' یعنی:''ایک حد( اُن کے )مقام نبوت کے لئے اور دوسری حد( اُن کے )اسلام اور مقام ایمان کے لئے۔'' یعنی؛ وہ ایک ایماندارانسان تھے لہذا اس نارواتہمت کی وجہ سے سز اوعذاب کے طور پر حد جاری ہونی چاہے اور پھراُن کے مقام نبوت کی تو ہین کی وجہ سے بھی سزادی جانی چاہیے۔ آ

### ٢- كيا حضرت سليمان - في بت خانه بنايا تفا؟

روحانی مقام ومرتبه خدا کے نز دیک بهت زیاده تھااور خدااُس پربہت زیادہ مہر بان تھا؟!

قر آن مجیدنے حضرت سلیمان - کاایک بڑے نبی اور مقتر رحکمران کے عنوان سے تعارف کرایا ہے کہ جس کی حکومت کی مثال نہ پہلے ملتی ہے اور نہ بعد میں مختلف سور توں میں منجملہ سورہ بقرہ، سورۂ نساء، سورۂ نبیاء، سورۂ نسبا اور سورۂ ص میں اُن کوعظمت اور نیکی کے ساتھ یاد کہا گیا ہے۔مثلاً سورۂ ص کی آیت • ۱۲ میں آیا ہے:

#### وَوَهَبُنَالِدَاوْدَسُلَيْلِي ﴿ نِعْمَ الْعَبْلُ ﴿ إِنَّهَ أَوَّابُ أَ

🗓 سموئیل کی کتاب دوم،فصل ۲۱ کے پہلے جملے میں یول آیا ہے:''اور داؤد کے ایام میں پے در پے تبین سال قحط پڑااور داؤد نے خداوند سے دریافت کیا۔خداوند نے فرمایا کہ بیساؤل اوراُ سکےخوزیز گھرانے کےسب سے ہے۔'' واضح ہے کہ خدا سے گفتگو کرناانبیاء کے خصائص میں سے ہے۔ .

<sup>🖺</sup> مجمع البيان، جلد ٨،٩ ٢٢ ٢

یعنی: ''ہم نے داؤر -کوسلیمان -عطاکیا، (اورسلیمان -) کیاہی اچھا بندہ تھا''

کیونکہ وہ ہمیشہ اللہ کی طرف رجوع کرتا تھا (اوراس کی یاد میں رہتا تھا) مذکورہ بالاسوروں میں قر آن مجیدنے (دوسرے انبیاء کی نسبت )اس عظیم پنجمبر کی تاریخ کو بطور مفصل ذکر کیاہے، جس میں اُن کی طرف بت پرتی اور بت سازی کی کسی قسم کی نسبت نہیں دی جاتی بلکہ اُن کی یوری زندگی کو ہرفتیم کے شرک اور گناہ سے یاک قرار دیا جاتا ہے۔

اں سلسلے میں سورۂ انبیاء (آیات ۷۸ تا ۸۲) سورۂ نمل (آیہ مجیدہ ۱۵ تا ۴۴) ادر سورۂ ص( آیہ مجیدہ • ۳ تا • ۴) کوہی دیکھ لینا کافی ہے۔خصوصاً '' ملکہ ُسا'' کی ہدایت، اُس کے شرک جیسے گناہ سے نجات پانے اور اُسے توحید خالص کی جانب دعوت دینے والے قصے کی طرف رجوع سیجئے ۔ بالخصوص جب اُس کو نخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

وَصَدَّهَا مَا كَانَتُ تَعُبُدُونِ اللهِ النَّهَ النَّهَا كَانَتُ مِنْ قَوْمِ كُفِرِينَ ﴿

العنی: ''اس طرح (سلیمان نے) اُسے غیر خدا کی عبادت سے روک دیا کیونکہ وہ کا فروں میں سے تھی' 🏻

ان آیات ہے معلوم ہوتا ہے کہ در حقیقت ملکہ سبا کے واقعے میں حضرت سلیمان - کااصلی مقصد بت پرتی کے خلاف جدوجہد کرنااوراُس (ملکہ سبا) کی سرز مین کواس گمراہی کی دلدل سے نجات دلانا تھا۔ اب ہم موجودہ تحریف شدہ تورات کی طرف رجو ع کرتے ہیں تاکہ دیکھیں کہ ہیہ کتا ہے دعشرت سلیمان - کے بارے میں کیا کہتی ہے اور اس نبی کے چہرے کو کس طرح بگاڑ کر پیش کرتی ہے۔ اس کے مطابق اس نبی کا چہرہ ایک بہت ہی ہوں باز شخص کا چہرہ ہے کہ جواپنی ہوں رانی کی خاطر شرک، بت پرسی حتی بت خانہ بنانے کی حد تک آگے چلاجا تا ہے!

کتاب اول ملوک و پادشاہان میں اس طرح لکھا ہے:اورسلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ''موآبیوں''،''عمونیوں''، ''ادومیوں''،''صیدو نیوں''اور''حتیوں''میں سے بہت ہی بیگانہ،اجنبی اورغیرعورتوں سے محبت کیا کرتاتھا،(بیعورتیں)انامتوں سے تعلق رکھتی تھیں کہ جن کے بارے میں کدا کا بنی اسرائیل کو بیتکم تھا کہتم ان میں داخل نہ ہونا (اوران سے شادی بیاہ نہ کرنا)اوروہ تم میں داخل نہ ہوں کیونکہ وہ تمہارے دلوں کوایئے خداؤں کی طرف مائل کردیں گی ،اورسلیمان ان سے شق ومحبت کرتے ہوئے چمٹ گیا۔

اوراس کے لئے سات سوبیو یاں (عقد دائمی والی)اور تین سومتعہ والی (موقت) تھیں اورانھوں نے سلیمان کے دل کو پھیر لیا تھا اور بیسلیمان کے بڑھا پے کے وقت واقع ہوا کہ اس کی بیو یوں نے ان کا دل اپنے عجیب وغریب خدا وَں کی طرف موڑلیااوراس کا دل اس کے باپ داؤد کی طرح اپنے خدا کے ساتھ کامل نہ تھا،اور سلیمان''صیدونیوں''کے خدا''عشتر وں اور عمونیوں''کے مکروہ''ملکوم''(عمونیوں کے بت) کے بیچھےلگ گیااور سلیمان نے خداکی نگاہ میں بدی کی اور اپنے باپ داؤد کی طرح مکمل طور پرخداکی راہ پر نہ چلا۔

اں وقت سلیمان نے اس پہاڑ پر کہ جو'' پروٹنگم'' کے سامنے تھا،عمون کی مکروہ اولا د'' کموث'' کے لئے خصوصیت کے ساتھا یک

بلندمقام بنایا، پس خداسلیمان پر غضبناک ہوا کیونکہ اس نے اسرائیل کے خداسے کہ جواس کو دومر تبدد کھائی دیا تھا، اپنادل پھیرلیا تھا۔ اور خدا نے سلیمان سے کہا کہ چونکہ تجھ سے عمل صادر ہوگیا ہے اور میرے عہداوران فرائض کی جن کے بجالانے کا میں نے تجھے تھم دیا تھا، تو نے تعمیل نہیں کی اس لئے میں تیری رندگی میں ایسانہ کروں تعمیل نہیں کی اس لئے میں تیری رندگی میں ایسانہ کروں گا، تیرے باچو اسلیمان) سے تمام سلطنت نہیں لوں گا، تیرے باچو (سلیمان) سے تمام سلطنت نہیں لوں گا، تیرے باچو (سلیمان) سے تمام سلطنت نہیں لوں گا، بلکہ اپنے بندے داؤد کا لحاظرتے ہوئے کہ جسے میں نے اس لئے برگزیدہ بنایا تھا کہ اس نے میرے اوامروفر اکٹن کی حفاظت کی تھی ، اس کواس کی زندگی کے تمام دنوں میں بادشاہ رہے دوں گا

تورات کی اس ساری جھوٹی داستان سے مینتیجہ نکلتا ہے کہ:

ا۔سلیمانؑ بت پرست قبیلوں کی عورتوں سے بہت زیادہ لگاؤر کھتے تھے اور خدا کے حکم کی مخالفت کرتے ہوئے ان میں سے بہت زیادہ تعداد میں (عورتیں)رکھی ہوئی تھیں،اوروہ آ ہستہ آ ہستہانمی کے مذہب کی طرف مائل ہو گیا تھااور باوجوداس کے که''وہ ایسا شخص نہیں تھا کہ جس نے عورت کونہ دیکھا ہو'' بلکہ سات سوعورتیں عقددائم اورتین سوعورتیں متعہ والی اس کے پاس تھیں،عورتوں کے ساتھ شدید لگاؤنے انھیں راہ خداسے باہر نکال دیا تھا۔ (نعوذ باللہ)

۲۔سلیمانؑ نے تھلم کھلا ہت خانہ تعمیر کرنے کا تھم دیااوراس پہاڑ <mark>کےاوپر جواسرائیل کے مقدس مرکز''یروشلم'' کے سامنے واقع تھا،</mark> ایک بت کدہ قبیلہ 'موآبیان کے معروف بت'' کموژ'' کے لئے اور قبیلہ بن عمون <mark>کے خاص بت''مولک'' کے لئے تعمیر کرایا اور صیدونیوں کے</mark> بت عشتر ون کے ساتھ بھی خاص لگاؤپیدا کرلیا تھا اور بیسب باتیں بڑھانے کی حالت میں واقع ہوئیں۔

سا۔ خدانے اس انحراف اور بڑے گناہ کی وجہ سے اس کے لئے ایک سزا تجویز گی اور وہ سزایتھی کہ اس کا ملک اس سے چھین لے گالیکن خود اس کے ہاتھ سے نہیں بلکہ اس کے بیٹے'' رحبعا م'' کے ہاتھ سے (چھینے گا) اورخود اس کومہلت دے گاوہ جتنا چاہے حکومت کرےاور یہ بات بھی خدا کے خاص بندے داؤد (سلیمان کے باپ) کی وجہ سے تھی، خدا کا وہی خاص بندہ جوتو رات کی تصرح کے مطابق (العیاذ باللہ) قبل نفس اور محصنہ کے زنااور اپنے رشیداور خدمت گزارافسر کی بیوی کے ساتھ تہبستری کرنے کا مرتکب ہوا تھا، کیا کوئی بھی شخص اس قسم کی ناروا تہمتیں سلیمان جیسے آ دی کی مقدس ذات پرلگا سکتا ہے!

اگر جم سلیمان کو (جیسا که قرآن کهتا ہے) پغیر سمجھیں تو پھر توبات بالکل صاف اور واضح ہے، اور اگر جم انھیں بنی اسرائیل کے بادث ہوں کے سلسلے میں سے جانیں تو پھر بھی اس قسم کی جم متیں اور نسبتیں ان کے بارے میں صادق نہیں آسکتیں ۔ کیونکہ اگر جم اس کو پیغیر نہ بھی سمجھیں تو پھر بھی مسلمہ طور پر وہ پیغیر کے بعد ان کا قائم مقام نائب وجانشین تو تھا، کیونکہ عہد قدیم کی کتب میں سے دو کتا ہیں ایک ''مواعظ سلیمان' یا''حکمتہا کے سلیمان' اور دوسری''سرود سلیمان' کے نام سے اس عظیم مردالہی کے اقوال وفرا مین پر مشتمل ہیں۔

اس کے علاوہ تو رات کی کتاب اول تاریخ ملوک کی تیسری فصل میں (جملہ: ۵ سے لیکر آخر تک کے جملوں میں ) صریحاً لکھا ہوا ہے:''اللہ تعالی رات کے وقت سُلیمان جوان اور کم تجربہ تھے،

اس لئے اُنھوں نے خداسے حکمت ( فہم وعقل ) طلب کی ۔خداوند نے اُن کی دعامتجاب کی اوراُ نہیں حکمت وفہم دے دی اور کہا: تجھے میں نے ایسی حکمت وفہم عطا کی ہے جونہ تیرے سے پہلے اور نہ تیرے بعد کسی کو دی ہے''۔

جوشخص جوانی میں نبی اللہ تعالی سے اس طرح علم وحکمت حاصل کرتا ہے جس کی مثال نہیں ملتی ، کون سی عقل اس بات کوقبول کرسکتی ہے کہ ایسا شخص بڑھا ہے میں وہ بھی عورتوں کی خاطر بت خانہ بنانے کا ارتکاب کرتا ہے؟! بطور مسلّم پیچھوٹے افسانے کسی کمزور اور ناتوان د ماغ ہی کی پیداوار ہو سکتے ہیں اور افسوس کہ بعد میں کچھ جاہل ونا دان لوگوں نے انہیں آسانی کتابوں کی صف میں لاکھڑا کیا ہے اور اب بیہ ''نامقدس'' باتیں'' کتاب مقدس'' کے عنوان سے پہنچانی جاتی ہیں۔لیکن کیا قرآن مجید کی بیان کی ہوئی تاریخ میں اس قسم کی کوئی ناروا تہمت دیمھی جاسکتی ہے جھیق اورغور وفکر کیا جائے تو جواب یقینانفی میں ہی ہوگا۔

# ے۔ حضرت لیعقوب -اوراُن کے بھائی عیسو کی عجیب رقابت

قر آن مجید حضرت ابراہیم -،اُن کے فرزند حضرت اسحاق -اوراُن کے پوتے حضرت یعقوب - کے لئے غیر معمولی احترام کا قائل ہے۔اوراس میں بہت سے مواقع پراُنہیں عظمت و نیکی کے ساتھ یاد کیا گیا ہے۔جیسا کے سورۂ ص ر ۴۵ تا ۲۷ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاذُكُرُ عِلْمَنَآ اِبْرِهِيْمَ وَاسْحَقَ وَيَعْقُوبَ أُولِى الْآيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ ﴿ اِنَّاۤ اَخُلَصْنَهُمُ اِنَّا اَخُلَصْنَهُمُ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿

''اور ہمارے بندوں ابراہیم'، اسحاق اور لیقوب' کو یاد کروجو (طاقتور) ہاتھوں والے اور (بینا) آنکھوں والے بخدے ہم نے انھیں خاص خلوص کے ساتھ خالص کیا تھا اور بیآ خرت کی یاد آوری تھی، اور وہ ہمارے بزدیک برگزیدہ اور نیک افراد میں سے ہیں''

ایک دوسری جگہ (سور وانبیاء ۲۷، ۲۷) میں اس خاندان کے بارے میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

وَوَهَبُنَا لَهُ اِسْحَقَ ﴿ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ﴿ وَكُلًّا جَعَلْنَا طِلِحِيْنَ ﴿ وَجَعَلْنَهُمُ آبِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَاوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَتِ وَإِقَامَ الصَّلُوةِ وَإِيْتَاءَ الزَّكُوةِ ۚ وَكَانُوا لَنَا عٰهِدَيْنَ ۚ

''اورہم نے اسے اسحاق'' اور (اس کے بعد) یعقوب بھی عطافر مایا، اورہم نے ان سب کوصالح افراد قرار دیا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے اور میں ایسے امام (اور پیشوا) قرار دیا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے اور ہم نے اخیس نیک کام انجام دینے ، نماز قائم کرنے اور زکوۃ ادا کرنے کی وحی کی اور وہ صرف میری ہی عمادت کیا کرتے تھے''

ان جملوں سے معلوم ہوتا ہے یہ الٰہی انسان ، ایمان دار ، نیک سیرت ، عالم وآگاہ ، انسانیت کی قیادت کے قابل اور ہرقشم کی آلودگی و گناہ سے پاک و پاکیزہ شخصیات تھیں لیکن جب ان ہستیوں کی تاریخ اوہام پرست لوگوں کے ہاتھ چڑھتی ہے تو وہ ان ہستیوں کا چہرہ اس طرح بگاڑ پیش کرتے ہیں کہ گویا بیلوگ (نعوذ باللہ) مفاد پرست ، جھوٹے ،عیاش اور اپنے ناجائز مقاصد تک پہنچنے میں کسی قشم کے کام سے نہیں ٹلتے تھے ، اور اس طرح ان ہستیوں کواس حد تک پست کردیا جاتا ہے۔

اس بات کی گواہی کے لئے ہم تحریف شدہ تورات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہاس کتاب میں حضرت اسحاق، یعقوبً اور
''عیسو' نام کے ان کے بڑے بھائی کا چہرہ کس قدروخوفناک بنا کر پیش کیا گیا ہے:'' جب اسحاق ضعیف ہو گیا اور اسکی آ تکھیں الیمی دھندلا
گئیں کہ اسے دکھائی نہ دیتا تھا تو اس نے اپنے بڑے بیٹے عیسوکو بلایا اور کہا اے میرے بیٹے!اس نے کہا میں حاضر ہوں۔ تب اس نے کہا
د کھے! میں توضعیف ہو گیا اور مجھے اپنی موت کا دن معلوم نہیں ۔ سواب تو ذرا اپنا ہتھیا را پنا تیراور اپنی کمان لیکر جنگل کونکل جا اور میرے لیے
شکار کر کے لا۔ اور میری حسب پیندلذیذ کھانا میرے لئے تیار کر کے میرے آگے لے آتا کہ میں کھاؤں اور اپنے مرنے سے پہلے دل سے
مخھے دعا دوں ۔

اور جب اسحاق اپنے بیٹے سے باتیں کرر ہاتھا تو'' ربقہ' <sup>۱۱</sup> سن رہی تھی اورعیسو جنگل کونکل گیا کہ شکار مارکر لائے۔ تب ربقہ نے اپنے بیٹے یعقوب سے کہا کہ دیکھ میں نے تیرے باپ کو تیرے بھائی عیسو سے بیہ کہتے ہوئے سنا کہ میرے لئے شکار مارکر لذیذ کھانا میرے واسطے تیارکرتا کہ میں کھاؤں اورا پنے مرنے سے پیشتر خداوند کے آگے تجھے دعادوں۔

پس میرے بیٹے اس حکم کے مطابق جو میں مجھے دیتی ہوں میری بات کو مان اور جا کرریوڑ میں سے بکری کے دواجھے اچھے بچے مجھے لا دے اور میں ان کولیکر تیرے باپ کے لئے اسکی حسب پسندلذیذ کھانا تیار کر دول گی اور تواسے اپنے باپ کے آگے لیجانا تا کہ وہ کھائے اور اپنے مرنے سے پیشتر مجھے دعا دے۔ تب لیقوب نے اپنی ماں ربقہ سے کہا دیکھ میرے بھائی عیسو کے جسم پر بال ہیں اور میر ا جسم صاف ہے۔

شاید میرا باپ مجھے ٹولے تو میں اسکی نظر میں دغا باز ٹھروں گا اور برکت نہیں بلکہ لعنت کماؤں گا۔اسکی ماں نے اسے کہاا ہے میرے بیٹے! تیری لعنت مجھ پرآئے۔اور ربقہ نے اپنے بڑے بیٹے عیسو کے فیس لباس جواس کے پاس گھر میں تھے لیکرانکواپنے جھوٹے بیٹے یعقوب کو پہنا یااور بکری کے بچوں کی کھالیں اسکے ہاتھوں اوراس کی گردن پر جہاں بال نہ تھے لیپٹے دیں۔اوروہ لذیذ کھا نااورروٹی جو اس نے تیار کی تھی اپنیپیٹے یعقوب کے ہاتھ میں دیدی۔

تباس نے باپ کے پاس آ کر کہاا ہے میرے باپ!اس نے کہا میں حاضر ہوں۔تو کون ہے میرے بیٹے۔ یعقوب نے اپنے باپ سے کہا میں تیرا پہلوٹھا بیٹا عیسو ہوں۔میں نے تیرے کہنے کے مطابق کیا ہے۔سوذرااُٹھاور بیٹھ کرمیرے شکار کا گوشت کھا تا کہ تو دل سے مجھے دعا دے۔ تب اسحاق نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹا! شُجھے بیاس قدر جلد کیسے مل گیا؟ اُس نے کہا:اس لئے کہ خداوند تیرے خدا نے

<sup>🗓</sup> ربقه حضرت یعقوب اورمیسوکی مال اورحضرت اسحاق ؑ کی بیوی تھیں، حالانکہ بیدونوں اس کے بیٹے تھے، کیکن وہ جناب یعقو بٹے سے خاص لگا وَرکھتی تھیں۔

میرا کام بنادیا۔

تب اسحاق نے لیعقوب کہا: اے میرے بیٹے ذرانز دیک آ کہ میں مجھے ٹولوں کہ تو میراہی بیٹا عیسو ہے یا نہیں۔اور لیعقوب اپنے باپ اسحاق کے نز دیک گیااوراس نے اسے ٹول کر کہا کہ آواز تو لیعقوب کی ہے پر ہاتھ عیسو کے ہیں۔اوراس نے اسے نہ پہچانا اس لئے کہ اس کے ہاتھوں پر اسکے بھائی عیسو کے ہاتھوں کی طرح بال تھے۔سواس نے اسے دعا دی اوراس نے پوچھا کہ کیا تو میر ابیٹا عیسوہی ہے۔اس نے کہا میں وہی ہوں۔ تب اس نے کہا کھانا میرے آگے لے آاور میں اپنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھاؤں گا تا کہ دل سے مجھے دعا دوں۔

سووہ اسے اسکے نزدیک لے آیا اور اس نے کھایا اور وہ اس کے لیے ہے (شراب) لایا اور اس نے پی ۔پھراس کے باپ اسحاق نے اس سے کہا اے میرے بیٹے! اب پاس آگر مجھے چوم اُس نے پاس آگر اسے چوما۔ تب اس نے اس کے لباس کی خوشبو پائی اور اسے دعا دیکر کہا: دیکھو! میرے بیٹے کی مہک، اس کھیت کی مہک کی مانند ہے، جسے خدا نے برکت دی ہو، خدا آسان کی اوس اور زمین کی موٹائی، اور بہت ساانا جہتے بخشے! قومیں تیری خدمت کریں، اور قبیلے تیرے سامنے جھکیں! تو اپنے بھائیوں کا سردار ہو، اور تیری ماں کے بیٹے تیرے آگے جھکیں! جو تجھے برلعت کرے وہ خود بحقی دعادے وہ برکت یائے!

جب اسحاق یعقوب کودعاد سے چکااور یعقوب اپنے باپ اسحاق کے پاس سے نکلا ہی تھا کہ اسکا بھائی عیسوا پنے شکار سے لوٹا۔وہ کم بھی لذیذ کھانا پکا کرا پنے باپ کے پاس لا یا اور اس نے اپنے باپ سے کہا میر اباپ اٹھ کرا پنے بیٹے کے شکار کا گوشت کھائے تا کہ دل سے مجھے دعاد ہے۔ اس کے باپ اسحاق شدید کا نبخے لگا مجھے دعاد ہے۔ اس کے باپ اسحاق شدید کا نبخے لگا اور اس نے کہا چروہ کون تھا جو شکار مار کر میر ہے پاس لے آیا اور میں نے تیرے آنے سے پہلے سب میں سے تھوڑ اتھوڑ اکھا یا اور اسے دعا دی؟ اور مبارک بھی وہی ہوگا۔ عیسوا پنے باپ کی باتیں سنتے ہی بڑی بلند اور حسر تناک آواز سے چلا اٹھا اور اپنے باپ سے کہا مجھ کو بھی دعا دے۔ اے میرے باپ ایم کھی کو بھی دعا دے۔ اے میرے باپ ایم کھی کو بھی دعا دے۔ اے میرے باپ ایم کھی کہا تیر ابھائی دغا سے آیا اور تیری برکت لے گیا'' ۔ اُلَّا

اس کے بعد والی فصل میں یوں آیا ہے:'' تب اسحاق نے یعقو ب کو بلایا اور اسے دعادی اور اسے تاکید کی کہ تو کنعانی لڑکیوں میں سے کسی سے بیاہ نہ کرنا، اور قادر مطلق خدا تجھے برکت بخشے اور تجھے برومند کرے اور بڑھائے کہ تجھ سے قوموں کے جتھے پیدا ہوں۔ اور وہ ابراہیم کی برکت تجھے اور تیرے ساتھ تیری نسل کودے کہ تیری مسافرت کی میر زمین جوخدانے ابراہیم کودی تیری میراث ہوجائے''۔ 🎚

#### اس قصے کا خلاصہ

حضرت اسحاق - کے دوبیٹے تھے بڑے کا نام''عیسو'' اور چھوٹے کا نام'' لیقوب'' تھا عمر کے آخری حصے میں وہ نابینا ہو گئے

سفر پیدائش فصل ۲۵، جملات ۱ ۳۵۳

تا سفر پیدائش،فصل ۲۸،جملات ۱ تا ۴

تھے اس وقت اُنھوں نے اپنے بڑے بیٹے کواپناوصی اور جانشین بنانا اور اُسے دعا اور برکت دینا چاہی۔( قرائن سے پتا چلتا ہے کہ اس برکت سے مرادمقام نبوت،رسالت کی معنویت اور قوم کی قیادت تھی )لیکن یعقوب نے ایک حیلے سے کام لیااورا پنی ماں کے تکم پر جواُسے اسحاق کا جانشین دیکھنا چاہتی تھی،اپنے بڑے بھائی کا لباس پہن لیااورا یک بھیڑکی کھال کواپنے ہاتھوں اور گردن پر باندھ لیا، چونکہ اُن کے بھائی کے جسم پر بال تھے،لہٰذاممکن تھا اُس کاراز اُس کے باپ پر فاش ہوجا تا۔

البتہ ایساانسان کہ جس کے بدن کے بال بھیڑی طرح اس قدر زیادہ ہوں، اپنی جگہ خود تعجب وجیرت کا باعث ہے! آخر کاراُس نے حلیے و بہانے اور چالا کی سے اپنے آپ کو اپنے بڑے بھائی کی جگہ پیش کر دیا اوراُس کے بوڑھے باپ حالانکہ اُن کی آواز کو پہچان گئے سے ، لیکن پھر بھی اُس کے بالوں والے ہاتھ کو کمس کرنے پر اکتفا کر لیا اور اس کے حق میں دُعا کر دی اور اُسے برکت عطا کر کے اپناوصی وجانشین اور خاندان کا سر پرست بنادیا۔ بڑا بھائی جب اس ماجرے سے آگاہ ہوا تو اس نے بہت تلخ گریم کیا، لیکن جو ہونا تھاوہ ہو چکا۔ اور جب اُس نے باپ سے برکت و دعادینے کا تقاضا کیا تو باپ نے جو اب دیا اب تیرے لئے برکت باقی نہیں پگی ، جتنی برکت تھی وہ تیرا بھائی لیقوب لے گیا ہے اور یہ اب دوبارہ نہیں دی جاسکتی!

عجیب بات یہ کہ اسحاق کے خدانے بھی، اُس کی اس بات کی تائید کر دی اور نبوت جیسا مقام ومرتبہ ایک حیلے باز، جھوٹے اور دھو کہ بازانسان کو دیدیا۔ تو رات کے بقول: اُسے بہت زیادہ برکت دی ا<mark>وراس کی قو</mark>م و قبیلے کو بہت زیادہ کر دیااورا پے عظیم نبی'' حضرت ابرا ہیم'' کے مُلک وافخارات کا وارث بنادیا۔ اس طرح نہ صرف خاندان اسحاق بلکہ تمام لوگ اس کی پیروی کرنے اور اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ اس جھوٹے اور مضحکہ خیز افسانے کو کس طرح آسانی وحی کے طور پر پہچانا جاسکتا ہے؟!اگر ایک عام اور معمولی سے مقام وعہدے کوکوئی شخص جھوٹے اور حیلے سے ہتھیا لیتا ہے۔

مثلاً کوئی کسی پولیس افسر کالباس پہن لیتا ہے توحقیقت ظاہر ہونے پر نہ صرف وہ لباس اس سے واپس لے لیا جاتا ہے بلکہ اُسے اس غیر قانونی کام کی وجہ سے سزابھی دی جاتی ہے لیکن نبوت ، الہی برکت اور قوم وملت کی قیادت کوکس طرح دھو کے اور فریب سے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ اور پھر حقیقت واضح ہوجانے کے بعداُ سے کس طرح جاری رکھا جاسکتا ہے؟!

# ۸\_حضرت عيسلي - پرشراب سازي کی تهمت

قرآن مجید حضرت عیسیٰ - کے لئے غیر معمولی احترام کا قائل ہے، بہت ی سورتوں (مثلاً سورہ بقرہ ، سورہ آل عمران ، سورہ ما کدہ وغیرہ ) میں اُن کے متعلق باتیں ذکر ہوئی ہیں اور اُنہیں اولوالعزم (آسانی کتاب اور شریعت کے حامل ) انبیاء میں سے ایک ایسے نبی کے عنوان سے یا دکیا ہے کہ جس کے بہت ہے مجزات ہے ۔ اُن کے متعلق سورہ آل عمران کی ۸ مماور ۲۹ آیت میں یوں ارشاد ہوا ہے:

وَیُعَلِّمُهُ الْکِتٰ ہِ وَالْحِکْمَةَ وَالتَّوْلُ لِهَ وَالْاِنْجِیْلُ ﴿ وَرَسُولًا إِلَیْ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ اِلَیْ فَیْ وَیْدِ فَیْدِ فَیْدُ فَیْ لُونُ الْحِلْدُنِ کَھَیْءَ الطّایْرِ فَانَفُحُ فِیْدِ فَیْدُ فَیْ کُونُ وَیْدِ فَیْدُونُ

ظَيْرًا بِإِذْنِ اللهِ وَالْبِرِي الْهُ وَالْبِرِي اللهِ وَالْبِرَاتِ وَالْبِيلِ كَلَّالِي اللهِ وَالْبِرِي وَالْبِرَاتِيلِ كَلَّالِي اللهِ وَاللهِ وَالله

اس طرح قرآن بیان کے مطابق اُن کے میہ چار مجمزات یعنی '''پرندے کوخلق کرنا''،''نا قابل علاج بیاروں کوشفا دینا'' ''مردوں کوزندہ کرنا''اور''خفیہ امور کی خبر دینا'' متھے( کہ بیسب کچھاللہ تعالیٰ کے اذن سے انجام پا تاتھا)ایک دوسری جگہآ سانی مائدے ( یعنی 'بہشتی غذا ) کا نازل ہونا بھی حضرت عیس ا – کے مجمزات میں سے شار ہوا ہے (سورۂ مائدہ مر ۱۱۵) جیسا کہ عام طور پر معقول اور قابل قبول مسئلہ کو مجمزہ کا عنوان دیا جاتا ہے ۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ''انا جیل''اس مسئلے میں کیا کہتی ہیں:'چارانجیلوں میں سے ایک انجیل لیوحنا'' ہے ،اس کے دوسرے باب میں یوں آیا ہے :

'' پھر تیسر نے دن (بیت المقدس کے شہروں میں سے ایک شہر) قانای گلیل میں ایک شادی ہوئی اور بیوع کی ماں وہاں تھی اور

یبوع اور اس کے شاگر دوں کی بھی وہاں دعوت تھی۔ اور جب نے (شراب) کم ہوگئ تو یبوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس نے

(شراب) نہیں رہی۔ یبوع نے اس سے کہاا ہے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میر اوقت نہیں آیا۔ اسکی ماں نے خادموں سے کہا جو

پھو ہیتم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہود یوں کی طہارت کے موافق پتھر کے چھ منگار کھے تھے اور ان میں دود و تین تین من کی گنجائش تھی۔

گیھ ہیتم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہود یوں کی طہارت کے موافق پتھر کے چھ منگار کھے تھے اور ان میں دود و تین تین من کی گنجائش تھی۔

گیھ ہیتم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہود یوں کی طہارت کے موافق پتھر کے چھ منگار کھے تھے اور ان میں دود و تین تین من کی گنجائش تھی۔

گیھ ہیتم سے کہا منگلوں میں پانی بھر دو۔ پس انہوں نے اس کولبا لب بھر دیا۔ پھر اس نے ان سے کہا آب نکال کر میرمجلس کے وہ ہی نے چھا جو نے (شراب) بن گیا تھا اور جانتا نہ تھا کہ وہ کہاں سے آئی ہے ( مگر خواب کے بیا میں دکھا کر اپنا جلال کے خادم جنہوں نے بھرا تھا جائے گئی میں دکھا کر اپنا جلال کی میں دکھا کر اپنا جلال کی میں دکھا کر اپنا جلال کی میں گیا گرداس پر ایمان لائے''۔ [ا]

اس داستان سے بیز کات اخذ ہوتے ہیں:

المنجيل يوحنا، باب دوم، حملات: اتا ١٢

ا۔جب حضرت عیسیٰ -اپنی مال حضرت مریم × کے ساتھ ایک شادی کی محفل میں داخل ہوئے تو وہاں شراب ختم ہو چکی تھی لہذا اُنھوں نے اپنی ماں کی درخواست پرمعجزہ دکھا یا اور پانی سے بھر ہے ہوئے چپھ مٹکوں کواصل شراب میں تبدیل کردیا اوراس طرح محفل کے حاضرین اُس خوش ذا کقہ شراب سے لطف اندوز ہوئے۔

۲ ـ بيم عجزه! حضرت عيسي' - كاپهلام مجزه قاجواُن كي مال كي درخواست يرانجام ديا گيا تھا۔

۳۔حضرت عیسی' - نے (پانی کوشراب میں تبدیل کرنے والے )اس مججز ہ کے ذریعے اپنے رُعب وجلال کوظاہر کیا اور اپنے شاگر دوں کے ایمان کا باعث بنے۔

دلچسپ بات بیرکہ اب بھی شہر' قانائے جلیل' کے مکین حضرت عیسی' - کے اعجاز سے بننے والی شراب کی یاد میں مٹلے بناتے ہیں اور سیاحوں اورز واروں کو بیر مٹلے فروخت کرتے ہیں۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بیا ایک گھڑا ہوا جھوٹا افسانہ ہے جواس عظیم الشان پیٹمبر کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے۔

آج شراب کی برائی اوراس کے نقصانات کسی پرجھی پوشیدہ نہیں ہیں اور بید چیز تمام آسانی مذاہب میں حرام اور ممنوع رہی ہے۔ حتیٰ یہود ونصار کی کی انہی کتب مقد سے میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے جیسا کہ کتاب''امثال سلیمان'' میں سخت ترین لہجے میں شراب کی مذمت کی گئی ہے اور یہاں تک کہا گیا ہے:''کون افسوس کرتا ہے؟ کون غمز دہ ہے؟ کون جھاڑا لو ہے؟ کون شاکی ہے؟ کون بسبب گھایل ہے؟ اور کس کی آنکھوں میں سرخی ہے؟ وہی جو دیر تک ئے نوش کرتے ہیں۔ وہی جو ملائی ہوئی ئے (شراب) کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جب ئے لال لال ہو۔ جب اس کا تکس جام پر پڑے اور جب وہ روانی کے ساتھ نیچے اُنٹر سے تو اس پر نظر نہ کر کیونکہ انجام کاروہ سانپ کی طرح کا ٹتی اور افعی کی طرح ڈس جاتی ہے۔

تیری آنکھیں عجیب چیزیں دیکھیں گی اور تیرے منہ سے اُلٹی سیدھی با تین کلیں گی۔ بلکہ تُواس کی مانند ہوگا جوسمندر کے درمیان لیٹ جائے یا اُس کی مانند ہوگا جومستول کے سرے پر سوجائے۔ تُو کہے گا اُنہوں نے مجھے مارا ہے پر مجھے کوچھوٹ نہیں لگی۔ اُنہوں نے مجھے پیٹا ہے پر مجھے معلوم نہیں ہوا۔ میں کب بیدار ہوں گا؟ میں پھراُس کا طالب ہوں گا''۔ 🎞

اس عبارت سے بخو بی واضح ہوجا تا ہے کہ شراب کی بُرائیاں بہت زیادہ ہیں، جوجسم کی ناراحتی، روح وفکر کی پریشانی، لڑائی، جھگڑ ہےاور معاشرتی جنگ وجدال اورانسان کی بدبختی کاباعث بنتی ہے۔اس کااثر انسانوں کےاندرسانپ کے زہر جیسا ہوتا ہےاور پیہ بے حیائی اور جنسی گناہوں اورانواع واقسام کے خیالات اور برائیوں میں مبتلا ہونے کاباعث بنتی ہے۔ بیسب اس عبارت میں بہت ہی واضح طور پر بیش کیا گیا ہے۔

کتاب''امثال سلیمان' میں ایک اور مقام پرآیا ہے: ئے (شراب) مسخرہ اور شراب ہنگامہ کرنے والی ہے (چونکہ انسان میں الی حرکتیں اور باتیں کرنے کا باعث بنتی ہے جس کی وجہ ہے وہ تمسنحر کا نشانہ بنتا ہے، اسی طرح اس شور وشرا بہاور ہنگامہ کھڑا ہوجا تاہے ) اور

<sup>🗓</sup> عهد عتیق، کتاب امثال سلیمان، فصل ۲۳

جوكوئى ان سے فریب کھا تاہے دانا و حکیم نہیں''۔ 🗓

نیز کتاباشعیاء کی فصل ۲۸ میں آیا ہے:''لیکن بیلوگ ( گمراہ لوگوں کی طرف اشارہ ہے ) بھی شراب کی وجہ سے ضال اور مسکرات کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں'' ﷺ

اس کتاب میں ایک اور مقام پرآیا ہے: وائے ہواُن پر جوشراب پینے میں پہلوان اور مسکرات (نشرآ ورچیزوں) میں قوت رکھتے ہیں'۔ ﷺ یعنی؛شراب پینے سےاُن کی قوتیں جھگڑے کے لئے تیار ہوجاتی ہیں۔

تورات کی کتاب''شیع''میں آیا ہے:''بدکاری اور نے اورنی نے (انگور کے شیر ہے) سے بصیرت جاتی رہتی ہے'۔ آ ان الفاظ سے بخو بی معلوم ہوتا ہے کہ شراب پینے کی عام چیز کے معنیٰ میں ہر گز حلال نہیں ہے، بلکہ یہ ایک مست کرنے والا مالیع ہے جوانسان کے جسم اور روح کو نقصان پہنچا تا ہے اور اس کی گمرا ہی و بد بختی کا سبب بنتا ہے۔ بہر حال کیا بیشرم ناک بات نہیں کہ ہم کہیں کہ شہر قانا نے جلیل میں حضرت عیسیٰ سے سب سے پہلے جو مجمزہ ظاہر ہوا وہ یہ تھا کہ اُن کی برکت سے پانی سے بھر ہے ہوئے بڑے بڑے بڑے برتن اصلی شراب میں تبدیل ہوگئے تھے۔ اور جب ہم ان باتوں کا قرآن مجید میں ذکر ہونے والے حضرت عیسیٰ سے مجمزات سے موازنہ کرتے ہیں تو انسانی ذہن کی تر آئی ہوئی تاریخ اور وحی الٰہی سے اخذ شدہ حقیقی تاریخ میں فرق واضح ہوجا تا ہے۔

### 9\_حضرت عيسي -اورالو ہيت کی دعوت

قر آن مجید بوری صراحت کے ساتھ دھنرت عیسی' - کے دامن کو ہر شم کے الوہیت کے ناروادعویٰ سے پاک جانتا ہے اور واضح طور پر فرما تاہے:

وَإِذْ قَالَ اللهُ يُعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَآنَتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ الَّخِذُونِ وَاُمِّى اِلْهَيْنِ مِنْ دُونِ اللهِ اللهِ عَالَ اللهُ يُعِيْسَ ابْنَ مَرْيَمَ ءَآنَتَ قُلْتُ لَيْسَ لِي ﴿ بِحَقِّ ۗ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَلُ اللهِ عَالَ اللهُ وَقَلَ مَا لَيْسَ لِي ﴿ بِحَقِّ ۗ إِنْ كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَلُ عَلِمْ مَا فِي نَفْسِي وَلَا اعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ النَّكَ آنَتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ﴿ مَا عَلَيْهِمُ اللهُ وَلِي وَكَاللهُ مَا أَمُرُ تَنِي بِهَ آنِ اعْبُلُوا اللهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ﴿ وَكُنْتُ عَلَيْهِمُ شَهِيْكًا مَّا قُلْتُ الرَّقِيْتِ عَلَيْهِمْ اللهُ وَيْ اللهُ وَيْ اللهُ وَيْ اللهُ وَاللهُ عَلَيْهِمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهِمُ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ اللهُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُمُ اللهُ عَلَيْهُ اللهُ اللهُولِ اللهُ اللهُ

<sup>🗓</sup> عهد عتيق،امثال سليمان، فصل ٢٠، جمله ا

تا كتاب اشعباء، فصل ۲۸، جمله ۷

<sup>🖺</sup> ایضاً فصل ۵، جمله ۲۲

<sup>🖺</sup> كتاب هوشيع فصل مه، جمله اا

''وہ وقت یاد کروجب اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم سے کہا کہ (اے عیسیٰ) کیا تو نے لوگوں سے میہا تھا کہ جھے اور میری ماں کواللہ کے علاوہ معبود بنالوہ ہوا ب دیں گے تیری ذات پاک ہے، مجھے کوئی حق نہیں کہ ایسی بات کہوں جو میرے لائق نہیں ہے۔ اگر میں نے ایسی کوئی بات کہی ہوگی تو اس کا تجھے ضرور علم ہوگا تو ان سب باتوں کو جانتا ہے کہ جو میر نے نفس وروح میں ہیں، لیکن میں جو پچھ تیری ذات پاک میں ہے، اسے نہیں جانتا کیونکہ تو تمام غیب اور پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہے۔ مجھے تو نے جس کا م پر ما مور فر ما یا تھا اسے نہیں جانتا کیونکہ تو تمام غیب اور پوشیدہ چیزوں سے باخبر ہے۔ مجھے تو نے جس کا م پر ما مور فر ما یا تھا میں نے اس کے سواان سے کوئی بات نہیں کہی تھی ، میں نے تو ان سے یہی کہا تھا کہ اس خدا کی پرستش کر وجو میر ابھی پروردگار ہے اور میں تو اس وقت تک ہی ان کا نگران اور گواہ تھا جب تک میرا بھی پروردگار ہے اور میں تو اس وقت تک ہی ان کا نگران اور گواہ تھا اور تو ہی ہیں ان کا نگران تھا اور تو ہی ہیں کہ میں ان کا نگران تھا اور تو ہی ہیں کہ میں ان کا نگران تھا اور تو ہی ہیں کہ میں ان کا نگران تھا اور تو ہی ہیں کہ میں ان کا نگران تھا اور تو ہی ہیں کی ہی کہ میں ان کا نگر ان تھا اور تو ہی ہیں کہ میں کہ میں ان کا نگر ان تھا اور تو ہی ہیں کہ تو کہ کے میں ان کا نگر ان تھا اور تو ہیں ہیں کی ہور دو ہور تو ہی ہیں گواہ ہے۔'' (سورہ ما کیکہ در میان ہے کہ میں ان کا نگر ان تھا اور تو ہی ہور تو ہی ان کا نگر ان تھا اور تو ہیں ہیں کی ہور دی ہیں ہیں ہیں ہیں ہیں ہور دی گواہ ہے۔'' (سورہ ما کیکہ در میان ہے کہ کہ بی کہ نے در میان ہے کہ دو سے کہ خبر ہے کہ کھوں کے خبر کی گواہ ہے۔'' (سورہ ما کہ کہ کے در میان ہے کہ کو کہ کی کہ کی ہور کی ہور کو کو کی ہور کی ہور کی ہور کی ہورہ کی کی ہورہ کی ہور کی ہورہ کی گور کی ہورہ کی ان کو کی ہور کی ہور کی ہور کی ہور کی ہورہ کی ہور کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہورہ کی ہور کی ہورہ کی

ابہم دیکھتے ہیں حضرت عیسی' - کے بارے میں انا جیل کیا کہتی ہیں۔ انجیل یوحنا میں یوں آیا ہے: '' یہودیوں نے اسے سنگسار
کرنے کے لئے پھر اٹھائے۔ عیسیٰ نے افھیں جواب دیا کہ میں نے تم کو باپ کی طرف سے یُہیّر سے پھیکام دکھائے ہیں ان میں سے
کس کام کے سبب جمھے سنگسار کرتے ہو؟ یہودیوں نے اسے جواب دیا کہ اچھے کام کے سبب سے نہیں بلکہ کفر کے سبب تجھے سنگسار کرتے
ہیں اور اسلئے کہ تو آدمی ہوکرا پنے آپ کو خدا بنا تا ہے۔ عیسیٰ نے انہیں جواب دیا۔ آیا تم اس شخص سے جسے باپ نے مقدس کر کے دنیا میں
جسیجا کہتے ہوکہ تو کفر بکتا ہے اسلئے کہ میں نے کہا میں خدا کا بیٹا ہوں۔ اگر میں اپنے باپ کے کام نہیں کرتا تو میرا یقین نہ کرولیکن اگر میں کرتا وروس کے میں باپ میں' اُن

اس عبارت سے چند نکات واضح ہوتے ہیں:

ا۔ یہودیوں نے حضرت عیسی' - پرتہت لگائی کہاُ نھوں نے خدائی کا دعویٰ کیا ہےاوراُن کو کافرقر اردیتے ہوئے اُنہیں سنگسار کرنے کا تھم دیا ہے۔

المستنہیں کو ایک اور خدا کے بیاد فاع کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''میں نے کہاہے کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اور خدا میر اباپ ہے، اور بھی کہا ہے: میں خدائی کام انجام دیتا ہوں، اگر میں ایسے کام انجام نہ دوں تو میری بات کا یقین نہ کرنا اور انجام دیتے تو میر ایقین کر لینا کہ خدا میر سے اندر ہے اور میں خدا کے اندر ہوں۔ باپ اور بیٹے کاعقیدہ اور خدائی کاموں کے انجام دینے اور انسان کے خدا میں حلول اور خدا کے میں حلول اور خدا کے انسان میں حلول کرنے جیسے الفاظ سب کے سب کفر آمیز جملے ہیں جو کسی بھی عقلی و منطقی معیار کے مطابق نہیں ہیں۔ اُصولی طور پر یہ کسی بھی حل کے عنوان سے ہی الیی تعبیرات استعال کرے اور جاہل کے اور خدا کے بارے میں حتی مجاز گوئی کے عنوان سے ہی الیی تعبیرات استعال کرے اور جاہل

⊞انجیل بوحنار باب•ارجملات را ۳۸٫۳۳

لوگول کوغلط فہمی میں ڈالتے ہوئے دشمنوں کے ہاتھ میں بہانہ دیدےاور وہ اسی بہانے سے اُسے سنگسار کرنے پر عل جائیں۔

جبکہ دوسری طرف قرآن مجید مذکورہ بالا آیات میں پوری صراحت کے ساتھ فرما تاہے کہ حضرت عیسیٰ ۔ نے خدا کی بندگی اور اس کی جانب سے نبوت ورسالت کے علاوہ اور کسی قشم کا دعویٰ نہیں کیا ، نیز وہ مقام عبودیت اور فرمان خدا کے سامنے تسلیم ہونے کے علاوہ انتہائی خاضع ترین انسان تھے۔بعض دوسری آیات میں بھی آیا ہے: اُنھوں نے جتنے بھی معجزات دکھائے ہیں وہ سب کے سب خدا کے اذن اور فرمان سے انجام دیئے ہیں۔ چنانچے سورۂ مائدہ کی آیت ۱۱ میں آیا ہے:

وَإِذْ تَغْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِإِذْنِى فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِإِذْنِي وَتُبْرِئُ الْاكْمَةَ وَالْاَبْرَصِ بِإِذْنِي ۚ

''اور جب تومیر ہے تھم سے مٹی سے پرندے کی شکل بنا تااوراس میں پھونکتااور وہ میر ہے تھم سے پرندہ بن جاتا،اور مادرزاداند ھے اور برص کی بیاری والے کوتو میر ہے تھم سے شفادیتااور مردوں کو (بھی) تومیر ہے تھم سے زندہ کرتا''

قر آن مجید میں اس قسم کے تاریخی مسائل کا جب انجیل کے ساتھ مواز نہ کیا جا تا ہے تو واضح ہوجا تا ہے کہ کون سی بات خدا کی جانب سے ہے اور کون سی بات تحریف شدہ اور انسانی ذہن کی پیداوار ہے۔

#### • ا\_حضرت عيسي - كے حضور بدكار عورت

قرآن مجیدی مختلف آیات میں حضرت عیسی - کے بارے میں جو پچھآ یا ہے اس میں حتی معمولی ساترک اولی بھی ذکر نہیں ہوا
اور سورہ مریم میں جوآیات ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم × کے بارے میں نازل ہوئی ہیں وہ ان کی اس قدر بلند مرتبہ قداست کو بیان
کرتی ہیں کہ جب وحی لانے والافر شتہ انھیں خدا کی طرف سے فرزند عطاکرنے کے لئے آیا تو وہ یہ دکھے کر بہت سخت وحشت زدہ ہو گئیں تھیں
اور اس سے خدا کی پناہ طلب کی (چونکہ وہ فرشتہ ایک اجنبی خوبصورت جوان کی شکل میں ان کے سامنے ظاہر ہوا تھا) حتی سب ان کے وضع
حمل کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی زندگی کے مستقبل کا تصور کرتے ہوئے کہ کمن ہے دشمن اور جاہل لوگ ان کی طرف ناروا بائیں منسوب نہ
کردیں ، بہ فرمایا:

يْلَيْتَنِيْ مِتُ قَبْلَ هٰنَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۞

لینی: ''اس نے کہا: اے کاش میں اس سے پہلے ہی مرگئی ہوتی اور بالکل فراموش ہوگئی ہوتی '' 🗓

بہرحال اس قدرمقدس نبی جو گھوارے میں خدا کے فر مان سے اپنی زبان کھولتا ہے اورعملاً اپنی والدہ کی پا کیزگی کی گواہی دیتا

ہےاوراسی وقت سےنماز،زکو ۃ اورتقو کی و پر ہیز گاری کی باتیں کر تاہے اسی ہستی کا بعض انا جیل میں ایسا چیرہ پیش کیا جا تاہے کہ جسے دیکھ کر ہرانسان حیرت وتجب میں ڈوب جا تاہے۔اب ہم'' انجیل لوقا'' کودیکھتے ہیں کہ جس میں شہر کی ایک بدنا م عورت حضرت عیسیٰ کرتو بہکرتی ہے وہ اس واقعہ کوکس طرح بیان کرتی ہے :

'' تو دیکھوایک بدچلن عورت جواس شہر کی تھی بیے جان کر کہ وہ اس فرلی کے گھر میں کھانا کھانے بیٹھا ہے (فرلی ، یہودیوں کا ایک فرقہ تھا، فریس کااصلی معنیٰ گوشہ نشین ہے ) وہ سنگ مرمر کے عطر دان میں عطر لائی ۔اوراس کے پاؤں کے پاس روتی ہوئی پیچھے کھڑی ہو کراس کے پاؤں آنسوؤں سے بھگونے لگی اورا پنے مرکے بالوں سے ان کو پونچھا اوراس کے پاؤں بہت چو ہے اوران پر عطر ڈالا۔اس کی دعوت کرنے والافرلی بید کھے کرا پنے بی میں کہنے لگا کہ اگر شرخص نبی ہوتا تو جانتا کہ جواسے چھوتی ہے وہ کون ہے اورکیسی عورت ہے کیونکہ برچلن ہے۔ بیوع نے جواب میں اس سے کہا: اے شمعون ﷺ مجھے تجھ سے پچھ کہنا ہے۔ اس نے کہا: اے استاد کہہ؛ کسی ساہوکار کے دو قر ضدار تھے،ایک پانسودینارکا دوسرا پچاس کا، جب ان کے پاس اداکر نے کو پچھ نہ رہا تو اس نے دونوں کو بخش دیا۔ پس ان میں سے کون اس سے زیادہ مجت رکھے گا؟

شمعون نے جواب میں کہا میری دانست میں وہ جسے اس نے زیادہ بخشا۔ اس نے اس سے کہا تو نے ٹھیک فیصلہ کیا۔ اور اس عورت کی طرف چھر کر اس نے شمعون سے کہا کیا تو اس عورت کو دیکھتا ہے؟ میں تیرے گھر میں آیا۔ تو نے میرے پاؤں دھونے کو پانی نہ دیا عمراس نے میرے پاؤں آنسوؤں سے بھگو دیئے اور اپنے بالوں سے پو خچھے۔ تو نے مجھے بوسہ نہ دیا مگر اس نے جب سے میں آیا ہوں میرے پاؤں چومنا نہ چھوڑا۔ تو نے میرے بر میں تیل نہ ڈالا مگر اس نے میرے پاؤں پر عطر ڈالا ہے۔ اس لئے میں تجھے سے کہتا ہوں کہ اس کے گناہ جو بہت محصاف ہوئے کیونکہ اس نے بہت محبت کی مگر جس کے تھوڑے گناہ معاف ہوئے وہ تھوڑی محبت کرتا ہے۔ اور اس عورت سے کہا تیرے گناہ معاف ہوئے کہ تو گوٹ کی اس

اس قصہ کا خلاصہ بیہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ۔فریبی نامی یہودیوں کے قبیلہ کے ایک گھر میں آتے ہیں، گھر کاما لک ان کازیادہ احترام نہیں کر تالیکن اس شہر میں موجودایک گناہ گاراور گمراہ عورت کو جب ان کے آنے کی اطلاع ملتی ہے تو وہ یہودی کے گھر آ جاتی ہے۔ ﷺ اس زمانے میں مہمانوں کے پاؤں دھونے کا رواج تھااور بعض اوقات اس کے بالوں میں تیل بھی لگایا جاتا تھا شایدیہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا تھا کہ اس وقت اکثر لوگ ننگے یاؤں چلتے تھے اور سفر کے دوران ڈھانینے کے کوئی وسائل نہیں ہوتے تھے جس کی وجہ سے

ت''شمعون'' کااصل مطلب سننے والا ہے اور'' قاموں کتاب مقدس'' کے مؤلف کے بقول بیاُن دس افراد کانام ہے کہ جن کی طرف عیسائیوں کی کتاب مقدس میں اشارہ ہوا ہے،اُن میں سے ایک یہی شمعون فرلی ہے جواس واقعے میں حضرت عیسیٰ - کامخاطب تھا۔

انجیل لوقا، ماب مفتم جملات رسم تا ۴۸

تا اختالاً بیوہ بی زنا کاراور مالدار عورت ہے جس کا نام''مریم مجدلیۃ'' تھا۔اس کے بعدوالے باب(باب شتم) میں انجیل لوقا کے بقول اس نے حضرت عیسیٰ - کے ہاتھ یرتو بہ کر کی تھی اوراُن کے ساتھیوں میں ہے ہوگئی تھی۔

ان کے بال اور بدن کی جلد ہوا چلنے کی وجہ سے خشک ہوجاتی تھی۔(اس جھوٹی داستان کے مطابق) اُس گناہ گارعورت نے پانی کے بجائے اپنے آنسوؤں سے حضرت عیسلی - کے پاؤں دُھولائے اور تو لیے کے بجائے اپنے لمبے بالوں سے اُن کے پاؤں کوخشک کیا اور اپنے گرم ہونٹوں سے اُن کے پاؤں کو بوسد دیا۔ بیاس قدر بڑا منظرتھا، اُس گھر کا ما لک یہودی اپنے آپ سے کہنے لگا: اگر بیمرد پینجبر ہوتا تو جان لیتا کہ بیٹورت کیسی ہے اور کم از کم اس کو بیکام نہ کرنے دیتا۔

حضرت عیسیٰ ۔ نے اپنی فراست سے جان لیااور دوقرض داروں کے بارے میں مثال دیکراُ سے جواب دیے کی کوشش کی اور اُسے بتایا کہ میں تو تیرامہمان تھا، جو پذیرائی اس عورت نے میری کی ہے، وہ تو نے کرنی تھی ،تو نے میرے پاؤں پانی سے نہیں دھوئے اور اس نے اپنے آنسوؤں سے دھوئے ہیں،تو نے میرا بوسہ نہیں لیا کیکن اس نے مسلسل میرے پاؤں کے بوسے لیئے ہیں،تو نے میرے سر میں تیل نہیں ملا، لیکن اس نے میرے پاؤں پر عطر ملا ہے۔اب ہم اس قصے کے بارے میں تھوڑا سا تجزیہ کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا ایک عظیم پنچمبر بلکہ ایک عام پر ہیز گارشحض کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے آپ کو گنا ہوں سے آلودہ عورت کے حوالے کر دے جواس کے ساتھ اس طرح کا سلوک کرے ؟

سب سے پہلی بات تو بیر کہ حضرت عیسیٰ ۔اس وقت جوان شخے اور تقریباً اُن کی عمرتیں سال تھی ،اوراصولاً وہ عورت بھی جوان اورخوبصورت ،ی تھی چونکہ شہر کی مشہور بد کارعورت بدصورت اور بوڑھی تونہیں ہوسکتی تھی۔ یہ کیسے یقین کیا جاسکتا ہے کہ ایک ایساعظیم نبی کہ جو تہذیب واخلاق اور تقویٰ و پر ہیزگاری کی تروی کے لئے مبعوث ہوا ہے ،خود کسی بدکارہ عورت کو اجازت دے کہ وہ اس کے پاؤں کو اس قدر ملے یا آنسوؤں سے دھوئے اور اپنے بالوں سے خشک کرے اور اپنے نرم ونازک ہاتھوں سے اس کوتیل لگائے اور اپنے گرم گرم ہونٹوں سے مسلسل اُس کے بوسے لے ، کیا ریسب کچھ قابل یقین ہے؟

بالفرض وہ تو بہ بی کرنا چاہی تھی تو اس کا بھی کو کی اصول وقاعدہ تھا،کیا ابھی تک کسی نے ایک روحانی اور پا دری کے ساتھا اس طرح

کیا ہے؟ چہ جائیکہ ایک پیغمبر کے ساتھ ایسا کیا جاتا۔ بہر حال اس جھوٹی کہانی کا خرافات پر مبنی ہونا بالکل واضح ہے۔ اس کے علاوہ حضرت

عیسیٰ ۔ نے (اس قصے کے مطابق) جو مثال دی ہے، اُس کے ذریعے اس یہودی کا جواب نہیں دے سکے، یہودی کا اعتراض بہیں تھا کہ یہ
عورت اس قدر محبت کیوں کر رہی ہے تا کہ اس کے جواب میں کہا جائے کہ بیا ہے گنا ہوں کی زیادتی کی وجہ سے اس قدر محبت کر رہی ہے،
بلکہ یہودی کا اعتراض بیتھا کہ خدا کا پیغمبر، گنا ہوں سے آلودہ اور بدنام عورت کو اپنے پاؤں مس کرنے، اپنے آنسوؤں سے اُنہیں دھونے،
اپنے بالوں سے اُنہیں خشک کرنے اور اُن پر عطر ملنے کی کیوں اجازت دے رہا ہے۔ واضح ہے کہ گناہ کے زیادہ یا کم ہونے کا اس سے کوئی
تعلق نہیں ہے۔ بہر حال قرآن کی تاریخ میں حضرت عیسی اس سے بارے میں جو واقعات نقل ہوئے ہیں، اُن میں اُنہیں اس قسم کی ناروا
باتوں سے منزہ و یا کے قرار دیا گیا ہے۔

تتبجه

جو کچھاو پر دس عناوین کے تحت ذکر ہوا ہے،اس سے کتب عہدین (یہودیوں اورعیسائیوں کی مقدس کتابوں) یعنی ؛وہی کتابیں کہ جونز ول قرآن کے زمانے میں تاریخ ادیان کا سب سے اہم منبع شار ہوتی تھیں، کے بارے میں ایک واضح موازنے سے پتا چلتا ہے کہ قرآن مجید جیسی کتاب ہر گزانسانی فکر وسوچ کی پیداوار نہیں ہوسکتی، چونکہ (اگریہ عام کتاب ہوتی تو) ضروران سے متاثر ہوتی اوراس قسم کے قصوں کونقل کرنے میں ضروراُن سے اثر قبول کرتی ۔لیکن قرآنی تاریخ کا خصوصاً انبیائے الّہی کے واقعات کے سلسلے میں ہرقشم کی خرافات اور نازیبا تہتوں سے پاک ہونا،اس بات کا شاہد ہے کہ اس کتاب کا سرچشم علم پروردگار ہے اوریدایک دائی مجزہ ہے۔



# ۵۔وضع قوانین کی نظر سے قرآنی اعجاز

ہم جانتے ہیں کہ قرآن مجید میں توحید اور قیامت سے متعلق معارف وتعلیمات، اخلاقی و تاریخی مسائل،عبادات سے متعلق احکام کے علاوہ کچھا جتاعی قوانین بھی آئے ہیں، جو در حقیقت اسلام کے بنیادی قانون کا ایک نقشہ پیش کرتے ہیں اور اس کے مدنی، حقوقی اور جزائی وسیاسی قوانین کا ایک حصہ سمجھے جاتے ہیں۔فقط قرآن کے اسی حصے میں غور وفکر کرنے سے اس کا معجزہ ہونا ثابت ہوسکتا ہے۔ چونکہ ان حکیمانہ قوانین کے سامنے کہ جن کے چند نمونے آگے چل کر پیش کئے جائیں گے، ہر مصنف مزاج انسان تسلیم ہوجاتا ہے۔

جبکہ یہ توانین ایک ایسے ماحول میں ظاہر ہوئے ہیں جس پر جنگل کا قانون حاکم تھایا دوسرے الفاظ میں اس معاشرے میں لا قانونیت کی حکمرانی تھی۔ بنابریں ہم مجبور نہیں ہیں کہ اس آسانی کتاب کی عظمت اور اس کے معجزہ ہونے کو فقط فصاحت وبلاغت یا علوم ومعارف اور تاریخی پہلوؤں سے ثابت کریں، بلکہ فقط قرآنی قوانین کے بارے میں شخقیق ہی اس عظیم دنیا کی جانب ایک در سے کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہاں پر ضروری ہے کہ سب سے پہلے بطور مقدمہ ہم اس بات کو ہمجھ لیں کہ کون ساقانون ،ایک اچھا قانون ہو سکتا ہے، تا کہ اس بحث کی بنیاد بن جائے۔

#### كونسا قانون؛ بهترين قانون؟

اس سوال کا جواب دینا کوئی آسان کا منہیں ہے، لیکن اگرانسانی معاشروں می<mark>ں قوانین</mark> وضع کرنے کے اصلی مقصد کو دیکھیں تو یہ
کام واضح ہوجا تا ہے۔ بات یہ ہے کہ انسان ایک اجماعی اور معاشرتی زندگی کا مالک ہے۔ اُس کی تمام ترقی اور پیش رفت اسی اجماعی زندگی
کی وجہ سے ہے۔ اسی اجماعی زندگی کی وجہ سے مفکرین کے افکار، علماء کے علوم، تخلیقات اور بخے کام پورے انسانی معاشرے میں باہمی
تعاون کے ساتھ آگے بڑھتے ہیں اور ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل ہوتے ہیں۔ اسی لئے انسانی تمدن میں ، انسانی علوم کے بارے میں ہم آئے دن ایک سے ایک بڑی ترقی اور پیشرفت کا مشاہدہ کررہے ہیں۔

اس اجماعی زندگی کے استقبال کامحرک جوبھی ہووہ ایک الگ موضوع ہے، لیکن یہ بات یقین ہے کہ اگر انسانوں کی زندگی بھی بہت سے دوسر سے جانداروں کی طرح پراگندہ ہوتی تو آج کے انسان اور ماقبل تاریخ کے انسان میں ذرہ بھر فرق نہ ہوتا۔ نہ کوئی علم ہوتا نہ تہذیب وتدن، نہ کوئی چیز ایجاد ہوتی نہ جدید علوم کشف ہوتے ، نہ صنعت ہوتی نہ ہنر وفن ہوتا، نہ زبان ہوتی نہ ادب، بلکہ پچھ بھی نہ ہوتا۔لیکن اس اجماعی زندگی کی پچھ مشکلات اور آفات بھی ہیں، اگر اُن سے پچھ طریقے سے نیٹا نہ جائے تو نہ فقط تکامل وترتی کا پہیہ بالکل رک جائے گا، بلکہ ممکن ہے پچھ ایسے خطرناک حوادث رونما ہونے لگیں جن سے پوری انسانی نسل ہی ختم ہوجائے۔ بیا ہم مشکلات پچھاس طرح سے ہیں: ایسی لڑائیاں اور جنگیں جو مفادات کے نگراؤ، حقوق کے تزاحم، برتری جوئی، خود پہندی، سب پچھا ہے لئے چاہنے اور خود خواہی کے نتیج میں وجود میں آسکتی ہیں۔ یہی چیز نہ فقط دو یا چندا فراد میں لڑائی بلکہ علاقائی اور عالمی جنگوں اور کشمکشوں کا باعث بن سکتی ہے۔ای وجہ سے انسانی معاشر سے شروع ہی سے اس بات کی طرف متوجہ ہو گئے تھے کہ اگر اختیارات اور لوگوں کے حقوق کے تعین ، تناز عات واختلافات کے لئے کوئی قوانین وحدود مقرر نہ کی ٹئین توانسان کی اجتماعی زندگی کا اُلٹا نتیجہ نکلے گااور جس سے ایک بڑاالمیہ پیدا ہوجائے گا۔

بنیادی طور پرحقیقی معنوں میں ایک اجھا گا ورمعاشرہ اس وقت بن سکتا ہے کہ جب معاشر سے کے افراد کے درمیان ،ہم آ ہگی ، باہمی تعاون اور ہم فکری موجود ہو، اور ایسی چیز قوانین اور حدود مقرر کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔ اصولاً تعاون اور ہمکاری بغیر ذمہ داری کے کوئی معنی نہیں رکھتی ۔خود ذمہ داری کا حساس ، قانون کی پیدائش کا سبب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ بھی ایک بڑی غلطہ نہی ہوگی کہ اگر ہم قانون کو فقط طلم وستم اور جھگڑ وں اور تنازعات کو ختم کرنے میں منحصر کر دیں ، اگر چہ بہت سے قوانین اس مقصد کے لئے وضع کئے جاتے ہیں۔ بلکہ قانون اس کا م سے پہلے اجتماعی تعلقات کو سختم کرنے ،عہد و پیمان کے سلسلے میں طرفین کے درمیان اعتماد قائم کرنے ،صلاحیتوں کو پروان چڑھانے کے لئے آزادی کی ضانت فراہم کرنے اور طاقت وقدرت کو متمرکز اور زیادہ سے زیادہ ترقی و تکامل کے لئے وسائل کو ایک معین سمت کی طرف موڑنے کا ذمہ دار ہے۔

درحقیقت قانون معاشرے کی رگوں میں خون کی حیثیت رکھتا ہے۔لہذاہمیں صراحت سے کہنا چاہیے کہا گرکوئی قانون نہ ہوتا تو کوئی معاشرہ بھی نہ ہوتااور نہ کوئی ترتی اور پیش رفت ہوتی ۔اب مذکورہ بالاسوال کا جواب دینازیا دہ مشکل نہیں ہے، بہترین قانون وہ ہے کہ جوزیادہ سے زیادہ درج ذیل امور کو پورا کرنے کی طاقت رکھتا ہو:

ا۔انسانی معاشرے کی تمام پراگندہ قو توں کوایک طاقتور مرکز کے زیرسایہ جمع کرسکے۔اور رنگ ونسل اورلسانی اختلا فات جیسی رکاوٹوں کو برطرف کرسکے۔

۲۔ پوشیدہ صلاحیتوں اور تخلیقی قو توں کی پرورش کے ذرائع فراہم کرے۔

ساحقیقی معنوں میں آزادی فراہم کرے تا کہ سب لوگ اس کے سائے میں اپنی صلاحیتوں کو کھارسکیں۔

۸۔ ہر خض اور ہر طبقے کے حق کو واضح کرے تا کہ باہمی ٹکر اؤاور ایک دوسرے پر تجاوز کی روک تھام ہو سکے۔

۵۔ایک صحیحا جرائی نظام کی صانت فراہم کرتے ہوئے اعتاد واطمینان کی فضاہموار کرے۔

۲۔ بعض لوگوں کے خیال کے برعکس، ایک اچھا قانون وہ نہیں کہ جو بہت لمبے چوڑ نے قوانین کو ایک بڑے عدالتی نظام اور
پولیس وقید خانوں کی فراوانی کے ساتھ چلائے، بلکہ یہ اس قانون اور معاشرے کی نا توانی، بے چارگی اور کمزوری کی علامت ہے۔ ایک اچھا
قانون وہ ہے کہ جو ثقافت، تعلیم اور درست قوانین کے ذریعے، پہلے سے جرائم کی روک تھام کرے تا کہ اس قسم کے مسائل کی ضرورت ہی
پیش نہ آئے۔عدالتی نظام، سزائیں اور قید خانے در حقیقت علاج معالجے یا بیار کے لئے ایک جراح کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن صحیح قوانین
اور مناسب اصول وضوابط ایک مرکز صحت کی حیثیت سے کم خرج بھی ہیں اور سب کے قابل قبول بھی اور ہرقسم کی مشکلات اور پریشانیوں
سے بھی خالی ہوتے ہیں۔اس مقدے کے ساتھ ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہوئے، اس کے قوانین کا مطالعہ اور تحقیق کرتے ہیں:

#### قرآنی قوانین کی خصوصیات

سب سے پہلے میہ نکتہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ بیتمام توانین حجاز کے علاقے میں ظہور پذیر ہوئے ہیں، جس میں قانون کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔اس کے قبائل میں خرافات سے مملو چندآ داب ورسوم، رائج تھے۔ جوقانون کی شکل میں اس پرحکومت کررہے تھے۔ایسے ماحول میں اسلامی قوانین کا ظہور پذیر ہونا، در حقیقت ایک حیرت انگیز واقعہ تھا، جس کی کوئی معمولی اور طبیعی توجیے نہیں کی جاسکتی، سوائے یہ قبول کرنے کے کہ بیسب خداکی جانب سے تھا۔

#### اول: جامعیت اوروُسعت

قرآن مجیدایک ایسے ماحول میں نازل ہوا ہے جومختلف پہلوؤں سے ایک بند ماحول تھا، جسکارابطہ جزیرہ (نمائے عرب) سے باہر بہت محدود تھا۔ ہر جگہز ادوقومیت کا مسئلہ اور قبائلی زندگی حاکم تھی۔ ایسے ماحول کا نتیجہ قومیت پرسی بلکہ قبائلی تعصب ہی ہونا چاہیے تھا۔ لیکن دلچسپ بات سے کھر آن کے قوانین میں کہیں بھی اس طرح کے مسائل نظر نہیں آئے۔ حتی اقر آن مجید میں ایک باربھی آپ کو'نیا آئے تھا الْعَوّب'' کا کہ کرمخاطب نہیں کیا گیا۔ ہرمقام پر عام انسانوں کی بات ہور ہی ہے، تمام خطاب:''یا بہنی آدھ '' ﷺ (اے اولا دآدم)''یا آئے تھا الذّی اس سے ہوں۔ اس طرح قر آن کے خاطبین تمام دنیا والے ہیں اور اس کے قوانین بھی تمام انسانوں کے خاطبین تمام دنیا والے ہیں اور اس کے قوانین بھی تمام انسانوں کے کے ہیں۔ آبہ مجیدہ:

وَمَا آرُسَلُنْكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعُلَمِيْنَ ﴿
يَعْنَ: 'اور (ا ب رسولُ) ہم نے تجھے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ' آلا اور آ مجیدہ:

<sup>🗓</sup> یانچ مقام پر

٣ ٢٠ مقامات سے زیادہ

<sup>🗖</sup> ۴۰ مقامات سے زیادہ

<sup>🖺</sup> چارمقامات پر

<sup>🖺</sup> رومقام پر

<sup>🗓</sup> انبیاءر ۷۰۱

تَبْرَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِ إِلِيَّكُوْنَ لِلْعُلِّمِيْنَ نَذِيْرًا أَنْ اللَّهُ

یعنی: ''لاز وال اور بابرکت ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے بندہ پر نازل فر مایا تا کہوہ عالمین کو (عذاب

خداسے) ڈرائے۔"

اورآ پهمجيده:

ٳڹۿۅٳڷڒۮؚػٷڷۣڶۼڵؠؽڹ۞ؖ

لینی: '' نیہیں ہے مگر میر کہ عالمین کے لئے یا دوہانی۔''

اورائی جیسی دوسری آیات ہمارے اس مدعا پر گواہ ہیں۔قر آن نے اُسی نژاد پرست ماحول میں، اپنی خوبصورت منطق کے ساتھ کہ'' تم سب آدم کی اولا د ہواور ایک ماں باپ سے پیدا ہوئے ہو''نسلی امتیاز ات کو بالکل ختم کردیا تھا۔ بنابرین تم سب بھائی ہوایک ہی گھرانے سے تعلق رکھتے ہو۔اس طرح تمام انسانوں کے دشتے کواخوت کی حد تک محفوظ کردیا اور فرمایا:

يَّا يُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقُنكُمْ مِّنْ ذَكْرٍ وَّأْنُثَى وَجَعَلْنكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآبِلَ لِتَعَارَفُوا لِ إِنَّ النَّاسُ إِنَّا خَلَقُنكُمْ مِّن ذَكْرٍ وَّأُنثَى وَجَعَلْنكُمْ شُعُوْبًا وَقَبَآبِلَ لِتَعَارَفُوا لِ إِنَّ الْكُرْمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ اللّٰهُ اللّٰهُ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ الللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ الللّٰهِ اللّٰهِ اللّٰه

اے لوگو! ہم نے تہمیں ایک مرداور ایک عورت سے پیدا کیا چھرتمہارے قبیلے اور کنبے بنادیئے تا کہتم ایک دوسرے کو پہچان سکولیکن تم میں سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والاوہ ہے جوزیادہ متق ہے۔''

ایک دوسری جگہتمام محدودر شتوں کی نفی کرتے ہوئے ہرنسل وزبان اور ہرزمان ومکان کے ایماندارا فراد کے رشتے کوفقط اُ خوت دبرا دری کے رشتے میں پرودیا کہ جومساوات اور برابری کی بنیاد پر قائم ہونے والارشتہ تعلق ہے۔ چنانچے فرمایا:

والمَّا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَقًا

لعنی: ''مونین ایک دوسرے کے بھائی ہیں۔''

یادرہے کہ' اِنتیکا'' حصر کے لئے ہے۔ بیسب ایک طرف، دوسری جانب ان قوانین کی جامعیت انسانوں کی پوری زندگی پر چھائی ہوئی ہے، جو (توحید جیسے ) اہم ترین مسائل سے لیکر (سلام کا جواب دینے اور ہرقتیم کی خوش آمدیداور جیسے ) سادہ ترین اخلاقی ومعاشر تی مسائل تک کوشامل ہے۔مثلاً ایک جگہ قرآن فرما تاہے:

<sup>🛚</sup> فرقان 🖊

تا پوسف ر ۱۰۴

<sup>&</sup>lt;sup>ت</sup> حجرات را۳

<sup>🖺</sup> حجرات 🗸 ۱۰

www.kitabmart.in

وَإِذَا حُيِّيْتُتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا ۚ إِنَّ اللهَ كَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَسَيْبًا۞

یعنی:''جس وفت کوئی شخص تههیں ہدید دے (اورسلام ) کھے تواس کا جواب بہتر انداز سے دویا (کم ازکم ) اسی طرح جواب دو،خداہر چیز کا حساب رکھتاہے''۔ 🎚

قرآن مجید میں ایک آیت،قرض وغیرہ کو لکھنے کے بارے میں ہے جوقر آن کی سب سے کمبی آیات میں سے ہے،جس میں اس مسئلے کے متعلق تقریباً بیس حکم الہی بیان ہوئے ہیں۔ (سورۂ بقرہ ۲۸۲) اس سے پتا چلتا ہے قرآن کا عقائداور توحیداور قیامت جیسی اسلامی تعلیمات سے متعلق مسائل کو بیان کرنا، اُسے ضرورت کے عملی احکام بیان کرنے سے مانغ نہیں بنا۔ہم بینہیں کہتے کہ قرآنی آیات کے ظواہر میں تمام احکام وقوانین کی جزئیات بیان ہوئی ہیں۔ کیونکہ اُن کا حجم یقینا قرآن سے کئی گنازیادہ ہے۔ بلکہ اس سے مرادیہ ہے کہ قرآن نے (زندگی کے) ہر جھے میں ضروری اصول بیان فرما دیتے ہیں۔ یہاں پر انہی اُصولوں کے پچھے حصوں کی طرف مختصر سااشارہ کیا جاتا ہے:

#### ا ـ ہر چیز کی بنیادتو حید

قر آن کے اعتقادی مسائل میں سب سے زیادہ زورتو حید پر دیا گیا ہے اور قر آن کی آیات میں سینکڑوں باراس مسکے کی طرف اشارہ ہوا ہے اورتو حید کے میق مفاہیم کی تصویر کشی کی گئ ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے بار سے میں فرمایا ہے:

لَيْسَ كَبِثُلِهٖ شَيْءً ۗ

"اس کی مثل کوئی چیز نہیں ہے' 🗓

اسی طرح اُس کے اوصاف جلال و جمال کی سینکڑوں آیات میں وضاحت کی گئی ہے۔اس سلسلے میں آپ اس کتاب (پیام قرآن) کی تیسری جلد کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔

قر آن نەفقط اللەتعالى كو ہرلحاظ سے يگانە ويكتا قرار ديتا ہے، بلكه انبيائے كرام ÷ كى نبوت كوبھى، دعوت واحد جانتا ہے اور اُن كەدرميان جدائى ڈالنے كوغلط تمجھتا ہے:

ڵؙڹؙڡؘۜڗۛۊؙڔؽؽٵؘػڽؚۺؖؽڗ۠ڛؙڸ<sup>ڡ۪</sup>

الانباء/ ٢٨

تا شوريٰ راا

(اوروہ کہتے ہیں) کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے افراد میں کوئی فرق نہیں رکھتے۔ 🏻

اگرچہاُن میں سے ہر نبی اُپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق خصوصی احکام کیکرآئے ہیں،کیکن ہرجگہاُن کا اُصول دعوت ایک ہی تھا۔انسانی معاشر سے پربھی مسئلہ توحید کی حاکمیت ہے اور جیسا کہ ہم نے کہا ہے وہ تمام انسانوں کوایک ہی خاندان کاعضوجا نتا ہے۔اور اُنہیں ایسے بھائیوں کے نام سے دیکارتا ہے جوایک ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔

### ۲ \_اجتماعی عدالت معاشرتی عدل وانصاف

قرآن معاشرتى عدل وانساف كوانبيائ كرام + كى الممترين تعليمات مين سي شاركرت موئ فرما تا به: لَقَلُ اَرُسَلُنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنْتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتْبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ،

یعنی: ''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ان پراپنی (آسانی) کتاب اور میزان نازل فرمائے تا کہ لوگ عدل وانصاف قائم کریں۔''آ

اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہرنسل ورنگ اور زبان کے چھوٹے بڑے اور پیروجوان ایمان دارانسانوں کواس چیز کی طرف دعوت دیتے ہوئے فرما تاہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا كُونُوا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ يِلْهِ وَلَوْ عَلَى اَنْفُسِكُمْ آوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ،

یعنی:''اے ایمان والو! مکمل طور پرعدل وانصاف قیام کرو،خدا کے لئے گواہی دواگر چہ بیخودتمہارے لئے یاتمہارے والدین کے لئے یاتمہارے اقربائے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو۔''ﷺ

### ۳\_معاشرتی تعلقات

اس سلسلے میں بھی سب لوگوں کو تمام معاہدوں اور ہر قسم کے عہدو پیان کی پابندی کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرما تاہے: آیا گیا الَّذِیْنَ اُمَنُوَّا اَوْفُوُ ا بِالْعُقُودِ \*

تا بقره ر ۲۸۵

ا مديدر ۲۵

🖺 زياءر ۵ ۱۳۳

لعنی: ا' سے ایمان والو! اپنے عہد و پیان (اور قول وقر ار) پورے کرو۔ 'آ

ایک دوسری جگه فرما تاہے:

وَٱوْفُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْؤُولًا

لینی:''اینے عہدو پیان کو پورا کروچونکہ عہد کے بارے میں یوچھاجائے گا'' 🗓

ان آیات کا دائر ہ کا راس قدر وسیع ہے کہ حتی غیر مسلمین کے ساتھ کئے گئے عہد و پیان کوبھی شامل ہےا ورعمومی وخصوصی تعلقات

کےعلاوہ بین الاقوا می معاہدوں کوبھی اپنے اندر کیے ہوئے ہے۔

۳- ہر قشم کے ظلم وزیادتی کودور کرنا

ہر قسم کے ظلم وزیادتی کودورکرنے اور ہر قسم کے نقصان کی تلافی کرنے کوایک مختصری عبارت میں مکمل طور پر بیان کرتے ہوئے

فرمایاہے:

فَمَنِ اعْتَلَى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَلَى عَلَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللهَ وَاعْلَمُوَا أَنَّ اللهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿

یعن:'' جو شخص بھی تم پرزیادتی کرہے تواس کی طرح تم بھی اس پرزیادتی کرسکتے ہواورخداہے ڈرتے رہنا (اورزیادہ روی نہ کرنا)اور جان لو کہ خدایر ہیز گاروں کے ساتھ ہے۔'' 🖹

#### ۵\_دفاعی معاملات

دفاعی معاملات کے سلسلے میں ایک انتہائی متین کلی اُصول بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ اَعِثُّوْ اللَّهُ مُدَ مَّنَا السُتَطَعْتُ مُر مِّنْ قُوَّةٍ وَمِنْ تِبَاطِ الْخَيْلِ تُرُهِبُوْنَ بِهِ عَلُوَّ اللَّهِ وَعَلُوَّ كُمْ یعنی: ''اوران دشمنوں کے مقابلہ کے لئے جتیٰ: ''قوت''ممکن ہوسکے مہیا اور تیار رکھو۔ اس طرح (میدان جنگ کے لئے ) طاقتوراور تجربہ کار گھوڑے (بھی تیار رکھو) تا کہ اس سے اللہ کے اور اپنے شمن کوڈراسکو'' اُ

🗓 ما كده/ا

تا بنی اسرائیل ۱۳۳۰

۳ بقر هراوس

🖺 انفال 🗸 ۲۰

یہاں پر قوتوں کی تعداداور فوجوں کی تقویت کو بطور عام جبکہ اس زمانے میں جنگی گھوڑ دں کو تیارر کھنے کو (بعنوان مصداق) بطور خاص ذکر کیا گیاہے تا کہ جنگ سے بچتے ہوئے ڈٹمن پر رعب اور خوف طاری رہے۔اور بیفوجی طاقت کی تقویت کے لئے سب سے زیادہ منطقی طریقہ ہے۔

### ۲ لِڑائی جھگڑ ہے

رہی بات ہم مسلک لوگوں اور دوسرے معاشر تی رقیبوں کے درمیان ہونے والے لڑائی جھگڑوں کی تو یہاں ایک اور حکم دیتے ہوئے کہا گیا ہے: مقابلہ بمثل اور قوتوں میں اضافے کے بجائے اس کے برعکس قدم اُٹھا نئیں اور بدی کا جواب نیکی سے دیں تا کہ نفاق وعداوت کی جڑہی ختم ہوجائے ،الہذا فرماتے ہیں:

اِدْفَعُ بِالَّتِيْ هِيَ آحْسَنُ فَاِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيُّ مَمِيْمٌ ﴿ وَمَا يُلَقَّمَهَا ۗ إِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوا ۚ وَمَا يُلَقَّمَهَا اِلَّا ذُو مَظِّ عَظِيْمٍ ۞

لینی:'' بُرائی کواچھائی کے ذریعے دُورکرنا کہ تیرے زبردست دشمن بھی تیرے سپچ اور پکے دوست بن جائیں،لیکن اس مرحلے تک وہی لوگ پہنچ سکیں گے جوصبر واستقامت کے حامل ہوں گے اور وہی لوگ پہنچ یائیں گے جوائیان وتقویٰ سے خوب بہرہ مند ہوں ہیں' اُلل

#### ۷\_انسان کی تقدیر

اس کے بارے میں انتہائی صراحت کے ساتھ کہا گیا ہے: ہر شخص کی تقتریر وسرنوشت خوداس کے اپنے ہاتھ میں ہے اوراسی کی سعی وکوشش سے تعلق رکھتی ہے۔

كُلُّ نَفْسٍ مِمَا كَسَبَتُ رَهِيْنَةٌ ﴿

یعنی:'' ہر خص اپنے اعمال کا گروی ہے'۔ 🎚

وَٱنۡ لَّيۡسَ لِلْإِنۡسَانِ اِلَّامَاسَعٰي ﴿ وَٱنَّ سَعۡيَهٰ سَوۡفَ يُرٰى ﴿

یعنی: ''انسان کے لئے اُس کی اپنی سعی وکوشش کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں ہے اور یہ کہ اس کی سعی وکوشش

المحم سجده رسم سرم

سا مدتر ۱۸۳۸

#### عنقریب دیکھی جائے گی' 🏻

#### ۸ عقید ہے کی آزادی

سوائے استدلال اور دین کے بیان کرنے کے کسی کی بھی نظریاتی حدود میں نفوذ نہیں کیا جاسکتا، اس سلسلے میں فرمایا: لَآ اِکْوَاکَاوِّ فِی اللَّهِ یُنِ ﷺ قَالُ تَّکِیْتَ الرُّ شُکُ مِنَ الْغَیِّ ﴾ (بقره ۲۵۷) یعنی: ' دین قبول کرنے میں کوئی جبروا کراہ نہیں ہے۔ کیونکہ سیجے راستہ ٹیڑ ھے راستے سے جدا اور آشکار ہوچکا

انسانوں کی آزادی کے بارے میں کہا گیا ہے: پیغیبراسلام سلٹٹائیا پٹم کی بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصدانسانوں کو قید وبند سے آزاد کرانا تھا:

وَيَضَعُ عَنْهُمُ إِصْرَهُ هُمْ وَالْآغُلَلِ الَّتِيْ كَأَنْتُ عَلَيْهِمْ ﴿ (اعراف ١٥٧)

یعن: "اوروه ان کے کاندھوں سے بوجھ ہٹا تا ہے اوران تمام طوق وسلاسل کوان سے الگ کرتا ہے۔ "
اسارت کی بدزنجریں ایک وسیع مفہوم رکھتی ہیں، جوانسانوں کی ہرفتیم کی آزادی کوسلب کرنے سے عبارت ہیں۔

## ۹\_دوسرول کی ذاتی زندگی میں عدم مداخلت

دوسروں کی ذاتی زندگی میں عدم مداخلت اور اُن کی شخصیت کے احترام اور اُن کی ہتک نفر نے کے بارے میں فرمایا: لَاَ اَیْنِیْنَ اَمَنُوا اَجْتَنِبُوُا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمُر وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبُ بَعْضُكُمْ بَعْظًا ﴿ (جَرات ١٢)

لینی: ''اے ایمان لانے والو! بہت سے گمانوں سے پر ہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں، ہرگز (دوسروں کے کاموں میں) تجسس نہ کروتم میں سے کوئی دوسرے کی (ہرگز) غیبت نہ کرے۔''

## •الصَّلَّحُ آميزمعاشرت

ہراُس شخص سے کے آمیزمعاشرت رکھنا کہ جوآپ سے جنگ ونزاع نہیں کر تااور مشتر کہ مقاصد میں تفاہم کے قابل ہے یا کم از کم غیر جانبدارانہ زندگی گذار تاہے۔ بیاُن اصولوں میں سے ہے جن کی قرآن نے بہت زیادہ تا کیدفر مائی ہے: « لاَيَنْهَا كُمْ الله عَنْ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُو كُمْ فِي الرِّينِ وَلَمْ يُغْرِجُو كُمْ مِنْ دِيَارِ كُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ الله يُجِبُّ الْمُقْسِطِينَ "

یعن: ''اللہ نے تمہیں ان لوگوں سے، جھوں نے امردین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے شہرود یارسے باہر نہیں نکالا، نیکی کرنے اور عدل وانصاف کرنے سے منع نہیں فرما تا کیونکہ اللہ عدالت کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔

پھرفر مایا:

إِنَّمَا يَنْهِ كُمُ اللهُ عَنِ الَّذِينَ قَتَلُوْ كُمْ فِي الرِّيْنِ وَاَخْرَجُوْ كُمْ مِّنْ دِيَارِ كُمْ وَظْهَرُوْا عَلَى اِخْرَاجِكُمْ اَلْظَلِمُوْنَ ۞ اِخْرَاجِكُمْ اَنْظَلِمُوْنَ ۞

یعن: ''اللہ تو تنہیں صرف ان لوگوں سے دوستی کرنے سے منع فرما تا ہے جنھوں نے امردین میں تم سے جنگ کی اور تنہیں تمہارے گھروں سے باہر نکالا، یا تمہار سے باہر نکا لنے میں ( دشمنوں کی ) مدد کی ہے اور جولوگ ان سے دوستی کریں گے وہی تو ظالم ہیں''۔ 🗓

## دوم: معاشرتی تعلقات کومضبوط کرنا

انسانی معاشرہ جو ہرتسم کی علمی واجھاعی کا میا بی اورتر تی کا اصلی سرچشمہ ہے، اُسی صورت میں اپنے مطلوبہ مقصد تک پہنچ سکتا ہے کہ جب اس کے درمیان باہمی رشتے محکم ہوں، ورندایک ایسی دردنا کے جہنم میں بدل جائے گا کہ جس سے معاشر سے کواس کی برکات سے بہرہ مند ہونے کے بجائے بہت زیادہ زخمتیں اور مشکلات اُٹھانی پڑیں گی۔ قرآن مجید جہاں ایک طرف پوری انسانیت کوایک ہی خاندان کے افراد اور ایسے بھائیوں کی حیثیت سے عمومی وحدت کی تاکید کرتا ہے جوایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ جیسا کہ سورہ حجرات کی آیت ۱۳ کی طرف پہلے اشارہ کیا جا چکا ہے۔ وہاں ہرتشم کے لسانی اور نسلی اختلاف سے قطع نظر مونین کوایک ہی جسد کا عضو شار کرتے ہوئے فرما تاہے:

بَعْضُکُمْ قِبِیُ بَعْضِ ، لیعنی: "تم سب ایک ہی نوع میں سے ہواور ایک ہی جسم کے عضو ہو۔ " آآ ایک دوسری عِلَیْ فر مایا:

🗓 ممتحنه / ۸ / ۹

🗓 آل عمران ر ۱۹۵

191

www.kitabmart.in

#### وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنْتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضِ

لینی:''ایماندارم داورایماندارعورتیں ایک دوسرے کے ولی (اورمددگار) ہیں' 🗓

اسی پراکتفانہیں کیا گیااورانسانی رشتے اورا یمانی تعلق کےعلاوہ رشتہ داری کے تعلق جوا یک نز دیکی اور محدود تعلق ہے کی بھی تا کید کی جاتی ہے۔لہذااس عہدو پیمان کوتو ڑنے کوایک بڑا گناہ شار کرتے ہوئے فرمایا:

الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللهِ مِنْ بَغْدِ مِيْثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا آمَرَ اللهُ بِهَ آنَ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْاَرْضِ اللهِ مِنْ الْخِيرُ وْنَ۞

یعنی:''(فاسق وہ ہیں)جوخداہے محکم عہدو پیان کرنے کے بعداسے توڑ دیتے ہیں۔وہ پیوند جنھیں خدانے برقر ارر کھنے کا حکم دیا ہے انھیں توڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی لوگ خسارے میں ہیں۔''

اور پھر سورہ محمد گی آیت ۲۲، ۲۳ میں فرمایا:

فَهَلُ عَسَيْتُمُ إِنْ تَوَلَّيْتُمُ أَنْ تُفْسِلُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوَا أَرْحَامَكُمْ ﴿ أُولَبِكَ النَّانِيُنَ لَعَنَهُمُ اللهُ فَأَصَمَّهُمُ وَآعُمَى اَبْصَارَهُمْ ﴿ اللَّهُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمُ وَآعُمَى اَبْصَارَهُمْ ﴿

یعنی: ''دلیکن اگرتم روگردانی اختیار کروتو تم سے سوائے زمین میں فساد اور قطع رحی کے اور کیا تو قع رکھی جاسکتی ہے؟ بیدا لیسے لوگ ہیں جنسیں اللہ نے اپنی رحمت سے دور کردیا ہے، ان کے کانوں کو بہرہ اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے' ﷺ

اوراس طرح ان رشتوں کوتوڑنے والوں کوزمین پر فساد کرنے والوں کی صف میں لا کر اُنہیں آنکھوں سے اندھااور کا نوں سے، بہر ہ قرار دیا جاتا ہے۔اسلام میں ان رشتوں کی اہمیت اس قدر ہے کہ جوچیز بھی اجتاعی تعلقات کومضبوط کرنے میں مدد دے، اُسے پیندیدہ سمجھا گیا ہے جتی جھوٹ جو بدترین گناہ ثنار ہوتا ہے، دوا فراد کے درمیان صلح کے لئے جائز سمجھا جاتا ہے۔اس کے برعکس جو چیز بھی رشتوں اور تعلقات کے درمیان دوری کا باعث بے قابل نفرت سمجھی گئی ہے خواہ وہ کسی بھی عنوان سے ہو۔

🗓 توبه 🗀

تا بقره رير

۳ څهر ۲۲ر ۲۳

### سوم: انسانی حقوق کااحترام

ایک قیمتی اوراعلی قانون وہ ہے جو ٰدوسری خصوصیات کےعلاوہ''انسانی حقو ق'' کےسلسلے میں ایک جامع اورعمیق لائح ٹمل پیش کرے،اس حقیقت کودیکھا جائے تو جب بھی ہم اس سلسلے میں قر آنی آیات کودیکھتے ہیں تو اس کے قوانین کی عظمت اور بھی واضح ہوجاتی ہے۔قرآن مجیدانسانوں کی جان ومال اورعزت وآبرو کی حفاظت کے سلسلے میں ایک انسان کی جان کوتمام انسانوں کی جان قرار دیتے ہوئے اس کی قدر ومنزلت کے بارے میں فرما تاہے:

«مَنْ قَتَلَ نَفْسًابِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ بَمِيْعًا. وَمَنْ أَخْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَخْيَا النَّاسَ بَمِيْعًا »

ینی:''جو خص کسی انسان کو بغیراس کے کموہ ارتکاب قتل کرے اور روئے زمین پر فساد کھیلائے قتل کر دے، تو یہ اس طرح ہے گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جو کسی ایک انسان کو قتل سے بچائے تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی ہے۔'' 🏻

آپ دنیا کے کسی دوسرے قانون میں اس جیسی تعبیر نہیں دیکھیں گے۔ قر آن مجیدانسانوں کے حقوق کے مسلے میں اس حد تک آگے گیا ہے کہ حقوق کوعملی جامعہ پہنانے میں اصل''عدالت'' کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے ہوئے خبر دار کیا ہے کہ کہیں تمہاری ذاتی دشمنیاں یا دوستانہ تعلقات عدالت کے اجرامیں رکاوٹ نہ بن جائیں۔

لهذاایک جگه فرمایا ب:

وَلَا يَجْرِ مَنَّكُمْ شَنَانُ قَوْمٍ عَلَى آلَّا تَعْدِلُوْا ﴿ اِعْدِلُوْا ﴿ هُوَاَقُرَبُ لِلتَّقُوٰى ﴿ وَاتَّقُوا لِينَ: ''اور كَى گروه كى دَّمَىٰ تهميں ترك عدالت كى طرف نہ لے جائے ، عدل كروكه وه پر ميز گارى كے زياده قريب ہے۔'' تَا

اس کے مقابلے میں عدل وانصاف پر دوئتی کے اثر انداز ہونے کے سلسلے میں یول خبر دار کرتا ہے:

يَاكَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوا كُوْنُوا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ يِلْهِ وَلَوْ عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللهُ اَوْلَى جِهَا الله

یعنی:''اے ایمان والو! مکمل طور پرعدالت کے ساتھ قیام کرو، خدا کے لئے گواہی دواگر چیہ بیخود تبہارے

🗓 ما ئده / ۲۳

ا ما کده/۸

کئے یا تمہارے والدین کے لئے یا تمہارے اقرباء کے لئے نقصان دہ ہی کیوں نہ ہو، کیونکہ اگروہ غنی یا فقیر

ہوں تو خداحق رکھتا ہے کہان کی جمایت کرے۔'ا

یتیموں کی حمایت، اُن کیس معاملات پر گہری نظارت اور جب تک وہ بڑ نے نہیں ہوجاتے اُن کی سرپر تی اور اُن کے اموال کی یک کچھ بھال کے بارے میں قر آن کی مکررتا کید ہے بھی پیرمسکلہ مزید واضح ہوجا تا ہے۔لہذاایک مقام پر فر مایا:

وَأَنْ تَقُوْمُوا لِلْيَتْلَى بِإِلْقِسُطِ ا

لعنی:''اوریتیموں کے ساتھ عادلانہ برتاؤ کرو۔'' 🖺

اس سے بھی اہم بات بیر کہ ایک دوسرے مقام پریتیموں کی حفاظت وحمایت کوتو حیداور دوسرے انسانی مسائل کی صف میں قرار دیتے ہوئے فرمایا:

لَا تَعْبُدُونَ إِلَّا اللهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِى الْقُرُبِى وَالْيَتْمَى وَالْمَسْكِيْنِ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَاقِيْهُوا الصَّلُوةَ وَاتُوا الزَّكُوةَ اللَّالِ لَوَالْمَاسِ عُسْنًا وَاقْتُهُوا الصَّلُوةَ وَاتُوا الزَّكُوةَ اللَّالَةِ عَلَى الْعَلْمَ اللَّهُ عَلَى اللَّالِ اللَّهُ عَلَى اللَّالِ اللَّهُ عَلَى اللَّهُ اللَّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ اللّهُ عَلَى اللّهُ اللّهُ الل

لینی:''(اوروہ وقت یا دکروکہ ہم نے بنی اسرائیل سے عہدلیا کہ )تم خدائے یگانہ کے سواکسی کی عبادت نہیں کروگے اور لوگوں سے اچھے پیرائے کروگے اور لوگوں سے اچھے پیرائے میں بات کروگے نیز نماز قائم کروگے اور زکو قادا کروگے۔''ﷺ

قابل ذکریہ کہ یہاں انسانی حقوٰق سے تعلق رکھنے والے پانچ انسانی احکام کواسلام کے اہم ترین دولائح ممل کے درمیان رکھا ہے کہ جواعتقادی اورعملی لائح ممل، یعنی ؛تو حیدونماز کہلاتے ہیں ۔

#### چهارم: امن وامان اورآ زادی کاامتمام

ہر پہلو سے عقید ہے کی آ زادی اورانسان کی آ زادی اورامن وامان اُن اہم ترین مسائل میں سے ہے کہ جس کوقر آنی قوانین میں مدنظر رکھا گیا ہے،لہٰذاایک مشہور آپیرمجیدہ میں فرمایا:

ٳػٚڗٳٷڣۣٵڵڐؚؠؙؽؗ؞ٚۊؙؙؙۜڶڗۜؖڹؾۜؽٵڵڗؙۺؙؙؙؙؙڡؚؽٵڵۼؾۣ؞

یعنی: '' دین قبول کرنے میں کوئی جروا کراہ نہیں ہے ( کیونکہ ) صحیح راستہ ٹیڑھے راستے سے جدااورآ شکار ہو چکا

الآنساءر ۱۳۵

تانیاه ۱۲۷

۩ بقره ر ۸۳

ے۔''ا

ایک دوسری جگہانسانی قید و بند کی زنجیریں توڑنے کورسول اللہ سلٹٹیآییلم کی بعثت کے اہم ترین مقاصد میں سے شار کرتے ہوئے فرمایا:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلَلِ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ا

یعنی: ''اوروہ ان کے کا ندھوں سے بوجھ ہٹا تا ہے اور ان تمام طوق وسلاسل کو ان سے الگ کرتا ہے۔' آتا ایک دوسری جگہ ایما ندارلوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

يعِبَادِي الَّذِينَ امَّنُوٓ اللَّهِ ارْضِي وَاسِعَةٌ فَالِيَّايَ فَاعْبُدُونِ ﴿

لینی:''اے میرے بندو جوایمان لائے ہو! میری زمین وسیع ہےتم میری ہی عبادت کرو(اور ڈنمن کے دباؤمیں ہرگز نہآ ؤ)'' ﷺ

قر آن مجید میں''اصحاب اخدود''کے بارے میں ایک عجیب واقعہ آیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جونیک وصالح اورایماندارلوگوں کو اُن کے عقیدے کی وجہ سے اذیت وآزار پہنچاتے ہوئے آگ سے پُرگڑھوں میں بھینک دیتے تھے۔ان کے بارے میں قر آن مجید فرما تا ہے: اذیت وآزار پہنچانے والے بیلوگ عقیدے وایمان کی آزادی سلب کرنے کے لئے ایسے کام کرتے تھے،اس کے بعدان کے لئے شدیدترین عذاب الٰہی بیان کرتا ہے:

إِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنْتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوا فَلَهُمْ عَلَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ أَ

یعنی:'' وہ لوگ جنھوں نے صاحب ایمان مردوں اورعورتوں پرتشدد کیا اور پھرتو بہنہیں کی، ان کے لئے ۔ دوزخ کاعذاب ہےاورآ گ کا جلانے والا عذاب ہے۔'' ﷺ

قر آن مجید''امن وامان'' کواس قدر بڑی نعمت شار کرتا ہے کہ اُسے ہر چیز پر مقدم جانتا ہے۔اس لئے جب حضرت ابرا ہیم خلیل - کہ چیسی خشک وگرم اور ہے آب و گیاہ سرز مین میں داخل ہو کرخانہ کعبہ کی بنیا در کھتے ہیں، توقر آن کہتا ہے: اُنھوں نے اللہ تعالیٰ سے اس سرز مین کے ساکنین کے لئے جو چیز سب سے پہلے طلب کی وہ امن وامان کی نعمت تھی۔

القره/۱۵۲

🖺 اعراف ر ۱۵۷

۩ عنكبوت ر ٥٦

🖺 بروج را•

195

www.kitabmart.in

رَبِّ اجْعَلُ هٰنَا بَلَدًا أُمِنَا وَارُزُقُ آهٰلَهُ مِنَ الشَّهَرْتِ

ایک دوسری جگه یهی مطلب دوسرےالفاظ میں نقل ہواہے: .

رَبّ اجْعَلْ هٰنَا الْبَلَدَامِنَا وَاجْنُبْنِي وَيَنِيّ أَنْ نَّعُبُدَ الْأَصْنَامَ اللَّهِ

۔ لینی:'' پروردگارا!اسشہ( مکہ) کوشہرامن قرار دےاور مجھےاور میری اولا دکو بتوں کی پرستش سے دورر کھ۔ ''آآ

پہلی آیت میں امن وامان کی نعت کومعاشی مسائل سے پہلے جبد دوسری آیت میں توحید سے پہلے ذکر کیا ہے۔ گو یا بیاس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بغیرامن وامان کی بغیر نہ نامنی دین پڑکل ہوسکتا ہے اور نہ دنیا پر حتیٰ قر آن مجید نامن وامان کو قل وغارت سے بھی بدتر سجھتا ہے اور کہتا ہے:''وَالْمِوْتُونَةُ أُشَکُّ مِنْ الْقَتْلِ'' لیخی:''اور فتنہ (ناامن وامان ) قتل سے بھی بدتر ہے۔'' (بقرہ ۱۹۱۷) اگر چہ فتنے کے بہت سے معانی ہیں (مثلاً شرک، اذیت و آزار اور فساد وغیرہ ) کیکن بعید نہیں کہ مذکورہ بالا آیت کا مفہوم اس قدروسیع ہو کہ جوان تمام معانی کوشامل ہوجائے، بنابریں معاشر سے میں ناامنی اور فساد پیدا کرنا خون خرا بے سے کم نہیں ہے چونکہ یہی چیز جہاں خون خرا ہے کی بنیاد ہے وہاں دوسری خرابیوں کی بھی جڑ ہے۔

ینکتہ بھی قابل ذکر ہے کہ اسلام میں ایک ایساامن وامان مدنظر رکھا گیا ہے جود نیا کے کسی بھی قانون میں نہیں ہے اوروہ لوگوں کی عزت وآبرو کا امان میں ہونا ہے۔ یہاں تک دوسرول کے افکار کے حوالے سے بھی اس کی رعایت کی گئی ہے۔ واضح الفاظ میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اسلام بھی بھی اجازت نہیں دیتا کہ کوئی مسلمان دوسرول کے بارے میں بد گمانی اورسو پخن رکھے اور اپنے ذہن اورسو پچ میں بھی دوسرول کی آبر دو حیثیت کوخراب کرنے کی سعی کرے۔ سورہ حجرات کی آبیت نمبر ۱۲ میں ہم پڑھتے ہیں:

يَآيُّهَا الَّذِينَ امَنُوا اجْتَذِبُوْا كَثِيْرُا مِّنَ الظَّيِّ لِلصَّبَعْضَ الظَّيِّ إِثْمُ وَّلا تَجَسَّسُوا ''اے ایمان لانے والو! بہت ہے گمانوں سے پر ہیز کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں، ہرگز (دوسروں کے کاموں میں) تجسس نہ کرو'' (حجرات ۱۲)

اسلام چاہتا ہےاسلامی معاشرے میں مکمل طور پرامن وامان برقر ارر ہے، نہ فقط لوگ ایک دوسرے کےاو پرحملہ نہ کریں بلکہ زبان سے اوراس سے بھی بڑھ کرسوچ وفکر کے لحاظ سے بھی مکمل امن میں رہیں۔ ہرشخص کواس بات کا احساس ہو کہ کوئی بھی اپنے اذہان

<sup>∐</sup> بقره ر۲۱۱

<sup>🖺</sup> ابراہیم ۱۳۳

اورسوچوں میں بھی کسی طرف تہمت کے تیز ہیں بھینک رہا۔اس قسم کی کامن وامان ایک مومن معاشر سےاور اسلامی قوانین کےعلاوہ کہیں اورممکن نہیں ہے۔

قابل توجہ بات ہیر کہ بہت سے گمانوں سے نہی کی گئی ہے،لیکن اس کی علت بیان کرتے وقت کہا گیا ہے: صرف بعض گمان گناہ بیں۔الفاظ میں بیفرق اس وجہ سے ہوسکتا ہے کہ دوسرول کے بارے میں بڑے گمان بھی واقعیت رکھتے ہیں اور بھی خلاف واقع ہوتے ہیں۔ چونکہ گمان کی دوسری قسم گناہ ہے،لہذا ہرقسم کے بڑے گمان سے پر ہیز کیا جائے۔اسی لئے اس کو'' گیٹیرًا امِّنُ انظَّن' سے تعبیر کیا گیا ہے۔جس سے دوری کرنا ضروری ہے۔

آخری نکتہ یہ کہاسلام نے اس حد تک اسلامی معاشروں کے اندرامن وامان کواہمیت دی ہے کہا گر داخلی لڑائی جھگڑوں میں صلح پیندانہ طریقے کارگر ثابت نہ ہوں تو ایسے مواقع پر طاقت اورانتظامی قو توں سے کام لینے کو جائز قرار دیا گیا ہے۔اس سورۂ حجرات کہ جو در حقیقت سورۂ امن وامان ہے،کی آیت نمبر 9 میں آیا ہے:

وَإِنْ طَآبِفَتْنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ۚ فَإِنَّ بَغَتُ إِحْلِىهُمَا عَلَ الْأُخُرِى فَقَاتِلُوا الَّتِيُ تَبْغِيُ حَتَّى تَفِيِّءَ إِلَى آمْرِ اللهِ ۚ فَإِنْ فَآءَتُ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَلُلُ وَاقْسِطُوْا ﴿إِنَّ اللهُ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞

''اورجس وقت مونین کے دوگروہ آپس میں نزاع اور جنگ کریں تو ان کے درمیان صلح کرا دیا کرو پھراگر ان میں سے ایک دوسر بے پرزیادتی کر ہے توجس نے زیادتی کی ہے تم بھی اس کے ساتھ جنگ کرویہاں تک کہوہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر جب وہ لوٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے مطابق صلح کرا دواور انصاف سے کام لوکیونکہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے''۔ (حجرات مرو)

اس کے الفاظ میں غور وفکر کیا جائے تو اس کا ہر فقر ہ، بہترین صلح آمیز طریقوں اور اُن کے کارگر نہ ہونے کی صورت میں طاقت اور قوت سے ہوشم کی ناامنی کوختم کرنے کے لئے ایک عمیق لائح عمل دے رہا ہے۔ واضح ہے کہ اس آیت کا مخاطب پورا اسلامی معاشرہ یا دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت ہے۔

## پنجم : مختلف تُو یٰ کے نفاذ کی ضمانت

دنیا کے قوانین فقط کاغذ کے صفحات پر سیاہی کی کئیریں ہی ہیں، اُن کی اگر کوئی ذاتی حیثیت ہے بھی توصر نے پندونفیحت سے زیادہ نہیں۔دوسر سے الفاظ میں بیتوانین فقط ذہنی اور فکری پہلور کھتے ہیں اوراپنی اجتماعی قدر وقیت حاصل کرنے کے لئے انہیں ایک الیم پشت پناہی کی ضرورت ہے جومعا شرے کے افراد کی طرف سے ان کی پیروی کرنے کی صورت میں ہی فراہم ہوسکتی ہے۔ یہ پشت پناہی وہی چیز ہے جیے''ضامن اجرا' یا''ضانت اجرائی'' کہتے ہیں۔استمہیدسے اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا کہ ایک قانون کی قدر وقیمت، اُس

کےنفاذ کی ضانت کی قوت وطاقت پرموقوف ہے۔

جس قدر کسی قانون کی اجرائی ضانت قوی اورعاد لانہ ہوگی ،اسی قدراس قانون کی اجتاعی قدرومنزلت بھی زیادہ ہوگی۔ بہت سے قوانین کی اجرائی ضانت کی وجہ سے معاشرے میں پچھ نقصانات پیدا ہوجاتے ہیں اوراس کے نافذ کرنے میں مشکلات ہوتی ہیں۔ اوقات کسی قانون کواجرا کرنے سے نزاع ، بدگمانی اور بےاعتادی پیدا ہوجاتی ہے یا قانون کو بختی کی صورت میں پیش کیاجا تا ہے جوخودایک بڑانقصان ہے۔

اگر قانون کے اجراء کی صفانت،معاشر ہے کی ثقافتی ،اخلاقی اور جذباتی بنیادوں پراستوار ہوتواس میں مذکورہ عیوب میں سے کوئی مجھی عیب نہیں ہوگا۔ آج دنیاا پنے قوانین کو اجرا کرنے کے سلسلے میں بہت سخت مشکلات کا سامنا کر رہی ہے۔ان مشکلات کے پیدا ہونے کی بڑی وجدان قوانین کے اجراء کی صفانت ایک طرف جسمانی اور نقدی سزاؤں کے سوااور پچھنیں اور دوسری جانب المناک جرائم اور قتل وغارت کے مقالے میں بھی بھانی جیسی سخت سز ائیں نہیں دی جاتیں۔

اندرونی اورجذباتی طور پر توانین کے اجراء کی صانت ہے محروم ہونااور عملی طور پر توانین کے اجراء میں کمزوری وضعف دکھانے کے سبب روز بروز قانون شکنی ،خلاف ورزی اور قوانین سے بے اعتنائی پوری دنیا میں عام ہور ہی ہے۔جس کی سب سے بڑی علامت مختلف مما لک میں دن بدن عدالتی نظام میں وسعت اور قیدخانوں میں اضافہ ہے۔ان حالات کوہم'' اجرائے قوانین کی صانت کے بحران'' کا نام دے سکتے ہیں ،اس کے بہت ہی خطرناک نتائج نکل سکتے ہیں اورانسانی معاشروں کواس کی بھاری قیمت اداکرنی پڑر ہی ہے۔جس کے شواہد ترتی یافتہ ترین صنعتی مما لک میں بھی دیکھے جارہے ہیں۔

موجودہ دنیا میں قوانین کے اجراء کی صانت کا ایک دوسرا بڑانقص فقط سزاؤں پرانھمار کرنااور قانون کے مثبت طریقہ سے نفاذ سے لیعنی ؛ اجروثواب سے محروم ہونا ہے۔انسان'' جاذبہ ودافعہ'' پر مبنی قوتوں کا ایک معجون ہے یا دوسر سے الفاظ میں منافع کو پہند کرنا اور نقصان سے بچناانسان (کی فطرت) میں ہے۔قوانین کے نفاذ کے لئے ان دونوں پہلوؤں سے مدد لینی چاہیے، جبکہ آج کی دنیا میں فقط نقصان سے بچنے ہی کواہمیت دی جاتی ہے، وہ بھی بہت محدود سطح پر۔ کیونکہ مادی دنیا کے پاس کوئی الی چیزنہیں ہے جو قانون پڑمل کرنے والے شخص کو بعنوان اجروثواب اداکی جاسکے۔

ای تمہید کے ساتھ ہم'' قرآن کے توانین میں نفاذ کی ضانت' کے مسلے کی طرف لوٹتے ہیں جس میں ہم دیکھتے ہیں کہ بی توانین قوی ترین اور جامع ترین ضانت اجرائی کے حامل ہیں اور بیامتیاز فقط انہی (قرآنی) قوانین کوہی حاصل ہے۔قرآن میں قوانین کے اجراء کی تین طرح کی ضانتیں دی گئی ہیں:

ا۔اسلامی حکومت کے ذریعے قوانین کے نفاذ کی صانت۔

۲ عمومی نظارت کے ذریعے قوانین کے نفاذ کی ضانت۔

سر-اندرونی اور ذاتی ضانت یا دوسرےالفاظ میں ،اسلام کے اخلاقی وجذباتی بنیا دوں پراعتقا داورایمان۔

پہلے نمبر پر اسلامی حکومت کی ذ مہ داری ہے کہ وہ ہرفتہم کی قانون شکنی اور خلاف ورزی کے مقابلے میں قاطعانہ روبیہ اختیار کرے۔ پیغیبراکرم صلّ اللّٰ ہے نہ بینہ کی طرف ہجرت اور رکاوٹوں کے ختم ہوجانے کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا، وہ اسلامی حکومت کی تشکیل اور قوانین اسلام کی تشریح کا کام تھا، جس کی خلاف ورزی کو گناہ اور قابل مئواخذہ سمجھا جاتا تھا۔ آپ نے قرآن کے قوانین کو الٰہی حدود قرار دیا اور جو بھی ان حدود سے تجاوز کرتا، اس کے لئے سزائیں مقرر کر دی گئیں تھیں۔ایک جانب سے خلاف ورزی کرنے والوں کو ظالم قرار دیتے ہوئے فرمایا:

«وَمَنْ يَتَعَلَّ حُنُودَ اللهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُون "

یعنی: '' پیرحدود (اورخدانی سرحدیں) ہیں ان سے تجاوز نہ کرواور جو شخص ان سے تجاوز کرے تو وہ ظالم ہے۔'' 🗓

دوسری جانب سے ظالموں کے خلاف جدوجہد کی تاکید فر مائی۔جب قر آن فرما تا ہے:''ہم نے اپنے رسولوں کو واضح دلائل دے کر بھیجا ہے اور ان پر اپنی (آسانی) کتاب اور میزان نازل فرمائے تاکہ لوگ عدل وانصاف قائم کریں'۔(حدیدر ۲۵) اس کا مطلب یہ ہے کہ خود پنجم براسلام سلیٹیآلیٹر پر کہ جو خاتم انبیاء ہیں، دوسروں کی نسبت بیذ مہداری زیادہ عائد ہوتی ہے۔ بیسب باتیں ایک طرف اور دوسری جانب اُمت اسلام کے ہر شخص کو الہی قوانین پر تگرانی کی ذمہ داری سونبی گئی ہے۔ اور سب لوگوں پر''امر بالمعروف اور نہی عن المنکر'' کا فریضہ عائد کیا گیا ہے تاکہ دہ قوانین الٰہی کی خلاف ورزی کے مقابلے میں بے اعتمالی نہ دکھا نمیں۔ ایک جگہ فرمایا ہے:

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنْتُ بَعْضُهُمُ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ مِيَّامُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَر وَيُقِيْمُونَ الصَّلُوةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكُوةَ وَيُطِيْعُونَ اللهَ وَرَسُولَهُ الْمَاءَ

''ایماندار مرداورایماندار عورتیں ایک دوسرے کے ولی (اور مددگار) ہیں۔ وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کاموں سے روکتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکو قدیتے ہیں اور اللہ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔''آ

ان دوفرائض کی اہمیت اس قدر ہے کہ مذکورہ بالا آیت میں ان دونوں (امر بالمعروف اور نہی عن المنکر) کونماز، زکو ۃ اور خدا ورسول کی اطاعت پرمقدم کیا گیا ہے۔ کیونکہ جب تک قوانین کے نفاذ پر بیرنظارت نہیں ہوگی، نماز وزکو ۃ اوراطاعت کی بنیادیں بھی لرزتی رہیں گی۔ایک اور مقام پرراہ خدا کے مجاہدین کی صفات بیان کی جاتی ہیں، وہ مجاہدین جواپنی جان ومال کوراہ خدامیں فروخت کر دیتے ہیں اوراس کے عوض جنت خریدتے ہیں۔ان سے مختص حیرصفات بیان کرنے کے بعد قر آن مجید فرما تا ہے:

الْامِرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحِفِظُونَ لِحُنُودِ اللهِ ا

<sup>∐</sup> بقره ر ۲۲۹

<sup>🆺</sup> توبهرا ک

یعنی: ''نیکی کاحکم دینے والے، برائی سے رو کنے والے اور اللہ کی حدود (اور سرحدوں) کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''آ

قابل توجہ یہ کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مختلف مراحل ہیں جونصیحت اور دوستا نہ واعظ وارشاد سے شروع ہوکر شدت عمل کے مرحلے تک جا بہنچتے ہیں۔ان کو دوحصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ایک حصہ سب کے لئے ہے جبکہ دوسرا حصہ الہی حکومت کی زیرنگرانی ایک خاص گروہ کے سپر دکیا گیا ہے۔اسی تقسیم کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

وَلْتَكُنَ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّلْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْبَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِّ وَأُولَيِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

لین: ''تم میں سے ایک جماعت الیمی ہوجو بھلائی کی باتوں کی طرف دعوت دینے والی ہو، وہ نیکی کا حکم دے اور برائی سے روئے، بلاشیہ ایسے ہی لوگ کا میانی حاصل کرنے والے ہیں'' 🎬

واضح ہے کہ جواُمت قوانین پرتگرانی کوایک عمومی فریضہ تھجھے اورمعاشرے کے تمام افراداس سلسلے میں ذمہ داری کا احساس کریں تو اُن کے درمیان قانون کاایک خاص احترام ہوگا اوروہ اپنے موقع پرنفاذ ہو سکے گا۔عمومی نگرانی کے مرحلے کے بعداحسن طریقے سے قوانین کے نفاذیراندرونی،نفسیاتی،نظریاتی اورضمیر کی نظارت کا مرحلہ پیش آئے گا کہ جس کی قدرت اور قوت سب سے زیادہ ہوگی۔

#### مبداء برايمان

جوالله برحال میں حاضروناظر ہے اورخودانسان سے زیادہ اُس کے نزدیک ہے: 'وُو نَحُنُ أَقُوَ بَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَدِيدِ''یعنی: ''اور ہم تواس کی شدرگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں' (قر ۱۷) وہ اللہ کہ جو خیانت کارا آنکھ کی ہر حرکت کود کھر ہاہے اور سینوں کے اندر چھے رازوں سے آگاہ ہے:

"يَعْلَمُ خَائِنَةَ اللَّاعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّلُورُ"

یعنی:'' وہان کی آنکھوں کوبھی جانتا ہے جوخیانت کرتی ہیں اور جو کچھ دل چھپاتے ہیں ان سے بھی باخبر ہے''<sup>™</sup> وہ خدا جس نے زمین، زمان اور پہائنک کہانسان کے اعضائے بدن کواُس کے اویرنگران بنایا ہے جواس کے شاہد و گواہ ہیں۔

٨

<sup>🏻</sup> توبه 🗥

<sup>🖺</sup> آل عمران ر ۱۰۴

<sup>🖺</sup> غا فررا ۹

ت سورهٔ زلزله: ۴، یس: ۲۵، نور: ۲۴

### قيامت جيسى عظيم عدالت يرايمان

اگرانسان کے نامہاعمال میں ایک ذرے کے برابر بھی نیک یا بُرا کام ہوگا، وہ اس کے سامنے حاضر ہوجائے گا اور وہ اس کا اجروثواب اور سز اوعذاب دیکھے لےگا:

فَمَنُ يَتَعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا لَيَّرَهُ ۞ وَمَنْ يَتَعْمَلُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِشَرَّا اتَيْرَهُ۞ لينى:'' پس جس شخص نے ایک ذرہ بھر بھی اچھا کام انجام دیا ہوگاوہ اسے دیکھے گااور جس نے ایک ذرہ کے برابر براکام کیا ہوگا، وہ اسے دیکھے گا۔ <sup>[1]</sup>

تو حیدوقیامت پرایمان کے اثرات کو منعکس کرنے والے نمونے فقط یہی نہیں ہیں، بلکہ قرآن مجید کی آیات میں اس قسم کے سینکڑ وں نمونے موجود ہیں۔جن پرعقیدہ اور ایمان قوانین الہی کے نفاذ کا بہترین ضامن ہے۔کتنافر ق ہے اس شخص میں کہ جو فقط فوجی اور انتظامی قوتوں کے زیر نظر ہوتا ہے کہ جن کی تعدا دایک ہزار سے بھی کم ہے اور دوسروں کے اعمال پرنگرانی کے سلسلے میں بہت زیادہ محدودیت رکھتی ہیں اور پھر جن کے لئے عمومی مقامات اور گھروں میں داخل ہونے کے لئے خصوصی اہتمام کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس کے مقابلے میں وہ شخص ہے جو ہر جگہ اور ہر حال میں بغیر کسی استثناء کے اپنے آپ کوعلم خدا اور اس کے فرشتوں کی دائمی گرانی میں دیکھتا ہے اور اس بات کا معتقد ہے کہ اس کے اردگر در ہنے والی تمام مخل<mark>وق جتی</mark> اس کے بدن کی کھال بھی اُس کے اعمال کو اپنے اندر محفوظ کر رہی ہے اور ایک مناسب موقع پر اُنہیں آشکار کر دے گی ۔قوانین کے اجراء کی بیر ضانت ایک ایسی چیز ہے جو مادی دنیا میں ہرگز پیدانہیں ہوسکتی ۔

اسی لئے قوانین کی دوسری اجرائی ضانتیں کبھی بھی قانونی خلاف ورزیوں کی روک تھا منہیں کرسکیں۔ جبکہ پنجمبراسلام می کی حیات مبار کہ کے ذمانے جیسے حقیقی مذہبی ماحول میں قانون کے اجراء کا پیضامن بہت زیادہ فعال تھااوراس دور میں قانونی خلاف ورزیاں بہت ہی ممارکہ کے زمانے جیسے حقیقی مذہبی ماحول میں قانونی خلاف ورزیاں بہت ہی تھیں۔اس زمانے میں کوئی بھی قید خانہ نہیں تھا، بہت کم عدالت لگائی جاتی تھی، فقط بعض اوقات کچھا فراد مسجد میں پنجمبرا کرم گی خدمت میں آتے اورا پنے جھاڑے کو پیش کرتے تھے اورا پنے جھاڑے کو پیش کرتے تھے اورائسی جگہ وہ اپنے دعولی کا جواب س لیتے تھے۔اس دور میں بھی مذہبی معاشروں میں خصوصاً مذہبی ایام میں (مثلاً ہمارے ملک میں ماہ رمضان میں ) جرائم اور قانونی خلاف ورزیوں کی تعداد بہت کم ہوجاتی ہے۔

## ششم:معنوی قدروں کااحیاء

۔ چونکہ انسان مادیت اورمعنویت اورجسم وروح سے مرکب ہے۔لہذا اس کی زندگی بھی دوحصوں پرمشتمل ہے: مادی زندگی اور معنوی زندگی لیکن مادی دنیا کے تمام قوانین میں فقط مادی قدروں ہی کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔اُن کے نز دیک جوکام بھی معاشرے کے مادی 201

امور کے لئے مصر نہیں، وہ جائز ہے۔اسی لئے اُن کی جانب سے بہت سے ایسے شرمناک قوانین کی منظوری دی گئی ہے کہ جن کو یہاں ذکر کر نا بھی نفرت انگیز ہے۔

حالانکہ (مادیت ومعنویت) کوجدا کرنا نہ صرف انسان کی بلند مرتبہ شخصیت کوخراب کرتا ہے، بلکہ اس کی مادی قدروں کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے چونکہ ان دونوں کوایک دوسرے سے جدا کرناعملاً ناممکن ہے۔لیکن قرآن چونکہ انسان کی خلقت وفطرت کے ساتھ ہم آ ہنگ ہےلہٰذا اُس کی مادی قدروں کو بھی مدنظر رکھے ہوئے ہے اوراس کی معنوی قدروں کو بھی۔

جبرفق حیات کے انتخاب کی بات ہوتی ہے تو قر آن فرما تا ہے:

ٱلزَّانِىٰ لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً اَوْمُشْرِكَةً ﴿ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّازَانِ اَوْمُشْرِكُ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۞

لینی: ''زانی مردصرف زانی یامشرک عورت سے نکاح کرتا ہے اور زانی عورت صرف زانی یامشرک مرد سے نکاح کرتی ہے، اور میکا مومنین پرحرام کیا گیاہے'' 🗓

نیز بیرهی فرما تاہے:

قُلُ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللهَ يَالُولِى الْاَلْمَابِلَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۚ

یعنی:'' کہہ دو کہ پاک وناپاک (مجھی) برابرنہیں ہوسکتے اگرچہ ناپاکوں کی کثرت مجھے بھلی معلوم ہو، اللہ(کی مخالفت) سے پر ہیز کرو،ا بےصاحبان عقل وخرد تا کہتم نجات یاؤ'' 🏻

واضح ہے کہاس آیت میں خبیث وطیب یا تومعنوی پاکی ونا پا کوظا ہر کرتا ہے یا پھر کم از کم عام ہے،اور مادی ومعنوی ہر دوکوشامل

ہے۔

بنابرین آلودگیوں کی زیادتی اورنا پا کیوں کی فراوانی اُن کی مشروعیت وحقانیت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ بیمسکاہ خصوصاً عورتوں کے ساتھ از دواج سے متعلق قوانین واحکام میں بہتر انداز میں شخص ہوتا ہے کیونکہ بہت دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ظاہری اور معنوی خوبیاں دومتضاد پہلوؤں سے سامنے آجاتی ہیں۔ظاہری خوبصورتی ، باطنی آلودگی کے ساتھ اور باطنی حُسن ،ظاہری بدصورتی کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے ، یہاں پر قرآن باطنی جمال اور روح ونفس اور اخلاق وایمان کی خوبصورتی کے پلڑے کو بھاری شجھتے ہوئے فرماتا ہے :

وَلا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكْتِ حَتَّى يُؤْمِنَ ﴿ وَلاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ أَعْجَبَتْكُمْ ﴿

🗓 نورر ۳

<sup>ل</sup> ما کده را • •

وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتَّى يُؤْمِنُوا ﴿ وَلَعَبْلٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ﴿ الْوَلَمِكُ مُ اللَّهُ مِن اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ أَلَا لُكِنَّةِ وَالْمَغْفِرَ قِبِإِذْنِهِ ﴾ وَاللَّهُ يَلُعُوا إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَ قِبِإِذْنِهِ ﴾

'' مشرک اور بت پرست عورتیں جب تک ایمان نہ لے آئیں ان سے نکاح نہ کروا یما ندار کنیزیں آزاد بت پرست عورتیں بت پرست مردول پرست عورتوں سے بہتر ہیں اگر چہان کی زیبائی تمہیں بھلی معلوم ہوتی ہواور اپنی عورتیں بت پرست مرد سے بہتر ہے سے نہ بیا ہوجب تک وہ ایمان نہ لے آئیں ایک صاحب ایمان غلام ایک بت پرست مرد سے بہتر ہے اگر چہوہ تمہیں اچھا ہی لگے وہ لوگ تو آپ کو (جہنم کی) آگ کی دعوت دیتے ہیں جبکہ خدا جنت اور اپنے تکم کے ذریعے بخشش کی دعوت دیتے ہیں جبکہ خدا جنت اور اپنے تکم کے ذریعے بخشش کی دعوت دیتے ہیں جبکہ خدا جنت اور اپنے تکم

افسوس کے ساتھ آج کی دنیا میں معاشرتی قوانین اور قواعد وضوابط بنانے میں معنوی قدروں کونظر انداز کرنا بہت سی بے اعتدالیوں کا سبب ہے،لیکن اُن لوگوں کے پاس اس قسم کی معنوی قدروں کا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے۔ چونکہ ان قدروں کے احترام پر مبنی ایک معنوی نظریہ حیات قبول کئے بغیران قدروں کوقبول کرنا ناممکن ہے اور جس تک آج کی مادی دنیا کی رسائی مشکل ہے۔

لہذاا تفا قاً موجودہ دنیا کے قانونی متون میں حقوق انسانی جیسی بعض معنوی قدریں اگرنظر آتی بھی ہیں تو وہ بھی مسلسل مختلف تبصروں کی زدمیں رہتی ہیں اورغلط مادی استفادوں کی تاویل کے لئے ایک ہتھی<mark>ا راور انسانی فطرت کےموافق اصولوں سے فائدہ اُٹھانے</mark> والے ناجائز مقاصد پریردہ ڈالنے کی حیثیت رکھتی ہیں۔

#### هفتم: ثابت ومتغيراً صول

ہم سب جانتے ہیں کہ پوری دنیا کے مسلمان قرآن اور مسلّمہ اسلامی احادیث کی روشنی میں پیغیبراسلام سلّ اللّیایِ کوخاتم الانبیاء اور دین اسلام کوایک ابدی دین جانتے ہیں۔اور اس عقید ہے کو قبول کرتے ہوئے ایک اہم مسئلہ پیش آتا ہے۔وہ یہ کہ انسانوں کی اجتماعی زندگی میں تبدیلی واقع ہونے کی وجہ سے یہ کیسے ممکن ہے اس کے احکام وقوا نین ہمیشہ ثابت اور دائمی حیثیت سے رہیں۔لہذا تبدیل ہونے والی ضروریات کس طرح ثابت و دائمی قوانین کے ساتھ پوری ہوسکتی ہیں۔

قر آنی قوانین نے اس بڑی مشکل کواس طرح حل کیا ہے کہ ہم ان قوانین میں دوا ہم حصے دیکھتے ہیں:ایک کلی قوانین کہ جن کی بنیاد ثابت و ہمیشہ باقی رہتی ہے کیکن اُن کا مصداق اور موضوع زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتار ہتا ہے۔

دوسرا خاص قوا نین جنہیں اصطلاحاً جزئی قوانین کہتے ہیں، جن میں کسی قشم کی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔مزید وضاحت یہ کہ سورہ مائدہ کے شروع میں ایک آیت میں مومنین کومخاطب کرتے ہوئے فرمایا گیاہے:

#### ﴿يَاكُمُاالَّذِينَامَنُوْآاَوْفُوا بِالْعُقُودِ»

لعِن: ''اے ایمان والو! اپنے عہد و پیان (اور قول وقرار) پورے کرؤ''

یہ ایک کلی اصول اور قاعدہ ہے جو تمام زمانوں اور صدیوں میں کار فرمار ہاہے، اگر چہاں کا موضوع اور مصداق تبدیل ہوتار ہتا ہے۔ مثلاً زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے درمیان جدید قانونی تعلقات اور نئے معاہدے ہوتے رہتے ہیں جونزول قرآن کے زمانے میں نہیں تھے۔ مثلاً اُس زمانے میں'' بیمہ'' (انشورنس) نام کی کوئی چیز نہیں تھی یا مختلف قسم کی شراکتی کمپنیاں بھی نہیں تھیں کہ جوآئے دن ضرورت کے مطابق اس زمانے میں بیدا ہور ہی ہیں۔

لیکن ایک کلی قانون اور قاعدہ لوری طرح ان کوبھی شامل ہے اور اس دنیا کے خاتمے تک ضرورت کے مطابق ہرفتیم کے جدید معاہدے، قسم قسم کے معاملات، بین الاقوا می عہدو پیمان جواسلامی معاہدوں کے کلی اصول وقواعد کے مطابق ہیں، اسی اصول پر مشتمل ہوں گے۔اسلام میں بطور کلی اور قرآن میں بالخصوص اس قسم کے قوانین بہت زیادہ ہیں۔سورۂ حج کی آیت نمبر ۷۸ میں آیا ہے:

"وَمَاجَعَلَ عَلَيْكُمُ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرِّجٍ"

لعنی:''اوروه دین می*ن تم پرمشقت طلب بو جهن*هیں ڈال<mark>تا''</mark>

بنابریں اگر کوئی اسلامی حکم اور فریضہ خاص حالات میں غیر معمولی طور پر باعث مشقت ہوجائے تو خود بخو داس کا واجب اور ضروری ہوناختم ہوجا تا ہے۔ سخت حالات میں وضو کرنا، تیم میں تبدیل ہوجا تا ہے، مجبوری کی صورت میں نماز کھڑے ہو کر پڑھنے کے بجائے بیٹھ کر پڑھی جاسکتی ہے، اسی طرح بیٹھ کر پڑھی جانے والی نماز، لیٹ کر پڑھی جاسکتی ہے، روزہ کوقضا کی صورت میں تبدیل کیا جاسکتا ہے اور ایسے ہی حالات میں جج ساقط ہوسکتا ہے۔

قر آن کی بہت ہی آیات میں بعض خاص مواقع پر'' قاعدۂ لاضرر'' کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔جس سے پتا چلتا ہے کہ جو چیز ضرروزیان کا سبب بنتی ہے،اس سے منع کیا گیا ہے۔اسی طرح وہ تمام اسلامی احکام وقوا نین جو تھم عام کی شکل میں بیان ہوئے ہیں،ضرراور نقصان کی صورت میں محدود ہوجاتے ہیں۔قر آن مطلّقہ عورتوں کے بارے میں فرما تا ہے:

"وَلا تُضَارُّوهُنَّ"

يعنى:اورانھيں ضررنه پہنچاؤ۔' 🗓

ایک دوسری جگه کهتاہے:

<u> ﴿ وَلاَ تُمُسِكُوهُ نَّ ضِرَارًا ﴾</u>

یعنی: ''اور (عدت کے دوران ) نھیں کسی طرح بھی نقصان پہنچانے اوران سے زیادتی کرنے کے لئے ان

سے رجوع (صلح) نہ کرو۔" اللہ وصیت کے بارے میں فرما تاہے:

«مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَى بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارِّ»

لینی: ''بشرطیکه وصیت کاطریقه اور قرض کا اقر اراضی نقصان نه پهنچائے۔'' 🗓

اسنا داورمعا ہدوں کو لکھنے والوں اوران پر گواہ افراد کے بارے میں فرمایا:

«وَلاَيُضَارَّ كَاتِبُولاَشَهِيلٌ»

لعنی: ''اورکا تب اور گواه کوکوئی نقصان نہیں پہنچنا جا ہے۔ 🖺

اس قاعدے کے بارے میں بہت ساری اسلامی روایات نقل ہوئی ہیں اور بیاُن اہم قواعد میں سے ہے کہ جواسلامی احکام کو (موضوعات کی تبدیلی کے ذریعے ) ہرزمانے کی حقیقی ضروریات وتقاضوں پر منطبق کرتا ہے۔اس کی تفصیل'' فقصی قواعد'' سے متعلق کتابوں میں دی گئی ہے۔ بہر حال جرائم وقصاص اور مالی نقصانات سے متعلق مسائل میں''عدل وانصاف''،''عدم تکلیف مالایطاق''اور 'مقابلہ ہمش'' جیسے قواعد قرآنی بنیا دیر ہی استوار ہیں جواس دعویٰ پر گواہ ہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ (سورۂ احزاب کی آیت ۴ ۴ کے مطابق) پیٹیم راسلام سیاٹٹٹائیٹی کی خاتمیت اور قر آن مجید کے ابدی ہونے کی وجہ سے جوقوا نین قر آن مجید میں اسے ہیں،اس طرح گہر ہے انداز میں پیش کئے گئے ہیں کہ زمانہ گذرنے اورانسانی ضروریات کے تبدیل ہوجانے کے باوجو داُن پر پُرانے اور قد یمی ہونے کی گرد وغبار نہیں پڑسکتی۔اسی طرح (بیرقوانین )عصر نزول قر آن اور زمانہ پیٹیمبڑکی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔اس کی ایک دلچسپ مثال اسلام وسلمین کی حفاظت کے لئے نازل ہونے والی آیہ مجیدہ''اعداد قوا''میں دیکھی جاسکتی ہے:

وَآعِدُّوْا لَهُمْهِ هَمَّا اللّه تَطَعُتُهُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَقِمِنْ رِّبَاطِ الْحَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهِ عَلُوَّاللّهُ وَعَلُوَّ كُمْهُ ''اوران دشمنوں کے مقابلہ کے لئے حبتیٰ'' قوت''ممکن ہو سکے مہیا اور تیار رکھو۔اسی طرح (میدان جنگ کے لئے )طاقتوراور تجربہ کارگھوڑے (بھی تیار رکھو) تا کہاس سے اللہ کے اورا پنے دشمن کوڈراسکو' ﷺ اس آیت میں ایک جانب اُس زمانے میں ضرورت کی سواری کی نشاندہی اور آمادہ اور تجربہ کارگھوڑوں کی بات کی گئی ہے اور

<sup>🗓</sup> بقره/۱۳۲

تا نباءر ۱۲

<sup>۩</sup> يقره در ۲۸۲

<sup>🖺</sup> انفال 🗸 •

دوسری جانب ایک کلی اُصول بتایا گیاہے جوتا قیامت ہر زمانے کے لئے قابل قبول ہے۔اور وہ انواع واقسام کی ( فوجی وعسکری ) طافت فراہم کرنا ہے جو گذشتہ اور موجودہ زمانے کے تمام وسائل کوشامل ہے۔اس سے بھی دلچسپ بات بید کہ بیسب وسائل دشمن کوڈرانے اور جنگ جدال سے روکنے کے لئے ہیں نہ کہ خون خرابے کوزیادہ کرنے کے لئے۔

\*\*\*

# ۲\_غیبی خبروں کےلحاظ سے قرآنی اعجاز

#### اشاره:

یہ درست ہے کہ مستقبل کے واقعات زمانہ حال اور ماضی سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور کوئی بھی شخص بطور صحیح مستقبل کے واقعات نے مانہ حال اور ماضی سے ہی تعلق رکھتے ہیں اور کوئی بھی شخص بطور سے اوراس کی واقعات کے بارے میں باخبرر ہے اوراس کی خاطر اس نے بہت زیادہ کوششیں کی ہیں ،لیکن اس کے باوجود وہ اپنے اور مستقبل کے درمیان اس ضخیم پردے کو ہٹانے کے لئے کوئی مطمئن ذریعہ تلاش نہیں کر سکا۔

مستقبل کے واقعات ہے آگاہی حاصل کرنے کے بارے میں انسان کے اس شدیداشتیاق نے پوری تاریخ کے دوران ہمیشہ اوھام پرست کا ہنوں، نجومیوں بلکہ فال نکا لنے والوں اور سمت کا حال بتا نے والوں کے بازار کو گرم کئے رکھا ہے اوراُنہوں نے بھی اپنی خاص مہارت سےلوگوں کی اس شدید پیاس سے بخو بی فائدہ اُٹھاتے ہوئے پچھ بہم عبارتوں یا ایسے کلی بیانات کے ذریعے کہ جنہیں ہڑ مخص اپنے مقصد کے ساتھ تھیتی دے سکے ،لوگوں کوسر گرم کئے رکھا ہے ۔اوراس طرح وہ اپنے بہت سے مفادات پورے کرتے رہیں ہیں۔

آج بھی بعض خاص مقاصد کے تحت سیاسی اور غیر سیاسی بازار میں بہت زیادہ پینگاوئیاں کی جاتی ہیں اور یہ چیز حکومتوں کے سیاسی منصوبوں میں سے بہت سی پیش گوئیاں خلاف واقع ثابت ہوجاتی ہیں ۔لیکن دلچیپ بات سیاسی منصوبوں میں سے بہت سی پیش گوئیاں خلاف واقع ثابت ہوجاتی ہیں ۔لیکن دلچیپ بات یہ کہاں کے باوجود میچھوٹی پیشگاوئیاں پھر بھی جاری رہتی ہیں لیکن مید حقیقت کسی بھی طرح مختی نہیں رہ سکتی اگر کوئی مستقبل کے مسائل کو انتہائی باریک بینی اور تمام جزئیات کے ساتھ بیان کرے (اوراس میں کسی قسم کے کلی بیانات اور مبہم عبارات سے کام نہ لے ) تو بہاس بات کی علامت ہے کہ وہ شخص کسی حد تک غیب کے اسرار سے باخبر ہے اوراگر اس قسم کی پینگاوئیاں بار بار بیان کی جا نمیں اور نبوت یا امامت کے دعویٰ کے ساتھ ہم آ ہنگ بھی ہوں تو ایک دلیل اور نشانی کے طور یران پر بھر وسہ کیا جاسکتا ہے۔

اسی اشارے کے ساتھ ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں اوراس موضوع کے متعلق قرآن مجید میں موجود بہت ہی مثالیں پیش کرتے ہوئےان کے بارے میں وضاحت کرتے ہیں:

١ - القرقَ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ﴿ فِي آَدُنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِّنَ بَعُدِ غَلَيْهِمْ سَيَغُلِبُوْنَ ﴿ فِي بِضَع سِنِيْنَ ﴿ لِلْهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبُلُ وَمِنْ بَعُكُ ﴿ وَيَوْمَ بِإِلَّيْفُورَ الْمُؤْمِنُونَ ﴾ بِنَصْرِ الله ﴿ يَنُصُرُ مَنْ يَّشَأَءُ ﴿ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴾ وَعُدَالله ﴿ لَا يُغْلِفُ اللهُ وَعُدَهُ وَلَكِنَّ اكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۞ (سورة روم را تا٢)

٠ - لَقَلُ صَدَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّءُ يَا بِالْحَقِّ • لَتَلُخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ إِنْ شَآءَ اللهُ امِنِيُنَ ٧

هُكِلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ﴿ لَا تَخَافُونَ ﴿ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَلِكَ فَتُحًا قَرِيْبًا ﴿ (سوره فُرِّرُ٢٧)

٣- وَعَلَكُمُ اللهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُنُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰنِهِ وَكَفَّ آيُدِى النَّاسِ عَنْكُمْ \* وَلِتَكُوْنَ ايَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿ وَأَخُرَى لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ آحَاطَ اللهُ مِهَا ﴿ وَكَانَ اللهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿ (سوره نُحْ ٢١/٢٠)

٩ ـ المريَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ﴿ سَيْهُزَمُ الْجَهْعُ وَيُولُّونَ (سورة قرر ٢٥١٢٨)

ه وَاذْ يَعِدُكُمُ اللهُ الحَكَى الطَّابِفَتَيْنِ النَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُولِيْنَ فَي لِيُعِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ لَكُمْ وَيُولِيْنَ فَي لِيعِقَ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ اللهُ اللهُ اَنْ يُجِقَّ الْحَقَ وَيُبُطِلَ الْمَاطِلَ وَلَوْكُر قَالُمُجْرِمُونَ أَنْ السَّرَهُ اللهُ ا

٢٠ إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرُانَ لَرَ آدُّكَ إِلَّى مَعَادٍ ١٠٠ (سوره قص ٨٥)

٤ تَبَّتُ يَكَا آبِي لَهَبٍ وَّتَبَّلُ مَا آغُلَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ ۚ سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبِ أَ لَهَب أَ (سوره تبتراتا)

٨ اِتَّا ٱعْطَيْنَكَ الْكُوْثَرَ أُفَصَلِّ لِرَبِّكَ وَالْحَرُ أَلِّ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ أَنَّ الْأَلْبَتُرُ أَلَّ الْمُعَلِّ لِرَبِّكَ وَالْحَرُ أَلِيَ اللَّهُ الْمُعَلِّ لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِهُ لَعَلِي لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِهِ لَمُعَلِّ لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِهُ لِمُعِلِّ لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِهُ لَكُونُ مُن اللَّهُ لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِهُ لِمُعَلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِهُ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِهُ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلَّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى لِمُعِلِّ لِمُعْلَى لِمُعْلَقِيلًا لِمُعْلَى الللَّهُ مُعْلَى لِمُعِلَّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلَى اللَّهُ مُعْلَى لِمُعْلِقِيلًا لَّهُ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِيلًا لِمُعِلَّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلَّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِيلًا لِمِعْلِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلْمُ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلَّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمِعْلِيلًا لِمُعِلِيلًا لِمِعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعْلِقِيلًا لِمُعِلِّ لِمُعْلِمِيلِمِعِلًا لِمِعْلِمِ لِمُعْلِمِيلًا لِمُعْلِمِيلًا لِمُعِلِمِيلًا لِمُعْلِمِيلًا لِمُعِلْمُ لِمُعِلِمِ لِمُعِلِمِيلًا لِمُعِلِ

٩ لَنْ يَّضُرُّوْ كُمْ إِلَّا أَذًى ﴿ وَإِنْ يُّقَاتِلُوْ كُمْ يُولُّوْ كُمُ الْاَدْبَارِ ۗ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ۞ (سوره آلعمران / ١١١)

١٠ . صُرِبَتْ عَلَيْهِمُ النِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوۤ اللَّهِ بِحَبْلٍ مِّنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ. (سوره آلعمران/ ١١٢)

#### تزجمه

ا۔ الم؛ اہل روم مغلوب ہو گئے؛ (اور بیشکست)نز دیک کے ملک میں واقع ہو کی لیکن وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب پھرغالب آ جائیں گے۔

چند ہی سال میں ، اور سب کام اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں (اس شکست وکا میابی سے ) قبل ہوں یا بعد میں

اوراس روزمومنین خوش ہوجائیں گے۔

( بیخوشی )اللّٰد کی مدد سے ( ہوگی )اللّٰہ جسے چاہتا ہے فتح ونصرت سے عطافر ما تا ہے اور وہ عزیز ورحیم ہے۔ بیاللّٰہ کا وعدہ ہے اور وہ بھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا ' کیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۲-اللہ نے جو پچھاپنے رسول کوخواب کے عالم میں دکھایا وہ سے تھا۔انشاءاللہ تم سب کے سب قطعی طور پر انتہائی امن وامان کے ساتھ ،اس حالت میں کہتم اپنے سرول کو منڈوائے ہوئے ہوں گے یا اپنے ناخنوں کو کٹوائے ہوئے ہوگے مسجد الحرام میں داخل ہو گے اور کسی شخص سے تہ ہیں کوئی خوف ووحشت نہ ہوگی لیکن اللہ پچھالی چیزوں کو جانتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے اس سے پہلے اس نے (تمہارے لئے) ایک قریب کی وفتے قرار دی۔

ساراللہ نے بہت سے غنائم کاتم سے وعدہ فرمایا ہے جوتم حاصل کرو گےلیکن ان میں سے بیا یک تمہارے لئے جلدی فراہم کردی ہے اورلوگوں ( دشمنوں ) کے دست ظلم کوتم سے روک دیا تا کہ بیموننین کے لئے ایک نشانی ہواور تمہیں سید ھے راستے کی طرف ہدایت کر ہے۔

علاوہ ازیں دوسرے غنائم وفتو حات، جن پر تہمیں قدرت نہیں ہے، لیکن اللہ کی قدرت ان پراحاطہ رکھتی ہے، اور اللہ ہرچیز پر قدرت رکھتا ہے۔

٣ ـ يايه كهوه كهتے ہيں ہم ايك اليي جماعت ہيں جومتحد، طاقتوراور كامياب ہے؟

لیکن (وہ جان لیں کہ )ان کی جماعت عنقریب شکست کھاجا ئیگی اوروہ فرار کی راہ اختیار کرلیں گے۔

۵۔اوروہ وقت (یادکرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ دوگر وہوں میں سے ایک (قریش کا تجارتی قافلہ یا لشکر قریش) تمہارے قبضہ میں اسکر قریش) تمہارے قبضہ میں اسکر قریش کمہارے قبضہ میں اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات سے حق کو تقویت دے اور کا فروں کی جڑکا طب حتا کہ قتی تاکہ قتی ثابت ہوجائے اور باطل ختم ہوجائے ،اگر جہ مجم اسے ناپسند کرتے ہوں۔

. ۲۔وہ ذات جس نے تجھ پرقر آن (کی تبلیغ کو ) فرض (وواجب) فرمایا ہے وہی تجھے تیرے وطن واپس پہنجادے گی۔

ے۔ابولہب کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں (اور وہ ہلاک ہوجائے)

اس کے مال ودولت نے اور جو کچھاس نے کما یا ہے،اسے کوئی فائدہ نہ دیا۔

وہ جلد ہی اس آگ میں داخل ہو جائے گا جسے کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

۸\_ہم نے تجھے کوٹر (بہت زیادہ خیروبرکت) عطافر مائی،

اب جبکہ یہ بات ہے تواہی پروردگار کے لئے نماز پڑھاور قربانی دے،

یقینا تیرادشمن ہی ابتر (بلاعقب ومقطوع النسل)ہے۔

9۔ اور وہ (اہل کتاب خصوصاً یہودی) تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے تھوڑی ہی آزار واذیت کے اور اگر وہ تم سے جنگ کریں تو تمہیں پیٹے دکھا کر (بھاگ) جائیں گے اس کے بعد کوئی بھی ان کی مدد کوئیں آئے گا۔ آئے گا۔

• ا۔ وہ جہاں کہیں بھی ہوں گے ان پر ذلت ورسوائی کی مہر لگی ہوئی ہے مگریہ کہ خدا سے رابطہ قائم کریں یالوگوں سے وابستگی کے ذریعے (ادھرادھرسے مدد حاصل کریں)

پہلی آیت میں قرآن مجیدرومیوں کی شکست کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرما تا ہے:''غُلِبَٹ الرُّومُ '' یعنی: ''اہل روم مغلوب ہو گئے''اس کے بعداس واقعہ کے مقام سے آگاہ کرتے فرما تا ہے:''(اور پیشکست) نزدیک کے ملک میں واقع ہوئی''(فی أُدُنَی الَّا رُضِ)اس سے مراد سرزمین شام کا علاقہ ہے (یعنی؛ بَضِری اور اُڈرُ غانت کے درمیان کا علاقہ) جومشر تی روم کی قلمرو میں تھا اور یہ جزیرہ نمائے عرب کے ساکنین کے قریبی علاقوں میں شار ہوتا ہے۔

آج کےمؤرخین کے بقول یہ جنگ'' خسر و پر و بز' کے زمانے میں واقع ہوئی ہے اور یہ ایرانیوں اور رومیوں کے درمیان ایک طویل جنگ تھی ۔تقریباً کا ۶ ء میں'' شہر بُراز'' اور'' شاہین' نام کے دومشہورایرانی سپیسالا روں نے روم کے مشرقی علاقے پر حملہ کیا اور اُنہیں شکست دے کرشامات،مصراورایشائے کو چک کو فتح کرلیا اور روم کی مشرقی حکومت جس نے شدید شکست کھائی تھی تباہی کے کنار ہے جا پینچی اورایرانیوں نے اُس کے تمام ایشائی مقبوضات بشمول مصرکوا پنے قبضے میں لے لیا۔ بیروا قعہ مکہ میں نبوت پیٹمبر کے تقریباً ساتو س سال پیش آیا۔

مشرکین اور دشمنان اسلام اس واقعے سے بہت خوش ہوئے۔ مشرکین مکہ نے اس واقعے کونیک شگون سمجھااورا سے اپنے مشرکا نہ مذہب کی حقانیت کی دلیل قرار دیتے ہوئے کہا: ایرانی مجوی اور مشرک ( دوگانہ پرست ) ہیں ، جبکہ رومی عیسائی اوراہل کتاب ہیں ، جس طرح ایرانیوں نے رومیوں پر غلبہ حاصل کرلیا ہے اس طرح آخری فتح ہم مشرکین کی ہوگی اور مجمد گی زندگی کا بہت جلد خاتمہ ہوجائے گا اور ہمارا مذہب فتح مند ہوگا۔ اگر چیاس قسم کی تو قعات اور فال لینا کی کوئی عقلی بنیا ذہیں تھی ،لیکن اُس ماحول میں رہنے والے جاہل لوگ اس قسم کے پرو پیگنڈے سے بہت جلد متاثر ہوجاتے تھے۔

لہٰذااس بات سےمسلمان بہت پریثان ہوئے۔قر آن مجیدآ گے چل کراس آیت میں مزیدفرما تا ہے:''لیکن جان لویہ غلبہ

زیادہ مدت تک باقی نہیں رہے گا اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب پھر غالب آ جائیں گے'':' و 'وَهُمُه مِنُ بَعُلِ غَلَمِهِمُ سَیَغُلِبُونَ ''

پھرمزید جزئیات کو بیان کرتے ہوئے فرما تا ہے: چند ہی سال سے زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا، اور سب کام اللہ کے حکم سے ہوتے ہیں (اس شکست و کامیابی سے ) قبل ہول یا بعد میں اور اس روزمونین خوش ہوجا نیں گے۔

﴿فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الَّامْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْلُ وَيَوْمَئِنٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ ﴿ ـ

لیکن بیخوشی شرک پراسلام کے غلبے کے بارے میں کسی نیک شگون کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی'' (بیخوشی )اللہ کی مدد سے (ہوگ )اللہ جسے چاہتا ہے فتح ونصرت عطافر م<mark>ا تاہے</mark> اور وہ عزیز ورحیم ہے۔

"بِنَصْرِ اللهِ يَنصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمِ"

پھر مزید تاکید کرتے ہوئے اور ہرقشم کا شک وشبہ دور کرتے ہوئے فر ما تا ہے:''یہاللّٰہ کا وعدہ ہے اور وہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا اکیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

"وَعُنَااللهِ لاَ يُغْلِفُ اللهِ وَعُنَهُ وَلَكِنَّ أَكُثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ "

پھراس عجیب پدیگاوئی کے ساتھ کچھ جزئیات بھی ذکر ہوئی ہیں۔لہذاایک اہم سیاسی اور عسکری مسئلے کے بارے میں اس طرح کی پدیگاوئی غیبی اسرار سے آگا ہی کے بغیر کس طرح ممکن تھی۔ایک طرف فتح وکا میابی کی خبر دی جارہی ہے، وہ بھی شکست خوردہ رومیوں کے بارے میں جوتباہی کے کنارے تک بھنچ چکے ہیں اورا پنی مملکت کا ایک بڑا حصہ ہاتھ سے کھو چکے ہیں، جن کے بارے میں دوبارہ سراُ ٹھانے کی کوئی اُمید بھی نہیں۔دوسری طرف صراحت کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ بیروا قعہ چند سال کے اندررونما ہوجائے گا۔اور پھر مزید رہے تھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ کفار پرمسلمانوں کو ایک اور فتح بھی حاصل ہوگی۔اس کے علاوہ مزید تاکید کی جاتی ہے کہ بیراللہ کا وعدہ ہے اور اللہ اپنے وعدے کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دعدہ پورا ہو کر رہتا ہے اور قیصر روم''ہرقل'' نے ۲۲۲ عیسوی میں یعنی؛ تقریباً ۹ سال بعد ''خسر و پرویز'' کی سپاہ کو پے در پے شکست دی اور بیرجنگیں <u>۲۷ ہ</u>ء تک رومیوں کے مفاد میں جاری رہیں اس طرح ان کومکمل فتح حاصل ہوگئ خسر و پرویز کوشدیدشکست کا سامنا کرنا پڑا جس کے نتیج میں ایرانیوں نے اسے حکمرانی سے معزول کر کے اس کے بیٹے ''شیر ویہ'' کومندحکومت پر بٹھادیا۔

مخضریہ کہ رومیوں کو کا لاء میں شکست ہوئی جو نبوت پیغیبرگا ساتواں سال تھااور رومیوں کو دوبارہ ۲۲٪ء میں فتح حاصل ہوگی چونکہ اس وقت ساسانیوں کی فوج نے ان سے شکست کھائی اور اس کے اگلے سال (کا لاء) میں پیشکست اپنے عروج کو جا پہنچی چونکہ ''ہرقل''ایران کے دارالسلطنت اور خسر و پرویزکی اقامت گاہ''سسفو ن''سے بیس فرسخ پرموجود'' دستگرد'' تک جا پہنچا۔خسر و پرویز کو

#### شکست کھانی پڑی جس کے نتیج میں اُسے سلطنت سے معزول ہونا پڑا پھروہ قبل ہو گیا۔ 🗓

ملاحظہ تیجیے کہان دونوں واقعات کے درمیان 9 سال سے زیادہ کاعرصہ نہیں گذرا تھا جس کااطلاق'' بیضع سنین' پر پوری طرح ہوتا ہے چونکہ مفر دات میں بقول راغب'' بیضع'' کا لغوی معنی عدد دس کا پچھ حصہ ہے یعنی دس اور تین کے درمیان جوبھی عدد ہوا سے بضع کہتے ہیں بعض کا کہنا ہے: بضع پانچ سے زیادہ اور دس سے کم عدد کو کہتے ہیں مجمم مقالیس اللغۃ میں بھی آیا ہے کہ بضع تین اور دس کے درمیان عدد کو کہتے ہیں۔

دلچیپ بات یہ کہ یہ پیشگوئی مسلمانوں کے درمیان اس قدریقینی حیثیت اختیار کر گئ تھی کہ بعض لوگ اس پرمشر کین کے ساتھ شرط لگانے پر تیار ہو گئے تھے اور اس قسم کی شرط لگائی بھی گئ تھی سب سے پہلے پانچ سال پر شرط لگائی گئی لیکن جب کوئی واقعہ رونمانہ ہوا تووہ لوگ پیغیبرا کرم کے پاس آئے اور اصل واقعہ ذکر کیا، آپ نے فرمایا: آپ لوگ دس سال سے کم مدت کے بارے میں ان سے بات کرتے اور پھرا بیا ہی ہوا اور شکست کے بعد بیر فتح دس سال سے بھی کم مدت میں حاصل ہوگئی۔

ایک اور اہم نکتہ یہ کہ رومیوں کی فتح مسلمانوں کی جنگ بدر میں فتح کے ہمراہ تھی چونکہ جنگ بدر دوسری ہجری میں واقع ہوئی تھی اور اگر ہم خود ساتویں سال کو مدنظر رکھیں تو نبوت کے ساتویں سال سے لے کر دوسری ہجری تک کا فاصلہ نوسال ہی بنتا ہے اور اس کے بغیر آٹھ سال بنتے ہیں اس طرح رومیوں کی فتح اور مسلمانوں کی فتح ایک ہی زمانے میں قرار پائی ہے در حقیقت مسلمان دو وجوہات کی بناء پر خوش سے ایک اہل کتاب یعنی رومیوں کی مجوسیوں پر فتح سے جس سے شرک پر خدا پر سی کا غلبہ ہو گیا تھا جب کہ اس پہلے ان کی (رومیوں) شکست مشرکین مکہ کی خوشی کا باعث بن گئی تھی دوسراخو دمسلمانوں کی جنگ بدر میں مشرکین پرواضح فتح سے مسلمان خوش سے بہر حال میہ قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ آنے والی واضح ترین پیشگوئی تھی سے ایک پیشگوئی تھی اس کے بارے میں پہلے سے جس طرح خبر دی گئی تھی یہ اس کے بارے میں پہلے سے جس طرح خبر دی گئی تھی یہ اس کے بارے میں پہلے سے جس طرح خبر دی گئی تھی یہ اس طرح رونما ہوئی ہے لہذا ہے بھی قرآن واسلام کی عظمت کی واضح دلیل ہے۔

## ۲۔ دوسری دواہم کا میا بیوں کے بارے میں پیشگوئی

ہمارے موضوع سے متعلق دوسری آیت مسلمانوں سے متعلق مستقبل کے دومزیدا ہم واقعات کے چہرے سے پردہ اُٹھاتی ہے۔ پہلا واقعہ مستقبل قریب میں مسلمانوں کا حج اورعمرہ کے مناسک کے انجام دینے کے لئے مکداور مسجدالحرام میں داخل ہونے سے تعلق رکھتا ہے۔ پہلا واقعہ مشرکین شدید مخالفت کررہے تھے، لیکن اس مخالفت کے باوجود (اللہ تعالیٰ فرما تا ہے ) تم مسجدالحرام میں داخل ہو گے اور (حج کے) یے قطیم الثان مناسک پورے امن اور سکون کے ساتھ انجام دو گے۔ اس کے علاوہ اس سے پہلے ایک واضح کا میا بی بھی تہمیں نصیب ہوگ ۔ لہٰذا اس سلسلے میں قر آن مجید فرما تا ہے:

''اللہ نے جو پچھا پنے رسول کوخواب کے عالم میں دکھا یا وہ سے تھا۔انشاءاللہ تم سب کےسب قطعی طور پرانتہائی امن وامان کے

🗓 كتاب تاريخ ايران قديم

ساتھ،اں حالت میں کتم اپنے سروں کومنڈوائے ہوئے ہوگے یااپنے ناخنوں کو گوائے ہوئے ہوگے،مسجدالحرام میں داخل ہوگےاور کس شخص سے تمہیں کوئی خوف ووحشت نہ ہوگی لیکن اللہ کچھالیمی چیزوں کوجانتا ہے جنھیں تم نہیں جانتے اس سے پہلے اس نے (تمہارے لئے ) ایک قریب کی فنتح قرار دی'':

لَقَلُ صَلَقَ اللهُ رَسُولَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَلُخُلُنَّ الْمَسْجِلَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ امِنِيْنَ لَا مُخَلِّقِ أَلَمُسْجِلَ الْحَرَامَ إِنْ شَاءَ اللهُ امِنِيُنَ لَا تَخَافُونَ ۚ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَٰلِكَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَٰلِكَ فَتَعَلَّمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَٰلِكَ فَتَعَلَّمُ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُونَ ۚ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذَٰلِكَ فَتَعًا قَرِيْبًا ۞

اس آیت سے پتا جاتا ہے کہ حضرت رسول اکرم سل فیٹھ آلیا ہے نے ایک خواب دیکھا تھا جس کے مطابق مسلمان خانہ نحدا کی زیارت لیعنی ؛ جج کے مناسک کی اوائیگی کے لئے ''مسجد الحرام' میں داخل ہوں گے۔ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق زیادہ مدت بھی نہیں گذری تھی کہ بین خواب اُسی سال پورا ہو گیا تھا۔ جب مسلمان خانہ نحدا کی زیارت کے لئے مکہ کی طرف جارہے تھے تو مشرکین مکہ نے اُنہیں'' حدیدیہ' کے مقام پرروک لیا۔ (حدیدیہ مکہ سے ۲۰ کلومیٹر کے فاصلے پر ایک دیمیات ہے، وہاں موجود ایک درخت یا کنویں کی مناسبت سے اسے اس نام سے یا دکیا جاتا ہے )۔ آخر کا راس مقام پر ایک مشہور صلح انجام پائی کہ جسے' صلح حدیدیہ' کہا جاتا ہے۔ بعض لوگ شک ورز دید میں پڑھی کے تھے کہ شاید بیخواب سے انہ ہو حتی بعض لوگ شک ورز دید میں پٹی سے کہ شاید بیخواب سے انہ ہو حتی بعض لوگوں نے اس سلسلے میں پٹیمبرا کرم سلا ہو ایک کہ ایک میں بورا ہوجائے گا'۔ تا

اس وقت مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی جس میں سب سے پہلے اس خواب کی صداقت کی تصدیق کی گئی اور پھراس کی جزئیات بیان کی گئیں کہ آپ بہت جلد مسجد الحرام میں داخل ہو جا نئیں گے اور جج کے مناسک انتہائی امن وامان کے ساتھ بجالائیں گے۔اس کے علاوہ ان مراسم سے پہلے آپ کوایک واضح کا میابی نصیب ہوگی۔

ت پیسوال رسول اکرم سلانٹیائیلی سے کس نے پوچھاتھا، اس بارے میں آلوی نے روح المعانی میں ایک روایت نقل کی ہے کہ سب سے پہلے عبداللہ بن اُبی، عبداللہ بن نفیل، اور رفاعۃ بن حرث نے بعنوان اعتراض کہا:'' خدا کی قسم! نہ تو ہم نے عمرہ کے مناسک کے طور پر سرمنڈوائے ہیں اور نہ اپنے بال چھوٹے کئے ہیں اور نہ ہماری آٹکھوں نے مسجد الحرام کودیکھاہے'' اس وقت نہ کورہ بالاآیت نازل ہوئی جس میں اس خواب کی سچائی اور اس کے پورا ہونے کی تاکید کی گئی ہے۔ دوسرے قول کے مطابق بیسوال کرنے والے عمر بن خطاب تھے۔ (روح المعانی، ج۲۱ جس ۱۰۹)۔

البیة طبری نے جُمِع البیان میں ایک اور روایت نقل کی ہے جس کے مطابق عمر بن خطاب نے کہا:''خدا کی قتم! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے جُمِے بھی بھی شک وشہنییں ہوا سوائے اس دن کے کہ جب مشرکین (چھٹی ہجری کو حدیدیہ کے موقع پر) عمرہ کے مناسک ادا کرنے کے میں رکاوٹ سے ہیں۔ میں پیغیبرا کرم گی خدمت میں حاضر ہوااور کہا: کیا ہم حق پرنہیں ہیں، کیا آپ نے پہنیں فرمایا تھا کہ متقل قریب میں ہم خانہ خدا کا طواف کریں گے، پس اب کیا ہو گیا ہے؟ پیغیبر اکرم نے فرمایا:''ہم حق پر ہیں، کیا میں نے تجھے خبرنہیں دی کہ اس سال، میسب کچھے ہوکررہے گا۔'' (تلخیص از مجمع البیان، ج 4، ص119) کی حدیث صحیح بخاری جمجے مسلم میں بھی تھوڑ ہے بہت فرق کے ساتھ نقل ہوئی ہے۔

تمام مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہوگئ تھی اور واقعہ حدیبیہ کے ایک سال بعد (یعنی: ساتویں ہجری کو) مسلمانوں کا ایک عظیم گروہ'' عمرہ'' کے مناسک ادا کرنے میں کا میاب ہو گیا تھا جنہیں سب لوگ گزشتہ سال بجالا ناچا ہے تتھے۔ جو پچھ کہا گیا ہے اس سے بیز تیجہ اخذ ہوتا ہے کہ آیات کے اس جھے میں ایک ایسے مسئلہ سے پردہ اُٹھایا گیا ہے کہ جس کے بارے میں پیشگوئی کرنا ناممکن متھی۔ وہ مسئلہ شرکین مکہ اور مسلمانوں کے درمیان شدیدا ختلاف کا باعث بنا ہوا تھا ،حتیٰ ان آیات میں اس کی جزئیات کی طرف بھی اشارہ کردیا گیا تھا۔

اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے لئے ایک اور کامیا بی کی بھی پیشگوئی کی گئی ہے اور بیخوداس اہم پیشگوئی کے بارے میں تاکید مزید کی حیثیت رکھتا ہے۔'' فتح قریب'' سے کیا مُراد ہے؟ اس بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے، چونکہ اس واقعہ کے ساتھ دواہم کامیا بیاں مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہیں: ایک''صلح حدیدیہ'تھی جو بہت سے پہلوؤں سے مسلمانوں کے لئے آرام وسکون کا باعث بنی یہاں تک کہ اُسے'' فتح مبین'' کہا جانے لگا۔ اُل

اور پھروا قعہ حدیدیہ کے چند ماہ بعد ہی ساتویں ہجری کے شروع میں'' فتح خیبر''ہو کی تھی اور بظاہر'' فتح قریب' اسی دوسرے واقعے کی طرف اشارہ ہے، جس کے بارے میں بہت ہے محققین نے تاکید کی ہے، کیونکہ سورۂ فتح کی آیت نمبر 19 میں فر مایا ہے:

وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً لِيَّانُحُنُونَهَا ﴿ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ®

لینی:''اور خدانے مؤمنین کے لئے ایک اور جزا کے طور پر بہت سے غنائم رکھیں ہیں، جنہیں وہی حاصل کریں گے اور خداعزیز وکلیم ہے''

میر سی میری بی کامفہوم بہت وسیج ہے اور ہرفتیم کی معنوی اور مادی غنیمت کوشامل ہوتا ہے، کیکن اس فتیم کے مواقع پرزیادہ تر ظاہری غنائم ہی مدنظر ہوتے ہیں۔اور ہم جانتے ہیں کہ ظاہری غنائم'' فتح خیبر'' ہی میں تھے نہ کہ صلح حدید پیمیں۔ بنابریں اس سے ہم بخو بی اس نتیج تک پہنچتے ہیں کہ اس فتیم کی بالکل درست اور پورے یقین کے ساتھ کی جانے والی پیشگوئیاں کہ جن میں اگراور شاید وغیرہ کے احتمال کی گنجاکش نہیں ہوتی ،سوائے عالم غیب کے ساتھ را بطے کے بغیر ممکن نہیں ہوسکتیں۔

## سرمستقبل میں بہت زیادہ غنائم کی پیشگوئی

قرآن مجید تیسری آیت میں''صلح حدیدیی' کے واقعے کے بعد''عمرۃ القصناء''اور'' فتح خیبر'' کی پیشگوئی کرتے ہوئے بہت سے غنائم کے ساتھ بعض دوسری فتو حات کی خبر دیتے ہوئے فرما تا ہے:''اللہ نے بہت سے غنائم کاتم سے وعدہ فرمایا ہے جوتم حاصل کروگے، لیکن ان میں سے بیایک (فتح خیبر ) تمہارے لئے جلدی فراہم کر دی ہے اور لوگوں ( دشمنوں ) کے دست ظلم کوتم سے روک دیا تا کہ بیہ مؤنین کے لئے ( پیغمبراسلام ؓ کے دعویٰ نبوت کی )ایک نشانی ہوا ورتہ ہیں سید ھے راستے کی طرف ہدایت کرے''۔

<sup>🗉 &#</sup>x27; دصلح حدیدیی' کی اہمیت اورمسلمانوں کے لئے اس کے نتائج جاننے کے لئے تفسیر نمونہ کی سورہ فنخ کی آیات اتا ۳ کی طرف رجوع سیجئے۔

وَعَلَكُمُ اللهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَأْخُنُونَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰنِهٖ وَكَفَّ أَيْلِي النَّاسِ عَنْكُمْ وَلِتَكُونَ ايَةً لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهُل يَكُمْ صِرَ اطّامُّسْتَقِيمًا ﴿

پھر مزید فرما تا ہے:''علاوہ ازیں دوسرے غنائم فتوحات (بھی عطا فرمائے کہ)، جن پرتہ ہیں قدرت نہیں ہے، کیکن اللہ کی قدرت ان پراحاطہ رکھتی ہے، اور اللہ ہرچیزیر قدرت رکھتا ہے'':

وَّأْخُرِي لَمْ تَقْدِرُوا عَلَيْهَا قَدْ آحَاظ اللَّهُ بِهَا ﴿ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيئرًا ١٠

ان آیات میں دشمنوں پر دواہم کامیا بیوں کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ غنائم کے حصول کی خَبر دی گئی ہے۔ایک فٹخ تومخضرعر صے میں اور دوسری ایک طولانی عرصے بعد حا<mark>ص</mark>ل ہوناتھی۔ایی غنائم اور فتو حات جنہیں حاصل کرنے کی مسلمانوں میں ہر گزتوانائی نہیں تھی ، لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے یہ سب کچھائمبیں حاصل ہو گیا تھا۔

یکون ی فتوحات اورغنائم کی طرف اشارہ تھا،اس بارے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے پایاجا تا ہے، بہت سے مفسرین ک کہنا ہے:اس سے مُرادوہ مال غنیمت ہے جو مختصر عرصے میں مسلمانوں کے ہاتھ لگا ہے اور یہ جنگ خیبر کا مال غنیمت تھا۔اگر چپد مضل نے احتمال دیا ہے کہ بیسلے حدید بیہے کے ''معنوی غنائم'' کی طرف اشارہ ہے، لیکن جیسا کہ ہم نے کہا ہے یہ بہت ہی کمزوراحتمال ہے۔طولانی مدت میں حاصل ہونے والے مال غنیمت کے بارے میں مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ جنگ' دسنین' اور قبیلیہ' ہوازن' کے غنائم کی طرف اشارہ ہے۔ 🗓 🗓

بعض نے بیاحتمال بھی دیا ہے کہ یہ بعد میں حاصل ہونے والی فتوحات کی طرف اشارہ ہے جن سے مرادا پران ، روم اور یمن کی فتوحات ہیں۔ چونکہ فتح نحنین اور قبیلہ ہوازن کا مال غنیمت مسلمانوں کے لئے کوئی زیادہ بعیر نہیں تھا۔لیکن جس چیز کا حاصل کرنا بظاہر مسلمانوں کے لئے دائم کن تھا، وہ'' روم اورا پران کی فتح'' وغیرہ کا مسلمانوں کے لئے ناممکن تھا، وہ'' روم اورا پران کی فتح '' وغیرہ کا مسلمانوا کے لئے ناممکن تھا، وہ'' روم اورا پران کی فتح کی بشارت دی تو منافقین نے اس بات کا مذاق اُڑانا شروع کر دیا، چونکہ ظاہری علل واسباب کے لئاظ سے بیہ بات ناممکن نظر آتی تھی۔ چونکہ اللہ تعالی ہر چیز پر قدرت وتو انائی رکھتا ہے، جس کی وجہ سے اُس نے ان فتوحات اور عنائم کو مسلمانوں کے لئے ممکن بنادیا تھا اور کئی سال پہلے اس کا میابی کی خبر دے دی تھی اور اسے مذکورہ بالا آیات میں ایک یقینی پیشگوئی کی صورت میں بیان فرمادیا تھا۔کیا اس قسم کی پیشگوئیاں ، عالم غیب کے ساتھ را بطے کے بغیر ممکن ہیں؟

### الم- دشمنوں کی یقینی شکست کے متعلق پیشگوئی

مذکورہ آیات کے چوتھے تھے میں ہم ایک اور پیشگوئی ملاحظہ کرتے ہیں۔ یہ آیات مکہ میں نازل ہوئی ہیں، جب اسلام کے

<sup>🗓</sup> تفسیر مجمع البیان بفسیر فخررازی،روح المعانی اورالمیز ان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا گیاہے۔

ﷺ جنگ خنین کے مال غنیمت کی مقدار بہت زیادہ ککھی گئی ہے۔ بعض نے ۲۴ ہزار اُونٹ اور ۴ ہزار بھیٹریں اور بہت زیادہ مقدار میں چاندی کا تخمینہ لگایا ہے۔ (تفسیر روح البیان، ج۹،ص۲۴، منتھی الآ مال، ج۱، ص۲۶)

و شمنوں کی طاقت اپنے عروج پرتھی اور مسلمان اقلیت میں تھے۔ چنانچہ دشمن اپنی طاقت اور توانائی پرفخر کرتے ہوئے:'' کہتے ہیں ہم ایک ایس جماعت ہیں جو متحد، طاقتور اور کامیاب ہے' اور مخالفین سے انقام لیں گے اور اُن پر کامیا بی حاصل کریں گے' اُٹھریتھُولُونَ نَحیٰیُ ہے۔ بچیدے ٹھنڈ تیصِر "لیکن، قرآن مجید فوراً فرما تا ہے:''لیکن (وہ جان لیس کہ ) ان کی جماعت عنقریب شکست کھا جائیگی اور وہ فرار کی راہ افتیار کرلیں گے':''تسکیڈ فرڈ الجبہُ ٹے ویٹولُونَ اللَّ بُورَ 'نقیناً اُس وقت دشمنان اسلام کی قوت وطاقت کے تم ہوجانے اور مسلمانوں کی افتیار کرلیں گے':''تسکیڈ فرڈ ایک نامکن بات تھی الیکن چندسال سے زیادہ عرصہ بھی نہیں گذار کہ مسلمانوں نے ہجرت کر کے اس قدر طاقت اور تو نہیں گذار کہ مسلمانوں نے ہجرت کر کے اس قدر طاقت اور توانائی حاصل کر لی تھی کہ جس کے نتیجے میں میدان بدر میں پہلی ہی مسلمانہ جنگ میں دشمن پر ایک ایسی کاری ضرب لگائی کہ جس کی اُسے الکال تو قع نہیں تھی۔

دلچسپ بات یہ کہ ابن عباس سی منقول ایک حدیث کے مطابق پیغیمرا کرم سلیٹھ آپیٹی نے بدر کے دن سب سے پہلے اپنے خیمے میں دعا کرتے ہوئے بارگاہ خدا میں عرض کی:''اپ پروردگار! میں مجھے اُس عہد و پیان کے واسطے سے پکارتا ہوں کہ جو تُونے ہمارے ساتھ کررکھا ہے'' پھر جب آپ جنگی لباس کے ساتھ خیمے سے باہر نگلے اور میدان جنگ کی طرف جانے لگے تواس آیت کی تلاوت فر مائی: " مَسْدُیْهُزَ کُمْرِ الْجِیْمُحُ وَیُولُّونَ اللَّابُر "

یعنی؛ آج الله تعالی کابید وعده پورا ہوگا۔ 🗓

البتہ دشمنوں کی بہی شکست اور فرار پھر بھی جاری رہااور وہ کئی بارشکست کھاتے رہے اور پھر چندسال بعد نہ فقط کفار مکہ سلمانوں کے سامنے شلیم ہوگئے تھے بلکہ پورے'' جزیرہ عرب' نے اُن کے سامنے سلیم ٹم کردیا تھا۔ تفییر قرطبی میں بعض مفسرین کے حوالے سے قال کیا گیا ہے کہ بیہ آیت جنگ بدر کے میدان میں نازل ہوئی ہے، حالانکہ مشہور بیہ ہے کہ پوری سورہ قمر مکہ میں نازل ہوئی ہے۔ بظاہراس غلط نہی کا سبب وہی ہے جس کی طرف ہم نے او پراشارہ کیا ہے کہ پیغیرا کرم سلاٹھ آیا پہر نے جنگ بدر میں اس آیت کی تلاوت فرمائی تھی جواس بات کی طرف اشارہ تھا کہ بیدالی وعدہ آج پورا ہوگا ، لہذا بعض نے خیال کیا ہے کہ بیآیت و ہیں نازل ہوئی ہے۔ بہر حال بیقر آن مجید کی ایک اور بھینی پیشگوئی تھی کہ وخلاف تو قع انتہائی کم عرصے میں پوری ہوگئ تھی۔

## ۵۔میدان بدر میں فتح کے تعلق ایک اور پیشگوئی

پانچویں آیت میں ایک واضح کا میابی کی بات کی گئی ہے جس کا مؤمنین سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالی فرما تا ہے: ''اوروہ وقت (یا دکرو) جب اللہ نے تم سے وعدہ کیا کہ دوگروہوں میں سے ایک ( قریش کا تجارتی قافلہ یالشکر قریش) تمہارے قبضہ میں دے گالیکن تم (جنگ کے ڈرسے) چاہتے تھے کہ قافلہ تمہارے قبضہ میں آجائے (نہ شکر قریش) لیکن اللہ چاہتا ہے کہ اپنے کلمات سے ق کو تقویت دے اور کا فروں کی جڑکا ہے دے''

<sup>🗓</sup> تفسیر'' فی ظلال''ج ۷ م ۷۵۵ میں پیر مدیث صحیح بخاری کے حوالے سے ابن عباس نے قل کی گئی ہے۔

وَإِذْ يَعِدُ كُمُ اللهُ اِحْدَى الطَّآبِفَتَيْنِ اَتَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ وَيُرِيْدُ اللهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمْةِ هِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكُفِرِيْنَ ۞ پُرمزيز مايا:

''خدا چاہتا ہے جن ثابت ہوجائے اور باطل کواپنے کلمات کے ذریعے ختم کردے ،اگر چیم مجرم اسے ناپسند کرتے ہوں''

لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۞

مؤرخین کےمطابق اس کی وضاحت یہ ہے کہ مکہ کے مثر کین کا ایک بڑا سردار'' ابوسفیان' اپنے اور مکہ کے پچھ سرداروں کے تجارتی مال پرمشتمل ایک بڑا قافلہ لیکرشام سے واپس لوٹ رہا تھا جس کی مالیت تقریباً پچپاس ہزار دینارتھی۔ پیغیبراسلام سلاٹھا آپیا نے اپنے اصحاب کو تھم دیا کہ وہ قافلے پرحملہ کرنے کے لئے تیار ہوجا عیں تا کہ ایک ایسے ڈٹمن کے مال کوضبط کرکے اُس کی اقتصادی طاقت کو ختم کر دیا جائے کہ جوایک کمچے کے لئے بھی مخالفت اور ڈشمن سے ہاتھ تھیننے کے لئے تیار نہیں۔

ابوسفیان کے ساتھیوں کو جب مدینہ میں اس بات کی خبر ملی تو اُنھوں نے پیخبرابوسفیان تک پہنچادی۔ اُس نے جلدی سے ایک قاصد مکہ بھیجااور اُنہیں اپنے سر مائے اور مال کے خطرے میں پڑجانے سے آگاہ کیا۔ بہت کم عرصے میں قریش کے ۹۵۰ سردار اور سپاہی سات سواُونٹوں اور ایک سوگھوڑوں کے ہمراہ وہاں سے چل پڑے۔ اس لشکر کا کمانڈر' ابوجہل' تھا۔

یے مسئلہ اُن کے لئے اس قدراہمیت اختیار کر چکا تھا کہ مکہ کے سرداروں نے خب<mark>ر دار کی</mark>ا کہا گرکوئی شخص میدان کی طرف جاسکنے کے باوجود میدان میں جانے کے لئے تیار نہ ہوتو اس کے گھر کوتباہ کر دیا جائے۔دوسری جانب'' ابوسفیان'' نے بھی مسلمانوں کے چنگل سے بچنے کے لئے اپناراستہ تبدیل کر کے متبادل راستے پر چانا شروع کر دیا تا کہ خطرناک علاقے سے دور ہوجائے۔

پیغیبراسلام سل طلق این ۱۳ سال ۱۳ سے ۱۳ اساصحاب کے ہمراہ مختفر سے جنگی ساز وسامان لیکن ایمان وعزم اور پختہ اراد ہے کے ساتھ مکہ ومدینہ کے درمیان سرز مین بدر کے نز دیک ایک مقام پر جا پہنچے۔ یہیں پر آپ گوفریش کے طاقت ورکشکر کی مکہ سے مدینہ کی طرف نکلنے کی خبر ملی ۔ یہاں پر آپ ٹے نے اسکار شمن کے مقابلے کے لئے کھڑا ہوجانا ملی ۔ یہاں پر آپ ٹے نے اسکار شمن کے مقابلے کے لئے کھڑا ہوجانا چاہیے؟ بعض نے دشمن کا مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا ، لیکن بعض لوگ تجارتی قافلے کا پیچھا کرنے کی طرف مائل تھے۔ چونکہ وہ خودکو شمن کی طاقت ورفوج کا مقابلہ کرنے کی لئے یور کی طرح آ مادہ نہیں یار ہے تھے۔

اس وقت پیغیراسلام سانٹھائیلیا نے سی کے راستے کا انتخاب کرتے ہوئے دشمن کی طرف بڑھنے کا حکم دیااوراس طرح اسلام کا پیرچھوٹا سالشکر سرز مین بدرمیں داخل ہو گیا۔ (بدراُس سرز مین میں ایک کویں کا نام ہے کہ جس کا نام اس سرز مین کے اصلی مالک کے نام پر رکھا گیا ہے، پھراُس پورے علاقے کو بدرکہا جانے لگاہے )

مذكوره بالاآيت ميں اسى واقعے كى طرف اشاره كرتے قرآن مجيد فرما تاہے: "اللہ نے تم سے وعده كيا كه دوگروہول ميں سے

ایک (قریش کا تجارتی قافلہ یالشکر قریش) تمہارے قبضہ میں دے گالیکن تم چاہتے تھے کہ قافلہ تمہارے قبضہ میں آ جائے (خالشکر قریش)لیکن اللہ چاہتا ہے کہ(اپنے کلمات سے) حق کوتقویت دے اور کا فروں کی جڑ کاٹ دے''۔بہر حال پیغیبراسلام سلاٹھائیلیٹر نے یہاں پرمسلمانوں سے فرمایا:اللہ تعالی نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک پرہمیں کا میابی حاصل ہوگی (لہذا ہم دشمن کےلشکر کی طرف جاتے ہیں) اُس پرہم فتح حاصل کرلیں گے، گویا''ابوجہل' وغیرہ کی قبل گاہ کواپنی آئھوں سے دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سلٹٹٹائیلیٹر سے جس طرح وعدہ کیا تھا،اُسی طرح بید عدہ پورا ہو گیااور جب دونوں کشکروں کا آمناسامنا ہوا تو ان کے درمیان ایک زبر دست اور پُر جوش جنگ ہوئی جس میں بہت زیادہ نقصان ہوا۔اس کی تفصیل تاریخ اسلام (سے متعلق کتا بول میں ) آئی ہے،اس جنگ میں مسلمانوں کو کامیا بی حاصل ہوئی اور مشرکین مکہ کوسخت قسم کی شکست کھانی پڑی اوراُن کے سترلوگ مارے گئے اور ستر ہی لوگ گرفتار ہو گئے ، جبکہ باقی سب بھاگ گئے تھے۔

یہ جنگ دوسری ہجری میں کا رمضان المبارک کے دن ہوئی واقع تھی جس نے تاریخ اسلام پر گہرے اثرات مرتب کئے یہاں

تک کہ مجاہدین بدراس واقعے کو ہمیشہ اپنے لئے ایک عظیم افتخار شار کرتے تھے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اُس وقت عام حالات
میں اس قسم کی کا میابی کی مسلما نوں کے لئے پیش گوئی کی جاسکتی تھی ؟ اس کا جواب یقیناً نہ میں ہے، کیونکہ سب سے پہلی بات یہ کہ اُس وقت
مسلمان جنگ کی نیت سے نہیں نکلے تھے، لہذا قدرتی بات ہے کہ اُن کے ہمراہ کافی تعداد میں فوج بھی نہیں تھی۔ وہ تو صرف قافلے پر قبضہ
کرنے کا ارادہ رکھتے تھے کہ اچانک اُنہیں (اُس زمانے کے مطابق) قریش کے اسلمہ سے لیس ایک بڑے لئکر کا سامنا کرنا پڑگیا۔

دوسری بات بیر کہ ڈنمن کے مقابلے میں بظاہر مسلمانوں کی عسکری حالت بہت ہی خراب تھی ، ڈنمن کے سیاہیوں کی تعداد مسلمانوں سے تقریباً تین گنا زیادہ تھی۔اُن کے پاس بہت زیادہ گھوڑ ہے، اُونٹ اور دوسرا فوجی ساز وسامان تھا جبکہ مسلمانوں کے درمیان فقط دوا فراد کے پاس سواری کے لئے گھوڑ ہے تھے اور ستر اُونٹ سواری کے لئے تھے۔لہٰذا اس لحاظ سے اُن میں سے چند افراد کے لئے ایک سواری تھی۔

تیسری بات بیر کہ قریش کے نشکر میں جنگجوافراد کی تعداد زیادہ تھی اوراُن میں جنگ کامحرک بھی بہت قوی تھا چونکہ وہ نہ صرف اپنے مال ودولت کوخطرے میں دیکھ رہے تھے بلکہ ُن کا سب کچھ خطرے میں پڑچکا تھا۔لیکن ان سب باتوں کے برعکس مذکورہ بالا آیت کے مطابق اُنہیں فتح کا وعدہ دیا گیا تھااور پنجمبراکرم صلاح اللہ تھی اس کی بہت زیادہ تا کیدفر مارہے تھے۔

دلچیپ بات بید کہائی کے ساتھ اردگرد کچھالیے واقعات بھی رونما ہور ہے تھے جو''اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی امداد'' کی علامت تھے۔ منجملہ مید کہ بدر کی رات مسلمان ایک پُرسکون نیندسو گئے تھے جس کی وجہ سے وہ دوسرے دن جنگ کے لئے تازہ دم ہو گئے۔ آسان سے بارش بھی بر سنے لگی تھی تا کہ وہ غسل کرلیں اور پھراُس ریگ زار سرزمین پر چلنا بہت ہی دشوارتھا،لیکن بارش کی وجہ سے وہ زمین دب کرمضبوط ہوگئ تھی جس پر اب جنگ کرنا آسان تھی۔ چنا نچہ بعد کی آیات میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اُن آیات میں اللہ تعالی فرما تا ہے:

### إِذْ يُغَشِّيْكُمُ التَّعَاسَ آمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَرِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّهَاءِ مَا ۚ لِيُطَهِّرَكُمْ بِه وَيُنْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطِن وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ شَ

''وہ وقت یاد کروجب اوگھ نے جو کہ آ رام اور سکون کا سبب تھی، خدا کی طرف سے تصمیں گھیر لیا اور آسان کی طرف سے تم پر پانی نازل کیا تا کہاں سے وہ تنحییں یاک کرےاور شیطانی پلیدی تم سے ڈورکرےاورتھارے دلول کومضبوط کرےاور تنحمیں ثابت قدم بنادے''۔ 🎞

مخضریہ کہ قر آن مجید میں جنگ بدر سے متعلق تمام آیات سے دشمن کی سپاہ اور جنگی ساز وسامان کی زیادتی اوراُس کی مسلمانوں پر برتری کے سبب بعض مسلمانوں کا نفسیاتی اضطراب بخو بی واضح ہوتا ہے۔اس کودیکھا جائے تو بظاہر قدرتی طور پر مسلمانوں کی شکست کا اندیشہ بہت زیادہ تھا۔کیکن ان سب قرائن کے برخلاف قر آن مجید فرما تا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کوفتح وکا میابی کا وعدہ دیا ہوا تھا۔ آخر کاروہ اس وعدے کے مطابق فتح مند ہو گئے تھے۔ممکن ہے یہاں کہا جائے کہ بیآ یات تو جنگ بدر کی فتح کے بعد نازل ہوئی ہیں جیسا کہ ان کے لب و لہجے سے معلوم ہوتا ہے۔

لہٰذاہم انہیں قرآن کی پیشگوئیوں میں سے شار نہیں کر سکتے لیکن اس اعتراض کا جواب انہی آیات میں غور وفکر سے واضح ہوجا تا ہے چونکہ قرآن مجید پوری صراحت کے ساتھ فرما تا ہے کہ فتح وکا <mark>میا بی کاوعدہ تمہیں پہلے</mark> دیا گیا ہے اور بیوعدہ بعد میں پوراہوا ہے۔

### ۲\_واپسی کاوعدہ

چھٹی آیت (سورۂ فضص کی آیت نمبر ۸۵) میں اللہ تعالی اپنے پیغیبر سلاٹھ آلیکم کوایک وعدہ دیتا ہے اوروہ حرم امن الہی کی طرف واپسی کا وعدہ ہے۔ یہ وعدہ پیغیبرا کرم سلاٹھ آلیکم کی زندگی کے ایک سخت ترین دن دیا گیاتھا، یعنی جب آپ گینہ پرورد شمنوں کے محاصر سے کو تو ڈکراُن کے تلواروں سے باہرنکل کر مکہ سے مدینہ کی طرف''ہجرت'' کرنا چاہارہے تھے۔ آپ ؓ نے اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم سے یہی کام کیا اور مدینہ کی طرف چل پڑے۔

جب آپ جعفہ کی سرز مین جو مکہ سے زیادہ دورنہیں تھا، پر پہنچ تو آپ گوا پنے وطن یعنی ؛ حرم الٰہی کی یاد آنے لگی۔ آپ گافی عُملین ہو گئے، اس اشتیاق کے آثار اور تأثر ات آپ کے چہرۂ مبارک سے نما یال تھے۔ اس وقت بیہ آبی مجیدہ نازل ہوئی اور اللّٰد کا پیغام اس صورت میں آپ ٹک پہنچا:'' وہ ذات جس نے تجھ پرقر آن (کی تبلیغ کو) فرض (وواجب) فرمایا ہے وہی تخجھ تیرے وطن واپس پہنچادےگ''

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرُانَ لَرَ آذُّكَ إِلَى مَعَادٍ ا

اُن سخت ترین حالات میں پیغیمراسلام سلٹٹالیا کے مکہ واپس آنے کی یقینی اور واضح پیشگوئی،خصوصاً اس کا نزول قرآن کے ساتھ تعلق جوڑتے ہوئے کہ قرآن نازل کرنے والا خدا حتماً پیکام کرے کے رہے گا،معمولاً ایک ناممکن کام تھا۔لیکن ہم جانتے ہیں کہ پیظیم وعدہ آخرکار پورا ہوکرر ہااور چند ہی سال بعد پیغیبرا کرم سلیٹیا پیٹم ایک طاقت ورلشکر کےساتھ فاتحانہ انداز میں مکہ مکرمہ کی طرف لوٹ کرحرم امن الہی کو بغیر کسی خون خرا بے کے اسلام کے زیر تسلط لے آئے۔

یہ قرآن کی معجزانہ پیشگوئیوں میں سے ایک ہے میں قرآن مجید نے الیی خبر بغیر قیدوشرط کے قاطعانہ انداز میں دی، وہ بھی ایک ایسے وقت کہ جب فتح وکامیا بی کوئی علامت نظرنہیں آتی تھی اور پھریہ پیشگوئی بہت کم عرصے میں پوری بھی ہوگئ تھی۔

علامہ طبری مجمع البیان میں لکھتے ہیں: یہ آیت پیغیبرا کرم سلانی آپیلی کی نبوت کی صدافت پرایک واضح ترین دلیل ہے کیونکہ اس میں یہ پیشگوئی بغیر کسی قیدو شرط اور استثناء کے ذکر ہوئی ہے اور جو بعینہ پوری بھی ہوگئ تھی۔(مجمع البیان، جے ۸ م ۲۷۹) فخر رازی نے مجمی اپنی تفسیر میں لکھا ہے: یہ آیت اُن چیزوں میں سے ہے جو پیغیبراسلام سلانٹی آپیلی کی نبوت پر دلالت کرتی ہے کیونکہ اس میں غیب کی خبر دی گئی ہے اور جس چیز کی خبر دی گئی تھی وہ پوری بھی ہوگئی ہے۔

لہذا بیا یک واضح معجزہ ہے۔(تفسیر فخر رازی،ج ۲۵،۱۳) یہاں بعض نے بیاحتمال دیا ہے کہ''معاد'' سےمرادروز قیامت کا معاد ہے۔جیسا کہمفسرین میں سے بعض محققین نے کہا ہے کہ بیاحتمال بہت ہی ضعیف ہے، چونکہ''معاد'' فقط پیغیبرا کرم سلاٹھا آپٹی سے ہی مخصوص نہیں تا کہ فقطآ پ گوہی مخاطب قرار دیا جائے۔اس کے علاوہ کلمہ''لُزادُّک' قیامت کے دن والےمعاد سےکوئی مناسبت نہیں رکھتا، کیونکہا یک جگہوا پس جانا، وہاں سے خارج ہونے کی علامت ہے (یعنی 'کسی جگہ سے نکلیں گے تو وہاں واپس جا نمیں گے )۔

اس کے علاوہ جملہ ' إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُوْآن '' میں نزول قرآن پر تکير کرنا کہ جواس سے پہلے آيا ہے، اس طرح جملہ

### قُلُرَّ بِنَّ اَعْلَمُ مَنْ جَاء بِالْهُلى وَمَنْ هُوَفِيْ ضَلَل مُّبِيْنِ ﴿

یعنی:'' کہددے میرارباً سے بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت کیرآیااوراً سے بھی جو کھلی گمراہی میں ہے''

جواس کے بعد آیا ہے۔ بیسب اس بات پر قرینہ ہے کہ یہاں پیغیبراسلام سلّطُنایَا پہّ اور قر آن کی حقانیت کی بات ہور ہی ہے نہ کہ روز قیامت سے متعلق مسئلہ معاد کی ۔ ان سب با توں کے علاوہ بیتفسیر ، آیت کے شان نزول کے ساتھ بھی موافق نہیں ہے۔ علاوہ ازیں جیسا کہ علامہ طبری نے قتیبی سے نقل کیا ہے کہ کلمہ''معاد'' کامعنی انسان کاوطن اور شہر ہے (مَعْادُ الدَّ جُلِ بَلَدُہُ) چونکہ وہ جہاں بھی جاتا ہے پھروا پس آ جاتا ہے۔ یہ بات بھی قابل تو جہہے کہ قرآن مجید میں کلمہ''معاد'' فقط ایک بار آیا ہے اور وہ بھی اس مقام پر کہ جس کا معنی امانوس وطن ہے۔

## ے۔وہ ہرگز ایمان نہیں لائے گا

ساتویں آیت میں مشرکین مکہ میں سے ایک مشہور مشرک'' ابولہب'' کے بارے میں بات کی گئی ہے کہ جس کا شاررسول اللہ سالٹھ اُلیکٹر کے چچاؤں اور عبد المطلب کے بیٹوں میں سے ہوتا تھا۔وہ مشرکین مکہ میں سے واحد شخص ہے جس کا نام قرآن مجید میں آیا ہے اور اُس کے یقینی طور پر دوزخیوں میں سے ہونے کی تا کید کی گئی ہے۔ جواس بات کا واضح اشارہ ہے کہ وہ ہرگز ایمان نہیں لائے گا۔لہذا قرآن مجیدفر ما تاہے:

تَبَّثَ يَكَاآ أَبِي لَهَ بِوَّتَبَّ أَمَا أَغُلَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ أَسَيَضَلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ أَ "ابولهب كے دونوں ہاتھ ك جائيں (اوروہ ہلاك ہوجائے) اس كے مال ودولت نے اور جو پھاس نے كما يا ہے، اسے كوئى فائدہ ندويا۔وہ جلدى اس آگ ميں داخل ہوجائے گا جسے كے شعلے بھڑك رہے ہيں"

اگر چہابوسفیان ایک خطرناک ترین دشمن تھا،لیکن اس کے باوجودوہ ظاہری طور پرایمان لے آیا تھا۔اسی طرح حضرت حمزہ ا گے قاتل'' وحثی'' جیسے لوگ بھی ظاہری ایمان لے آئے تھے۔ بنابرین' ابولھب'' جیسے شخص کے بارے میں اس قسم کی یقینی پیشگوئی کرنا قرآن مجید کے معجزانہ طریقے کے علاوہ ، عام طریقے سے ممکن نہیں تھی۔ بہت سے مشرکین مکہ حقیقی معنوں میں ایمان لے آئے تھے اور بعض نے ظاہری طور پر اسلام قبول کرلیا تھا۔لیکن جونہ ظاہراً اور نہ واقعاً ایمان نہیں لائے وہ ابولھب اور اس کی بیوی اور ابوسفیان کی بہن' اُم جمیل' 'تھی۔

قر آن مجیدنے اس سورۂ میں واضح انداز میں خبر دی ہے کہ مید دنوں ہر گز ایمان نہیں لائیں گے اور بیقر آن مجید کی غیبی خبر وں میں سے ایک ہے۔اگرقر آن، خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو کسی شخص کے دوزخی ہونے کے بارے میں اس قدرصراحت کے ساتھ خبر دینا کیسے ممکن تھا۔ ہوسکتا تھا کہ وہ آخر میں مسلمانوں کی صف میں شامل ہوجا تا یا کم از کم ظاہری طور پر مسلمان ہوجا تا۔

ابولھب کانام' عَبْس العُوزِّی ''(عزی عربوں کے ایک بڑے بت کانام ہے)اوراس کی کنیت ابولھب تھی۔اس نے یہ کنیت شایداس لئے انتخاب کی تھی کہ اس کا چپرہ سرخ اور روشن تھا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ بیآیات ابولھب کی زندگی میں ہی نازل ہوئی ہیں۔ الہٰذا کہا گیا ہے:'' ابولہب کے دونوں ہاتھ کٹ جائیں (اوروہ ہلاک ہوجائے)'' (قَبَتْ یَدَ آ اَبِیٰ لَهَب) اکثر مفسرین نے جوشان نزول بیان کئے ہیں اُن سے بھی پیۃ چلتا ہے کہ بیوا تعداُس کی زندگی میں ہی رونما ہوا ہے۔

جب پیغمبراکرم سلانٹائیلیم اپنے قریبی رشتہ دارول کواسلام کی دعوت دینے اوراُ نہیں شرک وکفر سے ڈرانے پر ماُ مور ہوئے ،تو اس وقت پیغمبرا کرم سلانٹائیلیم مکہ کے ایک پہاڑ ( کوہ صفا) پر چلے گئے اور وہاں سے بلندآ واز سے پکار کر فر مایا:''یا صَلیا خا''( بیا یک ایسا جملہ تھا کہ جوکسی دشمن پر غافلانہ حملے کے وقت کہا جاتا تھا مکہ والے نے خیال کیا کہ کسی دشمن نے باہر سے مکہ پرحملہ کر دیا ہے،لیکن جب وہ پیغمبراسلام سلانٹائیلیم کے گرد جمع ہوئے تو آ ہے نے فرمایا:

﴿ إِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَكَىٰ عَنَابٌ شَدِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَكَىٰ عَنَابٌ شَدِيدٌ ۗ

لعنی: ' میں تہمیں اللہ کے شدید عذاب سے ڈرا تا ہول''

اور بتوں کی پرستش ہے منع کرتا ہوں اور تو حید کی طرف دعوت دیتا ہوں ۔اس بات پرا بولھب بہت زیادہ غصہ میں آگیا

اور ڪھنے لگا:

"تَبَّالَكَ آمَا جَمَعُتَنَا الرَّلِهُذَا"

لعنی: " تجھ پر موت آئے کیا تونے ہمیں اسی لئے یہاں جمع کیا ہے؟"

اس وفت مذکورہ بالا آیات نازل ہوئیں، جن میں کہا گیا: اُس پرموت آئے جوآ خرکار دوزخ کالقمہ بے گا۔ 🗓

# ۸۔ہم نے تہہیں خیر کثیر عطاکی ہے

ان آیات میں سے آٹھویں آیت یعنی ؛ سور ہ کوثر میں تین اہم پیشگو ئیاں دیکھی جاسکتی ہیں ، چونکہ اس میں اللہ تعالی فرما تا ہے:'' ہم نے مجھے کوثر (بہت زیادہ خیروبرکت)عطافر مائی ، اب جبکہ یہ بات ہے تواپنے پروردگار کے لئے نماز پڑھاور قربانی دے، یقینا تیراد ثمن ہی ابتر (بلاعقب ومقطوع النسل) ہے''

### ٳؾۜٚٲؘڠڟؽڹڮٲڵػۅؙؿؘۯڽؙڣڝٙڵڸڗؾڮۅٙٲۼڗۺٳڹۜۺڶؽۼڰۿۅٵڵٳڹؾۯۺ

بہت سے مفسرین نے ان آیات کا کوئی نہ کوئی شان نزول ذکر کیا ہے جو بہت حد تک ایک دوسرے سے ملتا ہے ۔ منجملہ ''اساعیل بروسوی'' نے تفییر''روح البیان'' میں لکھا ہے: '' جب مکہ میں رسول اللہ سلی الیہ کے بیٹے'' قاسم''اور''عبداللہ'' اور مدینہ میں ''ابرا ہیم ''فوت ہو گئے تو مشرکین مکہ نے کہنا شروع کر دیا: محمدگی وفات کے بعداُن کا نام یادول سے تحوہوجائے گاچونکہ اُن کی نسل ہی باقی نہیں رہی ۔ اس سورہ مجیدہ میں اللہ تعالی خبر دے رہا ہے کہ جس کا نام ونشان باقی نہیں رہے گاوہ آپ کا دشمن ہے ۔ آپ کا نام اور شہرت دن بدن بلند سے بلند تر ہوتی رہے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف اشارہ فر ما یا ہے ۔ اور اس کی وجہ بیہ ہے کہ خدا نے اُنہیں ایک ایک نسل عطافر مائی ہے جورہتی دنیا تک باقی رہے گی ۔ آپ دیکھیں کہ س قدر اہل ہیت ﴿ کوتل اور شہید کیا گیا ہے ، لیکن پھر بھی پوری دنیا اُن سے جسری پڑی ہے''(روح البیان، ج ۱۰ م ۲۵ م

''طبری''' مجمع البیان''میں لکھتے ہیں:''یہ سورہ''عاص بن وائل'' کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ جب رسول اللہ ''مسجد الحرام سے نکل رہے تھے تو اُس کی نظرآ پ پر پڑی تو اُس نے آنحضرت سے پچھ با تیں کیں، قریش کے پچھ بر داروں نے جب بیہ منظر دیکھا تو اُس سے پوچھاکس کے ساتھ با تیں کررہے تھے؟ تو اس نے (گتاخی سے جواب دیا) اس ابتر (مقطوع النسل) کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ چونکہ جس شخص کا بیٹانہیں ہوتا تھا اُسے عرب'' ابتر'' کہتے تھے۔لہذا (اس وقت) مذکورہ بالاسورہ نازل ہوئی اور اُن لوگوں کو جواب دیا گیا ''(مجمع البیان، ج ۱۰، ص ۵۴۹)'' فخر رازی''نے اس آیت کی شان نزول میں چھول نقل کئے ہیں کہ مختلف لوگ پنیمبرا کرم ساٹھ الیہ ہے'' ابتر'' کہتے تھے (اس وقت) یہ سورہ مبار کہ انہی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ (تفییر فخر رازی، ج ۳۲، ص ۱۳۲)

ا گرچہ مختلف افراد کا نام لیا گیا ہے کیکن سب کامضمون اور مطلب ایک ہی ہے کہ وہ سب پیغیبراسلام سانی ایپلیم کو کینے اور عداوت

ت پیشان نزول بہت سے مفسرین اورمؤرخین نے معمولی سے فرق کے ساتھ نقل کیا ہے ( دیکھئے:ای آیت کے تفسیر میں تفسیر مجع البیان،قرطبی،مراغی،فخررازی، درالمنثور، فی ظلال ۱ کی طرح کامل ابن اثیر، ۲۶ م ۲۰۹)

کی وجہ سے''ابتز'' کے نام سے پکارتے تھےلہٰذا قرآن مجید نے اُن سب کو جواب دیا ہے۔ کیونکہ یہ چھاقوال ایک دوسرے کے منافی نہیں ہیں،ممکن پیرالفاظ اُن سب نے استعال کیے ہوں اور قرآن نے بھی اُن سب کو جواب دیا ہو۔ بہر حال کلمہ''ابتز'' سے مراد کسی حیوان کے بدن کے کسی عضو کا قطع ہوجانا ہے جسے عام طور پر'' دُم کٹا'' کہا جاتا ہے۔اس کے بعد بیکلمہ''مقطوع النسل''انسانوں کے بارے میں استعال ہونے لگا۔

اسی طرح جن لوگوں کا نیک نام باقی نہیں رہتا یا جن کا نام یا دوں سے تحوہوجا تا ہے، اُن کے لئے بھی یہ کلمہ استعال ہوتا ہے۔ اسی طرح'' خطب ہے ہتراء'' اُس خطبے کو کہتے ہیں کہ جو نام خدا کے بغیر شروع ہوتا ہے (یا اُس میں خدا کا نام نہیں ہوتا )'' مقالیں اللغۃ'' میں بھی آ یا ہے کہ'' بتر'' کا معنی قطع ہے۔'' میں بیٹی باتیز'' یعنی' کا ٹے والی تلوار۔ جس کی نسل نہ ہوتو اُسے'' ابتر'' کہتے ہیں۔ لیکن'' کوژ'' مادہ '' کثر ت' سے لیا گیا ہے۔ ﷺ اور اسی معنی میں ہے اور یہاں اس کا ایک وسیع معنی امراد ہے جو عبارت ہے: خیر کثیر اور بہت زیادہ برکت سے۔ اس کے واضح ترین مصادیق میں سے ایک خاتوں اسلام'' سیرۂ نساء العالمین من الا ولین والآخرین'' حضرت فاطمہ زھراء ×اور اُن کی بابر کت نسل سے اُن کی اولا د ہے۔ مفسرین نے'' کوژ'' کے معنی کے بارے میں بہت زیادہ احتمالات ذکر کئے ہیں۔

یہاں تک کہ فخر رازی نے پندرہ قول اورتفسیر روح المعانی میں بعض مفسرین سے چھبیں قول بھی نقل کئے گئے ہیں جس کی طرف علامہ طباطبائی '' نے '' تفسیر المیز ان' میں بھی اشارہ کیا ہے۔ منجملہ اس کی مشہورترین تفسیر'' حوض کو ژ'' ہے جو پینجمبرا کرم '' سے متعلق ہے اور جس سے مومنین جنت میں داخل ہونے کے وقت سیراب ہوں گے۔ (مجمع البیان ، ج ۱، ص ۵ م ۵) بعض نے اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ اس سے مراد مقام نبوت یا قرآن ، یا بہشت کی ایک نہریا شفاعت ہے۔ جیسا کہ ہم نے کہا ہے کہ پیکلمہ ایک وسیع معنیا رکھتا ہے جو ان سب کو شامل ہو سکتا ہے۔ اس مفہوم کے مصادیق کی زیادتی اس مفہوم کی جا معیت کے مانع نہیں بنتی ، اور پھر ان متعدد تفاسیر میں کوئی تضاد بھی نہیں ہتی ، اور پھر ان متعدد تفاسیر میں کوئی تضاد بھی نہیں ہے۔

بہرحال اس سورہ میں تین اہم پیشین گوئیاں، دیکھی جاسکتی ہیں: سب سے پہلے فرمایا:''ہم نے تہہیں خیر کثیر عطا کی ہے': اگر چپہ' اِنَّا اَعْطَیْناکے''فعل ماضی کی صورت میں ہے کین ممکن ہے کہ بیرمضارع مسلّم کی قشم سے ہو، جو ماضی کی صورت میں بیان ہوا ہے۔اور بیزخیر کثیران تمام فتو حات، کامیا بیوں اور توفیقات کوشامل ہے جو پیغمبرا کرم سلّ ٹھائیا پہلم کو بعد میں نصیب ہوئیں ہے اگر چپووہ مکہ میں اس سورہ کے نزول کے وقت پیش مبنی کے قابل نہیں تھیں ۔

مخصوصاً اگراس کے متعدد شان نزول کودیکھا جائے اور پھرکلمہ' ابتر'' کہ جسکااطلاق دیمن آپ پر کرتے تھے، اس' نخیر کثیر'' کا ایک واضح ترین مصداق وہی آپ کی اولا دہے کہ جوسب کی سب آپ کی اکلوتی بیٹی'' فاطمہ زُہرا ב'سے پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور بعض کے بقول آج پوری دنیا بھری ان سے ہوئی ہے اور اس چیزگی اُس دور میں پیش گوئی نہیں کی جاسکتی تھی۔

<sup>🗓</sup> آلوی روح المعانی میں لکھتے ہیں: کوژ صیغه نمبالغہ ہے جو حد سے بڑھی ہوئی کثرت کے معنیٰ میں ہے۔(ج۰۳،ص۲۴۵)اور لسان العرب میں ہم پڑھتے ہیں: "اَلۡکَیۡثِیۡرُ مِنۡ کُلِیۡ شَدَی''

پچھاہل سنت مفسرین نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ منجملہ فخر رازی نے'' کوژ'' کی تفسیر میں جو تیسراقول نقل کیا ہے، وہ یہی آپ کی اولا داور فرزند ہیں۔وہ لکھتے ہیں:''چونکہ بیسورۂ اُن لوگوں کے جواب میں نازل ہوا ہے کہ جو بیٹا نہ ہونے کی وجہ ہے آپ کی مذمت کرتے تھے، پس اس کامفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ گوایک ایسی نسل عطا کی ہے جوصدیوں اور زمانوں تک باقی رہے گی۔

درحالانکه''بنی اُمیه' سے کوئی بھی قابل ذکر شخص باقی نہیں رہا۔اورآپ گی اولا دمیں سے حضرت باقر ،حضرت صادق ،حضرت کاظم ، حضرت رضا ( ÷ )اور محمد نفسہ زکیہ وغیرہ جیسے کتنے ہی بزرگ علاء دیکھے جاسکتے ہیں' (تفسیر فخر رازی ، ج۲۳ میں ۱۲۴) تفسیر روح المعانی میں بھی آیا ہے:'' بعض مفسرین نے کہا ہے کہ'' کوژ'' سے مرادآنحضرت کی اولا دہے اور فرزند ہیں چونکہ بیسورہ اُن لوگوں کے جواب میں ہے جو آنحضرت کی عیب جوئی کرتے تھے اور آپ گو'ابتر'' کہتے تھے۔المحمد لللہ! آج آپ کی اولا داس قدر زیادہ ہو چکی ہے کہ جس سے لپورا کر ہَ ارض مجرا ہواہے''۔ (روح المعانی ، ج ۳۰م میں ۲۴۵ میں دارا حیاء التر اث العربی لبنان)

دوسری جانب بیسورۂ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ آپ کے دشمن'' ابتر''، بلاعقب اورمقطوع النسل ہوجا 'ئیں گے بید پیش گوئی مجھی پوری ہوگئ ہے اور آپ کے دشمن اس طرح تتر بتر اور تباہ و بر باو ہوئے کہ آج ان کا نام ونشان تک باقی نہیں ہے حالانکہ'' ابو سفیان'' اور اس کی اولا د'' بنی اُ میہ'' جو اسلام کے سخت ترین دشمن تھے پینچمبر اسلام ؓ کے مقابلے میں اور آپ گی بعض اولا د کے مقابلہ میں کھڑے ہوئے ایک وقت اتنی تعدا داور کثرت رکھتے تھے کہ ان کی اولا دشار میں نہ آتی تھی ،کیکن آج اگر اُن میں سے کوئی باقی رہ بھی گیا ہوتو وہ مالکل پہچانانہیں جاتا۔

آلوی نے روح المعانی میں لکھا ہے: '' اُبَّرُ'' کامعنی ایہ ہے کہ جس کے پسماندگان میں سے کوئی باقی نہ رہے، نہ کوئی بیٹا ہواور نہ ہی اسے کوئی نیک نامی اور نہ ہی اسے کوئی نیک نامی اور نہ اسکال کے اثرات قیامت تک باقی جیں بلکہ خود قیامت میں بھی باقی رہیں گے''(ایفنا، ص ۲۴۷) اگر چیہ شہور روایت کے مطابق اس سورہ کے شان نزول سے یہ چاتا ہے کہ اس قسم کی بات کہنے والا پنیم براسلام گے دشمنوں میں سے ایک سخت ترین دشمن' عاص بن وائل' ہی تھا۔

لیکن واضح ہے کہ بیسورۂ فقط اُسی کی طرف اشارہ نہیں کررہی بلکہ کلمہ'' طانئ'' کہ جو مادۂ'' شکنان' سے بغض وعداوت کے معنیٰ میں ہے،جس کا بہت وسیع مفہوم ہےاورتمام دشمنوں کوشامل ہے۔اور بیہ پیشگو ئی بھی اُن سب پرصادق آتی ہے، چونکہ نہ تو اُن کا نام ونشان باقی رہاہےاور نہاُن کی قابل شاخت اولا دباقی ہے۔اس مطلب کی پیش گوئی اُس زمانے میں ناممکن تھی کہ جب پیغیمرا کرم میں متے اورمسلمانوں کی تعداد بھی بہت کم تھی۔

# ٩، • ا ـ وهمهيس كوئى نقصان نهيس يهنجا ئيس ك

نوي اور دسوي آيت ميں چنداور قابل توجه پيشگوئيال ديكھي جاسكتي ہيں:

ا۔'اوروہ اہل کتاب (خصوصاً یہودی) تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے تھوڑی ہی آزارواذیت کے'''لُن یَضُوّ و کُنم

الآأَذَّی''اگرچ''مفردات' میں راغب کے بقول کلمہ'آڈی' ہراُس زیان اور ضرر کوشامل ہوتا ہے کہ جوانسان کی روح یاجہم یا اُس سے
متعلق چیزوں کو پہنچتا ہے، لیکن چونکہ بیکلہ جملہ' لُن یَضُوّ و کُم '' ( تمہیں ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتا ) سے استثناء کی صورت میں اور پھر
'اڈی'' نکرہ کی صورت میں آیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیضرر ونقصان جزئی ہے۔خواہ زبانی زخم کی صورت میں ہویا ہلکی پھلکی ایذا
پہنچانے والی حرکتوں کی صورت میں ۔ چونکہ اہل کتاب خصوصاً یہود یوں کی طافت بہت زیادہ تھی اور مسلمان بظاہر کمزور تصلہذا سے پیشگوئی مستقبل کے لئے یقینی طوروی الٰہی کے سواکسی اور طریقے سے ممکن نہیں تھی۔

۲۔''اورا گروہ تم سے جنگ کریں تو تہمیں پیٹے دکھا کر (بھاگ) جائیں گےاس کے بعدکوئی بھی ان کی مددکونیس آئے گا'' وَإِنْ يُتَقَا تِلُوۡ كُمۡدِيُوَ لُّوۡ كُمُدُ الْآكُونِ اِنَّةُ مَدِّ لَا يُنْصَمُ وۡنَ ﴿

یہ پیشگوئی کہ جب بھی اصحاب پیغمبر اور یہودیوں اور دوسرے تمام اہل کتاب کے درمیان جنگ چھڑے گی تو یہودیوں اور تمام اہل کتاب کی تقدیر میں شکست ہی ہوگی ،ایک ایسی بات نہیں تھی جوعام ذریعے سے معلوم ہوسکتی تھی۔

سے'' وہ جہال کہیں بھی ہول گےان پر ذلت ورسوائی کی مہر گی ہوئی ہے مگریہ کہ خدا سے رابطہ قائم کریں (اوراپنے نالپندیدہ عمل پرتجدید نظر کریں ) یالوگوں سے وابستگی کے ذریعے، یعنی ؛ادھرادھرسے مددحاصل کریں''

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ النِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوۤ اللَّا بِحَبْلِمِّنَ اللهو**وَحَبْلِ**مِّنَ النَّاسِ

حبیباً کہ تاریخ اسلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تینوں وعدے پیغیم راسلام صلیٹھائیلیم <mark>کے زمانے می</mark>ں ہی پورے ہو گئے میخ مخصوصاً تجاز کے یہودی خواہ وہ'' بن قریظ''ہوں یا'' بنی نضیر'اور'' بنی تعین عاش' یا'' خیر کے یہودی''ہوں یا'' بنی المصطلق''سب کے سب اسلام کےخلاف بہت زیادہ کوشش وسعی کرنے اور ایڈ ارسانی کے بعد آخر کارشکست سے دوچار ہوجاتے ہیں اوراُن کا وجو ذختم ہوجا تا ہے۔

اگرچہ مذکورہ بالا آیات میں یہود یوں کانام واضح طور پربیان نہیں ہوا، کیکن اس آیت اوراس جیسی دوسری آیات (مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۲۱ میں واضح طور پریہود یوں کانام لیا گیاہے) سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں آیتوں میں بھی یہود یوں ہی کی طرف اشارہ ہے۔ خصوصاً آخری آیت میں فرمایا گیاہے کہ فقط دوصورتوں میں وہ اپنی پیشانی سے ذلت وخواری کومٹاسکتے ہیں: پہلے وہ'' خدا کی طرف پلٹیں اور روئے زمین سے عصیان وفساد کرنے سے باز آ جائیں''' إِلاَّ بِحَبْمُ لٍ مِنْ الله'' اور دوسراوہ''لوگوں سے وابستگی کے ذریعے''و تحبیٰلٍ مِنْ النَّنَاس''

یہ وہی بات ہے جوآج تک یہود یوں کی زندگی میں دیکھی جارہی ہے۔اُن کی تاریخ بھی اُن کی در بدری اور ذلت وخواری یا دوسری طاقتوں سے وابسٹگی کی حکایت کررہی ہےاور وہ دوسروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔(عصر حاضر میں جرمنی کے نازیوں کے دور میں اُن کی پہلی صورت دیکھی جاسکتی ہے اور آج کے حالات اُن کی دوسری صورت کی عکاسی کررہے ہیں )اگر چپہ مفسرین نے ''بیح بٹلِ چِنْ اللّٰاءِ وَحَبْلٍ چِنْ النَّاس'' کی تفسیر میں بہت سے احتمالات ذکر کئے ہیں ،لیکن ہم نے جو کچھاو پر بیان کیا ہے وہی زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے اُن کی بعض تفاسیر میں ہم نے جو کلی مفہوم بیان کیا ہے، وہ ایک مصداق کے عنوان سے قابل قبول ہو۔ 🗓

## ے۔ قرآن کاعدم تضاداورا ختلاف کے لحاظ سے معجزہ ہونا

قرآن مجید کے منجزہ ہونے اور خدا کی جانب سے نازل ہونے کی نشانیوں میں سے ایک اور نشانی ہیہے کہ اس میں کہیں بھی تضاد اورا ختلاف نظرنہیں آتا حالانکہ قرآن کے نزول اور قرآن کو لے کرآنے والے کی شرائط اس طرح ہیں کہا گریہ خدا کی طرف میں اختلاف و تضاد بلکہ بہت سے اختلافات اور تضادات دیکھنے میں آتے۔قرآن مجید سورہ نساء کی آیت نمبر ۸۲ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

اَفَلَا يَتَكَبَّرُوْنَ الْقُرُانَ ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْ اِغَيْرِ اللهِ لَوَجَنُوْ افِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيرُوا ﴿ لَا لَهُ لَوَجَنُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرُوا ﴿ لَا لَهُ لَا يَعْنَ اللَّهِ الْوَالِمُ اللَّهُ لَا يَعْنَ اللَّهِ الْمُعْلَى اللَّهُ الللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ اللّ اللَّهُ اللَّ

اسمسله کابنیادی کلتے تحلیل و تجزیے کے ذریعے واضح طور پراخذ کیا جاسکتا ہے:

'' ہر شخص کی کیفیات اور نظریات ہمیشہ بدلتے رہتے ہیں بعض استثنائی جالات چھوڑ کر عام حالات میں تکامل وارتقاء کا قاعدہ انسان اوراس کےا فکارونظریات پر بھی موثر وحاوی ہے ہمیشہ دن مہینے اور سال بدلنے سے لوگوں کی زبان ،فکراور گفتار بھی بدلتی رہتی ہے، اگرغور سے دیکھیں توایک لکھنے والے شخص کی تحریریں بھی بھی ایک جیسی نہیں ہوتیں ، بلکہ ایک ہی کتاب کی ابتدااورانتہاء میں فرق ہوتا ہے خصوصاًا گرکوئی شخص عظیم حوادث سے گزرے اور حوادث بھی ایسے جوایک فکری ،معاشرتی ،نظریاتی واعتقادی انقلاب کی بنیاد بن جا عیں تو وہ جتنا بھی کہ اپنی گفتار کوایک جیسا اور ایک طرز پر رکھنے اور اسے اپنی گذشتہ با توں سے مربوط کرے کی کوشش کرے تو وہ ایسانہیں کرسکتا ، خصوصاً اگروہ ان پڑھاور پس ماندہ ماحول میں پروان چڑھا ہو''۔

لیکن قرآن جو ۲۳ سال کی مدت میں لوگوں کے تربیتی تقاضوں اور ضروریات کے مطابق بالکل مختلف حالات اور مواقع پر نازل ہوا، ایسی کتا ہے جو کمل طور پر مختلف موضوعات کو چھٹرتی ہے اور عام کتب کی طرح اس میں صرف معاشرتی، سیاسی، فلسفی، انسانی حقوق یا تاریخی موضوع سے بحث نہیں ہے، بلکہ قرآن بھی تو حید اور اسرار آفرینش کے بارے میں اور بھی احکام وقوانین اور آ داب وسنن کے متعلق اور اسی طرح گزشتہ عبادت اور بندوں کے خدا سے را بطے کے بارے میں گفتگو کرتا ہے، ڈاکٹر گوستاولبون کے بقول قرآن جو کہ مسلمانوں کی آسمانی کتاب ہے صرف تعلیمات اور مذہبی احکام پر مشتمل نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے سیاسی، اجتماعی اور معاشرتی احکام بھی بیان کرتی ہے۔

الی خصوصیات کی حامل کتاب کے لئے عام طور پر میمکن نہیں کہ وہ تضاد، تناقض اور تضاد بیانی سے مبّر ا ہو، کیکن جب ہم دیکھتے

<sup>🗓</sup> جو کچھ ہم نے کہا ہے، اُس سے واضح ہوتا ہے کہ آیت میں استثناء متصل صورت میں ہے۔

ہیں کہ ان تمام جہات کے باوجوداس کی تمام آیات ایک دوسرے سے ہم آ ہنگ ہیں اور ہرقشم کے تصاد ، اختلافات ، سے خالی ہے تو ہم بہت بہتر انداز ہ لگا سکتے ہیں کہ بیہ کتاب سی انسانی فکر کی تخلیق نہیں ہوسکتی ، بلکہ خدا کی طرف سے ہے۔جبیسا کہ قرآن خوداسکی حقیقت کو مذکورہ بالا آیت میں بیان کرتا ہے۔

بالفاظ دیگرتمام مادی موجودات جن میں سے ایک انسان بھی ہے ایک لحاظ سے مادی پہلور کھتے ہیں اور ہمیشہ تبدیلی کی حالت میں ہیں اورا پنی تبدیلی کواپنے اردگر دموجود مخلوقات کی طرف بھی منتقل کرتے ہیں، لہٰذاا ثر انداز ہونا اورا ثر قبول کرنا انسان اور ہر مادی مخلوق کی طبیعت میں موجود ہے۔ اسی دلیل کے تحت انسان کے افکار وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہوتے رہتے ہیں خصوصاً مختلف مسائل میں تجربات زیادہ ہونے اور انسانی مہارت کی سطح بلند ہونے سے اس تبدیلی وتغیر میں مدد ملتی ہے اور یہ چیز سبب بنتی ہے کہ اگر ہم ایک فرد کی زندگی کے واقعات کو جمع کریں تو حتماً اس میں تضادونا ہما ہنگی اور بدنظمی وجودر کھتی ہوگی۔

صرف اللہ تعالی جیسی قا در مطلق ذات ہے جو ہر طرح کی تبدیلی اور تا ثیرو تا ثر پذیری ہے محفوظ ہے اور اس کے کلام میں کسی قسم کا تضادنہیں اور بیرتق اور ناحق کلام کو پہنچا نئے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جتی بعض مفسرین نے وضاحت کی ہے کہ خصر ف آن میں کوئی تضادنہیں ہے بلکہ اس کی فصاحت وبلاغت کے درجات میں بھی کوئی فرق نہیں ۔ یہ بات درست ہے کہ ہم نے قرآن کی بعض آیات کودوسری آیات سے زیاد فصیح یایا ہے ۔ جیسا کہ ثاعر کا کہنا ہے:

«كىبودتَبَّتُ يَلاا ،مانند ، يااَرُضُ ابُلَعِي ، <sup>[]</sup>

کیکن بیتبدیلی مقامات کی وجہ سے واقع ہوئی، یعنی ؛ان میں سے ہرایک اپنی ج<mark>گہ مناسب اور بہتر تعبیر ہےاس لحاظ سے اس میں</mark> کوئی فرق نہیں ہے۔

سوال: یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہا گرقر آن مجید میں تضاد اور اختلاف نہیں ہے تو پھر'' ناتخ ومنسوخ'' آیات کس لئے ہیں؟

جواب: جیسا کہ ہم قرآن میں ناتخ ومنسوخ کی بحث میں بیان کر چکے ہیں کہ منسوخ آیات کچھالیے قرائن کے ساتھ ہیں کہ جن سے پتا چلتا ہےان میں بیان کئے گئے مطالب کی مدت کم ہے اور ایک دن اُن کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یعنی ؛ خود اُن آیات میں ننخ کی علامت موجود ہے۔ اس نکتہ پرغور کیا جائے توان آیات میں نہ فقط کوئی تضافہیں بلکہ اُن کے درمیان ہمیشہ ایک قسم کی ہم آ ہنگی پائی جاتی ہے۔

🗓 پیمصرع اس معروف شعر سے لیا گیا ہے:

در بیان ودر فصاحت کی بود یکسان سخن گرچه گوینده بود چون جاحظ وچون اصمعی در کلام ایزد بیچون که وی منزل است کی بودت بیجه یکا ان مانند ''یاار خُس ا ابلکهی " مثلاً اگر ہم مختلف سطح کے طلباء کے لئے ایک نصاب بنانا چاہیں تا کہ تعلیم وتربیت حاصل کرنے والے افراد کومختلف مراحل سے گزار کر آخری مرحلے تک پہنچا ئیں تو نصاب میں موجود قرائن کے مطابق مختلف کلاسوں کے لئے نصاب میں تبدیلی کوہم ہرگز تصنا دو تناقص نہیں کہیں گے۔ بلکہ اس کے برعکس بیاُس نصاب میں ایک قسم کی ہم آ ہنگی کہلائے گی۔ جو پچھ ہم نے اوپر کہا ہے، اس سے''عام وخاص''یا ''مطلق ومقید'' پر دلالت کرنی والی آیات کے بارے میں پیدا ہونے والے سوال کا جواب بھی واضح ہوجا تا ہے۔

کیونکہ تخصیص کے ذریعے عام وخاص میں اور مطلق ومقید میں ہم آ ہنگی برقرار کرنا عام لوگوں میں ایک معروف چیز ہے اوراُ سے ہرگز تناقض نہیں کہا جاتا۔ مثلاً اگر کسی ملک میں کوئی حکومت اعلان کرے کہ برآ مدات بالکل آ زاد ہیں لیکن بعد میں کچھ چیزوں کومشنٹیٰ قرار دے تو یہ استثناء اُس قانون میں تضاد کی وجہ سے نہیں ہے، بالخصوص جب یہ کام ایک روایت ورسم کی حیثیت اختیار کر لے اور ایک عام حکم بیان کر کے بعد میں اُس سے بعض چیزوں کومشنٹیٰ کردیا جائے تو اس میں کوئی عیب نہیں۔ویسے بھی ہمیشہ ہرحکم اور قانون میں پچھ چیزیں مشنٹیٰ ہوتی ہیں۔ یہاں ہم قرآن میں اعجاز اور اُس کے مختلف پہلوؤں کا موضوع ختم ہوجا تا ہے۔

## بعض دوسرے خارق عادات اعمال

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ پیغمبراسلام تر آن کےعلاوہ اور بھی بہت سے مجزات لے کرآئے ہیں اوراس بات پر پوری دنیا کےمسلمانوں کا اتفاق ہے اور متواتر روایات بھی اس بات کی دلالت کرتی ہیں ۔قر آن مجید میں بھی ان مسئلے کی طرف بار ہاا جمالاً اور تفصیلاً اور مجھی خاص مججزات کی نشاند ہی کر کے اشارہ کیا گیا ہے۔سب سے پہلے بیآیت ملاحظہ کیجئے:

١٠ وَإِذَا ذُكِّرُوا وِلاَ يَنُ كُرُونَ وَإِذَا رَا وَايَةً يَسْتَسْخِرُونَ وَقَالُوا إِنْ هَنَا الِلَّ سِحُرُّ مُبِيْنُ " قرآن يهان يركفار كي ندمت كرت موئز ما تا ب:

''جب ان کوتنبیہ کے طور پر تذکر دیا جائے تو اس کو قبول نہیں کرتے اور جب مجز سے کو دیکھتے ہیں تو مذاق اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہتو واضح اور روثن جا دو ہے۔ 🏻

آیت میں' کہ آؤ اَیگہ '' کی الفاظ واضح کرتی ہے کہ انھوں نے پیغمبرا کرم سلیٹھائیلم سے کوئی ایک معجز ہ یا کچھ معجزات ضرور مشاہدہ کئے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وہ (معجزہ دیکھ کر ) پیغیبر پرایمان لے آتے ،اس کے برعکس اُنھوں نے دو بہت ہی منفی ردعمل ظاہر کئے: ایک وہ اس کا مذاق اُڑا نے لگے اور دوسراا سے واضح جادو کہنے لگے۔ یہ بات واضح ہے کہ قرآن کی آیات تن جاسکتی ہیں نہ کہ دیکھی جاسکتی ہیں۔ اس بنا پر لفظ' ''آئیگہ '' یہاں پر آیات قرآن دیکھنے کے معنی امیں نہیں ہوسکتا۔

اس کےعلاوہ'' واضح جادو'' کےالفاظ معجزات اور خارق عادات چیز ول سے تناسب رکھتی ہے۔اُصولاً اُن کا پیغیبرا کرم سلّٹھٰآلیہِ ہم کوجاد وگر کہنااوراس بات کا بہت زیادہ پروپیگینڈا کرنا،ظاہر کرتا ہے،اُنھوں نے آپ سے پچھ خارق عادات چیزیا کوئی معجزہ ضرور دیکھا تھا۔

<sup>🗓</sup> سورهٔ صافات ر ۱۳ تا ۱۵

اس کے علاوہ یہ کیسے ممکن ہے کہ پیغیبرا کرم سلیٹھ آپہ اپنی آسانی کتاب میں دوسرے انبیائے کرام نے کے اس قدر محسوں معجزات: مثلاً حضرت موسی - کے اس قدر محسوں معجزات (سورہ نمل ۱۲) یا حضرت عیسی ا سے حضرت موسی - کا'' ید بیفیا''اور''عصائے موسی''اوراُن سے صادر ہونے والے دوسر نے ومعجزات (سورہ نمل ۱۲) یا حضرت عیسی ا سے کے ''مردول کو زندہ کرنے'''' پیدائش اندھوں کو بینا کرنے''اور'' نا قابل علاج بیاروں کو شفا دینے''اوراسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت واؤد علیہ السلام کے معجزات جوسب کے سب قرآن میں ذکر ہوئے ہیں نقل کریں اور خود کسی قسم کامحسوں معجزہ لیکرنہ آئے ہوں۔

آپ سالٹی آپٹی او جود آپ گہیں کہ میری نبوت ہیں کہ تمام دوسرے انبیائے کرام ÷ تو معجزہ رکھتے ہیں لیکن آپ نودکوئی معجزہ نہیں رکھتے۔ اس کے باوجود آپ گہیں کہ میری نبوت سب سے برتر نبوت اور میرادین سب سے افضل ترین دین ہے۔ مذکورہ بالا آیت کے علاوہ ان سب قر ائن سے ظاہر ہوتا ہے آنحضرت سالٹی آپٹی کے (قر آن مجید کے علاوہ ) کچھاور معجزات بھی تھے۔ مذکورہ بالا آیت کے علاوہ قر آن مجید میں بہت می دوسری آیات بھی ہیں۔ اگر چھرف ان آیات سے پیغمبر اسلام سالٹی آپٹی کے معجزات کی تصریح نہیں ہوتی ، لیکن اگران کے ہمراہ انکہ دین ÷سے منقول روایات یا کتب تاریخ میں نقل ہونے والے ان کے شان نزول اور تقییر میں منقول روایات کودیکھا جائے توان سے پیغمبر اسلام کے بہت دوسرے معجزات کی تھی حکایت ہوتی ہے۔ جن کے چند نمونے یہاں ذکر کئے جاتے ہیں:

ا ۔ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں آیا ہے:

سُبُخَىَ الَّذِي َ اَسْرَى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِي لِرَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنَ الْبَائِدِي الْمَسْجِدِ الْعَرَامِ اللَّائِدِي الْمَعْدُ الْمَعْدُونَ وَالسَّبِيْعُ الْمَعِيْدُ ﴿

یعنی: '' پاک دمنزه ہے وہ ذات جواپنے بندے کوراتوں رات مسجد الحرام سے مسجد الاقصیٰ کی طرف لے گئ جس کا ماحول پر برکت ہے تا کہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھا ئیں یقیناوہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

بلا شک وشبہ''مسجدالحرام''سے''مسجداقصیٰ'' کی طرف جانا اور آسانوں سے بھی آ گے سفر کرنا، اُس زمانے میں ایک غیر معمولی کام تھالیکن جب تک لوگ اس قسم کے واقعے کا مشاہدہ نہ کرلیں، اُس وقت تک نہ تو معجزانہ پہلور کھ سکتا ہے اور نہ دعویٰ نبوت کو ثابت کر سکتا ہے۔لیکن اسلامی روایات سے پتا جلتا ہے کہ لوگوں نے اس واقعے کا اُن خبروں کے ذریعے مشاہدہ کیا تھا جو پیغیبرا کرم سالٹھ آپیلی نے مکہ وشام کے راشتے میں رفت وآمد کرنے والے قافلوں کے بارے میں دی تھیں۔ 🗓

۲ ـ سوره حجر کی آیت ۹۵:

<sup>🗓</sup> کتاب''اثباۃ الھداۃ'' کی جلدا،ص۲۴۷ میں امام جعفرصادق – سے روایت ہے کہ نبی اکرم سلٹٹلیکیٹر نے اُنہیں خبر دی کہآ پؑ نے فلال قبیلے کے کنویں کے پاس ابوسفیان کودیکھا کہ اُس نے اپنے اُونٹوں میں سے ایک سرخ بالوں والے اُونٹ کو گم کردیا تھا۔ای طرح بازار شام کی علامتیں بھی بتا عیں کہ جہاں آپ جمھی بھی نہیں گئے تھے'' (مجمع البیان ، ج1،ص ۵۹ س، میرۂ ابن ہشام ج۲،ص ۴۲،ص ۴۳)

إِنَّا كَفَيْنِكَ الْمُسْتَهْزِءِينَ

یعنی: (ہم مٰداق اڑانے والوں کے شرکوتم سے رکھیں گے )

کے تحت آیا ہے کہ چھ(یااس ہے کم) گروہوں میں ہرایک گروہ پیغیبراسلام کامذاق اڑا تاتھا۔ جب بھی آپ ان کواسلام کی تبلیخ کرنے لگتے تو پیلوگ اپنی ہاتوں کے ذریعے آپ کے اردگرد سے لوگوں کومنتشر کردیتے تھے۔لیکن اللہ تعالی نے اُن میں سے ہرایک کوسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا کردیا تھا اوروہ اس طرح اپنی مصیبتوں میں کچنس گئے تھے کہ جس کی وجہ سے وہ آپ کو بالکل ہی بھول گئے۔ 🎞 سا۔سورہ مائدہ کی آیت اا میں فر مایا گیا ہے:

بعض روایات میں آیا ہے کہ یہ: بی نضیر کے یہودیوں' کی طرف اشارہ ہے کیونکہ انہوں نے پیغیمرا کرم گے قبل کے بارے میں سازش کی تھی ۔ جب پیغیمرا کرم اپنے بعض اصحاب کے ساتھ ان لوگوں کے پیچھ گئے تا کہ اُن کے ساتھ مقتولین کی دیت کے بارے میں جو معاہدہ کیا گیا ہے، اُس کے متعلق بات چیت کریں۔ اُن لوگوں نے کہا: ٹھیک ہے بیٹھیں اور کھانا کھا نمیں تا کہ آپ کے ساتھ بات چیت کی جائے، اس وقت وہ آپ کو غافل کر کے میں آپ پر تملہ کرنے کا ارادہ کر کھتے تھے اور پیغیمرا کرم اور آپ کے ساتھیوں کو تم کرنا چاہتے ہے۔ اس وقت اللہ تعالی نے آپ گوائن کی اس سازش سے آگاہ کردیا اور آپ نے اسپنے اصحاب کو اس بات سے آگاہ کردیا جس کے بعد آپ اس سے ساتھیوں کو شکہ کردیا ہوں ہے۔ اس وقت اللہ تعالی نے آپ گوائن کی اس سازش سے آگاہ کردیا اور آپ نے اسپنے استحاب کو اس بات سے آگاہ کردیا جس کے بعد آپ اس سے ساتھیوں سمیت جلدی سے والی لوٹ آئے آیا اور

'' يہ بھی پنيمبرا کرم گے مجزات میں سے ایک مجزه تھا'' "وَکَانَ ذٰلِكَ اِحُدِيٰ مُعْجِزُ اتِهِ " ﷺ ۴۔سورہ اسراء کی آیت ۴۵ میں آیا ہے:

<sup>🗓</sup> اس دلچیپ واقعے کی تفصیل علامہ طبرس مرحوم نے مجمع البیان کی ج۲۰۵ بس ۴۷ سااور علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار کی ج۱۸ بس ۴۸ پراورا بن ہشام نے سیرۂ ابن ہشام کی ج۲ بس ۵۰ پرذکر کی ہے،اسی طرح دوسر ہے محدثین مفسرین اورمؤرخین نے بھی اس واقعہ کا تذکرہ کیا ہے۔

سیر و افتح کی تفصیل علامہ طبر سی مرحوم نے مجمع البیان کی ج۳۰۵ میں ۳۸ میں اور علامہ مجلسی مرحوم نے بحار الانوار کی ج۱۸ میں ۴۸ میراورا بن ہشام نے سیر وابن ہشام کی ج۴مس•۵ پرذکر کی ہے،اس طرح دوسر ہے محدثین ،مفسرین اورمؤرخین نے بھی اس واقعہ کا تذکر و کیا ہے۔

<sup>🖺</sup> مجمع البيان، ج ٣،٩٥٥ ١٦٥

وَإِذَا قَرَاْتَ الْقُرُانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاخِرَةِ جِمَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿
يَعَىٰ: ''اور جب توقر آن پڑھتا ہے تو ہم تیرے اور آخرت پرایمان ندر کھنے والوں کے درمیان ایک غیر محسوں حجاب پیدا کردیتے ہیں۔''

ایک دفعہ پینمبراکرم تلاوت قرآن میں مشغول تھے تو بعض دشمنوں نے آپ کے تل کاارا دہ کیا۔اس وقت اللہ تعالیٰ نے پینمبرا کرم ً اورآپ کے دشمنوں کے درمیان ایک نامر کی پر دہ قرار دے دیا۔ چنانچہ ایک حدیث میں طبرسی مرحوم نے اپنی کتاب احتجاج میں حضرت علی سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مجمد صلّ ٹھائیا ہے گوان کے دشمنوں سے پانچ پر دوں چھپائے رکھا، جوآپ گوتل کرنے کاارا دہ رکھتے تھے۔ ان پانچ پر دوں کے بارے میں قرآن مجیدگی آیات میں اشارہ کیا گیا ہے: ایک جگہ سورۂ یس کی آیت 9 میں فرمایا:

وَجَعَلْنَامِنُ بَيْنِ آيْدِيْهِمْ سَ<u>لَّا</u>ا

لین: ''اورہم نے ان کے سامنے بھی ایک دیوار بنادی۔''

یہ پہلا پردہ ہے۔ پھرفر مایا:

وَّمِنُ خَلْفِهِمُ سَلَّا

لعنی: ا' دورہم نے ان کے پیچیے بھی ایک دیوار بنادی''

اس کے بعد فرمایا:

فَأَغَشَيْنَهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ٠

یعنی:''ان کی آنکھوں کوہم نے ڈھانپ دیا ہے۔اس لئے وہ کچھنمیں دیکھ سکتے بیتیسرا پر دہ ہے'' اس کے بعد سورۂ اسرائیل کی آیت ۵ ہم میں فر مایا:

وَإِذَا قَرَاْتَ الْقُرُانَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْأَخِرَةِ جَابًا مَّسْتُورًا ﴿ اللَّهِ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهِ مُنْ اللَّهُ مِنْ اللَّهِ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهُ مُنْ اللَّهِ مُنْ اللَّهُ اللَّهُ اللَّهُ مُنْ اللَّ

إِنَّا جَعَلْنَا فِي ٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلِلَّا فَهِي إِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْبَحُونَ ۞

یعنی:''ہم نے ان کے گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں جوتھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں اوراس لئے انھوں نے اپنے سروں کواویراٹھار کھاہے۔''(یسر ۸)

اور بیہ پانچواں حجاب ہے۔اور بیہ پردے خواہ معنوی پہلور کھتے ہوں یامادی پہلوجس طرح بھی تھے محتلف طریقوں سے نبی اکرم سالٹھائیل کےخلاف ہونے والی سازشوں کی راہ میں رکاوٹ ہنے رہے اور بیخودرسول اکرم سالٹھائیل کے معجزات کی ایک بڑی مثال

۵ \_ سورهٔ بقره کی آیت نمبر سامین آیا ہے:

فَسَيَكُفِيْكُهُمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ اللهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

لینی:'' اورخداتم سےان کے شرکود ورکرے گاوہ سننے والا اور داناہے''

اوراُن کی سازشوں سے آگاہ ہے۔ جولوگ تاریخ اسلام سے آگاہ ہیں صرف وہی اس آیت کے مفہوم کی گہرائی کو بمجھ سکتے ہیں، کیونکہ عرب بہت ضدی اور متعصب شے مخصوصاً مکہ کے بت پرست جن کے تمام ناجائز مفادات اسلام کے ظہور کے ساتھ خطرے میں پڑ گئے تھے۔ایسے لوگ اسلام اور نبی اکرم ساٹھ آئیا ہے کوختم کرنے کی خاطر کسی قشم کی سازش سے درینے نہیں کرتے تھے۔اس کے باوجود مذکورہ بالا آیت پوری صراحت کے ساتھ مسلمانوں سے وعدہ کررہی ہے کہ اللہ تعالی ان کے شرکودور کرے گا اوراُن کے تمام منصوبوں کو ناکام اور تمام سازشوں کو غیرمونز بنادے گا اور بیا یک مجزانہ پلیشگوئی تھی۔

۲۔سورہ احزاب کی آیت نمبر ۹ میں ایک اور مجزے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو جنگ احزاب میں رونما ہوا ہے۔لہذا فرمایا:''اے وہ لوگو! جوابمان لائے ہوا پنے اوپر اللہ کی نعمت کو یا د کرو،اس وقت جب (عظیم )لشکرتمہاری طرف آئے،ہم نے سخت آندھی اور طوفان ان پر بھیجااورا لیسے شکر جنہیں تم نہیں دیکھ سکے اور (اس طرح سے انہیں درہم برہم کردیا)اور جھےتم انجام دیتے ہوخدا اسے دیکھ رہاہے''

يَّا يُّهَا الَّذِينَ امَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللهِ عَلَيْكُمُ إِذْ جَآءَتُكُمْ جُنُوُدٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيُعًا وَّجُنُودًا لَّهُ تَرَوْهَا ﴿ وَكَانَ اللهُ مِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيْرًا

اگرکوئی شخص'' جنگ احزاب'' کا قر آن مجید، روایات اور تاریخ میں مطالعہ کریے تو وہ اچھی طرح جان لے گا کہ اس میدان میں طاقت اور وسائل کے لحاظ سے مسلمانوں اور ڈنمن کے درمیان بہت زیادہ فرق تھا۔ دشمنوں نے اس طرح مدینہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا کہ بظاہر مدینہ کاسقوط یقینی ہوچکا تھااور مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ مشکل بن گئ تھی جس کے بارے میں قر آن مجیدنے یہ الفاظ استعال کئے ہیں: مدینہ کاسقوط یقینی ہوچکا تھا اور مسلمانوں کے لئے بہت زیادہ مشکل بن گئ تھی جس کے بارے میں قر آن مجیدنے یہ الفاظ استعال کئے ہیں:

"وَإِذْ زَاعَتُ الْأَبْصَارُ وَ بَلَغَت الْقُلُوبُ الحَناجِرَ...وَ زُلْزِلُوا زِلْزَالاً شَدِيْںاً" یعنی: ''اس وقت کو یاد کرو کہ جب آنکھیں شدت وحشت سے خیرہ ہو گئیں تھیں اور جان لبوں تک پہنچ گئی۔ تحصیر سے مناسل کے سیار کے سیار کا میں کا

تھی۔اوروہ سختی سے ہل کررہ گئے تھے''

اس دوران اچانک رحمت الہی کی ہوا چلنے لگی اوروہ ایک ایسے طوفان میں تبدیل ہوگئ جس نے ہرچیز کوالٹ پلٹ کر دیا ، کفار کے خیے اور مسکن درہم ہرہم ہو گئے اور اُن کے دلوں پر شدید خوف ووحشت چھا گئی اور' اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد' مسلمانوں کے لئے آپینچی ۔ اس وقت مشرکین اس قدرزحمت اُٹھانے کے باوجو دبغیر کوئی کارنامہانجام دیئے پیچھے مٹنے پرمجبور ہو گئے اور مکہ کی طرف واپس لوٹ آئے ۔ اصولی طور پر گزشتہ صفحات میں ہم نے قرآن کی جن غیبی خبروں کے بارے میں تفصیل ذکر کی ہے، وہ اس موضوع کی بہترین دلیل بن سکتی ہیں چونکہ اُن میں سے ہرایک واقعہ پیغمبراکرم سلٹٹٹلیلم کامعجزہ شار ہوتا ہے اور آپ کی صدافت وتھانیت کی دلیل بن سکتا ہے۔غیبی خبروں کے لحاظ سے قر آن مجید کے معجزہ ہونے کے بارے میں ہم نے جودس عناوین ذکر کئے ہیں،اُن کاایک دفعہ پھرمطالعہ کیجئے، اُن میں سے ہرایک عنوان اس فصل کے موضوعات کی ایک دلیل بن سکتا ہے۔ رہی بات اُن خاص معجزات کی کہ جن کی قر آن مجید نے نشاندہی کی ہے،اُن میں سے ایک اہم واقعہ''شق القم'' ہے جوسورہ قمر کی آیت ا تا ۳ میں ذکر ہوا ہے جس میں فرمایا گیا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ وَإِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحُرٌ مُّسْتَمِرُ ۗ وَكَنَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَا ءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرِمُّسْتَقِرُّ ۚ

ترجمہ: ''قیامت نزدیک ہوئی اور چاندشق ہوگیا اور جب بھی کوئی نشانی (مجزہ) کودیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیجادومستر ہے۔ انھوں نے (خداکی آیات) کو جھٹلا یا اور اپنی ہوا وہوں کی پیروی کی اور ہرامر کی ایک قرارگاہ ہے۔'' کیا یہاں چاند کے دوگر ہے ہونے سے مراد ایک ایسا مجزہ ہے کہ جواس دنیا میں رونما ہوا ہے یا مستقبل میں اور دنیا کے خاتمے پر چاند کے دوگر ہے ہونے کی طرف اشارہ ہے جو قیامت کی ابتدا کی علامت ہے۔ مسلمانوں کے درمیان پہلااحمال مشہور ہے اور بقول فخر رازی''تمام مفسرین کا عقیدہ ہے کہ چاند (معجزہ کے طور پر) دوگر ہے ہوگیا تھا اور اس واقعے کی دلیل روایات ہیں جیسا کہ کتب''صحاح'' میں ایک مشہور روایت اسلملے میں دیکھی جاسکتی ہے کہ جسے بہت سے صحابہ نے نقل کیا ہے''۔ 🗓

علامہ طبری مرحوم نے بھی'' مجمع البیان' میں شق القمر کی حدیث صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد اور بعض مفسرین کے حوالے سے نقل کی ہے اور اس مسئلے کی خالفت میں فقط تین افراد (عثان بن عطاء،حسن اور بلنی ) کے نام لئے ہیں۔اس کے بعدوہ لکھتے ہیں: اُن (تینوں مخالفین ) کی بات صحیح نہیں اور قابل قبول نہیں چونکہ مسلمانوں کا اس مسئلے پراجماع اور انفاق ہے، لہذا قول مخالف کی اعتناء نہیں کی جاسکتی اور صحابہ کے درمیان اس کے مشہور ہونے سے مخالف قول رد ہوجا تا ہے۔ ﷺ

چنددوسرےمفسرین سے بھی''طبری''اور''رازی'' جیسی عبارات نقل ہوئی ہیں۔اس کےعلاوہ خودان آیات میں بھی اس واقعہ پرواضح قرائن موجود ہیں منجملہ بیاکہ:

ا۔جملہ'' وَانْشَقَّ الْقَبَرُ ''نعل ماضی کی صورت میں ذکر ہواہے جواس واقعہ کے واقع ہونے کی دلیل ہے۔اور یہ بات فعل ماضی ،مضارع کے معنیٰ میں ہوتوا گرچہ بیرچیز قرآن میں بعض جگہوں پرآئی ہے،لیکن ایک مجازی استعال ہے جس کے لئے قریخ ہے اور یہاں پرکوئی قرینہ موجوزئییں ہے۔

<sup>🗓</sup> تفسیر کبیر فخر رازی، ج۲۹،ص۲۸

<sup>🖺</sup> مجمع البيان، ج٠، ١٠٥ ص١٨١

۲۔آیہ دوم کہ جس میں فرمایا ہے:''وَاِنْ تَیْرُوْا اَیَةً یُّغُرِضُوا وَیَقُوْلُواسِحْرٌ مُّسْتَبِیرٌّ ''اس مطلب پربہترین گواہ ہے کیونکہ ''آیت'' کودیکھ کراس سے''اعراض'' کرنے (منہ موڑنے)اور پیغمبر گی طرف'' جادو'' کی نسبت دینے سے پتا چلتا ہے کہ یہاں کوئی معجزہ تھا ' (جس کی اس قدر مخالفت کی جارہی ہے )

۳۔ جملہ:''وَ کَنَّ بُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهُوَآءَ هُمِهِ ''جوتیسریآیت میں تھا۔ بیاُن کی طرف سے اس مجزہ کود کیھنے کے بعد بھی پیغمبر اکرم سَلِّ اَلِیْلِمَ کُوجِٹلانے کی خبر دے رہا ہے۔اگریہاں کسی قسم کا معجزہ نہ ہوتا تو اس قسم کے الفاظ اور تعبیرات اختیار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

۴-اس کے علاوہ اسلامی حدیث کی کتابوں میں اس واقعہ کے بارے میں بہت زیادہ روایات نقل ہوئی ہیں جوتواتر اور شہرت کی حد تک پینچی ہوئی ہیں۔ بہت سے مفسرین منجملہ طبری ،فخر رازی ،سید قطب اور بروسوی نے روح البیان میں شق القمر کی روایات کے متواتر ہونے کو قبول کیا ہے۔ لہذا بعض وسواس اور شبہات کی وجہ سے ان روایات وآیات سے ہرگز ہاتھ نہیں اٹھایا جاسکتا ۔ ممکن ہے شق القمر کے ساتھ قیامت کا تذکرہ اس بات کا قرینہ سمجھا جائے کہ بیدوا قعم ستقبل میں رونما ہوگا جیسا کہ فرمایا گیا ہے:

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَهَرُ

خصوصاً بید دونوں جملے فعل ماضی کی صورت میں ذکر ہوئے ہیں لیکن جیسا کہ بہت سے مفسرین نے کہاہے کہ قیامت کا نزدیک ہونا تو رسول اکرم صلافی آیا کی خطہور کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا تھا چونکہ ایک معروف حدیث میں آیا ہے:

"بُعِثْتُ آنَا وَالسَّاعَةُ لَهَا تَيْنِ"

لیعنی:''میرامبعوث ہونااور قیامت مثل ان دو کے ہے''

یآپ کی دوانگلیوں کی طرف اشارہ ہے جواس وقت ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھیں۔ 🗓 لہذا ہم سورہ انبیاء میں پڑھتے ہیں:

﴿إِقْتَرَبَلِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُغْرِضُونَ ۗ

یعنی: ''اوگوں کا حساب نز دیک ہوگیا ہے حالا نکہ بیلوگ غفلت میں اور روگر دان ہیں۔'' آبہ ۲۳ سورہ احزاب میں ہم پڑھتے ہیں:

قُلُ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْكَ اللهِ ﴿ وَمَا يُلُدِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿ وَمَا يُلُدِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ﴿ اللَّهِ اللَّهُ اللَّا اللَّهُ اللَّاللَّلَّا اللّهُ اللَّهُ اللّلْلَّالِمُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّهُ اللّل

'' کہدد یجے!اس کاعلم صرف اللہ کے پاس ہے،اورآپ کوکیامعلوم کہ شاید قیامت نز دیک ہو'۔

مشہورروایات کےمطابق مشرکین نبی اکرم سلیٹی آپیٹم کے پاس آئے اور کہا: اگر آپ کی کہتے ہیں اور خدا کے رسول ہیں توہمیں چاند کے دوٹکڑے کرکے دکھا ئیں۔ آپ نے فرمایا: اگر میں بیکام کر کے دکھا دوں تو کیاتم ایمان لے آؤگے؟ اُنھوں نے کہا: جی ہاں! وہ چود ہویں کی رات تھی نبی اکرم سلیٹٹی آپیٹم نے بارگاہ الہی میں دعا کی کہ جو پچھ بیر چاہتے ہیں تو کردے۔ چاندا چائک دوٹکڑے ہوگیا۔ رسول اللّٰدًا کہ ایک کوآواز دیتے تھے اور فرماتے تھے: یہ عجزہ دیکھ کیے گئے۔

تھوڑی دیر بھی نہیں گذری تھی کہ چاند کے دونوں ٹکڑے دوبارہ آپس میں مل کر پہلی حالت پرآ گئے۔ حذیفہ بمانی جومشہور صحابی تھا ُنھوں نے شق القمر کا واقعہ مسجد میں ایک کثیر جماعت کے سامنے بیان کیا ، وہاں اُن پرکسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا حالانکہ ان میں سے بہت سے حاضرین ایسے تھے جنہوں نے پیغیمراسلام گاز مانددیکھا ہوا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بید مسکلہ اُن کے نز دیک مسلم تھا۔ ﷺ

### شق القمركے بارے میں مختلف سوالات

جوآیات اوپر بیان ہوئیں اورمختلف شیعہ اور اہل سنت کی مشہور دمعروف کتب حدیث وتفسیر میں جو اسلامی روایات ذکر ہوئی ہیں۔ان کے بارے میں بعض افرادمختلف اعتراضات کے بہانے ان آیات کے ظاہری معنیٰ سے دست بردار ہونا چاہتے ہیں اوران کوآغا زقیامت کے حوادث اور اصطلاعاً ''اشراط الساعة'' (قیامت کی شرائط) سے متعلق جانتے ہیں۔منجملہ اعتراضات میں سے چندایک سے ہیں:

## ا۔'شق القمز' تاریخی اعتبار سے

ایک اعتراض جو بےخمرا فرادشق القمر پر کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ اگر بیشق القمر کا <mark>وا قعد</mark>ا پنی اس اہمیت کے ساتھ جو وہ رکھتا ہے حقیقت پر مبنی ہوتا تو دنیا کی تاریخوں میں اس کا ذکر ملتا جب کہ ایسانہیں ہے اور ہمیں تاریخ کی کتابوں میں اس کا نام ونشان تک نہیں ملتا ۔ یہ واضح کرنے کے لیے کہ اس اعتراض کی اہمیت کیا ہے اس مسلے کامختلف لحاظ سے تجزیہ وتحلیل کیا جاتا ہے ۔

(الف) یہ بات قابل توجہ ہے کہ چاندصرف آ دھے کرہ ارض سے نظر آتا ہے اور سارے کرہ ارض سے بیک ونت نظرنہیں آتا ای وجہ سے زمین کے آ دھے حصہ کےلوگ تواس حساب سے خارج ہیں یعنی ان کےاس واقعہ کود کیھنے کا کوئی امکان ہی نہیں ہے۔

، (ب)اس نیم کرہ کے آ دھےلوگ ہیں ان میں ،اکثریت کا سویا ہوا ہوناممکن ہے ، چونکہ معاملہ آ دھی رات کے بعد کا ہے اس لیےساری دنیا کے چوتھائی افرا داس واقعہ سے باخبر ہو سکتے ہیں ۔

(ج) قابل رویت حصه میں بھی عین ممکن ہے کہ آسمان کا کوئی حصه ابر آلود ہواور چاند کا چبر ہادلوں میں پوشیدہ ہو۔

(د) آسانی حوادث افراد کی توجه اس صورت میں اپنی طرف مبذول کرتے ہیں جب بجلیوں کی می شدید کڑک اپنے اندرر کھتے

<sup>🗓</sup> مجمع البیان اور دوسری کتب میں مذکورہ آیت کی تفسیر ملاحظہ سیجئے ۔

<sup>🖺</sup> اس حدیث کوسیوطی نے در المنثو رمیں اور قرطبی نے اسی آیت کی تفسیر میں نقل کیا ہے۔

ہوں یا مکمل گربمن کی صورت میں جب چاند بالکل ہی غائب ہوجائے اور وہ بھی ایک طویل وقفہ کے لیے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر نجومیوں کی طرف سے اعلان نہ ہوتو چھوٹے موٹے گربمن کی بہت کم لوگوں کو خبر ہوتی ہے۔ بہت سے افراد تو مکمل چاندگر بمن سے بھی بے خبرر ہتے ہیں۔ صرف وہ لوگ جواجرام فلکی یعنی چاندوغیرہ کا رصد گا ہوں میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں یا وہ لوگ جن کی نگاہ اتفاق سے آسان پر پڑجائے تو ان کے لیے ممکن ہے کہ وہ ایسے واقعہ سے باخبر ہوں اور پچھاور لوگوں کو بھی باخبر کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ چاند کا مختصروت کے لیے رونما ہونے والا واقعہ جیسا کہ ابتدا میں سمجھا جاتا تھا، پوری دنیا کے لوگوں کی توجہ تو جذب کرنے کا سبب نہیں بن سکتا علی بالخصوص اس زمانے کے لوگ جواجرام آسانی کی اہمیت کے اصولی طور پر بہت کم قائل تھے۔

(ھ)علاوہ ازیں تاریخ <mark>میں مذکور مطالب اورانکی نشر واشاعت کے دسائل اس زمانے میں محدود تھے، یہاں تک کہ پڑھے لکھے۔</mark> افراد بہت کم تھےاور کتابیں صرف ہاتھ سے ککھی ہوئی ہوتی تھیں ۔اس وقت موجودہ دور کی کیفیت نہیں تھی کہا ہم واقعات بجلی کی سرعت کے ساتھ ریڈیو، ٹیلی وژن اور اخبارات کے ذریعے تمام دنیا میں تھیل جاتے ہوں ۔ان پہلوؤں کوا گرپیش نظر رکھا جائے تواس واقعہ کے غیر اسلامی تاریخوں میں درج نہونے پر تعجب نہیں کرنا چاہئے اور اس صورت حال کو واقعہ کے نہوے پر ثبوت نہیں سمجھنا چاہیے۔

## ٢ علمي نقطه نظر

کبھی ہیئت''بطلیموں''کےنظریہ کے مطابق زمین کو دنیا کا مرکز اور نوآ سانوں کواس کے گردیپاز کے تہد بہتہ چھلکوں کی طرح جانا جاتا تھااوراُن کے خیال میں بیافلاک ایک بلورینی جسم کی طرح ہیں کہ جوسب ایک دوسر کے سے جڑے ہوئے ہیں اور دوسر سے سارے اورا جرام فلکی ان افلاک کے دل میں جمے ہوئے ہیں اور انہی افلاک کے ساتھ ساتھ گھومتے رہتے ہیں اور ان میں ہرقشم ٹوٹنا اور پھرآپس میں ملنا محال تھا۔ اسی لئے اس نظر سے کے حامل افر ادمعراج آسانی کے بھی منکر تھے اور شق القمر کے بھی۔

چونکہ ان دونوں سے افلاک میں جدائی اور باہم ملنے کاعمل ہوتا ہے!لیکن اب جبکہ ہیئت بطلیموں کا مفروضہ خیالی افسانوں اور کہانیوں کی حیثیت اختیار کر چکا ہے اور نو آسانوں کا بطلان سائنسی اور حسی طریقے سے ثابت ہو چکا ہے لہذا اب ان باتوں کی کوئی حیثیت نہیں رہی کبھی کہا جاتا ہے کہ موجودہ علوم کی روسے چاند کا دوگئڑ ہے ہونا کوئی معمولی کا منہیں ، اگر چہ بیکر ہُ ( چاند ) کرہَ ارض کا پچاسواں حصہ ہے لیکن پچر بھی ایک بہت بڑا کرہً ہے کہ جس کے دوگئڑ ہے ہونے اور پھٹنے کے لئے بہت زیادہ قوی عامل کی ضرورت ہے۔اس کا جواب خدا پرستوں کی نظر میں تو بہت واضح ہے۔

چونکہ کسی نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ''شق القم'' کاوا قعہ ایک عام طبیعی عامل کے زیرا تر رونما ہوا ہے بلکہ بیا عازنمائی کا نتیجہ تھااور اس کے پیچھےاللّٰہ تعالیٰ کی لامتنا ہی قدرت کار فر ماتھی اور ہم سب جانتے ہیں کہ نہ صرف چاند کو دوئکڑے کرنا اُس ذات کے لئے مشکل نہیں بلکہ ایک منظومہ شمسی یااس جیسے کئی منظو مے اور کہکشا نمیں پیدا کرنا اُس کی مشیت اور اراد ہے کے لئے انتہائی آسان ہے۔ وہی خدا جس نے سب سے پہلے سورج کے اندر انشقاق پیدا کہا ہے جس کے نتیجے میں منظومہ شمسی کے ظیم الثان سیاروں میں سے ہرسیارہ اُس سے جدا ہوکر دور جاپڑا اور اپنے اپنے مدار میں حرکت کرنے لگا، جی ہاں! وہی خدا چاند میں جواُن سے کئ در جے چھوٹا ہے، اپنے نبی کی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے ایک خاص حظے میں اس قسم کا انشقاق پیدا کر کے اُسے دوبارہ جوڑ سکتا ہے۔ فقط وہی شخص اس قسم کے مسائل میں اعتراض کرتا ہے جو'' نعوذ باللہ''اللہ تعالیٰ کی قدرت کو ناچیز سمجھتا ہے یا اُسے عظیم الشان آسانی منظوموں کے پے در پے دھاکوں کے نتیجے میں پیدا ہونے کاعلم نہیں ہے۔

# سے شق القمرآیات کی نظر سے

بعض کا کہنا ہے کہ قر آن مجید میں کچھالی آیات بھی ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے نبی اکرم سلاٹٹائیلی کا سوائے قر آن مجید کے اور کوئی معجز نہیں تھا۔وہ اپنے اس خیال کے ثبوت میں سورہ بنی اسرائیل کی آیت ۵۹ سے استدلال کرتے ہیں جس میں اللہ نے فر مایا: ۔

وَمَا مَنَعَنَا آنُ تُرُسِلَ بِالْالِيتِ إِلَّا آنُ كَنَّبِ مِهَا الْكَوَّلُونَ ا

یعنی: 'نهارے لئے کوئی امر مانع نہیں کہ ہم (بہانہ سازلوگوں کے تقاضوں پر) یہ مجزات بھیجے سوائے اس

کے کہ گزرے ہوئے لوگوں نے اس کی تکذیب کی ''

اسی طرح اُنھوں نے سورہ بنی اسرائیل کی آیات: ۹۰ سے لیکر ۹۳ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ بعض لوگوں نے پیغمبر
اکرم صلی فیالیل سے مختلف تقاضے کئے تھے بھی کہا تھا: ہم ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمارے لئے اس (خشک اور بنجر ) زمین سے چشمہ نہیں نکا لئے ، اور بھی کہا: تمہارے پاس انگور اور کجھور کا ایک بڑا باغ ہونا چاہیے جس میں نہریں جاری ہوں۔ یا جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو آسان سے پھروں کے نکڑے ہمارے سروں پر گرادے یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آئے یا تیرے لئے سونے کا ایک مزین گھر ہو یا تو آسان پر چڑھ جائے۔ اس پر بھی ہم قناعت نہیں کریں گے جب تک تو ہمارے لئے (اللہ کی طرف سے ) ایسا خط نہ لے آئے جے ہم پڑھیں۔

نی اکرم سلی این نے اس قسم کے تقاضوں کے جواب میں فقط بیفر مایا:

؞*ؙۺؙۼ*ٲ؈ؘڗؠٞۿڶػؙڹؾؙٳڵٲۜڹۺؘؗؗٙڔٲڗڛؙۅ۫ڵ

لعنی:''میرا پروردگاران بے فضول باتوں سے منزہ ہے جبکہ میں اس کے ایک بھیجے ہوئے انسان کے سوا پچھ بھی نہیں''

اس کے جواب میں وہ کہتے تھے:اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ایک بھی معجز فہیں لائے۔

جواب

بہت سے بڑے بڑے مفسرین کے کلام میں ایک جملے کی طرف توجہ سے اس اعتراض کا جواب روثن ہوجا تا ہے اور وہ بیا کہ

معجزات دوطرح کے ہیں:

وہ مجزات کہ جونبی کے دعویٰ نبوت کی صدافت کو ثابت کرنے ،لوگوں کی ایمان کی طرف تشویق کرنے اور منکرین کو ڈرانے کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔یعنی ؛حق طلب اور حقیقت پسندلوگوں کے لئے منطقی وعقلی معجزات، جن کے بارے میں پہلی آیت میں قرآن مجید یوں فرما تاہے :

«وَمَانُرُسِلُ بِالْايَاتِ إِلاَّ تَخُوِيفًا»

"جم مجزات صرف ڈرانے (اوراتمام جحت) کے لئے بھیجتے ہیں" (سورۂ بنی اسرائیل ر۵۹)

معجزات کی دوسری قسم وہ ہے جن کو''اقتراحی'' (من مانے )معجزات کہاجا تا ہے۔ یعنی؛ وہ معجزات جن کا مطالبہ بہانہ سازلوگ کرتے ہیں۔ وہ بیہ مطالبہ ق طلی اور دعوی انبوت کی صدافت پریقین حاصل کرنے کے لئے نہیں کرتے تا کہان کودیکھ کرایمان لے آئیں۔ بلکہ وہ اپنے خیال میں مدمقابل کو عاجز کرنے کے لئے اور اگروہ اس کی قدرت رکھتا بھی ہوتو اُس پر جادواور جادوگری کی تہمت لگانے کے لئے ایسامطالبہ کرتے ہیں۔

انبیائے کرام ÷ صرف پہلی قسم کے مجزات لاتے تھے اور کبھی بھی بہانہ جولوگوں کے اقتراحی (من مانے ) مجزات اور مطالبات کے سامنے سرنہیں جھکاتے تھے۔سورۂ بنی اسرائیل کی آیات ۹۰ تا ۹۳ کے لیجے سے بخو بی پتا چلتا ہے کہ مشر کمین عرب کے لیے جیب وغریب اور متضاد کبھی بھی حقیقت طبی کی بنا پرنہیں ہوتے تھے بلکہ اُن کا مقصد فقط بہانے بنانا اور نبی اکرم م کی نبوت میں شک وتر دیدا ہجاد کرنے کے علاوہ شرک اور بت برستی کی بنیا دوں کو مضبوط کرنا تھا۔

لہذاوہ لوگ اپنی ہاتوں کا درست مفہوم بھی نہیں ہمجھتے تھے۔ بھی وہ ایک ایسے مجزے کا مطالبہ کردیتے تھے جوخوداُن کی اپنی تباہی کا باعث بن سکتا تھا (مثلاً آسمان سے اپنے سروں پر پتھر برنے کا مطالبہ کرنا ) اور بھی ایک (انو کھے ) معجزے کا مطالبہ (مثلاً آسمان کے اوپر چڑھنے کا مطالبہ ) کرنے کے بعد فوراً اس کی نفی بھی کردیتے تھے اور کہتے : ہم اس پر ایمان نہیں لائمیں گے جب تک خداکی طرف سے ہمارے لئے خطائبیں آ جا تا۔

کبھی محال چیزوں کا مطالبہ کرتے تھے مثلاً خدا اور فرشتوں کو ہمارے پاس لے آؤے حالانکہ خدا نہ مکان رکھتا ہے اور نہ جم وجسمانیت کا حامل ہے۔ اگراُن کا مقصد پیغیبرا کرم سلاھائیا ہے کہ کا بیا مقصد تھا، کیا ایک مطالبہ کافی نہیں تھا؟ اس لئے کوئی بھی نبی اور پیغیبراُن کے اس قتم کے بیہودہ مطالبات پورے کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ان سب باتوں کے ملاوہ مجزہ دکھانا پیغیبر کا کام نہیں، بلکہ بیاللہ کا کام ہے اور پیغیبر کے اختیار میں بھی نہیں بلکہ خود اللہ تعالی کے اختیار میں بھی نہیں بلکہ خود اللہ تعالی کے اختیار میں ہے۔ فقط نبی، اللہ تعالی سے مججزہ دکھانے کا تقاضا اور دعا کر سکتا ہے اور اللہ تعالی بھی جب صلاح جانے تو اپنے نبی کو مججزہ دکھانے کی احازت دے سکتا ہے، اس لئے ہم سور ہ بنی اسرائیل کی آیات ۹۰ تا ۹۳ میں پڑھتے ہیں:

«قُلُسُبُحَانَ رَبِّي هَلُ كُنتُ الآَّ بَشَرِ أَرَسُولاً »

یعنی:''میرا پروردگاران فضول با تول سے منز ہ ہے جبکہ میں اس کے ایک فرستادہ انسان کے سوائیچے بھی نہیں'' سر بریں نہیں میں میں کے سات کے سات کے بعد میں میں میں ایس کے ایک فرستادہ انسان کے سوائیچے بھی نہیں''

كه جوكام چاہوں انجام دے سكوں \_لہذا سورة رعد كى آيت ٨ ٣٨ ميں آيا ہے:

«وَمَا كَانَلِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلاَّ بِإِذْنِ اللهِ»

لعِنى: '' كوئى بھى نبي اذن خداكے بغير كوئى معجز ، نہيں لاسكتا''

اور یہ جو کہا ہے کہ اگر ہم تمہارے مطالبات پور نے ہیں کرتے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ گزشتہ لوگوں نے ان کی تکذیب کی ہے۔ یہاں بیسوال پیدا ہوتا ہے کہ گزشتہ لوگوں نے تکذیب کی ہے،موجودہ لوگوں نے تو تکذیب نہیں کی ۔للہذا بعد میں آنے والی نسلوں کا کیا قصور ہے کہوہ مجمزات سے محروم رہ جائیں؟

اں سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ ایک رائج تعبیر ہے جس کے مطابق ہم کسی کے اصرار کے سامنے کہتے ہیں: ہم تمہاری بہانہ تراشیوں کے مقابلے میں سرنہیں جھکا سکتے۔اگر وہ شخص پوچھے کیوں نہیں؟ تو کہیں گے، اس طرح کے کام پہلے بھی ہوتے رہے ہیں۔ دوسرےلوگوں نے بھی اس طرح کے نقاضے کئے ہیں کیکن اُنھوں نے بھی بھی حق کے سامنے سرنہیں جھکایا ہم بھی اُنہی جیسے ہو۔

دوسرےالفاظ میں جن مجحزات کاوہ تقاضا کرتے ہیں ، اُن میں حقیقت پسندی کا پہلونہیں ہوتا بلکہ وہ بہانے بناتے ہوئے اپنے من مانے معجزات طلب کرتے ہیں ،ہمیں یقین ہے کہا گرتمہارا تقاضا پورا بھی کر دیا جائے تب بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے۔جیسا کہ سابقہ اُمتوں میں تم ہی جیسےلوگ معجزات کا تقاضا کرتے تھے اور پھراُن کو جھٹلا دیتے تھے۔

#### خلاصه

یہ جے کہ تنہا قرآن مجید بھی ایک واضح اورابدی معجزہ ہے۔ اگراس کے علاوہ پینمبراسلام سل شاہ آپتی کا کوئی اور معجزہ نہ بھی ہوتا تو بھی ہے کہ تنہا قرآن کے علاوہ اور کوئی روحانی و معنوی اور مادی وجسمانی معجزہ نہیں تھا۔ بلکہ آیات وروایات اور کتب سیرت و تاریخ کے مطابق (قرآن کے علاوہ) آپ کے اور بھی معجزات سے۔ اور اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ (قرآن جیسے ) اس عظیم معنوی معجزے کے ساتھ بعض محسوس اور مادی معجزات کے لیے جائے سے نبی اکرم سل شاہ ہے کہ کوئی شک نہیں کہ (قرآن جیسے ) اس عظیم معنوی معجزے کے ساتھ بعض محسوس اور مادی معجزات کے لیے جائے ہے نبی اکرم سل شاہ ہے کہ دعوت کی حقانیت مزید واضح اور روثن ہوجاتی ہے۔

# قرائن کی جمع آوری؛ایک اطمینان بخش راسته

بعض لوگوں کے خیال کے برخلاف دعویٰ نبوت کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے فقط مججزات ہی کافی نہیں۔ بلکہ بھی اُس نبی کی زندگی اور دوسری اخلاقی اور عملی صفات وخصوصیات کے بارے میں اور اُس کی دعوت کے مطالب اور اُس نے جو لائحۂ مل اختیار کیا ہے ، اس کے متعلق قرینوں کو جمع کر کے جو سند تیار کی جاسکتی ہے ، وہ بڑے سے بڑے مججزات کا مقابلہ کرسکتی ہے۔ بلکہ بھی تو یہ مججزات سے بھی زیادہ مطمئن ثابت ہوسکتی ہے۔اس قشم کا اشدلال بعض اوقات سابقہ لوگوں کے کلام میں بھی دیکھا گیا ہے اسی لئے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اس سلسلے میں کچھوضاحت کی جائے۔

# قرائن کی جمع آوری تمام علوم میں رائج دلیل

آج مختلف علوم میں حقائق تک رسائی حاصل کرنے کے لئے اس طریقے سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا جارہا ہے۔جرائم کو کشف کرنے ، انواع واقسام کی بیاریوں کا بتالگانے ، تاریخی لوگوں کی شخصیت سے آگاہ ہونے اور دنیائے خلقت ، زمین وآسان اور حیوانات ونباتات سے متعلق مسائل کو سجھنے کے لئے اس طریقہ کار پڑمل کیا جارہا ہے۔اس طریقے اور استقرائی طریقے میں کہ جو برہانی طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے ، فرق میرے کہ استقراء میں فروفر دیر حقیق کے سبب انسان ایک کلی حکم سے آگاہ ہوجاتا ہے۔

مثلاً ہم بہت سے انسانوں کی پہلیاں گنتے ہیں اوراس کے بعدا یک کلی قاعدے اور قانون کے طور پر کتابوں میں لکھ دیتے ہیں کہ ہرانسان کی اتنی پہلیاں ہوتی ہیں لیکن قرائن کی جمع <mark>آوری کے طریقے میں ایک خاص موضوع یااصطلاحاً جزئی حقیق کے اثرات پر حقیق کی جاتی ہے اوران اثرات سے ہم مؤثر کا پتالگا لیتے ہیں۔</mark>

مثال کے طور پر جب بھی کسی علاقے میں کوئی جرم واقع ہوتا ہے تو کسی نہ کسی شخص کوملزم کے طور پر عدالت میں لا یا جاتا ہے۔وہ شخص بالکل جرم کا انکار کر دیتا ہے اور اس جرم کوکوئی شاہد و گواہ بھی نہیں ہوتا تو اس وقت ایک ذبین قاضی ملزم کے عدم اعتراف اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے کیس کوختم نہیں کر دیتا، بلکہ وہ پوچھ کچھ کر کے قرائن جمع کرنا شروع کر دیتا ہے اور اُن قرائن کی روشنی میں بہت ہی باتوں کی حقیق کرتا ہے:

الف: ملزم كاسابقه ريكاردُ

ب: جرم كا نشانه بننے والے كے ساتھ ملزم كاتعلق كيا تھا اور كيا اُن كے در ميان كسى قسم كى دشمنى تھى يانہيں؟

ج: وقوعه کا موقع وکل دیکھا جائے گا اور کیا ملزم بناسکتا ہے کہوہ اُس وقت کہاں تھا؟

د: کیااس وا قعہ میں استعمال ہونے والا اسلح کوبھی ملزم نے استعمال کیا ہے یانہیں؟

ھ: ملزم اور جرم کا نشانہ بننے والے شخص کے بدن کو ملاحظہ کیا جائے گا کہ کیا اُن کے بدن پرلڑائی جھکڑے کے کوئی اثر ات تو

موجوذ ہیں ہیں اگر ہیں تو کیا ملزم اس کے بارے میں کوئی وضاحت کرسکتا ہے یانہیں؟

و:مقتول کےلباس کودیکھ کراور جرم کےانژات کوملاحظہ کر کےملزم کےاحساسات کیا ہیں؟ کیاوہ پیسب دیکھ کر گھبراجا تا ہے یا معام

مکمل طور پرمطمئن رہتاہے؟

ز: ملزم کی نفسیاتی حالت کیسی ہے؟ کیااس کی موجودہ اور سابقہ حالت ایک جیسی ہے یاوہ پریشان نظر آرہاہے؟ ح: کیاوہ نفتیثی افسریا قاضی کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے گھبرایا ہواہے اور متضاد جواب دے رہاہے؟ اسی طرح دوسرے بہت سے سوالات ،اگر چہان میں سے ہرایک سوال کا جواب کسی بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہیں ہے ،لیکن بعض اوقات اُن کے بارے میں شخقیق سے ہرقشم کا شک وشبختم ہوجا تا ہے اور انسان پر ثابت ہوجا تا ہے کہ جرم اسی ملزم نے کیا ہے۔ یہی بات قاضی کو حوصلہ دیتی ہے اور وہ اس کیس کو مزید ہمت وحوصلے کے ساتھ آگے بڑھا تا ہے اور بعض اوقات ملزم سے اعتراف بھی لے لیتا ہے۔ بلکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ اعتراف کرناایک ظنی دلیل ہے اور اس سے فقط گمان حاصل ہوسکتا ہے۔ چونکہ کئی دفعہ و یکھا گیا ہے چھلوگ میز اسے بچنے کے لئے کسی دوسر شے خض کو بے پناہ مال ودولت دے کر اور اُسے نجات کی اُمید دلا کر ، ناکر دہ گناہ کا اعتراف کرنے پر راضی کر لیتے ہیں ۔

اسی طرح گواہوں کی گواہی بھی ایک ظنی دلیل ہے چونکہ اس میں غلطفہٰی یا سازش کا احتمال دیا جاسکتا ہے۔(اس میں کوئی شک نہیں گواہوں کی شہادت اورملزم کا اقرار قبول کیا جاتا ہے،لیکن اس سے مرادیہ ہے یہ کہ بید دونوں قبول شدہ ظنی دلائل میں سے ہیں جبکہ قرائن کی جمع آوری اس وقت قبول کی جاتی ہے کہ جب وہ یقینی اور قطعی مرصلے تک پہنچ جائے )اسلامی فیصلوں میں بھی اس کی بہت ہی مثالیس دیمھی جاسکتی ہیں اور بعض اوقات ایک معمولی سے قریبے سے حکم ثابت ہوجا تا تھا۔

مثلاً:امیرالمؤمنین علی علیہالسلام کے زمانے میں ایک غلام اوراُس کے مالک کا واقعہ مشہورہے کہ جس میں حضرت علیؓ نے ظاہری طور پرغلام کی گردن اُڑانے کا حکم دیا تھا اور (حقیقی ) غلام نے فوراً اپنا سر پیچھے تھنچے لیا تھا جس سے ثابت ہو گیا تھا کہ وہی غلام ہے (اور جس نے سر پیچھے نہیں کیا تھاوہ مالک ہے ) اس طرح دوعورتوں کے درمیان ایک بچے پر جھگڑے کا واقعہ کہ جس میں حضرت علی " نے بچے کے دو حصے کرنے کا ظاہری حکم صادر کر دیا تھا جس پر حقیقی ماں نے اپنے دعویٰ سے ہاتھ کھنچے لیا جس سے اُس کی سچائی ثابت ہوگئ تھی ، اس طرح (حضرت علی " کے ) بہت سے دوسرے واقعات بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

بہرحال کسی یقینی نتیج تک پہنچنے کے لئے اس طریقے سے استفادہ نہ صرف علم قضاوت میں بلکہ بہت سے دوسرے معاشرتی ، سیاسی علوم میں بھی ایک عام معمول ہے۔ہم انبیاء کی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے اس طریقے سے بخو بی استفادہ کر سکتے ہیں۔ بھی تو لقین اوراطمینان پیدا کرنے میں اس کا اثر عام مجزات سے زیادہ ہوتا ہے۔ اسی اشارے کے ساتھ اب ہم اُن قرآنی آیات کود یکھتے ہیں جن میں بطور کلی اس مسکے کو بیان کیا گیا ہے اور پھر پنیمبرا کرم ساٹھ آئی ہی حیات طیبہ سے مختلف قرائن جمع کرے اُنہیں قارئین محترم کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ پہلے حصے میں قرآن کی بہت تی آیات میں اس دلیل کے بارے میں بہت ہی بامعنی اشارے ملتے ہیں ،

ا۔وہ آیات جن میں حضرت پیغمبراسلام سلیٹھائیکی کوشاہدوسراج منیر(روش چراغ)اور بر ہان اور شمس کے عنوان سے یا دکیا گیا ہے۔ چنانچے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴۲،۴۵ میں آیا ہے:

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا اَرْسَلُنْكَ شَاهِمًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿ وَكَاعِيَّا إِلَى اللهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۞ یعنی:''اے پیغیبر! ہم نے تجھے گواہ ،خوشخبری دینے والا اورانذ ارکرنے والا بنا کر بھیجا ہے اور تجھے اللہ کے حکم سے اس کی طرف دعوت دینے والا اور روشنی عطا کرنے والا چراغ قرار دیاہے''۔

ان دونوں آیتوں میں ایک طرف رسول اللہ سل ایک ایک کوشاہداور گواہ کے عنوان سے متعارف کرایا گیا ہے، چونکہ ایک تفسیر کے مطابق آپ اپنی حقانیت کے گواہ اور شاہد ہیں کیونکہ آپ کے اوصاف حمیدہ ، اخلاق حسنہ بتمیری تعلیمات ، درخشاں ماضی اور عملی سیرت آپ کے مکتب اور دعوت کی صدافت وحقانیت پرشاہد ہیں۔ 🗓

دوسری طرف ہم پیغیبراکرم سان الیہ کہ کوروشنیاں پھیلانے والے چراغ کے عنوان سے پہنچانے ہیں اور سب جانے ہیں کہ چراغ کے عنوان سے پہنچانے ہیں اور سب جانے ہیں کہ چراغ اپنے آپ پردلالت کرتا ہے اورائے کسی تعارف کرانے والے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔ بقول مشہور'' آفتاب آمدولیل آفتاب''۔سورہ نماء کی آیت ۲۲ کا میں بر ہان کی تعبیر آئی ہے:

يَآيُّهَا النَّاسُ قَالَ جَآءَكُمْ بُرُهَانُ مِّنَ رَّيِّكُمْ وَآنْزَلْنَاۤ اللَّيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنَاْ ﴿
لِعَنْ: "اےلوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے واضح دلیل آئی اور ہم نے واضح نور
(آسانی کتاب) تمہاری طرف بھیجا"۔

یہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ چونکہ''برہان''۔''برہ'' (بروزن''فرح'') کے مادہ سے ہے جس کامعنی ہے سفید ہونا اور چونکہ واضح استدلال سننے والے کے لیے حق کے چہرے کوآشکار، نورانی اور سفید کر دیتا ہے لہذا سے برہان کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض مفسّرین کہتے ہیں: زیرنظرآیت میں برہان سے مراد پینمبراسلام ساٹھ ٹائیا کی ذات بابر کت ہے اورنور سے مرادقر آن مجید ہے۔ بنابریں پیغمبراکرم ساٹھ ٹائیا کی کی ذات کا تعارف برہان کے عنوان سے کرایا گیا ہے۔ آ

چونکہ آپ کی ذات میں معجزات کے علاوہ کچھالیے قرائن وآ ثار بھی پائے جاتے ہیں جن سے آپ کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح'' وَالشَّہْ مِیں وَصُّحَاٰ هَا'':''سورج اور (صبح کے وقت )اس کی روثن کے پھیلنے کی قشم'' کی تفسیر میں بہت می روایات ذکر ہوئی ہیں کہ''شمس'' پیغیمراکرم سالیٹھائیلیم کی ذات مبارک کی طرف اشارہ ہے اور'' قمر آپ کے برحق وصی حضرت علی "کی طرف اشارہ ہے۔ ﷺ واضح ہے کہ سورج کو ثابت کرنے کے لئے خود سورج کا وجود ہی کافی ہے، چونکہ جب ایک روش اور چمکتا ہوا سورج جو نہی اُفق

تا مذکورہ بالا آیت کی ایک اورتفسیر میں پیغیبرا کرم سلیٹی آیٹی کا تعارف سابقہ انبیاء پر شاہدوگواہ یا قیامت کے دن اُمت کے اعمال پر شاہدوگواہ کے طور پر کرایا گیا ہے۔ حالانکہ ان تینوں تفسیروں میں کوئی منافات نہیں اور بیآیت تینوں معنوں پر مشتمل ہوسکتی ہے۔

<sup>🖹</sup> جن لوگوں نے اس بات کوقبول کیا ہے یا ایک تفسیر کےطور پرنقل کیا ہے ، اُن میں سے ایک مجمع البیان کےمؤلف علامہ طباطبائی مرحوم اورمراغی اور قرطبی ہیں جنہوں نے اپنی تفاسیر میں اس آیت کے ذیل میں ہم عنی لکھا ہے۔

<sup>🖻</sup> تفسیر بر ہان ج م ہضفے ۲۱۷ میں اس سلسلے میں پاپنچ حدیث نقل ہوئی ہیں۔البتہ بیتفسیر شمس کے بارے میں نقل ہونے والی دوسری تفاسیر کے منافی نہیں ہے، ممکن سب اس آیت کے معنی کو بیان کررہی ہوں۔

سے طلوع ہوتا ہے تو سب کو اپنے وجود سے آگاہ کر دیتا ہے۔ان تعبیرات کے علاوہ،قر آن مجید نے دوسری آیات میں بھی اس مسکلے کی وضاحت کی ہے اور حقانیت پیغمبر سلامی اللہ کے دلائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔جن میں سے ایک آپ کے''اُمی'' ہونے ( کسی سے تعلیم حاصل نہ کرنے ) کا مسکلہ ہے جوایک اہم قرینہ ہے۔مثلاً سورۂ عنکبوت کی آیت ۴۸ میں فرمایا ہے:

"وَمَا كُنْتَ تَتْلُومِنْ قَبْلِهِمِنْ كِتَابٍ وَلا تَخُطُّهُ بِيَمِيْنِهِ إِذًا لَا رُتَابَ الْمُبُطِلُونَ" لينى: ' اورتم نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی اور اپنے ہاتھ سے پھینیں کھا۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ لوگ ضرور شک کرتے کہ جوتمہاری باتوں کو باطل کرنے کے دریے ہیں'

یہاں پرقر آن بتار ہاہے کہا گر پیغیبرا کرم سلانٹا آپٹی درس پڑھے ہوتے تو کوئی نہ کوئی شخص شک میں پڑجا تا کہ کیا بیقر آن خوداُس کا پنا کلام ہے یااللہ کی طرف سے ہے؟ لیکن آپ کا پڑھا لکھا نہ ہونے کی وجہ سے اور قر آن مجید کے ہرپہلو سے غیر معمولی ہونے کے سبب کسی کے لئے اس بات میں شک وتر دید کی تنجائش باقی نہیں رہتی کہ بیہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ البتہ بیہ دوسری بہت سی علامتوں کے ساتھ یہ بھی ایک علامت ہے جو آپ کی ذات مبارک میں دیکھی جاسکتی ہے اور آپ کی صدافت کی دلیل ہے۔ لہذا جب بھی ان سب علامتوں اور قرینوں کو ہم ایک ساتھ رکھیں تو بیہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے۔

''، مُنْطِلُون'' (جوتمہاری باتوں کو باطل کرنے کے درپے ہیں ) سے ظاہر ہوتا ہے کہ حتی اگر آپ سل ٹھٹا آپیلی پڑھے لکھے ہوتے بھی تو یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ یہ کتاب آپ کی اپنی فکر وسوچ کا نتیجہ ہے۔ چونکہ یہ کتاب انسان کی فکر وسوچ سے کہیں زیادہ بلند ہے، فقط یہ بات بدخواہ اور باطل کے درپے رہنے والوں کے لئے ایک بہانہ بن سکتی تھی۔اس طرح سورۂ یونس کی آیت ۱۲ میں آیا ہے:

قُلُلَّوْ شَآءَاللهُ مَا تَلُوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدُرْكُمْ بِهِ ﴿ فَقَلُ لَبِثُكُ فِيكُمْ عُمُّرًا مِّن قَبُلِهِ ﴿ اَفَلَا تَغْقِلُونَ ۞

لینی:'' کہددواگر خدا چاہتا تو میں تم پر آیات تلاوت نہ کر تا اور تمہیں ان سے آگاہ نہ کرتا کیونکہ میں نے مدتوں اس سے پہلے تمہارے درمیان زندگی گزاری ہے۔کیا تم سمجھتے نہیں؟!''

در حقیقت پنیمبرا کرم سل طال ای قرینے کی بنیاد پر فرماتے ہیں: میں سالہا سال سے تمہارے درمیان رہ رہاہوں اورتم نے کبھی مجھی اس قسم کا کلام ( آیات قرآن ) مجھ سے نہیں سُنا،اگریہآیات میری اپن جانب سے ہوتیں توان چالیس سالوں کے دوران ضروریہ میری زبان پر جاری ہوجاتیں یا کم از کم تم مجھ سے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرورین لیتے۔

بہت سے ماہرین نفسیات کے بقول انسان میں عام طور پرفکری نبوغ اور جدید مسائل میں جدت ونوآ وری ہیں سال کی عمر سے شروع ہوجاتی ہےاورزیادہ سے زیادہ تیس سے چالیس سال تک باقی رہتی ہے۔ یعنی ؛انسان اگراس مدت کے دوران کوئی جدّت ونوآ وری نہ دکھا سکے تواس کے بعداس کاامکان تقریباً ختم ہوجا تا۔ 243

www.kitabmart.in

یدمسکد آج علم نفسیات میں ایک نے انکشاف کی حیثیت رکھتا ہے اور یقیناً گزشته زمانے میں اس حد تک واضح نہیں تھا۔کیکن اکثر لوگ اپنی فطرت کی وجہ سے اس مسکلے کی طرف متوجہ تھے ۔معمولاً ایسانہیں ہوسکتا کہ انسان خاص افکار ونظریات اورجدید مکتب فکر کا حامل ہو اور چالیس سال تک کسی قوم ومعاشرے کے درمیان زندگی بھی گزار ہے لیکن اپنے ان افکار ونظریات کوظاہر نہ ہونے دے ۔لہذا قرآن مجیدفر ما تا ہے: کیاتم سمجھتے نہیں کہ بیر چیز ناممکن ہے ۔

قر آن کا بہت ہی آیات میں پنیمبرا کرم "کے''اُئی''ہونے پر زور دینا بھی ای قشم کے بامعنی قرینے کی طرف اشارہ ہے کہایک ''ان پڑھ''انسان کس طرح الیک کتاب لاسکتا ہے کہ جواپنی بےنظیراورغیر معمولی جامعیت وحقائق کے ساتھ ہزار سال گزرنے کے باوجود اُسی طرح اپنی جدت ونوآ وری کومخفوظ رکھے ہوئے ہے اورانسان کی زندگی میں مختلف معنوی ومادی مشکلات کوحل کرنے کے لئے ایک بلند ترین نسنج کی حیثیت رکھتی ہے۔

ان سب باتوں سے ہم اس نتیج تک پہنچے ہیں کہ قر آن مجید نے اس دلیل ( قرائن کی جمع آ وری) کی طرف خاص تو جہ دی ہے۔اب ہم پیغیبراکرم سلی فالیلی کے بارے میں ان قرائن اور علامتوں کی طرف پلٹتے ہیں اور درج ذیل مسائل کے بارے میں گہرا مطالعہ پیش کرتے ہیں :

🖈 پیغیبرا کرم کی دعوت کے زمانے کی شرا کط اور حالات۔

🖈 پیغمبراسلام 🏻 سالانهٔ ایسیلم کی نفسیاتی واخلاقی خصوصیات اور درخشاں ماضی

🖈 دنیا کی عمومی حالت خصوصاً ظہور پیغمبڑ کے علاقے کے لحاظ سے عصر دعوت کی خصوصیات۔

🖈 دعوت پیغمبرگی تعلیمات اوراُن مسائل کےاُصول اور بنیادیں جن کی آپُلوگوں کو دعوت دیتے تھے۔

🖈 جن وسائل سے آپ نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے استفادہ کیا ہے۔

🖈 آپ ٔ برایمان لانے والوں کی حالت اور بیر کہ وہ کس طبقے اور کس حیثیت کے لوگ تھے۔

الله جس چيز کي طرف آپ لوگوں کو دعوت دے رہے تھے، اُس پر آپ کا اپنا ايمان کس قدر تھا۔

☆ خرا فات کے مقابلے میں آپگا مؤقف اور اپنے اردگر دکے ماحول کے تقاضوں کے ساتھ آپگی مسالمت ۔
 باعدم مسالمت ۔

ا کے دوسری علامتیں۔ مرح دوسری علامتیں۔

ا \_ پیغمبرا کرم سلّ الله ایکه ایم کی دعوت کے زمانے کی شرا کط اور حالات

یہ مسئلہ تمام بڑے مورخین کے نز دیک متفقہ علیہ ہے کہ 'عرب' رسول الله سالٹھائیکیم کی نبوت سے پہلے خرافات پر مبنی عقائکہ،

پست ترین اخلاق، تفرقے اور تباہ کن داخلی جنگ وجدال کےعلاوہ بدترین اقتصادی حالات سے دوچار تھے۔ اُس ماحول کوعلم ودانش کی ہوا کتک نہیں بھی انسانی تہذیب وتدن کے اثرات نظر نہیں آتے تھے۔ اس لئے اُنہیں نیم وحثی قوم کےعنوان سے پہچانا جاتا تھا اور اُس زمانے کو''عصر جاہلیت'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے اُس زمانے کے بارے میں بہت ہی واضح اور روشن تعبیرات اختیار کی ہیں (بالفرض اگر کوئی قرآن مجید کو وی الٰہی کے عنوان سے نہ بھی دیکھے تو بھی وہ اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا، کہ قرآن مجید میں اُس زمانے کے بارے میں اس قسم کی خصوصیات کا تذکرہ اس کے حقیقت پر مبنی ہونے کی دلیل ہے، ور نہ ہر طرف سے اس کا انکار کیا جاتا) قرآن ایک مقام پر فرما تا ہے:

لَقَلُ مَنَّ اللهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتُلُوْا عَلَيْهِمْ الْيَهِ وَيُومِمْ الْيَهِ وَيُومِمْ الْيَهِمُ وَيُعْلِمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ • وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَغِيْ ضَلْلٍ مُّبِيْنِ ﴿
وَيُورَ كِيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتْبَ وَالْحِكْمَةَ • وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَغِيْ ضَلْلٍ مُّبِينِ ﴿
رَجِمَهُ: "خدا نے مونین پراحیان کیا (اضیں ایک عظیم نمت بخشی) جبدان میں انہی میں سے ایک پیغیر معوث کیا جوان کے سامنے اس کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیۂ فس کرتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر جواں سے پہلے وہ کھلی گراہی میں شے۔" (آل عران ر ۱۲۳)

اس آیت میں اور ای طرح سور ہُ جمعہ کی آیت نمبر ۲ میں بھی' خیلا کی مُبِین ''کے الفاظ آئے ہیں، جوز مانہ جاہلیت کے حالات کی طرف ایک معنی اخیز اشارہ ہے کہ اس دور میں ہر جگہ واضح گمراہی پھیلی ہوئی تھی ۔ اس سے واضح گمراہی کیا ہوگی کہ وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے پتھر اور لکڑی کے بت بنا کر اُن کی پوجا کرتے تھے۔ اس سے بھی بدتر یہ کہ وہ مجھو رکے بت بنا کر اُن کی پرستش کرتے تھے اور جبکہ قحط پڑتا تو ( مجھور کے ) اُنہی بتوں کو کھا بھی جاتے تھے۔ اپنی بیٹیوں کو اپنے ہاتھوں سے زندہ وُن کر دیتے تھے اور پھر اپنے اس فعل پر فخر ومباہات بھی کرتے تھے کہ ہم نے اپنی عزت و ناموں کو باقی نہیں چھوڑ اتا کہ وہ اغیار کے ہاتھ نہ لگ جائے۔ اس سلسلے میں سورہ نحل کی آیت ۵۹٬۵۸۸ میں آیا ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ اَحَكُهُمْ بِالْكُنْفِى ظَلَّ وَجُهُهُ مُسُودًا وَهُو كَظِيْمٌ ﴿ يَتُوَالِى مِنَ الْقَوْمِ مِنَ سُوَّةِ مَا بُشِّرَ بِهِ الْكُنْسِكُهُ عَلَى هُوْنِ اَمْرِيكُسُّهُ فِى النُّرَابِ اللَّسَاّءَ مَا يَخْكُمُوْنَ ﴿ السَّاءَ مَا يَخْكُمُوْنَ ﴿ السَّاءَ مَا يَخْكُمُوْنَ ﴾ السَّة عَلَى هُوْنِ اَمْرِيكُسُّهُ فِى النُّرَابِ اللَّهُ ال

245

وَجَعَلُوا الْمَلْبِكَةَ الَّذِينَ هُمْ عِبْدُ الرَّحْن إِنَاثًا **﴿** 

لینی:''ان لوگول نے فرشتوں کو جوخدا کے بندے ہیں،مؤنث سمجھتے تھے۔'' 🗓

ایک اور مقام پر فرمایا:

وَيَجْعَلُونَ يِلْهِ الْبَنْتِ سُبْحُنَهُ ٧

لیعنی:''وہ اللہ کے لئے بیٹیوں کے قائل تھے اللہ (اس سے )منزہ ہے ( کہ اُس کی کوئی اولا دہو )'' 🖺

پھراس سے بھی واضح گمراہی کیا ہوگی کہاُن کے درمیان سوائے حرمت والے مہینوں کے پوراسال جنگ اورخون خرابے کا ماحول رہتا تھااور قبائلی شمنی اور کینہ باپ سے اولا دیمیں منتقل ہوتا رہتا تھااوریہ سلسلہ سالہا سال تک جاری رہتا، جبیسا کہ قر آن مجید نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

وَاذْ كُرُوْا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمُ إِذْ كُنْتُمْ اَعْنَاءً فَالَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهَ إِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلَى شَفَا حُفْرَةِ مِّنَ النَّارِ فَأَنْقَنَ كُمْ مِّنْهَا ۗ

''اللہ نے جونعت تہہیں عطافر مائی ہے اس کی یا دسے غافل نہ ہوجا ناتمہارا حال بیتھا کہتم ایک دوسرے کے دشمن تھے کین دشمن تھے لیکن اس کے فضل وکرم سے ایسا ہوا کہ بھائی بھائی بن گئے اور تم لوگ تو آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے پس اس نے تہہیں بھالیا۔''ﷺ

اس سے بھی بڑھاُن کی ایک اور بڑی گمراہی پیٹھی کہوہ دعااورنماز جیسی عبادت کوانتہا کی مضحکہ خیز اورنفرت انگیز انداز میں انجام دیتے تھے بھی توعورتیں مادرزاد برہنہ حالت میں خانہ کعبہ کے گردطواف کرتی تھیں اور اپنے اس فعل کووہ عبادت شار کرتیں اور کبھی تالیاں اور سیٹیاں بجاتے ہوئے نماز کے مراسم بجالاتے تھے:

وَمَا كَانَ صَلَا مُهُمْ عِنْدَالْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَّتَصْدِيَّةً ﴿

یعنی:''(جومشرکین نماز قائم کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں )ان کی نماز (اللہ کے )ں گھر کے پاس سیٹیاں اور

تالیاں بجانے کے سوا کچھ نہ تھی۔' آ

اُس معاشرے پرانواع واقسام کی خرافات اورتو ہمات حاکم تھیں ، ہر قبیلے کی اپنے قبیلے کو بڑا ظاہر کرنے کوکوشش ہوتی تھی اوراس

🗓 زخرف ۱۹

تانحلر ۵۷

🖺 آل عمران ر ۱۰۳

🖺 انفال ر ۳۵

برتری کی خاطراُن کے درمیان کینہ وحسداور بعض اوقات خون خرابہ شروع ہوجا تا تھا۔ یہاں تک کہ وہ اپنے قبیلے کی کثرت ظاہر کرنے کے لئے اپنے مردوں کی قبروں کوبھی شار کرنا شروع کر دیتے تھے اور اپنے آباوا جداد کی بوسیدہ ہڈیوں کوزمین سے نکال لاتے تھے: اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن مجید فرما تاہے:

ٱلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ أَحَتَّى زُرُتُمُ الْمَقَابِرَ أَ

یعنی:'' نفاخرو تکاثر نے تمہیں اپنے حال میں مشغول رکھا یہاں تک کہتم قبروں کی زیارت کے لئے گئے اور اپنے مردوں کی قبورکو ثار کیا۔'' ( تکاثر ۲۰۱۷)

اسی طرح کی اُن میں دیگرتو ہمات اور بُرائیوں بھی تھیں۔اُس معاشرے کا انحطاط اور مادی ومعنوی پستی اس قدرزیادہ تھی کہ اُس زمانے میں اُسے دنیا کا پس ماندہ ترین علاقہ سمجھا جاتا تھا۔ایک مغربی مؤرخ عصر جاہلیت میں حجاز کے ماحول کے بارے میں بعض مؤرخین سے نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے:''اُس زمانے میں یونان کا ایک عظیم سپے سالار''ڈیمٹر وس''عربستان پر قبضے کی نیت سے (حجاز کے ایک قدیم شہر)'' پترا''میں داخل ہوا تو وہاں کے لوگوں نے اُس سے کہا:

''اے'' ڈیمٹر وس''بادشاہ!تم ہمارے ساتھ کیوں جنگ کرتے ہوہم ایک ریکستان میں رہتے ہیں جوزندگی کے تمام وسائل سے خالی ہے اورہم اُن تمام نعتوں سے محروم ہیں جن سے شہروں اور قصبوں کے رہنے والے بہرہ مند ہیں۔ہم اس خشک صحراء میں سکونت اس کئے اختیار کی ہے تاکہ کسی کے غلام بن کر خدر ہیں۔لہذا ہم سے میہ تحفے تحالیف قبول کر لواور اپنے لشکر کو یہاں سے واپس لے جاؤ۔۔۔'' ''ڈیمٹر وس'' نے اُن کی طرف سے سلح کے پیغام کوغنیمت سمجھا اور اُن کے تحفے و تحاکف قبول کر لئے اور مشکلات ومصائب کی حال میہ جنگ نہ کرنے میں ہی عافیت سمجھی'' ( تاریخ تمدن اسلام وعرب، تالیف ڈ اکٹر گوستاولیوں ،ص۸۸) دیکھا جائے تو پوری تاریخ تجربہ دوران' جاز'' کسی بھی وقت کشور کشائی کرنے والی طاقتوں کے زیر تبلط نہیں رہا اور ہمیشہ اپنی آزادی کی حفاظت کرتارہا ہے۔تاریخی تجربہ

ر دوران مبار مسل کا وقت مورستان کرنے واق کو مول سے دریو تصفیط میں دوران میں ہونے اور اس کی اتنی قدر و قیمت نہیں تھی کرنے والے کے مطابق اس کی بڑی وجہاس قتم کی بنجراور خشک زمین پر قبضہ کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا،اوراس کی اتنی قدر و قیمت نہیں تھی جس کے لئے جنگ کی مشکلات اور زخمتیں اُٹھائی جاتیں۔

اسی لئے ایران اور روم جیسے قدیم ممالک کی تہذیب وتدن کے اثرات جو جزیرہ نمائے عرب کے دیگر مختلف علاقوں پر نظرآت ہیں، وہ حجاز کے علاقے میں نظر نہیں آتے۔اب ہمیں سو چنا چاہیے کہ ایک معمولی انسان اپنے ارادے اور نفکر کے لحاظ سے جتنا بھی مضبوط ہو (بالخصوص اُس نے کسی سے پڑھالکھا بھی نہ ہو)،اگر اُسے ایسے ماحول میں رہنا پڑے تو وہ وہاں کیسے زندگی گزارے گا۔ جو شخص جہالت اور بُرا ئیوں کے ماحول میں پلابڑھا ہوکیا وہ علم ودانش اور اخلاقی فضائل کا بانی بن سکتا ہے۔کیا آپ نے بھی عناہے کہ وحشی یا نیم وحشی اقوام میں عظیم دانشور، فلسفی اور نابخہ شخصیات پیدا ہوئی ہیں؟

اگر کسی زرخیز زمین پرخوبصورت کیمول اورتر وتازہ پودے اُ گئے ہیں تو اس میں کوئی تعجب نہیں ہے، لیکن اگر کسی بنجر اور شورز دہ زمین پر گلستان نظر آئے تو انسان کو تعجب کرنا چاہیے۔ بہر حال ہوسکتا ہے فقط بیہ باتیں رسول اسلام سلانٹھائیے پلم کی نبوت اور حقانیت کو ثابت کرنے کے لئے کافی نہ ہوں الیکن بلاشک بیاُن قرائن میں سے ایک قرینہ ضرور ہیں جنہیں دوسرے قرینوں سے جوڑا جائے تو بیایک مضبوط اور دندان شکن دلیل بن سکتی ہے۔اس بحث کوہم امیر المؤمنین حضرت علی - کے اس کلام کے ذریعے ختم کرتے ہیں کہ جنہوں نے عصر اسلام اور جاہلیت کوایک ساتھ دیکھا ہے۔حضرت علی -اس دور کا نقثہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أَرْسَلَهُ عَلَى حِينِ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ، وَطُولِ هَجْعَةٍ مِنَ الْأُمَمِ، وَاعْتِزَامٍ مِنَ الْفِتَنِ، وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ، وَتَلَظِّ مِنَ الْحُرُوبِ، وَاللَّانْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْعُرُورِ، عَلَى وَانْتِشَارٍ مِنَ الْأُمُورِ، وَتَلَظِّ مِنَ الْحُرُوبِ، وَاللَّانْيَا كَاسِفَةُ النُّورِ، ظَاهِرَةُ الْعُرُورِ، عَلَى حِينِ اصْفِرَارٍ مِنْ مَائِهَا، قَلْ دَرَسَتُ مِنَ مَرَهَا، وَاعْمَا الْعَدَى، وَظَهَرَتُ اعْلامُ الرَّدَى، فَهِي مُتَجَهِّمَةٌ لِآهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا، مَنَارُ الْهَدَى، وَظَهَرَتُ الْعُلامُ الرَّدَى، فَهِي مُتَجَهِّمَةٌ لِآهْلِهَا، عَابِسَةٌ فِي وَجْهِ طَالِبِهَا، مَنْ مُرَهَا الْفِئْنَةُ، وَطَعَامُهَا الْجِيفَةُ، وَشِعَارُهَا الْخَوْفُ، وَدِثَارُهَا السَّيْفُ».

''خدا تعالیٰ نے رسول اکرم گواس وقت مبعوث فر ما یا جب مدتوں سے رسولوں کا سلسلہ منقطع تھا۔ اور قو میں ایک طویل خواب (نیند) میں ڈوبی ہوئی تھیں اور فتنہ پورے جہان پر چھاچکا تھا اور امور پریشانی اور انتشار کا شکار سے اور آتش جنگ بھڑک رہی تھی۔ دنیا کا نور غائب اور اس کا فریب آشکار ہو گیا تھا اس کے پتنے زرد، پھل بے کار اور پانی خشک ہو گیا تھا۔ اس زمانے میں ہدایت کے مینارٹوٹ چکے تھے اور ہلاکت اور برختی کے پرچم آشکار تھے۔ دنیا اہل دنیا کو کریہ نظروں سے دیکھر ہی تھی اور اپنے چاہنے والوں کے لئے برختی کے پرچم آشکار تھے۔ دنیا اہل دنیا کو کریہ نظروں سے دیکھر ہی تھی اور اپنے چاہنے والوں کے لئے چین بجبین تھی۔ اس دنیا کا کھل اس وقت فتنہ اس کا طعام مردار کا گوشت اس کا باطن خوف اور اس کا ظاہر تھوار تھا۔ "کوار تھا۔ اس کا خوف اور اس کا ظاہر تو اور اس کا نام کی کی کے بیانہ کا باطن خوف اور اس کا طعام مردار کا گوشت اس کا باطن خوف اور اس کا ظاہر تھوار تھا ''(خطبہ ۸۹ نیج البلاغ)

اسی سلسلے میں حضرت علی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

"إِنَّ اللهَ بَعَثَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ الِهِ وَسَلَّمَ نَنهِ اللَّعَالَمِينَ، وَآمِيناً عَلَى التَّنْزيلِ، وَانتُمْ مَعْشَرَ الْعَرَبِ عَلى شَرِّ دينٍ وَفي شَرِّ دادٍ، مُنيخُونَ بَيْنَ خِارَةٍ خُشُنٍ وَحَيَّاتٍ صُمِّ، تَشْرَبُونَ الْكَيرَ، وَتَأْكُلُونَ الْجَشِبَ وَتَسْفِكُونَ دِمَا ثَكُمُ، وَ تَقْطَعُونَ الْحَامَكُمُ الْاَصْفَامُ فيكُمْ مَنْصُوبَةٌ، وَالْآثَامُ بِكُمْ مَعْصُوبَةٌ،

"الله تبارک و تعالی نے محمصلی الله علیه وآله وسکم کوتمام جہانوں کو (ان کی بدا عمالیوں سے ) متنبہ کرنے والا اورا پنی وحی کا امین بنا کر بھیجا۔ اے گروہ عرب اس وقت تم بدترین دین پر اور بدترین گھروں میں تھے۔ کھر درے پتھروں اور زہر یلے سانپوں میں تم بودوباش رکھتے تھے۔ بت تمہارے درمیان گڑے ہوئے تھے اور گناہ تم سے چھٹے ہوئے تھے۔ '(خطبہ ۲۲ نہج البلاغه)

مختصریہ کہ زمانہ ُجاہلیت کے بارے میں شرق وغرب میں کھی جانے والی تاریخی کتابوں اور قر آن مجید کی آیات اوراسلامی کتب میں منقول روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ سب لوگ اس بات پرمتفق ہیں کہ جس معاشر ہے اور ماحول میں رسول اکرم ''نے دعوت اسلام کا آغاز فر مایا تھاوہ سب سے زیادہ اپس ماندہ اور جاہل معاشرہ تھا۔اییا معاشرہ جومختلف جہات سے کسی بھی طرح اس قسم کے دین اور پیشرفتہ مذہب کے ظہور کے ساتھ ہم آ ہنگ نہیں تھا۔

# ٢\_ پنغمبر صلَّاللَّهُ لِيَالِيَّهُم كَى اخلاقى خصوصيات اور درخشاں ماضى

سیچاور جھوٹے دعویداروں کی پہچان کا ایک بہترین طریقہ ان کی اخلاقی خصوصیات ہیں۔ان خصوصیات سے داعی کی حقانیت کے اثبات یانفی کے لیے واضح قرائن اور علائم کے طور پر استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ جب کسی داعی میں تقوی اور پرھیزگاری،ا ثیارو بزرگی، مھر بانی اور محبت، نہدو پارسائی، شجاعت اور شہامت اور معاشرتی طور پر بہترین ماضی دیکھا جائے تو بہت مشکل ہے کہ اس کو سچانہ سمجھا جائے اور اگر اسکے برعکس اس میں، دنیا پرستی، مادہ پرستی، مال و مقام اور جاہ طلی کے ساتھ ساتھ بے تقوی ہونا، جھوٹا، کینہ تو ز اور انتقام جوئی جیسے اظلاقی رز اکل دیکھے جائیں وہ ہرگز نبوت کا سچا داعی نہیں ہوسکتا۔

خوش قسمتی کے ساتھ اپنی نبوت سے پہلے چالیس سال کے لمبے عرصے تک معاشر نے کے درمیان زندگی گزار نے کی وجہ سے پیغمبر پغیمبر سل ٹھائی پہلے کا ماضی بہت ہی درخشاں رہا ہے چونکہ آپ کی تاریخ سے بھی جسے کو دوست و شمن نے لکھا ہے، اس بات کی نشاند ہی ہوتی ہے۔ تمام تاریخی کتابول میں پیغمبرا کرم گی پاکیزگی اور امانتداری کوسب نے متفقہ کے طور پر قبول کیا ہے اور آپ کے بارے میں لقب ''امین'' کوسب سے سنا ہے۔ دلچسپ بات یہ کہ دعوت اسلام کے شروع ہوجانے کے بعد بھی لوگ تمام تر مخالفت کے باوجودا پنی امانتیں آپ کے پاس رکھتے تھے۔لہذا مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت یعنی تیرہ سال بعد ، ہجرت کے وقت پیغمبر نے حضرت علی کو تھم دیا کہ وہ مکہ میں ہی رہو جا نے کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت کریں۔

پیغیبرگاحسن خلق، شجاعت اوروہ تمام صفات جوایک عظیم الہی رہبر میں ہونی چائیں وہ سب حیات طیبہ کے مختلف مراحل میں آپؓ کے اندراچھی طرح دیکھی جاسکتی ہیں۔خصوصاً فتح مکہ، جنگ احداس طرح جنگی قیدیوں، غلاموں اور معاشرے کے مختلف نادار طبقات کے ساتھ آپؓ کے طرزعمل کودیکھا جاسکتا ہے۔ یہاں تک کہ آپؓ کی ان خصوصیات کو (آپؓ کے دشمن) آپ کا ایک کمزور پہلو سمجھتے تھے۔اور آپؓ کے دین کو غلاموں، غریبوں کا دین قرار دیتے تھے۔اور آپؓ سے تقاضا کرتے تھے کہ وہ آپؓ کی حمایت صرف اس صورت میں کریں جب تک آپ فقیراور نا دار لوگوں کو اپنے آپ سے دور نہیں کر لیتے۔اس بات کی طرف واضح اشارہ سورہ کہف کی آیت ۲۸ میں ہوا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَلْعُوْنَ رَجَّهُمْ بِالْغَلُوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُونَ وَجُهَهُ وَلَا تَعْدُ عَيْدُ لَا تُعْدُ عَنْهُمْ اللَّهُ وَلَا تُطِعُ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ عَيْدُكَ عَنْهُمُ \* تُرِيْدُ إِيْنَةَ الْحَيْوةِ اللَّنْيَا \* وَلَا تُطِعُ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ

هَوْلِهُ وَكَانَ آمُرُهُ فُرُطًا اللهِ

''(اے پیغمبر متکبر دشمنوں کے مقابلے میں) صبر واستقامت اختیار کرو (اور) ان لوگوں کے ساتھ کہ جوشبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی ذات کے خواہاں ہیں حیات دنیا کی آرائش کی وجہ سے ہر گز اپنی آئت کھیں ان سے نہ اٹھا اور ان لوگوں کی اطاعت نہ کرجن کے دلوں کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے وہ جھوں نے ہوائے نفس کی پیروی کی ہے اور جن کے کام تجاوز پر مبنی ہیں۔' 🗓

آپ ہی تھے کہ جنہوں نے اپنے سب سے بڑے دشمن''ابوسفیان''یغنی، اسلام کے خلاف خطرناک ترین جنگوں کی آگ بھڑکانے والے کو بخش دیا تھا اور فتح مکہ کے موقع پراس کے گھر کو مکہ کے لوگوں کے لیے جائے پناہ قرار دیا تھا۔اسی طرح تمام اہل مکہ کو معاف کر دیا جنہوں نے آپ اور آپ کے بیروکاروں کے خلاف بڑے بڑے جرائم کا ارتکاب کیا تھا۔ آپ کے اسی حسن خلق اور ایثار و براگواری کی وجہ سے سب لوگ آپ کے گردجمع ہو گئے تھے۔'' جنگ احد'' میں بھی بعض تازہ مسلمان ہونے والے افراد آپ گوتنہا جھوڑ کر میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے جس کی وجہ سے آپ کی ذات مبارک کوشد پر زخم برداشت کرنے پڑیں کین آپ نے انھیں بھی معاف کر دیااوراسی سلسلے میں رہے آپ نے زل ہوئمیں:

فَيِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمُ ، وَلَوْ كُنْتَ فَظَّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعُفُ عَنْهُمُ وَاسْتَغْفِرُ لَهُمُ وَشَاوِرُهُمُ فِي الْأَمْرِ ،

تر جمہ: ''رحمت البی کے سببتم ان کے سامنے زم (اور مہربان) ہواورا گرتم سخت خوہوتے تو وہ تم سے دور ہو جاتے ہیں لہٰذاانصیں معاف کر دواوران کے لئے مغفرت طلب کر واور کا مول میں ان سے مشورہ کیا کرو۔'' انتا

اس آیت میں بھی پینمبڑگی دل کی نرمی اور اندرونی حالت کے علاوہ آپ کی زبان کی نرمی اور صبر و محبت کی توصیف کی گئی ہے۔ آپ نہ فقط لوگوں کی خطا نمیں معاف کرنے پر مامور ہیں بلکہ آپ گوا نکے لئے خدا سے مغفرت کی دعا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے تا کہ ان کو شخصیت وعزت عطا کرتے ہوئے ان سے مشورہ بھی کریں۔آنمحضرت مونین اور غیر مونین کے ساتھ اس قدر ہمدرد تھے بعض لوگوں کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہلاکت کی حد تک لے جاتے تھے۔ چنا نچہ سورہ کہف کی آیت ۲ میں آیا ہے:

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفُسَكَ عَلَى اثَارِهِمُ إِن لَّمُ يُؤْمِنُوا بِهِنَا الْحَدِيثِ أَسَفًا الله

🗓 (کہف ر۲۸)

🖺 آل عمران ر ۱۵۹

ایتی: '' اگریدلوگ اس بات پرایمان نه لائیس توشایدتم غم کے مارے اپنی جان دے بیٹھو'' 🎚 اس قتم کامضمون سورہ شعراء کی آیت ۳ میں آیا ہے:

لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفُسَكَ الَّل يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْن ﴿ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ اللَّهِ

اور حقیقت بھی یہی ہے کہ جب تک اس قسم کا قائدور ہبر نہیں ہوگا اس وقت تک رہبری کا حقیقی حق بھی ادانہیں ہوگا۔سورہ تو بہ آیت ۱۲۸ میں آیا ہے:

لَقَلْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنَ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿

یعنی:'' تم ہی میں سے تمہاری طرف رسول آیا جسے تمہاری تکالیف اور رخج والم نا گوار ہیں، جوتمہاری ہدایت پراصرار کرتا ہے اورمومنوں پررؤف ومہر ہان ہے۔''

یقینا پیغیبرا کرم کے اخلاقی خصائل اورخصوصیات کا موضوع اس قدروسیع ہے جسے اس مخضرس بحث میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ پیمال ہمارامقصد فقط اس مسئلے کے مختلف قرائن کی طرف اشارہ کرنا تھا۔

## سرداعی کی دعوت کے اہم نکات

دای کے سیچاورجھوٹے ہونے کا پتالگانے کے لئے اُس کی دعوت کے اہم نکات کی تحقیق ہی کافی حد تک انسان کو مطمئن کر دیق ہے۔ایک ایسا آسانی دین کہ جس کا سرچشمہ اللہ تعالی کا بیکراں علم ہواور جو وقی کے ذریعے نازل ہوتو وہ اپنی شخصر بفر دخصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ جبکہ ایک جھوٹا مکتب جو اپنے مادی اور شیطانی مقاصد کی بحیل کے لئے کسی ایک فردیا چندا فراد کی طرف سے وجود میں آتا ہے، پچھاور خصوصیات رکھتا ہے۔ پہلے مکتب فکر کا مقصد انسانوں کی ہدایت ، انسانی نفوس کی تقویت ، عدل وانصاف کا نفاذ ، (معاشرے میں ) صلح وآشی اور مختلف مادی ومعنوی پہلوؤں کے لحاظ سے تکامل انسان ہے۔

جبکہ دوسرے مکتب فکر میں انسانوں کو احمق بنانے ، ان کے افکار کو سلانے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے ، ان کا استحصال کرنے اور سامرا جیت بھیلانے کے لئے کوشش کرنا ہے۔ اس قسم کے مقاصد کی تکمیل کے لئے یقینا کچھاور قسم کے لائح عمل کی ضرورت ہے۔ جو کچھاو پر بیان کیا گیا ہے ان کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی قوانین ومعارف اور تعلیمات پرایک نظر دوڑاتے ہیں خصوصاً قرآن مجید میں جن چیز کی تاکید کی گئے ہے:

<sup>🗓</sup> کیف ر ۲

<sup>🖺</sup> شعراءر ۱۳۔ '' باخع'' کا مادہ'' بنخع'' (بروزن تخت ) ہے جس کامعنی ثم واندوہ سے ہلاک ہونا ہے یا دوسر بے الفاظ میں ثم سے مرجانا ہے۔

www.kitabmart.in

ا۔اس سلسلے میں جو چیز سب سے پہلے نظر آتی ہے اور جن سے تمام اسلامی معارف وقوانین کی اصلی بنیاد فراہم ہوتی ہے وہ مسئلہ
'' تو حید' اور ہرقشم کے شرک کے خلاف جدو جہد کرنا ہے۔ پیغیمرا کرم نے اسی اصل کی بنیاد پر انسان کوخداوند یکتا کی پرستش کے علاوہ ہرقشم
کی پرستش سے آزاد کرایا ہے اور اس خداوند یکتا کی طرف دعوت دی ہے جو آسان وزمین کا خالق، تمام صفات کمال کا حامل اور انسانوں کے
ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔ اور جو خرافات اور تو ہمات کی زنجیروں کو کھول دیتا ہے اور انسانوں یا پتھر وککڑی اور ہرقشم کے بتوں کی پرستش
سے نجات دلاتا ہے۔

وہ یہودونصاریٰ کی انسان پرتنی کی مذمت کرتے ہوئے فرما تاہے:

ٳتَّغَنُوۡۤٳٱحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ ٱرۡبَابًامِّنَ دُوۡنِ اللّٰهِ

لینی: '' وہ اللہ کے مقابلے میں علما اور را ہوں (تارکین دنیا) کوہی معبود قرار دیتے ہیں۔' 🗓

اوراللہ تعالیٰ کے عظیم نبی حضرت یوسف - کی زبان سے ایک دلچیپ مواز نہ کرتا ہے جواپنے ساتھی قیدیوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَرْبَاكِ مُّتَفَرِّ قُونَ خَيْرٌ أَمِر اللهُ الْوَاحِلُ الْقَهَّارُ اللهُ الْوَاحِلُ الْقَهَّارُ اللهُ

لعنی: '' کیامتفرق خدا بهتر ہیں یاواحدوقہاراللہ؟'' 🖺

۲۔اسلام انسان کی تقدیر میں سوائے خدا کے اور کسی چیز کوموژنہیں سمجھتاا وروہ سب کواسی کی ذات پر توکل کرنے کی دعوت دیتے

ہوئے فرماتا ہے:

اَلَيْسَ اللهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ اللهُ الله

لعنی: ''کیااللہ اپنے بندے (کی نجات اور حفاظت ) کے لئے کافی نہیں ہے؟'' 🗒

۳ پیتوایک طرف ہے جبکہ دوسری جانب انسان کواپنے اعمال کا گروی سمجھتا ہے اور نجات اور کامیا بی کا واحدراسته زیادہ سے زیادہ سعی وکوشش کوقر اردیتا ہے اور فرما تاہے:

«وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلاَّ مَاسَعَى »

''اور پیکہانسان کے لئے اس کی اپنی سعی وکوشش کے علاوہ اور کوئی حصہ نہیں ہے۔''ﷺ

🗓 توبه ۱۳۱

تا بوسف روس

۳ زمر ۱۳

🖺 نجم روس

«كُلُّ نَفْسِ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ»

یعنی: ''ہر خص اپنے اعمال کا گروی ہے۔'' 🗓

یم۔اسلام میں انسان جسنسل ونژاد سے ہوں آنھیں ہر وفت مساوی سمجھا جا تا ہے اور اس لحاظ سے ان میں کسی قسم کا فرق نہیں ہے سوائے تقو کی اور پر ہیز گاری کے ۔ (حجرات ر ۱۳)

۵۔وہ تمام مونین کوایک دوسرے کا'' بھائی'' کہہ کرخطاب کرتا ہے اوراس طرح دوانسانوں کے درمیان سب سے قریبی رشتہ، برابری اور مساوات کی بنیاد پر استوار ہے جس کے بارے میں فرما تا ہے: تمام مونین ایک دوسرے کے بھائی ہیں (جب بھی ان کے درمیان اختلاف پیدا ہوجائے تو تمہارا فرض ہے کہ) بھائیوں کے درمیان صلح وآشتی برقر ارکرو۔ (حجرات ۱۰)

۲۔''ا جمّا عی عدالت'' کوانسانی معاشروں پر حاکم بنیادی اصل قر اردیتا ہے اورتمام مؤمنین کوعدل وانصاف قائم کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرما تا ہے: ذاتی اور قبائلی دشمنیاں عدالت کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنی چاہمیش ۔ (ماکدہ/۸)اسی طرح قریبی رشتہ داروں کا تعلق اور باپ بیٹے جیسے تعلقات عدالت کے نفاذ میں رکاوٹ نہیں بنیں چاہیں اور نہ ہی بغیر کسی وجہ کے قضاوت کا پلہ ان کے نفع میں مجاری نہیں ہونا چاہیں ۔ (نساء ر ۱۳۵)

ے۔انسانوں کے باہمی تعلقات پر''انفاق'' کےاصول کوغ<mark>الب قرار دیا گیا ہے</mark>اورسب کودعوت دی گئی ہے کہ وہ جونعتیں خدا نے انھیں عطا کی ہیں (مثلاً علم ، مال ،اورمعاشر تی عہد ہ ومنصب کی نعت )ان سے دو<mark>سروں پر</mark>بھی خرچ کریں۔(بقر ہر س<sup>س</sup>)

۸۔''صلہ رخم''اور رشتہ داری کے تعلق کا خیال رکھنے کی تا کید کی گئی ہے۔ (بقر ۲۵؍۶) خصوصاً ماں باپ کے لئے غیر معمولی احترام کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں تک کہ اگر وہ مسلمان نہ بھی ہوں تب بھی ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی تا کید کی گئی ہے۔ (لقمان ر ۱۵،۱۴)

9۔ دنیا کے مشرق ومغرب میں''مظلوموں کی حمایت بھی ان مسائل میں سے ہے کہ جس کی اسلام بہت زیادہ تا کید کر تا ہے حتی قرآنی آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مسکلے میں مسلمان اور غیر مسلمان کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے جیسا کہ سورہ نساء کی آیت ۷۷ میں آیا ہے:

وَمَالَكُمُ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيْلِ اللهِ وَالْمُسْتَضُعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالبِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ یعنی:''کیوں تم خداکی راہ میں ان مردول،عورتوں اور بچوں کے لئے (سمگروں) کے ہاتھوں کمزور کر دیۓ گئے ہیں، جنگ نہیں کرتے۔''

بنابرایں جنگ اور جہاد کی حد تک ان کے حمایت کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

۱۰''عورتوں کے حقوق کا احترام'' خصوصاً اس ماحول میں جو جہاں اس کے حقوق کو بالکل پائمال کردیا گیا تھاعورتوں کو جینے تک کاحتی نہیں دیا جاتا تھااورلڑ کیوں کو بلا جھجک زمین کے اندر دفن کر دیا جاتا تھا۔ اس وقت اسلام اس کی تا کیدکرتے ہوئے فرما تاہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ ﴿ (بقر ٢٢٨)

اا۔دوسر ہےادیان اورآ سانی کتابوں کے پیروکاروں کےساتھ معاشرت اوران سب کومشتر کے نکات کی طرف دعوت دینا، جیسا کہ سورۂ آلعمران کی آیت ۲۴ میں فرمایا ہے:

قُلْ يَاْهُلَ الْكِتْبِ تَعَالُوا إلى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اللَّا نَعْبُكَ اللَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًامِّنْ دُون اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ عَلْمَا اللهِ عَلْمَا ا

لینی: '' کہئے: اے اہل کتاب! آؤالیی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے اور وہ بیر کہ خدائے واحد کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کواس کا شریک قرار نہ دیں اور خدا کو چھوڑ کر ہم میں سے بعض اپنے میں سے دوسروں کواپنا خدا نہ بنالیں''

۱۲۔اسلام میں'' علم'' ودانش کوغیر معمولی اہمیت دی گئی ہے <mark>اور قر آن کی سینکڑ وں آیات اس کی حکایت کر تی ہیں ج</mark>س ماحول میں قر آن نازل ہوا ہے وہ ناخواندگی اور جہالت کا مرکز تھا، اُسے دیکھا جائے تو یہ بات بہت ہی دلچیپ لگتی ہے کہ پیغیبرا کرم پر پہلی نازل ہونی والی آیات میں ہی علم ودانش کی تاکید کی جاتی ہے (قلم ۱۷) اور پھر آ دم (بن نوع انسان) کی فضیلت وبرتری کا معیار بھی علم ودانش کی فضیلت ہی قراریا تا ہے۔(بقرہ ۱۳،۳۳)

۱۳۰۰ امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کامسّلہ بھی اس دین مبین کا درخشندہ پہلو ہے جومعاشرے پر پورےمعاشرے کے ذریعے عمومی نگرانی کی دعوت ہے اورتمام لوگوں کو ہرفتهم کی معاشر تی برائیوں یا فرائض کی ادائیگی سے پہلوتہی کے مقابلے میں ذمہ داری کا احساس دلاتا ہے۔ (آلعمران ۱۹۰۱و ۱۰ اراور دیگر آبات)

۱۳ بہت می برائیوں اور جرائم کا اصل سرچشمہ مادیات اور تجملات کی طرف شدیدر جمان اور زرق برق پر مبنی زندگی سے محبت ہے۔اسلام اس مسئلہ کی روک تھام کرنے کے لئے''سادہ زندگی'' اور'' تجملات'' سے پر ہیز کرنے کی دعوت دیتا ہے۔ ( زخرف ۷۳۳ سے ۳۵ ) تا ۳۵) درحالانکہ اسلام مادی نعمتوں حتی زینٹوں سے معقول اور منطقی استفادہ کرنے کومباح قرار دیتا ہے۔ ( اعراف ۷۳۲ )

۱۵۔ دوسروں کے ساتھ حسن سلوک اور''ادب کالحاظ'' رکھنااور تمام مسائل میں اخلاقیات کومدنظر رکھنا چنانچے سورہ لقمان کی آیات ۱۸و 19 میں اس طرح سورۂ حجرات کی آیات ۱۱ و ۱۲ اور سورۂ فرقان کی آیت ۷۲ اور دوسری آیات میں اس مسئلہ کے اہم ترین نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ نیز سورۂ اعراف کی آیت 199میں آیا ہے:

خُذِ الْعَفُووَ أَمُرُ بِالْعُرُفِ وَاعْرِضُ عَنِ الْجِهِلِيْنَ ﴿

254

www.kitabmart.in

یعنی:''ان سے نرمی برتو،ان کا عذر قبول کرلو، نھیں نیکیوں کی طرف دعوت دواور جاہلوں سے رخ موڑ لواور ان سے جھگڑا نہ کرو۔'' 🏻

۱۷۔ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ اندھے تعصب کے بجائے منطقی وعقلی گفتگو اور بحث ومباحثہ ( بھی اسلام کے صولوں میں سے ہے )۔قرآن مجیدفر ما تاہے :

اُدْعُ إلى سَبِيْل رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ

لیعنی:''اپنے رب کے راہتے کی طرف حکمت اورعمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دواوران سے بہترین انداز میں استدلال ومباحثہ کرو۔'' (نحل ر ۱۲۵)

ے ا۔'' حق کے سامنے خصنوع'' اور حق جہاں ہے بھی ملے اسے قبول کرنا بھی اسلام کے روثن ترین نکات میں سے ہے۔ چنا نچہ قرآن فرما تا ہے:

فَبَشِّرُ عِبَادِ۞ الَّذِيْنَ يَسْتَبِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ آحُسَنَهُ ﴿ اُولَبِكَ الَّذِيْنَ هَلْمُهُمُ اللهُ وَاُولِيكَ الَّذِيْنَ هَلْمُهُمُ اللهُ وَاُولِيكَ هُمُ اللهُ وَاُولِيكَ هُمْ اللهُ وَالْوِا

لیعن: ''بشارت اورخوشنجری انھیں لوگوں کے لئے ہے۔اس بناء پرمیرےان بندوں کو بشارت دے دو، وہ لوگ جو باتوں کو (غورسے ) سنتے ہیں اوران میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن کی اللہ نے ہدایت کی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔''آ

۱۸۔''غیرالہی محرکات سے اپنی نیت کوخالص کرنا'' بھی ان اصولوں میں سے ہے کہ جس کے بارے میں قر آن مجیداوراسلامی روایات میں بار ہا تا کید کی گئی ہے اسلام ان اعمال کو پاک، خدا کی بارگاہ میں مقبول اور سعادت ونجات کا باعث سمجھتا ہے کہ جو خود نمائی ریا کاری اور تطاہر کی نیت سے انجام نہ دیئے گئے ہوں بلکہ ان میں بلندانسانی والٰہی اخلاق کومدنظر رکھا گیا ہواس چیز پران کی بنیا داستوار ہو چنانچے قرآن کی سات آیات میں ''فحیلے ہیں گئے اللّٰ بین'' کے الفاط استعمال کیے گئے ہیں ۔ ﷺ

ایک طرف سےمؤمنین کے خالصانہ صدقات کوایک ثمر آوراور پھلوں سے لدھے ہوئے باغ سے تشبید دی گئی ہے جس کا پھل رحمت الٰہی کی بارش سے دو گنا ہوجا تا ہے۔ (بقر ہ ۷۲۵)اور دوسری طرف غیر مؤمن ریا کاروں کے اعمال کوان بیجوں سے تشبید دی گئی ہے کہ جو کسی پتھریر پڑی گرداورمٹی میں بوئے گئے ہوں ، جن کو بارش اپنے ساتھ بہاکر لے جاتی ہے۔ (بقر ہر ۲۲۴)

🗓 اعراف ۱۹۹۷ ۔۔ امام جعفر صادق - سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ یقر آن مجید کی اخلاقی آیات میں سے سب سے جامع آیت ہے۔ (مجمع البیان)

ا زمرر که ۱۸۱

<sup>🖻</sup> د کیچئے: سورتیں: اعراف ۲۶، پیس ۲۲، پینیر ۵ القمان ۳۲، غافر ۲۵،۱۴، بینیر ۵

۱۹۔اسلام میں''اسراف وتبذیر'' کی شدید مذمت کی گئی ہےاور تبذیر ( فضول خریجی ) کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا گیاہے۔

إِنَّ الْمُبَنِّيرِيْنَ كَانُوٓ الْحُوانَ الشَّيْطِيْنِ

۲۰-''لا وارث اور پنتیم بچوں'' کی سرپرتی ونگہبانی بھی اسلام کے بنیا دی اصولوں میں سے ہے بہت ہی آیات وروایات میں اس کے بارے میں تاکید کی گئی ہے یہاں تک کہ پنتیم کا مال کھانے کوآگ کھانے کے مترادف قرار دیا گیاہے:

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ آمُوالَ الْيَتْلَى ظُلُمًّا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا اللَّهِ الْ

ان کے کا موں کی اصلاح کرنے کی وصیت کرتے ہوئے فر ما یا ہے:

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الْيَتْمَى ﴿ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ﴿

یعنی:''اورتم سے پتیموں کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہددوکدان کے کام کی اصلاح کرنا بہتر ہے۔''<sup>©</sup>

ا ۲۔ اسلام میں قیدی اور اسیر کومحتر م قرار دیا گیا ہے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کی تاکید کی گئی ہے قر آن مجید میں قیدیوں کی مدد

کرنے کونیک وصالح لوگوں کی صفات میں شار کیا گیا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَى حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاسِيُرًا ۞ عَ

حضرت على - سے منقول ایک حدیث میں آیا ہے:

"إطْعَامُ الْأَسْبِرِ وَالْإِحْسَانُ إِلَيْهِ حَقَّ وَاجِبٌ

"اسيركوكها ناكطلا نااس كے ساتھ نيكي ايك واجب حق ہے۔" 🖺

۲۲۔ اپنے ''امور میں مشورہ کرنا'' بھی ان اہم ترین مسائل میں سے جس کے بارے میں قرآن مجید اور اسلامی روایات میں

تا کیدگی گئی ہے جتی پیغیبرا کرم گوجوا پنی ' دعقل کامل' کے باوجود مشورہ کرنے پر مامور ہیں:

«وَشَاوِرُهُمْ فِي الْأَمْرِ» 🗓

<u> ا</u> اسراء/۲۷

تانباءر ١٠

۳ بقره ۱۲۰

المرر ٨

🖹 وسائل الشيعه ، ج١١،٩ ص ٢٩، ابواب جهاد العدو، باب ٣٠، حديث، ٣٠

🗓 آل عمران ر ۱۵۹

اصولی طور پراہم معاشرتی مسائل میں مشاورت کوایمان کی علامتوں میں سے سمجھا جا تاہے:

«وَأَمُرُهُمُ شُورَى بَيْنَهُمُ " قَامُرُهُمُ اللهِ عَلَى اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ اللهِ الله

۲۳۔'' خرافات کا مقابلہ کرنا'' بھی پیغیمرا کرمؓ کے قاطعانہ لانحیمل میں سے تھا، حالانکہ جھوٹے نبی ہمیشہ خرافات بھیلانے کی سعی کرتے ہیں اوراس طرح لوگوں کے افکار کوخوف میں مبتلا کرتے ہیں اورعوام کواپنی طرف مائل کرنے کے لئے ان کی خرافات کے ساتھ ہم آ ہنگ رہتے ہیں لیکن پیغیمرا کرمؓ نے اس بند کوتوڑڈ الا اور جہاں خرافات پڑمل خود آپ کے مفاد میں بھی تھا، پھر آپ نے بھی اس کے خلاف جدوجہد کی۔

بت پرسی سے بڑی خرافات کیا ہوسکتی ہے کہ جس نے پوری عرب دنیا کو گھیرا ہوا تھا کہ اس کی مخالفت کرنا بہت ہی مشکل اور عجیب تھی۔اوراسی طرح بعض اوقات پاگل بن کی علامت سمجھی جاتی تھی ، جب پینمبراسلام نے انھیں خداوندیکتا کی طرف دعوت دی تو انھوں نے کہا:

ٱجَعَلَ الْإِلِهَةَ إِلَهًا وَّاحِمًا ﴿إِنَّهُ لَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ ۞

لعنی:'' کیااس نے اتنے خداؤں کے بجائے ایک ہی خدا قرار دے لیا ہے؟ بیتو واقعاً ایک عجیب چیز ہے''

٣

بظاہر پیغمبراسلام کی طرف جنون اور پاگل پن کی نسبت دینے کا سبب یہی تھا کہ آپ ّاس معاشرے کے مسلّمہ ترین عقیدے یعنی ؛ بت پرتی کے خلاف جدو جہد کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ بطور کلی ایام جاہلیت کے عرب بہت زیادہ خرافات میں مبتلا تھے جس کی تفصیل بہت طولانی ہے،کیکن پیغمبراسلام سالٹھا ہے ہے۔ان سب کا مقابلہ کیا۔

۲۴ ۔انسان کو ہواو ہوں کی قیداور دوسر ہے انسانوں کے چنگل سے آ زاد کرانا یاغلط رسم ورواج کی قید سے نجات دلا نا بھی ایسے موضوعات میں سے ہے جس کواسلام نے بہت زیادہ اہمیت دی ہے یہاں تک کہ اسے پیغمبرا کرم کی خصوصی صفات قرار دیتے ہوئے فرمایا گیاہے:

"وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْإِغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ " تَّا مُنْ مَنْ تَا مُنْ مَنْ اللَّهِ

ایک مشہور حدیث نبوی میں آیا ہے کہ تین گنا ہوں کوخدا ہر گزنہیں بخشاجس میں ایک بیہے کہ انسان کسی آزاد انسان کی آزادی کو

🗓 شوري ار ۳۸

ا 🖺 ص رد

🖺 اعراف را ۵۵

سلب کرے اورا سے اپناغلام بنا کرفروخت کر دے ۔ 🗓

۲۵۔'' تکاثر کی ممانعت' یعنی مادیات میں زیادہ طلی ،حرص اور لالچ کی ممانعت بھی اس دین کا بنیا دی لائح ممل ثمار ہوتا ہے قر آن مجید کی بہت ہی آیات اور اسلامی روایات میں اس کی طرف اشارہ ملتا ہے یہاں تک کداسے دنیوی زندگی کی مذموم ترین صفت شار کرتے ہوئے اسے لہوولعب اور فخر ومباہات کے مترادف قرار دیا گیا ہے۔ (حدید ۷۰۷) اور اسے خداسے لاپروائی کا سبب سمجھا گیا ہے اور جولوگ اپنے قوم وقبیلہ کی اکثریت کو ثابت کرنے کے لئے قبرستان کا رخ کرتے ہیں تا کداس مقصد کے لئے اپنے مردوں کی قبروں کو بھی شار کریں ، ایسے لوگوں کی سخت مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے :

"أَلُهَا كُمُ التَّكَاثُرُ ، حَتَّى زُرُتُمُ الْمَقَابِرِ » اللهَ

اسی طرح متنکبر ، مستثر (لا کچی) اور گھمٹڈ کرنے والے قارون کے قصے کو تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے کہ جو آخر کا راپنے مال متاع کے ساتھ ہی زمین کی گہرائیوں میں فن ہوجا تا ہے اوراس طرح اس جیسی صفات رکھنے والے (لا کچی) لوگوں کو خبر دار کرتے ہوئے:
نیما کرم گوما دی وسائل پر آنکھیں لگانے اور اسے فضیات و برتری کی علامت قرار دینے سے نہی کی جاتی ہے۔ (طار اساا اور قصص ۲۷ کے ۲۲ ''اتحاد اور بیجہتی کی دعوت'' کو بھی ہم ان احکامات میں سے قرار دے سکتے ہیں کہ جو اسلامی لا تُحمَّل میں سرفہرست نظر آتے ہیں قر آن مجید میں اس کی بہت زیادہ تاکید کی گئی اور سب کو اتحاد کی دعوت و سیتے ہوئے تفر قے سے بیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس طرح ایا م جاہلیت کے نفاق اور تفر قر فر دو معاشر سے کو ایسے فر دسے تشبید دی گئی جا ہلیت کے نفاق اور تفر قر نے کی طرف پلٹنے کے بارے میں خبر دار کرتے ہوئے پراکندہ اور متفرق فر دو معاشر سے کو ایسے فر در اور اس کی شان ہے کہ جو آگ کے دھانے پر کھڑا ہو۔ (آل عمران رسیوا) اسی طرح با ہمی جھڑوں اور اختلاف کو معاشر سے کے کمزور اور اس کی شان می خوت سے ختم ہونے کا سب سے بڑا سب قرار دیا گیا ہے۔ (انفال ۲۷ ما)

۔۔'' قانون کااحترام'' بھی احکام اسلام میں سے ایک اہم ترین حکم ہے اوریہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر قانون آپ کے اپنے خلاف بھی ہوتواس کااحترام کر وجیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

''عدل وقسط قائم کرواور اللہ کے لئے گواہی دوخواہ وہ تمہارے اور تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کے نقصان میں ہی کیوں نہ ہو'' ﷺ

كُوْنُوْا قَوْمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَداء بلاء وَلَوْ عَلَى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِيْنَ ، اسلام ، قوانين كي حدود كوتورُ ن كوحرام جانتا ہے اور "الله كي حدود "سے تجاوز كوظم وسم شاركرتا ہے:

تعن الني (ص) ان الله تعالى غافر كل ذنب الامن بحكّ مهراً او اغتصب اجيداً أجرة اوباع رجلاً حُوراً (سفية الحار، ماده اجر)

تا تكاثر رااور ٢

<sup>۩</sup>\_نباءر ۱۳۵

#### وَمَنْ يَتَعَكَّ دُلُودَ اللهِ فَأُولَيكَ هُمُ الظَّلِمُونَ السَّالِمُونَ السَّالِمُونَ

اسی طرح قانون حق کے مقابلے میں مطلقاً تسلیم ہوجانے اوراسی پراعتراض نہ کرنے کوعقل وفکر کے نز دیک ایمان کی نشانی سمجھتا ہے۔ (نساءر ۱۵)

۲۸۔انقام لینے سے پر ہیز نہ فقط پنیمبراسلام کی سیرت کا دائمی اصول تھا جسے اسلامی جنگوں اور خصوصاً فتح مکہ کے واقعات میں واضح طور پر دیکھا گیا ہے بلکہ آپ نے اپنے پیروکا روں کو بھی بار ہااس کی وصیت فرمائی ہے۔ آپ ایک جگہ سب لوگوں کو عفو و درگز راور دوسروں کی لغزشوں سے چتم پوشی کرنے کی دعوت دیتے ہوئے نھیں اس عفوالہی کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس کی سب کوتو قع ہے:

وَلْيَغُفُوا وَلْيَصْفَعُوا ﴿ أَلَا تُحِبُّونَ آنَ يَّغُفِرَ اللهُ لَكُمْ ﴿ اللَّهِ لَكُمْ ﴿ اللَّهِ

بلکہاس سے بھی بڑھ کر فرماتے ہیں: بدیوں کے مقالبے میں انقام جوئی سے کام نہ لیں بلکہ 'بدی'' کا جواب' 'نیکی'' سے دیں

تا كەرەمجەت دالفت كاسرچىشمەبن جائے:

إِدْفَعُ بِالَّتِيْ هِيَ ٱحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿ ا

لیکن اس کے باوجودآپ کینہ پرورد ثمن کواسلامی رحمت وراُفعت سے غلط فائدہ اٹھانے کی ہرگز اجازت نہیں دیتے تھے بلکہآپگا حکم تھا کہ جس طرح دوستوں یا فریب خوردہ دشمنوں سے نرم ومہر بان رہے اسی طرح ہٹ دھرم اورمتعصب دشمنوں کے ساتھ بھی سخت اور شدید طرزعمل اختیار کریں۔ یہاں تک کہآیا کے سیجے اور حقیقی صحابہ اکرام کوان اوصاف کے ساتھ یادکیا جانے لگا:

''وہ کفار کے مقابلے میں سر شخت اورا پنول کے ساتھ مہر بان ہیں۔'' 🖺

ٱشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّادِ رُحَمَّآءُ بَيْنَهُمُ

79۔ تمام مسائل میں'' تقویٰ کی دعوت'' بھی ایک ایسی چیز ہے کہ اسلام نے ہر مناسبت سے اس کا خیال رکھا ہے اور اس کی طرف توجہ دلائی ہے اور اسے انسانوں کی شخصیت کا معیار طرف توجہ دلائی ہے اور اسے انسانوں کی شخصیت کا معیار ۲ ۔ دنیا کی برکات ﷺ آخرت کی سعادت ﷺ اور بصیرت اور آگاہی کا سبب شار ہوتا ہے ۔

<sup>🏻</sup> بقره/۹۲۲

۳ نور ۲۲

<sup>🖺</sup> فصلت ریم ۳

<sup>🗹</sup> فتح ۱۹۲

<sup>🚨</sup> سورهٔ بقره در ۱۹۷

<sup>🗓</sup> سورهٔ حجرات ر ۱۳

<sup>💆</sup> سورهٔ اعراف ۱۹۲

• س- ''محت فی الله و بُغض فی الله 'بھی اسلام کے اصولوں میں سے ہے۔ دوسرے الفاظ میں اللہ کے لئے کسی کو دوست رکھنا اور اللہ ہی کی خاطر کسی سے ڈھنی کرنا، اس سے بھی واضح الفاظ میں جو کوئی بھی ایمان، حق ،عدالت، تقویٰ اور پاکیزگی کے راستے پر قدم رکھا است اپنا دوست رکھواور اُس کے ساتھ دوسی و محبت کا مضبوط رشتہ قائم کرواور اس کے برعکس نا پاک، بُرے، گنا ہگا راور ظالم لوگوں سے دوری اختیار کروکہ یہ چیز قرآن میں: ''حذب الله ''کی اصلی علامت کے طور ذکر ہوئی ہے اور اسلامی احادیث میں بھی اسے ایمان واسلام کا مضبوط ترین دستہ:

(أَوْتَتُى عُرَى الْايْمَانِ الْحُبُّ فِي اللهِ وَالْبُغُضُ فِي اللهِ) 🗓 اورافض ربيعم ل 🖺 شاركيا كيا ہے۔

یداصول اور فروع کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا ایک خلاصہ تھا۔ کیا یقین کیا جاسکتا ہے کہ ایک ان پڑھ(امی) اور جاہلیت کے تاریک ماحول میں پرورش پانے والا انسان کفروشرک، بے انصافی اور برائی اور تعصب کے مرکز میں اپنے ساتھ اس قسم کی اعلیٰ تعلیمات لائے۔ بیسب آسانی وحی اور الٰہی الہام و تا ئید کے بغیر ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اصولی طور پر ہر دین ومذہب کے داعی کی سچائی اور کذب کو ثابت کرنے کے لئے اہل علم ودانش کے لئے اس کی دعوت اور تعلیمات بہترین دلیل ہیں اور میہ چیزیں بھی تو بہت سے ججزات سے بھی زیادہ اہم ثابت ہوتی ہیں۔

چونکہ مجزات کے بارے میں بعض ضدی اور ہٹ دھرم قشم کے خالفین کی طرف سے جوشکوک وشبہات ( مثلاً سحر وجاد و وغیرہ جیسے اتہامات ) پیدا کئے جاتے ہیں وہ اس کی دعوت وتعلیمات کے بارے میں پیش نہیں کئے جاسکتے حتیٰ اس بارے میں ایک صحیم کتاب لکھی جاسکتی ہے ۔مخصوصاً اسلام کی تمام نظریاتی اخلاقی ، معاشرتی نیز انفرادی واجمّاعی ، مادی ومعنوی مسائل کے بارے میں تعلیمات کا میدان بہت وسیج ہے۔

یقینا تعلیمات کامیمجموعه ایک صحرانشین،ان پڑھ( اُئّی )اور پسماندہ ترین ماحول میں پرورش پانے والے عربی سے ایک معمولی مسکلنہیں ہوسکتا اور ہمارے نظریئے کے مطابق اس سے بڑھ کراور کوئی معجز نہیں ہوسکتا اور بیا یک ایسا قرینہ وعلامت ہے جو دوسرے قرائن وعلائم کے ساتھ مل کرایک اطمینان بخش دلیل بن سکتا ہے۔

## ۸۔آیا کے اپنے ماحول پر گہرے انزات

یہ بات صحیح ہے کہ فقط کسی ماحول پرایک مکتبۂ فکر کا اثر انداز ہونا ہی اس کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا چونکہ ہم بہت سے ایسے باطل ادیان کو جانتے ہیں جھوں نے ایک عرصے تک ایک بڑے جلقے کو اپنے متاثر کئے رکھا ہے ان میں سے بعض تو آخر کا رختم ہو گئے اور بعض ابھی تک باقی ہیں کیکن ان کے اثر ات کی کیفیت کو ہم دیگر قرائن کے ساتھ ایک زندہ قرنیہ کے طور پردیکھ سکتے ہیں۔

<sup>🗓</sup> اصول کا فی ،ج۲ ہے ۱۲۵

<sup>🆺</sup> سفينة البحار، ج١٥، ص٢٠١

جب بیا ترات ایک جوش کی صورت میں مثبت پہلوؤں اور انتہائی کم نقصان کے ساتھ ظاہر ہوں تو یقینا اس مکتب فکر کی گہری بنیادوں کی نشاند ہی کرتے ہیں۔کونسا ایباشخص ہے کہ جو اسلام اور عربوں کی تاریخ سے معمولی ہی آگا ہی رکھنے کے باوجود پیغیبراسلام گی دعوت کے ۲۳ سال جیسے مختصر عرصے میں جو قطیم فاصلہ پیدا ہوا ہے ،اس کا انکار کر سکے ایسا فاصلہ کہ جوایک انقلاب سے زیادہ' فلسفی گریز'' سے شاہت رکھتا ہے۔

ایک فراموش شدہ اور متر و کہ قوم جس کا تاریخ میں نام ونشان بھی نہیں تھا اور جس میں علم عمرانیات کے لحاظ سے چندصدیوں بعد تک کسی قسم کی ترقی و پیشرفت کی آماد گی نظر نہیں آتی تھی ا چا نک منقلب ہوجاتی ہے اورعظیم تہذیب وتدن کے ایک جدید مرحلے میں داخل ہوجاتی ہے۔وہ قوم نہ فقط خود تبدیل ہوتی ہے بلکہ اپنے حور کی دنیا میں بھی انقلاب برپا کر دیتی ہے پھراس تبدیلی اور انقلاب کے اثر ات آئندہ صدیوں اور لامحدود زمانوں تک نظر آتے ہیں۔

الیی تہذیب جو تاریخ انسانیت کارخ ہی بدل دیتی ہے اوراپنے زمانے کی عظیم پاپنچ تہذیبوں یعنی''روم،ایران،مصر، بابل اور یمن'' کواپنے زیراثر قراردے دیتی ہے۔ بیا یک ایسامسکلہ ہے کہ جس کی مقررہ معیارات کے مطابق وضاحت کرنے سے تمام مورخین اور ماہرین عمرانیات عاجز ہیں اگر چہ تاریخ تدن اسلام یا اس جیسے دوسرے ناموں کے ساتھ بہت سی کتابیں ککھی گئی ہیں لیکن اس بات کا بھی اعتراف کیا گیا کہ اب بھی دنیا میں اسلام کے ظہورا ورنفوذ کے بارے میں بہت سے نکات واضح نہیں ہوسکے۔

قابل توجہ بات بیہ ہے کہ تمام انقلابات کے برعکس بیانقلاب اور تبدیلی فقط ایک ہی پہلوسے قابل ملاحظ نہیں اس کا صرف سیاسی اور معاشی پہلو ہی نہیں تھا جگہ تھا میں اور کو بدل کرر کھ معاشی پہلو ہی نہیں تھا بیک ہواؤں کو بدل کرر کھ دیا مختصر سے کہ یوری تاریخ کے دوران عرب معاشر ہے میں اور پھر پوری دنیا میں عبوراسلام کے اثرات گہر نے فور وفکر کے متقاضی ہیں جواس کی حقانیت کے قرائن میں سے ایک واضح قریزہ بن سکتا ہے جس کی وضاحت کے لئے ایک عبدا کتاب کی ضرورت ہے۔

# ۵\_مقصدتک پہنچنے کا طریقہ اوروسائل

ہر خض اور گروہ کواپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے کچھ وسائل کی ضرورت ہوتی ہے۔وہ کن وسائل کوا تخاب کرتا ہے اور انہیں کس طرح حاصل کرتا ہے، یہ بات کسی حد تک اُس کے متب کی حقانیت اور اصالت یا اس کے جھوٹے بن کو پہچانے کا ذریعہ بن سکتی ہے۔جولوگ اپنے مقصد تک پہنچنے کے لئے ہر ذریعے کو جائز ہمجھتے ہیں اور مقصد وہدف ہی کے ذریعے وہ اپنے وسائل کی توجیہ کرتے ہیں اور (اَلْحُحالَاتُ تُبَدِّرُ الْوَ مُسَائِطًا ﴾ کوہی اپنا بنیادی لا تحکمل قرار دیتے ہیں تو یقیناً ایسے لوگ کسی قسم کی اصلیت نہیں رکھتے ، لیکن جولوگ اپنے مقدس اہداف کی تکمیل کے لئے یا کیزہ وسائل ہی سے استفادہ کرتے ہیں تو اس طرح وہ اپنی حقانیت کوظا ہر کردیتے ہیں۔

لہٰذا سچے اور جھوٹے انبیاء کو بھی اس طریقے سے پہچانا جاسکتا ہے۔ جولوگ اپنے مقاصد کی بھیل کے لئے کسی قسم کی قیدوشرط کے قائل نہیں ہوتے اور ہرقتم کے جائز دنا جائز ذرائع سے استفادہ کرنامبات سمجھتے ہیں اور عدالت وانصاف،امانت،سچائی،انسانی قدروں کے احترام جیسی باتوں کا فقط اسی وقت احترام کرتے ہیں کہ جب وہ اُن کے مقاصد کی پھیل میں مدددیتی ہیں اور جب بھی یہ باتیں اُن کے مقاصد کےخلاف قراریاتی ہیں تو اُن سب قدروں کوالوداع کہدیتے ہیں ،ایسےلوگوں کا شار جھوٹے انبیاء میں ہوتا ہے۔

سپچانبیاءوہ ہیں جواپئی جنگوں کے دوران بھی انسانی اصولوں کا احترام کرتے تھے اور دشمن کے بارے میں بھی عدالت، عفو دورگز رجیسے اصولوں کوفراموش نہیں کرتے تھے اور خطرات اور مکمنہ شکست کی صورت میں غیرانسانی اعمال سے پر ہیز کرتے تھے۔ اگراسی کلی اصول پر پنغیبرا کرم کی حیات طیبہ کو پر کھیں اور فتح وشکست اور تختی وآسانی کے موقع پر آپ کے دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ طرز ممل کو دیکھیں تو ہم جان لیس گے کہ آپ کی ذات مبارک مقصد تک رسائی کے لئے وسائل کے انتخاب میں بہت سخت، متجسس اور خاص قدروں کی پابند تھی۔ آپ کبھی مجھی خطرے کے وقت غیرانسانی طریقے نہیں اپناتے تھے اور میدان جنگ میں بھی باریک ترین اخلاقی مسائل کا خیال رکھتے تھے۔

لہٰذا آپ فتے وکا میا بی کے وقت یعنی'' فتح مکہ'' میں اپنے خطرنا ک ترین دشمنوں کے لئے عام معافی کا اعلان کر دیتے ہیں ،حتی جنگی مجرموں اور قاتلوں کو بھی بخش دیتے ہیں۔جب آپ نے سنا کہا یک سپرسالا رنے انتقامی نعرے بلند کرتے ہوئے کہا ہے:

"ٱلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ ٱلْيَوْمَ تُسْتَحَلُّ الْحُرْمَةُ، ٱلْيَوْمَ اَذَلَّ اللهُ قُرَيْشاً:"

یعنی:'' آج جنگ وخون خرابہاورانتقام کا دن ہے اور آج لوگوں کا احترام پائمال ہو گا اور آج وہ دن ہے ۔ جب اللہ نے قریش کوذلیل کردیا ہے۔''

تو آپؓ نے فوراً اس شخص کو برطر ف کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اس ( <mark>نارواا</mark> ورنفرت انگیز ) نعرے کی بجائے بیآ وا ز

#### بلندكرين:

"ٱلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ...الْيَوْمَ اعَزَّ اللهُ قُريشاً:"

یعنی:'' آج بخشش اورمعافی کادن ہے آج خدانے قریش کومعزز بنادیا ہے۔''

حتیٰ جب مکہ کے سر دارصف بنائے دیکھ رہے تھے کہ اب پیغیبراسلام ان کے بارے میں کیا حکم صادر فر ماتے ہیں (اور بہت سے لوگوں کوان کینہ تو زد ثمنوں کے بارے میں سخت ترین حکم کی تو قع تھی تو اس وقت آپ نے ان کومخاطب کر کے فر مایا:تم اپنے بارے میں مجھ سے کیا توقع رکھتے ہوں اور کیا کہتے ہو؟ مکہ کے سر داروں نے کہا: ہم آپ سے نیکی کے سواکوئی توقع نہیں رکھتے .....، پیغیبرا کرم نے فر مایا: میں تہمیں وہی کچھ کہوں گا جو یوسٹ نے اپنے جفا کار بھائیوں سے کہا تھا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ لِيَغْفِرُ اللهُ لَكُمْ وَهُوَازَكُمُ الرَّحِيْنَ ﴿ اِذْهَبُوا وَانْتُمُ اللَّحِيْنَ ﴿ اِذْهَبُوا وَانْتُمُ اللَّحِيْنَ ﴾ الطُّلَقَاءُ

<sup>🗓</sup> يمي بات مختلف عبارتوں كے ساتھ بحار الانوار، ۲۱،۵ ۴۰، ۱۰ سا، حبيب السير ، جا،ص ۲۸۸، طبرى، ج٢،ص ٣٣٠ اور كامل ابن اثير، ج٢،ص ٢٣٠ مير بھي آئي ہے۔

یعنی: '' آج تم پرکوئی ملامت وسرزنش نہیں ہے، اللہ تمہیں بخشے وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے جائیں آپ سب آزاد ہیں۔'' 🎞

. اور جب''خالد بن ولید'' نے بلاوجہ قبیلہ بن خزیمہ کے قید یوں کوتل کر دیا،اور پیخبر جب پیغمبراسلام سلن الیا ہم تک پینچی تو آپ میت بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے اور دوتین بار فرمایا:

"اَللَّهُمَ إِنَّى اَبْرَءُ اِلَيْكَ مِثَّا صَنَعَ خَالِكٌ"

لینی: "خدایا! جو کچھ خالد نے کیا ہے، تیری بارگاہ میں اس سے بیز اری کا اظہار کرتا ہوں"۔

پھرآ پؓ نے حضرت علی مصنے مایا: کی رقم لیکراُس قبیلے کے پاس جاؤاوراُن کے مقتولین کی دیت ادا کرواوراُن کا جو مال ضائع ہواہے،اُس کی قیت ادا کرتے ہوئے اُن کی رضایت حاصل کرنے کی کوشش کرؤ' اُ

یہ با تیں تو آج کل کے تہذیب وتدن کا گہوارہ کہلانے والے صنعتی ممالک میں بھی نظر نہیں آتیں۔ جیسا کہ'' پہلی اور دوسری عالمی جنگ'' کے خاتے پر دنیانے فاتح فوجوں کی طرف سے بے ثمار جرائم اور الم ناک ترین انتقامی کاروا ئیاں کو دیکھا، اب پیغیبراسلام صلح ایک بنتی ہے وائے اس قدر عفوو درگز راور حم وکرم کی توفیق کیسے حاصل کی ، اس سوال کا جواب اہل فراست ہی دے سکتے ہیں۔ آپ غیر انسانی اور خرافاتی کا موں سے اس قدر زیادہ اجتناب فرماتے سے کہ اگر قدر تی طور پر اس قسم کے کا موں کے مواقع آبھی جاتے تو آپ ان سے اجتناب فرماتے خواہ اس میں آپ گونقصان ہی کیوں نہ اُٹھانا پڑتا۔

آپ کے فرزندار جمندابراہیم جب فوت ہوتے ہیں تواس واقعہ کے ساتھ چاندگر ہن کا واقعہ بھی رونما ہوجا تا ہے۔ پچھلوگوں نے اسے پیغیبر سلیٹیالیٹی کی کرامت اور معجزہ سیحتے ہوئے کہنا شروع کر دیا: بیہ چاندگر ہن ابر ہیم کی وفات کی وجہ سے ہوا ہے۔ بیہ با تیں سن کر پیغیبرا کرم سلیٹیالیٹی فوراً منبر پر گئے اور فرمایا:

آيُّهَا النَّاسُ إِنَّ الشَّهُسَ وَالْقَهَرَ آيَتْانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ يَجِرِيَانِ بِأَمْرِةِ مُطَهِعَانِ لَهُ، لأ يَنْكَسِفْانِلِمَوْتِ آحَدٍ وَلا لِحَيَاتِهِ، فَإِذَا انْكَسَفْا آوُ آحَلُهُما صَلُّوا ثُمَّ نَزَلَ مِنَ الْمَنْبَرِ فَصَلِّى بِالنَّاسِ صَلاَةَ الْكُسُوفِ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ يَاعَلَى ثُمُّ فَجَهِزُ ابْنِي.

''اے لوگو! سورج اور چاندخدا کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں جوخدا کے فرمان سے جاری ہوئی ہیں اور اس کے فرمان کی مطیع ہیں۔ بین تو کسی کی موت کی وجہ سے تاریک ہوتی ہیں اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے ، جب خسوف (سورج گرہن یا چاندگرہن) رونما ہوتو نماز پڑھو۔اس کے بعد آپ منبر سے نیچ اُتر آئے اور

<sup>🗓 (</sup>سورهٔ پوسف ر ۹۲

<sup>🖺</sup> حبيب السير ،ج ١،٩٥٣

لوگوں کے ساتھ نماز آیات اداکی اور پھر نماز کے سلام کے بعد فر مایا: اے علی اُاُٹھواور میرے فرزندا براہیم کے فن کے فن دفن کا انتظام کرو'' 🎞

اس واقعہ سے پتا چلتا ہے کہ پیغیمرا کرم سل ٹیا آپیلم نے حتیٰ اپنے فرزند کی تدفین کا بھی انتظار نہیں کیا اور اس سے پہلے جلدی سے اس کی روک تھام کی تا کہ اس قسم کی غلط سوچ پیدا ہوتے ہی ختم کر دی جائے۔اگر چہ بظاہر بیسوچ آپ کے مفاد میں تھی اکیکن آپ اپنے مقاصد واہداف کی پخمیل اس طرح غلط اور نا جائز طریقے سے نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اگر چیاس سلسلے میں بات بہت کمی ہوگئ ہے، لیکن بینکتہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ پیغیبراسلام نے جنگ کے آ داب کے بارے میں بہت زیادہ احتیاط کی تاکید فرمائی ہے اور مملی طور پرخوداس کی پابندی کی ہے اوراس سے بھی مذکورہ بالا بات ثابت ہوتی ہے۔جب سپاہ اسلام کسی میدان جہاد کی طرف جانے کے لئے تیار ہور ہی تھی تو آنحضرت سلاھ آیہ بھرنے نے اُسے ان کلمات کے ساتھ اپنے فرائض کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کا نام لیکر جاوَاوراُسی سے مدوطلب کرواورا پنے پیغیبر سُکے دین کے مطابق جہاد کرو''۔

ا بے لوگوا بھی بھی مکر وفریب کے قریب نہ جانا اور غنائم میں خیانت نہ کرنا ، ڈنمن کے مقتولین کی تو ہین نہ کرنا ، ان کی آنکھیں ، کان ، ناک اور دوسر سے اعضائے بدن نہ کا ٹنا۔ بوڑھے مردوں ، بوڑھی عورتوں اور بچوں گوتل نہ کرنا ، غاروں اور عبادت گا ہوں میں بیٹھے ہوئے را ہموں کو کچھ نہ کہنا ، مجبوری کے بغیر درختوں کو جڑوں سے نہ اکھاڑنا ، نخلستانوں کو نہ جلانا اور پانی میں غرق نہ کرنا ، پھل دار درختوں کو نہ کا ٹنا اور فصلوں کوآگ نہ لگانا'' حلال گوشت حیوانات کو اپنی غذا کے علاوہ ہلاک نہ کرنا اور کسی بھی صورت دشمن کے پانی کو زہر آلود نہ کرنا اور شب خون مارنے کے حیلے سے بر ہیز کرنا۔ آ

خود پیغیبرا کرم ان سب با توں کے پابند سے یہاں تک کہ جنگ خیبر میں کئی دنوں تک دشمن کے قلع مسلمانوں کے قبضہ میں رہے اور انھیں آ سانی کے ساتھ فتح نہیں کیا جا سکا۔اس وقت کسی شخص نے مشورہ دیا کہ میں قلعہ میں جانے والے پانی کا راستہ جانتا ہوں آ پ گو بتا تا ہوں تا کہ اسے بند کر دیا جائے۔ پیغیبرا کرم نے فرمایا: ''میں ہرگز ان پر پانی بندنہیں کروں گا۔'' جب ایک چروا ہے نے کہ جس کے پاس یہود یوں کے جانور تھے، کہا: میں بیسب جانور آ پ گودیے کے لئے تیار ہوں ۔تو پیغیبرا کرم اس بات پر راضی نہیں ہوئے کہ وہ شخص اس امانت میں خیانت کرے کہ جوانھوں نے اس کے سپر دکی ہے۔ آ

<sup>🗓</sup> بحارالانوار، ج۲۲ م ۱۵۵، حدیث: ۱۳۰' باب عد داولا دالنبی "

<sup>🗓</sup> بیر حدیث مختلف عبارتوں کے ساتھ گوناں گوں کتابوں میں نقل ہوئی ہے، منجملہ ''وسائل الشیعہ''جاا ،ص ۴۳۳، باب آ داب اُمراء السرایا واصحابھم، حدید ۴۰،۲۰

سرهٔ ابن هشام، جهم ۳۳ سیرهٔ ابن هشام،

### ۲\_آپگااینے مقصد برایمان اورایثار

مجھوٹے اور سیچے دعویداروں کی شاخت کے لئے ایک اہم قرینہ یہ ہے کہ وہ خودا پنے دعویٰ پر کس قدر ایمان رکھتے ہیں اوراس کے لئے کس قدرایثار وقربانی دے سکتے ہیں۔جھوٹے داعی اپنی حقیقت سے آگاہ ہوتے ہیں لہٰذا قدرتی طور پراپنے ہدف ومقصد کی خاطر زیادہ ایثار سے کا منہیں لیتے۔اس کے علاوہ بہت آسانی کے ساتھ سودابازی کرنے اور اپنے دعویٰ میں ردوبدل کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں جبکہ ایک سچا اور حقیقی داعی بھی بھی اس طرح کے کا منہیں کر تا اور اسے اپنے لئے جائز نہیں سمجھتا۔ درست ہے کہ فقط یہی چیز کافی نہیں ہے کہان اس کے ساتھ دوسرے قرائن جوڑنے سے ایک اچھا قرینہ بن سکتا ہے۔

"لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِي يَميني وَالْقَمَرَ فِي يَسْاري عَلَى أَنْ ٱتُولِكُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتَّى يُظْهِرَهُ اللهُ أَوْ اُهْلَكَ فيهِ، مَا تَرَ كُتُهُ"

''اگرسورج کومیرے دائیں ہاتھ پراور چاندکو بائیں ہاتھ پررکھ دیں تا کہ میں اس دعوت سے ہاتھ تھی تو میں اس دعوت سے ہاتھ تھی تو میں اس دقت تک ہرگز ایسانہیں کروں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس دین کو ہر جگہ پھیلانہیں دیتا یا میں اس راستے میں موت کو گلے نہیں لگالیتا'"

ایک اور واقعہ میں آیا ہے کہ قریش پنیمبرا کرمؓ کے پاس آئے اور آپ گووعدہ دیا کہ آپ گواس قدر مال ودولت دیں گے کہ آپ گ ملہ کے امیر ترین انسان بن جائیں گے اور جسعورت سے چاہیں گے اس سے آپ کی شادی کر دیں گے اور آپ کے پیچھے چلیں گے بشرطیکہ آپ بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں اور اگر آپ ایسانہیں کرتے تو ایک اور رائے دینے میں جو آپ کے مفاد میں بھی ہے اور ہماری مصلحت بھی اس میں ہے اور بیوہ کہ ایک سال آپ ہمارے خدا و ل یعنی 'لات' و' عزی' کی پرستش کریں اور ایک سال ہم آپ کے خدا کی عبادت کرتے ہیں، پھر دیکھتے ہیں آخر کار کیا ہوتا ہے۔ اس وفت سور ہُ کا فرون' نُقُلُ یَا أَیُّهَا الْکَافِرُونَ 'نازل ہوئی اور پوری صراحت کے ساتھ پیغیبرا کرم ؓ نے انھیں نفی میں جواب دے دیا۔ (ایینا مُس ۷۰)

سورہ طاآیت ۲ کی تفییر میں آیا ہے:''جب وتی اور قر آن کے نزول کے بعد نبی اکرم نے اس قدر عبادت کی کہ آپ کے پاؤں مبارک پرورم آگیا،اس وفت بیآیت نازل ہوئی اور آپ گواس کام سے ننع کرتے ہوئے فرمایا:''ہم نے قر آن تم پراس لئے نازل نہیں کیا کہ آپ اپنے آپ کو زحمت ومشقت میں ڈال دیں۔'' اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ گس حد تک اپنے نظریات اور احکام پر ایمان رکھتے تھے۔ واقعہ مباہلہ میں جب پیغیرا کرم نے اپنے دشمنوں کو دعوت دی کہ اگر وہ پچ کہتے ہیں تو آئیں میر سے ساتھ مباہلہ کریں، اور ہم میں سے ہرا یک خدا سے دعا کرے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس پر عذا ب نازل کر کے اسے رسوا کرئے۔

یہ واقعہ اپنے ماتب پرآپ کے یقین وایمان کی ایک اور بڑی علامت ہے۔ چونکہ پیغمبرا کرم ٹنے اس میں اپنے مقصد کی خاطر قربانی دینے کے لئے مکمل آماد گی کا اعلان کر دیا تھالیکن دشمن نے ریکام نہ کرنے میں ہی اپنی عافیت سمجھی چونکہ اسے اپنے مذہب کی بنیا دوں کے مضبوط ہونے کا اطمیدنان نہیں تھا۔

مشرق ومغرب کے مورخین نے مشکلات ومصائب کے مقابلے میں حضرت محرگی استقامت کا بہت زیادہ تذکرہ کیا ہے جوایک معمولی انسان کے بس کی بات نہیں تھی ۔ مشہور فرانسیسی مستشرق'' گوستا ولبن'' لکھتا ہے:'' آپ کسی بھی قسم کے خطرے سے نہیں ڈرتے تھے اوراس کے باوجودا پنے آپ کو بلاوجہ خطرے میں بھی نہیں ڈالتے تھے۔ (تمدن اسلام وعرب، ص ۱۱۹) آنحضرت کے مکتب کے قطیم شاگرد حضرت امیر المؤمنین علی - جنگ کے میدان میں آپ کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" كُتَّا إِذَا احْمَرَّ الْبَأْسُ وَلَقَى الْقَوْمُ الْقَوْمَ اتَّقَيْنَا بِرَسُولِ اللهِ(ص) فَمَا يَكُونَ آحَلُ اَقْرَبَ إِلَى الْعَدُوّ مِنْهُ"

یعنی:''جب جنگ کی آگ بھڑک جاتی اور دوگروہ ایک دوسرے کے مقالبے میں آ جاتے تو ہم رسول اللہ گی پناہ میں آ جاتے تھے اور ہم میں سے آپ سے زیادہ کوئی بھی دشمن کے زدیکے نہیں ہوتا تھا۔' 🏻

# ے۔آپ پرایمان لانے والے کن طبقات سے تھے

بُر بےلوگ عام طور پراپنے جیسوں کوہی اپنے گردا کٹھا کر لیتے ہیں۔اگر چہ ہمیشہ ایسانہیں ہوتا ہمین اکثر اوقات یہی دیکھنے میں آیا ہے کہ:

> ذره ذره کاندر این ارض وساست جنس خود راهچوکاه وکھریاست

🗉 (بحارالانوار، ج۱۲،ص ۲۳۲ \_ یبی بات تھوڑ ہے سے فرق کے ساتھ نیج البلاغہ کے کلمات قصار ،کلمہ نمبر ۹ میں بھی ذکر ہوئی ہے )

جیسا کہ ایک مشہور ضرب اکمثل سے واضح ہوتا ہے کہ'' جیسی روح ویسے فرشتے''۔اس کی وجہ بھی واضح ہے چونکہ مفاد پرست اور موقع پرست لوگ ہمیشہ اُنہی کے پیچھے چلتے ہیں جواُن کے ساتھ سودا بازی کرنے ، اُنہیں اہمیت دینے اور اہمیت حاصل کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں تا کہا پنے ناجائز مفادات حاصل کرسکیں ۔ یہ سئلہ اُس شخص کے نزد کی ، خاص اور راز دار لوگوں کے سلسلے میں تو واضح ہے۔ اگر ہم دیکھتے ہیں کہ اُس کے شخص کے خاص ، راز دار اور قابل اعتاد لوگ پاکیزہ اور ایماندار ہیں تو یہ اس مکتب کے پیشوا کی صدانت کی علامت ہے۔اس کے برعکس اگر بے غیرت ، خراب اور بیہودہ قسم کے لوگوں نے اُس کو گھیرے ہوئے ہے تو ہم سمجھ جا نمیں گے کہ بانی اپنے سرچشمے سے ہی گدلا ہے۔

اب ہم پیغیبراکرم سل نظر دوڑاتے ہیں۔سب سے پہلے تو حضرت علی شاگر دوں اور آپ کے راز داروں اورخواص پر ایک نظر دوڑاتے ہیں۔سب سے پہلے تو حضرت علی جیسی ہستی اور اس کے بعد' سلمان'''ابوذر'''مقداد'''' مار یاسز'''صھیب''اور'' بلال'' (رضی اللہ تعالی عنہم) وغیرہ جیسے لوگوں کو دیکھتے ہیں۔ان میں سے ہر ایک تقویل وفضیلت ،علم وائیمان اور زید و پارسائی کا نمونہ ہے۔انہی افراد کا ایک اور نمونہ ہمیں ''اصحاب صُفہ'' جیسے پاکیزہ مہاجرین کی صورت میں نظر آتا ہے کہ جو مکہ میں اپنی پوری زندگی سے ہاتھ تھینچ کراصحاب پینمبر کی صف میں شامل ہو گئر تھے

جبکہ اس دوران وہ معاثی لحاظ سے تخت ترین حالات سے گزررہے تھے۔اس طرح ستر افراد پرمشتمل ایک جماعت اسلام کی تبلیغ کے لئے سرز مین'' مجد'' کی طرف جاتی ہے اورسب کے سب اس راستے میں جام شہادت نوش کر لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ تھے جورا توں کوعبادت میں مصروف رہتے تھے اور دنوں کوایندھن جمع کر کے اپنے ہاتھ کی کمائی اصحاب صُفہ کی خدمت میں پیش کردیتے تھے۔ 🎞

آپؑ کے خاص اصحاب میں ایسے لوگ بھی تھے جومعا شرتی مقام ومنزلت اور مادی وظاہری لحاظ سے انتہائی نجل سطح پر تھے ہیکن اُن کی معنوی اور روحانی خصوصیات کی وجہ سے پیغمبراسلام سل اُٹھائیلہِ اُن کا خاص احترام کرتے تھے اوراُ نہیں دوسروں پرفوقیت دیتے تھے۔ یہاں تک کہ مخالفین نے اس بات پرسخت اعتراض کرنا شروع کردیا تھا۔

ایک دن اُن کے بڑے سر داروں میں سے کچھلوگ آنحضرتؑ کے پاس آئے تواس وقت سلمان ،صھیب ،ابوذ ر،عمارا در خباب( رضی اللّٰد تعالیٰ عنہم ) جیسے فقیر و نا دارلوگ آ پؓ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جباُنہوں نے بیمنظر دیکھا توایک خاص غرور و تکبر کے انداز میں کہا:

«لَوْنَغَيْتَ عَنَّا هُؤُلاء (و) رَوْائِحَ صَنَا يَهِمْ ... جَلَسْنَا أَغُنُ إِلَيْكَ وَاَخَذَنَا عَنْكَ فَلا يَمُنَعُنَا مِنَ اللَّهُ خُولِ عَلَيْكَ إِلَّا هُؤُلاء ـ "

لینی: ''اگرآپ ان لوگوں اور ان کی نالسندیدہ بُوکوہم سے دور کر دیتے تو ہم آپ کے پاس بیٹھتے اور آپ کی

<sup>🗓</sup> منتھی الآمال، چوتھی صدی ججری کے واقعات ۔ یہی بات تھوڑے سے فرق کے ساتھ ابن اثیر کی تاریخ کامل، ج۲م س ا کـا میں بھی نقل ہوئی ہے۔

تعلیمات کوسُنتے ۔جوہمیں آپ کے پاس آنے سے روکتی ہےوہ صرف یہی لوگ ہیں'' تواس وقت یہ آ یہ مجیدہ نازل ہوئی:

«وَاصْبِرُ نَفْسَكَ مَعَ الَّذَبِنَ يَلُعُونَ رَبِّهُمُ بِأَلْغَلَاقِ وَالْعَشِيّ»

لینی:''اوراس طرح پیغمبرا کرم سلّ الله این که آپ میشه انهی پاکیزه دل اور نادارلوگوں کے ساتھ رہیں اور اپنی آئکھیں خود پیند مالداروں کے مال ودولت کی ظاہری زرق وبرق پر نہ لگا کیں۔'' □ اس کے بعد والی آیت میں متکبروں کے انہی مطالبات کے جواب میں انتہائی سخت لیجے میں فرمایا:

"وَقُلُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمُ فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرُ إِنَّا أَعْتَلُنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمُ سُرَادِقُهَا"

''اور کہہ دے کہ یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لے آئے (اوراس حقیقت کو مان لے ) اور جو چاہے کا فرہوجائے ظالموں کے لئے ہم نے ایسی آگ تیار کررکھی ہے جس کی قنا تیں انھیں ہر طرف سے گھیرلیں گی۔''

اس واضح اوریقین بیان سے اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام کس طبقے کی حمایت کرتا ہے اور کس قسم کے لوگ پر ایمان لانے والوں کی پہلی صف میں شامل تھے قرآن مجیدنے پیغمبرا کرم سلیٹیاتیٹی کے اردگر دجمع ہونے والے مومن ، پاک دل اور نیک افراد کی موجود گی کوآپ کی حقانیت کی دلیل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے:

«أَفَهَنْ كَانَ عَلَى بَيّنَةٍ مِنْ رَبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِنُ مِنْهُ...»

یعنی:''کیاوہ شخص جوائیے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل رکھتا ہے اس کے پیچھےاں کی طرف سے شاہد ہے'' اس شخص کی مانند ہے کہ جس کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہے۔ (ہودر ۱۷) بہت سے مفسرین کا خیال ہے کہ'بیّینَة'' سے مرادقر آن یا مجزات ہیں اور''شاہد'' سے مرادآ پ کے مخلص مونین اور جا نثار پیروکار ہیں۔

۔ درحقیقت حضرت علی جیسی ہستی کا پنے تمام علمی ،معنوی اور اخلاقی مقام ومر ہے کے ساتھ ایمان لانا آپؑ کے نیج البلاغہ سے ہی واضح ہوجا تا ہے۔اور یہ چیز پیغمبراکرم م کی حقانیت پر سب سے واضح گواہ بن سکتی ہے۔

### ٨ ـ اسلام كاتيزى سے يھيلنا

کسی دین کا تیزی کے ساتھ پھیلنا اور وسیع پیانے پرعظیم تبدیلیاں لانا بھی اس کی حقانیت اوراس کے اصلی ہونے کی ایک

🗓 کہف ۲۸ ۱/۷ واقعے کو بہت سے مفسرین اور مورخین نے مختلف عبار تو ل کی شکل میں نقل کیا ہے۔ دیکھئے بتفسیر مجمع البیان تفسیر قرطبی، سور ہ کہف، آیت ۲۸۔

علامت بن سکتا ہے۔ چونکہ اس طرح اثر انداز اہوناای وقت ممکن ہے جب اس دین اور مکتب کی بنیادیں زندگی کی حقیقق اور نظریات اور السے قوانین خلقت پراستوار ہوں جن پرانسانوں کی زندگی موقوف ہوتی ہے۔انسان کی روح وبدن کےساتھ ہم آ ہنگی نہر کھنے والاغیر فطری قانون بہت ہی مشکل سے پیشرفت کرتا ہے اوراگروہ پیشرفت کربھی لےتواس اسے دباؤاور آ مریت سے کام لینا پڑتا ہے مثلاً کیمونزم نے اپنے پرو پیگنڈے کے ساتھ ہی واضح ترقی اور پیشرفت شروع کر دی تھی لیکن سب لوگ جانتے ہیں کہ بیسب کچھ زور وطافت، بے شارانسانوں کے خون خرا ہے اور آ مریت کے بل بوتے پرانجام یا یا ہے۔

لہٰذاا گرکوئی مکتب فکر گہرائی اورسرعت کے ساتھ خصوصاً معاشرے کے افکار ونظریات کی گہرائیوں میں جا کرپیشرفت کرتا ہے تو پیاس کی حقیقت اصالت کی علامت ہے سب لوگ جانتے ہیں کہ اسلام نے ابتدائی صدیوں میں ہی بغیر کسی اسلامی فوج کے بہت سے وسیع وعریض علاقوں کو فتح کرلیا تھا۔

بہرحال ایک مخضری مدت میں دنیا کے وسیع وعریض علاقوں میں انسانی معاشرے کے ظاہر وباطن میں اسلام کا سرعت کے ساتھ پھیلنا کسی سے ڈھکی چھی بات نہیں اور پھر دلچسپ سے کہ اس دین نے ایک انتہائی پسماندہ اور نیم وحشی علاقے میں ظہور کرتے ہوئے اس زمانے کی مہذب ومتمدن دنیا کو اپنے زیر اثر کرلیا۔ اسلام کا وسیع پیانے پر اس طرح بہت جلد پھیل جانا ابھی تک بڑے بڑے غیرمسلم مؤرخین کے لئے ایک معمد بنا ہوا ہے یہاں اس کی چندمثالیں پیش کی جارہی ہیں:

ا۔ مغرب کے تین مشہور دانشور اور کتاب'' تدن غرب ومبانی آن درش ق'کے مولف، جب'' پیدائش و گسترش اسلام'' کی فصل تک پہنچتے ہیں توصراحت کے ساتھ اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:'' جیسا کہ اسلام ایک صدی ہے بھی کم عرصے میں مہذب دنیا کے ایک وسیع جھے پر سابیا فکن ہو گیا تھا، اسلام کے اس طرح سرعت کے ساتھ بھیلاؤ کو سیجھنے کے لئے جتی بھی کوششیں ہوئیں ہیں اور تاریخ کے اس حصے کے بارے میں جتنا بھی تجزیہ و تحلیل کیا گیا ہے، اس کے باوجود یہ مسئلہ ابھی تک ایک معمے کی شکل اختیار کئے ہوئے ہے۔ (تمدن غرب ومبانی آن در شرق فصل پیدائش و گسترش اسلام) اس اعتراف سے بتا چلتا ہے کہ سرعت کے ساتھ و سیع پیانے پر ہونے والی میہ پیش رفت کوئی معمولی چرنہیں تھی۔

۲۔ مشہور یورپی دانشورخاتون گلیری نے'' پیش رفت سرلیج اسلام'' کے نام سے ایک کتاب کھی ہے کہ جواس مسئلے کے بارے میں ایک اور گواہ کی حیثیت رکھتی ہے۔وہ اسلام کے سرعت کے ساتھ پھیلاؤ کو اُسی طرح ایک عام مجزہ شار کرتی ہیں جس طرح قر آن کوایک اعجاز آمیز کتاب سمجھتی ہے جوکسی بھی صورت میں حضرت مجمد گی خود ساختہ نہیں ہوسکتی چونکہ وہ ایک غیر تعلیم یا فقہ عرب تھے۔

سرایک اطالوی محقق تاریخ ریاضیات کے بارے میں کھی جانے والی کتاب کی ایک فصل میں ''مسلمانوں کی ریاضیات''کو ایک عربی معجزے کاعنوان دیتا ہے اور جو کچھاسلام میں رونما ہوا ہے، اُسے اس قدرسر لیج اور جیرت انگیز سمجھتا ہے کہ جس کی وضاحت عام منطق اور تعبیرات کے ذریعے نہیں ہوسکتی۔اس کے بعدوہ مزید لکھتا ہے: یہ جوبعض مسلمانوں نے اسلام اور اس کی ثقافت کے ظہور کواللہ تعالیٰ کی مشیّت اور تقدیر سے منسوب کیا ہے۔اس سے در حقیقت اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے کہ انسانی تہذیب و تدن کی یہ پیشرفت اُس

ز مانے کے تقاضوں اوروسائل کے ساتھ اس طرح ہم آ ہنگ نہیں تھی۔اس لئے ہم اس کی تو جیہاوروضاحت پرورد گار کی مثیبت وتقذیر کے سواکسی اور چیز بے نہیں کر سکتے ۔ 🎞

۴۔ مشہورانگریز لکھاری''برنارڈشا''اپنی ایک کتاب میں'' پیغیمراسلام کی عظمت'' کے متعلق لکھتا ہے:''میں نے ہمیشہ دین محمد گو انتہائی احترام کی نگاہ سے دیکھا ہے چونکہ اس دین میں حیرت انگیز تروتازگی اور فعالیت پائی جاتی ہے۔ میری نظر میں صرف اسلام وہ دین ہے کہ جوزندگی کے مختلف ادوار کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے اور ہرزمانے کے ساتھ ہم آ ہنگ ہے، ہم قر آن کو کتاب محمد کے عنوان سے اُسی عظمت واطمینان کے ساتھ دیکھتے ہیں، جس طرح مسلمان اسے خداکی کتاب جانتے ہیں' آ

۵۔ یہی انگریز دانشورایک اور مقالے میں اسلام کی شش اور ترقی کے بارے میں پیشگوئی کرتا ہے کہ:''اسلام اپنے معنوی انژات کی وجہ سے ہرسال مسلسل مخصوصاً <mark>یورپی مما لک میں اپنے</mark> پیروکاروں میں اضافہ کررہاہے''۔ <sup>ﷺ</sup>

اگرہم اس سلسلے میں مسلمان اورغیر مسلمان مورخین کے تأثر ات جمع کرنے لگیں تو شایدایک بڑی کتاب تالیف کرنی پڑے،لہذا اس پراکتفا کرتے ہیں۔

ا۔ پیغیبراسلام سل اللہ اللہ کی دوسری اخلاقی خصوصیات اس بات کی شاہد ہیں کہ آپ ایک مقدس ہدف رکھتے تھے اور ایک اللی ماء موریت کی پیروی کررہے تھے اور آپ میں جھوٹے داعیوں اور موقع پرست اوگوں جیسی کوئی خصوصیات نہیں تھیں ۔ تقریباً تاریخ کی تمام کتابوں میں خواہ وہ مسلمانوں نے کھی ہوں یاغیر مسلموں نے ، آپ کی یا کیزگی اور امانت کی طرف خصوصاً اشارہ کیا گیاہے۔

یہاں تک کہ ایام جاہلیت میں بھی تمام لوگ آپ گوانہی صفات کے ساتھ پہچانتے تھے اوراُنھوں نے آپ گو''امین'' کا لقب دیا ہوا تھا۔ بلکہ ظہور اسلام کے بعد بھی آپ کے مخالفین اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے۔اسی لئے مدینہ کی طرف ہجرت کے وقت یعنی :ظہور اسلام کے بعد تیرہ سال گزرنے کے بعد آپ نے حضرت علی -کو تھم دیا کہوہ مکہ میں ہی رہ جائیں اور لوگوں کی امانتیں اُن کولوٹا کر پھرمدینہ کی طرف ہجرت کریں۔

بہتر ہے یہ خصوصیات بھی دوسروں کی زبان سے نیں اور دیکھیں کہ وہ بظاہر آپ سے کتنے دور ہونے کے باوجود آپ کے بارے میں کس قدر واضح شہادتیں دے رہے ہیں۔ کتاب''عذر تقصیر ہہیشگا ہ محمد'' میں انگریز دانشور'' جان ڈیون پورٹ' سے نقل کیا گیاہے کہ'' بلاشک وشبہا گراُنہیں (محمدُکو) دنیا کا ایک نا درترین انسان اور ایسا پاک ترین نابغہ نہ جانیں جس کی آج تک دنیانے پرورش کی ہے تو اُنہیں ایک عظیم ترین انسان اور واحد شخصیت کے طور پرضر ورجانیں کہ جس پر براعظم ایشا فخر کرسکتاہے''۔ ﷺ

<sup>🗓</sup> فر ہنگ اسلام شاسان خارجی، ج ام ۲۰ تالیف حسین عبدالھی خوروش

<sup>🖺</sup> ایضاً، ج۱،ص ۲۸

<sup>۩ (</sup>ایضاً،ج۲،ص۵۰۵)

<sup>🖺</sup> عذر تقصير به پيشگاه محمدٌ وقر آن ، ص ۱۴

۲ - کتاب''مجررسول اللہ'''میں''اسلام ازنظرؤلتر''نامی کتاب سے قل کیا گیاہے کہ''ناپکون' نے''ڈرامہولتر'' کہ جس میں پیغیبراسلام سل شاہیا ہے گی ذات اقدس کی توہین کی گئی ہے، پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے:''ولتر نے انسانی تاریخ اور وجدان کے ساتھ خیانت کی ہے، چونکہ اُس نے مجمہ کے اخلاق عالیہ کا انکار کیا ہے اور ایک ایسے عظیم انسان کا تعارف ایک اور طرح کے انسان کے عنوان سے کرایا ہے جس نے دنیاوالوں کے چیر ہے کو الہی نور سے منور کیا ہے''۔ ﷺ

سال تفاق سے ای 'وُلتر'' نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے اس تو ہین آمیز ڈرامے پرنظر ثانی کی ہے اور واضح الفاظ میں اعتراف کیا ہے کہ''محمد میں ایک ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے سب لوگ اُن کا احترام کرتے ہیں، میں نے اُن کے حق میں بہت زیادہ برائی کی ہے'' آ

۴-'' دائرۃ المعارف برطانیہ' نامی کتاب میں کلمہ '''قر آن'' کے تحت یوں آیا ہے:''محمد گاشارد نیا کی مذہبی اور دین شخصیات اور رجال میں دنیا کی سب سے زیادہ کامیاب اور فاقٹے ترین شخصیات میں ہوتا ہے اوراُن کی رسالت کو بہت ہی زیادہ تو فیق اور کامیا بی حاصل ہوئی ہے''۔ ( دایرۃ المعارف بریتانیا، گیار ہواں ایڈیشن ، مادۂ قرآن )

۵۔مشہور کتاب'' تمدن اسلام وعرب' کے فرانسیسی مؤلف'' گوستاولین'' کا کہنا ہے:'' اسلامی عقائد کا سادہ اور واضح ہونا ایک طرف اور دوسری طرف اسلامی دین ومذہب کے اوپرلوگوں کے ساتھ نیکی وعادل پر مبنی طرز ممل کا واضح سکہ بیٹھ جانے کی وجہ سے اس نے پورے روئے زمین کومسخر کرلیا ہے''

کے مشہور فرانسیسی شاعر''لامارتین'' پیغیبرا کرم سلاٹھائیا پڑ کی مدح وستایش میں تفصیل بیان کرنے کے بعد کہتا ہے:'' یہ ہیں محرجن کی عظمت کوجس معیار پر بھی پر کھنا چاہیں گے تو مجبوراً یہی کہنا پڑے گااس دنیا میں محمد سے زیادہ عظیم انسان کوئی نہیں ہے'۔ ﷺ

ے۔لبنان کے ایک مشہور مادہ پرست طبیب اورلکھاری نے پیٹمبراسلام سلیٹھائیا ہی بارے میں انتہائی بلیخ اشعار کہے ہیں جن میں اُس نے آپگا بہترین مدبر، حکیم، دانشمند، سخاوت وکلام کے ما لک، مرد عقل وسیاست اور میدان جنگ وجہاد کے ہیرو کے طور پر تعارف کرایا ہے اور اس سلسلے میں آپ کے ایسے اوصاف ذکر کئے ہیں جواپنی نوعیت کے بےنظیراوصاف ہیں۔ آ

<sup>🗓</sup> محدرسول الله من ١٣٦٨

<sup>🗓</sup> ایضاً ہیں ۱۳۳

<sup>&</sup>quot; ـ تاریخ تر کیه، بحواله ' فرہنگ اسلام شناسان خارجی' مس ۲۱ ـ

<sup>🖺</sup> فرہنگ اسلام شاسان خارجی''ص ۵۳۴۔

'انسان جس قدر حضرت محمد گئے حالات اور گفتار ورفتار کے بارے میں حقیقی باتیں لکھنے والے معتبر ، تاریخی حقائق اور موثق وصحح مصا در کی طرف رجوع کرے تو اس پیغمبر خدا کی بدگوئی کرنے والے'' مارکس''اور'' بریدر'' جیسے تمام افراد ، اُس کی نظر میں بہت ہی حقیر اور کمز ورنظر آنے لگتے ہیں'' 🏻

خلاصہ کلام یہ کہ نہ صرف آپؓ کے پیرو کاروں اور محبت کرنے والوں بلکہ آپؓ کے مخالفین اور برگانہ لوگوں نے بھی آپؓ کی صفات، اخلاقی خصوصیات، ملکات فاضلہ اور فر دی واجتماعی زندگی کی قیمتی ترین تعلیمات کے بارے میں اتنا کچھے کہا ہے کہ اگراُسے جمع کیا جائے تو ایک عظیم الثنان کتاب بن جائے۔

اگرچہان دس قرائن وعلامتوں کے متعلق ہم نے فقط اشارہ ہی کیا ہے لیکن پھر بھی ان سب قرائن کوا کھا کیا جائے تواس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہآ پالیک پینمبرصادق ، سپچرسول اورخداوند بزرگ و برتر کی جانب سے مبعوث شدہ نبی سخے حتی آپ کے تمام مجززات اور خارق عادت وا قعات سے صرف نظر بھی کرلیا جائے تو بھی اس سلسلے میں معمولی ساشک وشبہیں کیا جاسکتا۔ اس کے لئے فقط یمی ایک دلیل کافی ہے جیسا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے بیدلیل اہل فکر ومعرفت کے لئے عام مجززات سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

🗓 فر ہنگ اسلام شناسان خارجی' جلداءص ۱۶۲ بحواله''محمد درنظر دیگران''

## بشارتیں اور اشار ہے

#### اشاره

پیغمبراسلام سالٹھا آپہ کے قول کی سچائی کو ثابت کرنے والی تیسری دلیل، وہ بشارتیں اور اشارے ہیں جو'' سابقہ آسانی کتابوں ''میں آئے ہیں۔اگر چہان میں سے بہت می بشارتیں تعصب کے ہالے میں گم ہو چکی ہیں اور پوری تاریخ کے دوران سابقہ آسانی کتابوں میں ہونے والی تحریفات کی وجہ سے یا تو جذف ہو چکی ہیں یا اُن میں تبدیلی واقع ہو چکی ہے؛لیکن اس کے باوجودانہی موجودہ مذاہب کی کتابوں میں جواس وقت ہماری دسترس میں ہیں،اس سلسلے میں بہت می نشانیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

بہت سے قرائن سے پتا چلتا ہے کہ آج کی نسبت ظہورا سلام کے شروع میں بینشانیاں اورا شار سے کہیں زیادہ واضح طور پر موجود تھے اور قرآن مجید نے بھی بار ہاانہی کی وجہ سے''یہود''و'نصار کی'' کوان میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے۔ بلاشک وشبہا گرالی چیز موجود نہ ہوتی تو قرآن کے لئے اس صراحت کے ساتھ ان نشانیوں پراصرار کرناممکن نہ ہوتا۔

بینکتہ بھی قابل غورہے کہ بہت ہی تاریخی کتب کی صراحت کے مطابق چندیہودی گروہ ،انہی بشارتوں کی وجہ سے سرز مین مدینہ کی طرف آئے تھے جواُنہوں نے پیغیبراسلام سلیٹیائیلیٹر کے ظہور کے بارے میں اپنی کتابوں میں پڑھی تھیں اور آپ کے عشق اور زیارت کی آرزو کی وجہ سے اُنہوں نے اپناوطن اور دیار چپوڑ کر مدینہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔حالانکہ ججاز کا ماحول بالعموم اور مدینہ بالخصوص مادی زندگی کے لئے کوئی خاص کشش نہیں رکھتا تھا کہ وہ لوگ تجارت ،زراعت یا بھیٹر بکریوں کی پرورش کی خاطراً سے اپناوطن بناتے ۔

وہ دوسروں کی نسبت اپنے آپ کواس جدید مذہب کو قبول کرنے کا زیا دہ حقدار جانتے تھے جس کاوہ انتظار کررہے تھے؛ کیکن اسلام کے ظہور کے بعدا پنے ناجائز مفادات کو خطرے میں دیکھنے کی وجہ سے اُن میں سے ایک گروہ نے اپناارادہ تبدیل کردیا اور آخر کاروہ پنجمبراسلام سلٹٹاآآئیا ہے ساتھ مقابلہ کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ بات قابل تعجب بھی نہیں چونکہ بہت سے دوستوں کی دوسی اوربعض محب قسم کے افراد کے مجت آمیز تعلقات میں بھی یہ چیز مشاہدہ کی جاسکتی ہے۔

اسی اشارے کے ساتھ ہی ہم قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں اوراُن آیات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتے ہیں جن میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہواہے اور جو یہود ونصار کی کی اسی بے توجہی کی وجہ سے سرزنش کررہی ہیں:

ا ـ ٱلَّذِينَ اتَّيَنْهُمُ الْكِتْبَ يَعُرِفُونَهُ كَمَا يَعُرفُونَ أَبْنَا ءَهُمُ لَا (بقره/١٣٦ ـ انعام ٢٠٠)

- ٢ ـ ٱلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُرِّيُّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهُ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوُلِيةِ وَالْإِنْجِيْلِ ﴿ (١عُراف/١٥٤ )
- ٣ وَإِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِبَنِي السِّرَآءِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللهِ اللَّهِ اللَّهُ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

يَكَى مِنَ التَّوْرِيةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَّأْقِيْمِنُ بَعْدِي اَسُمُهُ آعْمَلُ ﴿ فَلَبَّا جَآءَهُمُ بِالْبَيِّنْتِ قَالُوا هٰنَا سِحُرُّ مُّبِيْنُ ۞ (صف/١)

٣ ـ وَلَمَّا جَأَءَهُمْ كِتْبُ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ﴿ وَكَانُوا مِنْ قَبُلُ يَسْتَفُتِحُونَ عَلَى اللهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴿ عَلَى اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴿ عَلَى اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴿ عَلَى اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴾ عَلَى اللَّذِينَ كَفَرُوا بِهِ ﴿ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴿ مَهِ ﴿ مَهِ مَا عَرَفُوا كَفُرُوا بِهِ ﴿ فَلَعُنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴾ (مرم ﴿ مَهُ مَا عَرَفُوا كَفُرُوا بِهِ ﴿ فَلَعُنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكُفِرِينَ ﴾

ه وَامِنُوا بِمَا اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمُ وَلَا تَكُونُوَّا اَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ وَلَا تَشُتَرُوا بِاليتِي ثَمَنًا قَلِيلًا وَاتَّاى فَاتَّقُونِ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَانْتُمُ تَعْلَمُونَ ﴿ (بَرْمُ ١/٣١٨)

#### تزجمه

ا۔وہ لوگ جنہیں ہم نے آسانی کتاب دی ہے،وہ اس (پیغیبر) کوایسے پہچانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو۔ ۲۔جولوگ (خداکے) اس بیسیجے ہوئے نبی'' اُمی'' کی بیروی کرتے ہیں، وہ جس کی صفات کو وہ اپنے پاس موجود کتاب تورات وانجیل میں یاتے ہیں۔

سراورعیسی ابن مریم – نے جب کہا: اے بنی اسرائیل! میں آپ کی طرف خدا کا بھیجا ہوا ہوں ، میں اپنے سے پہلے بھیجی ہوئی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور ایسے رسول کی بشارت دینے والا ہوں کہ جومیرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے ، جب وہ نبی (احمد) مجزات اور روثن دلائل لے کراُن کے یاس آیا تو اُنھوں نے کہا بیتو واضح سحرا ورجا دو ہے۔

۷۔اور جب خد کی طرف سے ان کے پاس ایک ایس کتاب آئی ہے جوان نشانیوں کے مطابق ہے، جوان ریادہ دی مطابق ہے، جوان دی کتاب کے طہور کی بشارت (یہودیوں) کے پاس ہیں۔اس ماجر ہے سے پہلے (وہ خوداس پیغمبر اوراس کی کتاب کے ظہور کی بشارت دیتے تھے،اس پیغمبر کے ظہور کے انتظار میں تھے اور مشرکین کی زیاد تیوں کے مقابلے میں) فتح کی اُمید رکھتے تھے کہ اس پیغمبر کی مدد سے اپنے دشمنوں اور مشرکین پرفتیاب ہوں گے،ان سب امور کے باوجود) جب کتاب اور وہ پیغمبر جسے پہلے پہچان چکے تھے،ان کے پاس آئے تواس سے کا فر ہو گئے۔ کی باوجود) جب کتاب اور وہ پیغمبر جسے پہلے پہچان چکے تھے،ان کے پاس آئے تواس سے کا فر ہو گئے۔ کی بات کے باوجود) جب کتاب اور وہ پیغمبر جسے پہلے پہچان چکے تھے،ان کے پاس آئے تواس سے کا فر ہو گئے۔ کی بات کی بات کی بات کی بات کے بات ہوان کا فروں پر۔

۵۔اورجو کچھ میں نے نازل کیا ہے (قرآن)اس پرایمان لے آؤجب کہاس کی پیش کردہ نشانیاں جو کچھ

274

تمہاری کتابوں میں ہے،اس سے مکمل مطابقت رکھتی ہیں اور ابتم اس کے پہلے منکر نہ بنواور میری آیات کو کم قیمت پر فروخت نہ کرو (تھوڑے سے فائدے کے لئے ان نشانیوں کو نہ چھپاؤ جوقر آن اور پیغیبراسلام میں موجود ہیں ) اور (لوگوں سے ڈرنے کے بجائے ) صرف مجھ سے ڈرو۔اور حق کے متعلق تمہاری کتابوں میں موجود ہیں ) اور (لوگوں سے ڈرنے کے بجائے ) صرف مجھ سے ڈرو۔اور حق کو باطل سے نہ ملاؤاور حقیقت کو جاننے کے باوجود نہ چھپاؤ۔

# وه پنغمبرا كرم سلَّاللهُ إليهام كواجهي طرح يهنجان تت تص

قر آن کریم کی دوسورتول میں سب سے پہلی جوآیت آئی ہے، وہ کہتی ہے:'' آ سانی کتابوں کے پیروکار پیغیبرا کرم ' کواچھی طرح پیچانتے ہیں،جیسا کہوہا پنیاولا دکو پیچانتے ہیں''

ٱلَّذِينَ اتَّينَاهُمُ الْكِتْبَ يَعُرِفُونَهُ كَمَا يَعُرِفُونَ ٱبْنَاءَهُمُ

لینی؛''نه فقط وہ خود آپ کے ظہوراور دعوت ہے آگاہ ہیں بلکہ اس کی نشانیوں،خصوصیات اور جزئیات کو بھی جانتے ہیں''

سورہ َ بقرہ کی ایک آیت کے آخر میں فرما تاہے : لیکن اُن میں سے کچھ<mark>لوگ حق کو چھیاتے ہیں حالانکہ وہ اس سے واقف ہیں''</mark>

«وان فريقاً منهم ليكتمون الحق وهم يعلمون»

عبدالله بن سلام سے جوعلائے یہود میں سے تھااور بعد میں اس نے اسلام قبول <mark>کر لی</mark>ا،منقول ہے کہوہ کہتا تھا:''میں پیغمبراسلام سالٹھائیلیز کواپنے فرزند سے بہتر پہچانتا ہوں''

#### "اَنَا اَعلَم بِهِ مِنِّي بِابني"

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ: جب پیغمبراسلام صلی تھی ہے مدینہ تشریف لائے تو''عمر''نے''عبداللہ بن سلام' سے کہا:اللہ تعالی نے اپنے پیغمبر پر بیآیت نازل کی ہے کہ اہل کتا ہائے سے اپنی اولا دکی طرح پہچانتے ہیں، یہ س طرح کی پہچان ہے۔عبداللہ بن سلام نے کہا: ہم اُسے اُنہی صفات کے ساتھ پہچانتے ہیں جو اللہ تعالی نے بیان کی ہیں اور جب اُسے تمہارے درمیان دیکھتے ہیں تو اُسے اُسی طرح پہچان لیتے ہیں جس طرح ہم میں سے کوئی اپنے بیٹے کو دوسروں بچوں کے درمیان پہچان لیتا ہے۔ آ

اس آیت کی مشہور تفییر جو کہ اس کے ظاہر کے مطابق ہے، وہی ہے جوہم نے بیان کردی ہے؛ لیکن اس آیت کی تفییر میں دواور احتمال بھی دیئے گئے ہیں اور وہ میر کہ 'یٹی فیو نُھو نَگُ'' میں ضمیر' 'نبوت ہے آگاہی'' یا''مسئلہ قبلہ'' کی طرف لوٹتی ہے۔

<sup>🗓</sup> تفسیر کبیرفخر رازی اورتفسیر المنار ، مذکوره آیت کے ذیل میں

<sup>🖹</sup> روح المعاني، جلد ٧ ، صفحه ١٠٠ ، مجمع البيان، جلد ٣ ، صفحه ٢٨٢ ، روح البيان ، جلد ٣ ، صفحه ١٨

لہذا پہلے احتمال کی بنا پر اہل کتاب کے مسئلہ''نبوت''سے آگاہ ہونے کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے احتمال کے مطابق اُن کا مسلما نوں کے بیت المقدس سے کعبہ کی طرف''قبلہ کی تبدیلی''سے آگاہ ہونا ہے اور بید دونوں احتمال بہت ہی ضعیف ہیں۔دوسری آیت میں پیغیبر اسلام سل ٹھائیا ہے کے اوصاف میں سے نو اوصاف کوذکر کیا گیا ہے کہ جس میں در حقیقت آپ کی حقانیت کے دلائل کومختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے۔

جن میں ہے بعض میں آپ کی دعوت کے اعلیٰ مطالب اور لائحۂ مل کی طرف اشارہ ہے، بعض میں دوسر بے قرائن مثلاً آپ کے ''امی'' یعنی اَن پڑھ ہونے، ہمدرد ومہر بان ہونے جیسے مطالب کی طرف اشارہ ہے، نیز انہی دلائل کے ایک حصے میں سابقہ آسانی کتب ( تورات وانجیل ) میں آپ کی صفا<mark>ت وعلا</mark>مات کو بیان کیا گیا ہے۔ لہٰذا فرمایا ہے:

'' جولوگ رسول (خداً) جوایک اُمی (اَن پڑھ) پیغیبر ہیں اور جن کی صفات کوتورات وانجیل میں پاتے ہیں، کی پیروی کرتے ہیں۔وہی فلاح یافتہ ہیں''

ٱلَّذِيْنَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِيْ يَجِلُوْنَهُ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمُ فِي التَّوْرِيةِ وَالْإِنْجِيْل

اگر چپاس آیت میں صراحت کے ساتھ پنج بیراسلام سالٹھاآپی کا نام نہیں لیا گیا،لیکن اس میں جوصفات ذکر کی گئی ہیں اُن سے واضح ہوتا ہے کہ اس آیت سے مراد آنحضرت ہی ہیں۔ یہ بات کیسے قبول کی جاسکتی ہے کہ قر آن مجید اس قدر صراحت کے ساتھ یہود ونصار کی کے حوالے سے بات کرے اوراُن کی کتابوں میں پنج بیراسلام کی نشانیوں اوراُن کے وجود کے بارے میں دلائل کی اطلاع دے اور پھر یہ مسئلہ حقیقت کے مطابق نہ ہواوروہ خاموثی اختیار کرلیں۔ یقینا اگر اس قسم کی نشانیاں اُن کی کتابوں میں موجود نہ ہوتیں تو وہ اس کو پنج براسلام کے خلاف ایک اہم دلیل بنا لیتے اور ہر جگہ شوروشرا بہ کرتے اورا گراییا کوئی واقعہ رونما ہوتا تو اس کو تاریخ ضرور فقل کرتی۔

بنابریں کم از کم اُن کا میسکوت ہی ، اُن کی کتابوں میں ان قرائن اور علامتوں کے موجود ہونے کی واضح دلیل ہے۔اس کے علاوہ بقول فخر رازی اگر اس طرح کی کوئی حقیقت نہ ہوتی توبیا سلام سے یہود ونصار کی کی نفرت کا موجب بن جاتی اور کوئی بھی عاقل انسان ایسا کوئی قدم نہیں اُٹھا تا جو (خصوصاً دعوت کے سلسلے میں ) لوگوں کی نفرت کا سبب بنتا ہو۔ 🎞

حیسا کہ بعد میں ذکر ہوگا حی اُن کی موجودہ تحریف شدہ کتابوں میں بھی اس قسم کے دلائل اور علامتیں پائی جاتی ہیں۔اور یہ بات بھی قابل تو جہ ہے کہ قرآن میز ہیں کہتا کہ 'نیجے گون علائے کہ و کلائے کہ '' (وہ اس کے دلائل اور علامتیں پاتے ہیں) بلکہ قرآن فرما تا ہے: ''نیجِ گونکہ'' یعنی وہ خود اس پنیمبر کوتورات وانجیل میں پاتے ہیں اور رتیجیر یعنی اُن کی کتب میں پنیمبر کا پایا جانا اس مطلب پر بہت ہی واضح طور پر تاکید کر رہا ہے۔ بعض روایات میں بھی اسی آیت کے شمن میں آیا ہے کہ بعض مسلمانوں نے تورات کے دو ماہرین سے جُدا گانہ طور پر اس بارے میں سوال کیا ہے اوراُن دونوں نے پیغمبراسلام ؓ کے بالکل ایک جیسے اوصاف بیان کئے ہیں ۔ <sup>[1]</sup>

سویتیسری آیت میں حضرت عیسی ابن مریم ۔ کی زبان سے ہم پڑھتے ہیں کہ اُنھوں نے انتہائی صراحت کے ساتھ بنی اسرائیل کے سامنے یہ بشارت دی کہ میں خدا کارسول ہوں اور جوتو رات میر سے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میر بے بعد جو پیغیبرآئے گا کہ اس کانام احمدہے ، کے بارے میں تہہیں بشارت دیتا ہوں۔

ۅٙٳۮ۬ۊٵڶۘۼؚؽڛٵڹؘؙؙٛڡۯؾڝٙڸڹؿٙٳۺڗٳ؞ؽڶٳڹۣٚۯڛؙۅٛڶۘٳۺؗۅٳڷؽػؙۿڞؖڝؚۜۊۘٵڸۜؠٵۘڹؽؽؾۘؽؽ ڡؚؽٳڵؾۧۅٛڒٮۊؚۅؙڡؙؠٙۺۣؖڗؙٳۑؚڗڛؙۅٛڸٟؾٲؿۣڡؚؽؙؠۼڽؽٳۺؙۿؙ؋ٛٵڂؠٙڽؙ؞

اور پھرآیت کے آخر میں فرمایا: لیکن جبوہ (پغیبراسلام) معجزات کے ساتھان کے پاس آئے تو وہ لوگ کہنے لگے سے

واضح جادوہ:

فَلَمَّا جَآءَهُمُ بِالْبَيِّنْتِ قَالُوا هٰنَا سِحُرُّمُّبِينٌ

قابل توجہ بات یہ ہے کہ قرآن مجید معجزات کی مخالفت اورائس کی طرف سحر وجادو کی نسبت دینے کے سلسلے میں اُن کی باتیں تونقل کرتا ہے لیکن حضرت'' مسے'' - کی طرف سے''احمد'' نامی پنیمبر کے آنے کے بارے میں خبر دیئے جانے کی مخالفت کا کوئی تذکرہ نہیں کرتا اور بیاس بات کی واضح دلیل ہے کہ وہ لوگ اس خبر کا انکار نہیں کرتے تھے۔

۴۔ چوتھی آیت میں ہمیں اس سلسلے میں ایک نیا نکتہ ملتا ہے، چنا نچہ قر آن فرما تا ہے:'' جب خدا کی طرف سے ان کے پاس ایک الیک کتاب آئی ہے جوان نشانیوں کے مطابق ہے۔ جوان (یہود یوں) کے پاس ہیں۔ اس ماجرے سے پہلے (وہ خوداس پیغیبراوراس کی کتاب کے ظہور کی بشارت دیتے تھے اس پیغیبر کی مدد سے اپنے دشمنوں اور مشرکین پرفتحیاب ہوں گے ان سب امور کے باوجود) جب کتاب اور وہ پیغیبر جسے پہلے بہچان کیلے شے، ان کے پاس آئے تو اس سے کافر ہو گئے ۔ پس خدا کی لعت ہوان کافروں پر۔

وَلَهَّا جَآءَهُمُ كِتْبُ مِّنْ عِنْدِ اللهِ مُصَدِّقٌ لِّهَا مَعَهُمُ ﴿ وَكَانُوْا مِنْ قَبُلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ﴿ فَلَبَّا جَآءَهُمُ مَّا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ ﴿ فَلَعْنَةُ اللهِ عَلَى الْكُفِرينَ ۞

اس آیت میں اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ جواس کے شان نزول میں آئی ہے کہ یہود یوں نے اپنی کتابوں میں آنحضرت کی نشانیوں کود کیھے کراپنے علاقے چھوڑ کررسول کی ججرت کی سرز مین' مدینۂ' کی طرف ججرت کی چونکداُ نھوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہوا تھا کہ پیغیبر اسلام کا مقام ہجرت (عیر ) اور احد کی پہاڑیوں کے درمیان ہوگا۔ (بید دونوں پہاڑ مدینہ کے اردگرد ہیں ) الہٰذا وہ آکر مدینہ میں رہنے گے اور پھراُ نھوں نے اپنے بھائیوں کو خطاکھا کہ ہم نے وہ زمین موقود تلاش کر لی ہے تم بھی ہماری طرح کوچ کرو۔وہ ان سے زیادہ

🗓 تفسير قرطبي، جلد ۴، صفحه ۲۷۳۵ (تلخيص كے ساتھ)

دورنہیں تھے،انہوں نے جواب میں لکھا کہ ہم چونکہ یہاں سکونت اختیار کر چکے ہیں۔گھر باراور مال ومتاع کا اہتمام کر چکے ہیں اور یہاں سے اس سرز مین کا کوئی زیادہ فاصلہ بھی نہیں۔ جس دفت پیغیبر موعود ہجرت کر کے آئیں گے ہم بھی تمہارے پاس آ جائیں گے۔اور جب دہ یہاں کے مقامی قبائل''اوس' و''خزرج'' کے ساتھ لڑتے تھے تو کہتے:''ہم نے پیغیبر کے پرچم کے پنچتم پرفتے حاصل کریں گئ'۔ ﷺ کیہاں کے مقامی تعامد کے مطابق نہ پایا تو ہیلوگ ا لیکن افسوس کے ساتھ جب نئے پغیبر کاظہور ہوا تو انہوں نے اُسے اپنی خواہشات اور نا جائز مقاصد کے مطابق نہ پایا تو ہیلوگ ا 'ن کی مخالفت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ان سب با توں سے پتا چلتا ہے کہ پنجیبراسلام کے ظہور کے مسئلے کوائن کی کتابوں میں کس قدر واضح انداز میں ذکر کیا گیا تھا۔ یہ نکتہ بھی قابل تو جہ ہے کہ'' مُصَدِّ قُ لِیہَا مَعَہٰ ہے ۔''

ن کا محالفت کے گئے ان مھڑے ہوئے۔ان سب ہا تول سے پہا جیا ہے لہ پیمبراسلام کے صور کے مسلے توان کی کیا ہوں میں ش فرروا ک انداز میں ذکر کیا گیا تھا۔ یہ نکتہ بھی قابل تو جہ ہے کہ'' مُصَدِّقُ لِبہا مَعَهُم '' یعنی:''ایک ایسی چیز پر گواہ ہے کہ جوان کے ہمراہ ہے'' کی طرح کے الفاظ قرآن مجید میں دسیوں باراستعال ہو چکے ہیں۔اس کا مطلب بینہیں کہ پینجبرا کرم ' (تحریف ہوجانے کے باوجود) اُن کی آسانی کتب کی تائید کرتے تھے بلکہ اس سے مراد رہے کہ پینجبرا کرم کی صفات اُن علامتوں اور نشانیوں پرمنطبق ہوتی تھیں کہ جواُن (یہود ونصار کی) کے پاس تھیں۔

بالفاظ دیگر پنیمبراسلام سلاٹھائیلی اوراُن کی آسانی کتاب میں بالکل وہی صفات تھیں کہ جن سے وہ لوگ پہلے سے باخبر تھے۔ ورحقیقت بیاُن کی آسانی کتب کی اس لحاظ سے تصدیق تھی کہ وہ کتابیں آپ کی صفات کے ساتھ مکمل طور پر ہم آ ہنگ تھیں۔اس طرح وہ تمام آیات کہ جن میں اس قسم کی تعبیر استعال ہوئی ہے،اُن آیات کے زمر سے میں آتی ہیں کہ جن کے بارے میں ہم بحث کررہے ہیں۔ ۵۔اور پھر ہماری مدنظر آخری آیت میں یہود یوں کو مخاطب کر کے پیٹیبراسلام سلاٹھائیلیٹم کی آسانی کتاب پرائیمان کی تا کید کرتے ہوئے کہ جواُن کے نز دیک علامتوں کے مطابق ہے،قر آن فرما تاہے:

"جو پھی سے نازل کیا ہے (قرآن) اس پرایمان لے آؤجب کہ اس کی پیش کردہ نشانیاں جو پھی تمہاری کتابوں میں ہے اس سے کمل مطابقت رکھتی ہیں اور ابتم اس کے پہلے منکر نہ بنؤ' وَامِنُوْ ایِمَاۤ ٱنۡزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّہَا مَعَکُمْ وَلَا تَکُونُوۡۤ اوَّلَ کَافِیرِ ہِم ﴿

اگرعرب بت پرست اس کے منگر ہوتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، تعجب گی بات اس وقت ہے کہ جب تم (یہودی) اس کا انکار کرتے ہو چونکہ تم سے تو یہ تو قع کی جار ہی تھی کہتم سب سے پہلے اس پرائیمان لاؤ گے، کیا تم نے اس کے شوق دیدار اور اس کے حضور میں حاضری دینے کی خاطر اپنے وطن اور دیار کوئہیں چھوڑ ااور مدینہ میں آ کرئہیں بسے اور اس کے ظہور کے انتظار میں دن نہیں گن رہے تھے؟ لیکن اب معاملہ اس کے برعکس ہوگیا ہے اور تم نے سب سے پہلے اس کا انکار کرنا شروع کر دیا ہے۔اس کے بعد (قرآن مجید)ان کے اندر اس'' تبدیلی'' کی وجو ہات کی طرف اشارہ کرتے فرما تا ہے: اپنے مادی مفادات کی خاطر حقائق کو نہ چھیاؤ:

تا یہاں شان نزول سےا قتباس ہے کہ جواہل سنت کی تفسیر''الدرالمہ بغو ر' اور تفسیرعیا ثی میں امام جعفر صادق " سےنقل ہوا ہے( بہت سے شیعہ و سی مفسرین نے بھی اسے اس آیت کی تفسیر میں ذکر کیا ہے )اگر چیبعض مفسرین حبیبا کہ فخر رازی نے جملہ'' و تکافوا مین قَبْل یَسْتَفْدِ بحو نَ عَلَی الَّذِینَ کَفَرُوا '' کے بارے میں متعدد احتمال دیے ہیں کیکن ان میں سے اکثر اسی معنیٰ میں ہیں واو پرذکر ہوا ہے۔ "مری آیات کو کم قیمت پر فروخت نه کرواور میری مخالفت سے پر ہیز کرو"

وَلَا تَشْتَرُوا بِاليتِي ثَمَنَا قَلِيلًا نَوالِيَّا يَ فَاتَّقُونِ

بیاس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کے مقابلے میں تم جو بھی قیمت لو گےوہ ناچیز ہو گی خواہ وہ پوری دنیا ہی کیوں نہ ہو لیکن تم بہت ہی پیت ہمت لوگ ہو چونکہ تھوڑے سے مادی مفادات کی خاطر (مثلاً ایک سالا نہ دعوت کی خاطر) اُن آیات کو چھپاتے ہوجن میں پیغمبر اسلام سلام اُنٹیائیلیم کی نشانیاں یائی جاتی ہیں۔اس کے بعد مزید تاکید کرتے ہوئے فرما تا ہے:

''حق کو باطل سے مخلوط نیہ کر واور حق کو نہ چھیا ؤجب کہتم اسے جانتے اور اس سے آگاہ ہو''

وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُهُوا الْحَقَّ وَٱنْتُمْ تَعْلَمُونَ ®

در حقیقت یہود یوں نے اس سلسلے میں چندخلاف ورزیاں کی ہیں:

اول بیرکہ: اُنھوں نے پینمبراسلام سلانٹائیکٹر پرسب سے پہلے ایمان لانے کاعہد کیا ہوا تھالیکن اُنھوں نے سب سے پہلے اس (حقیقت) کاانکار کیااور پہلے کافرقراریائے۔

دوم پیرکه: اُنھوں نے حق وباطل کومخلوط کردیا تا کہاس کا چہرہ چھیا سکیس اورلوگوں کواشتباہ میں ڈالدیں۔

سوم بیرکہ: اُنھوں نے جال نتے ہو جھتے ہوئے''حق'' کو چھپا یا او**رآ یا**ٹ الہی کو بہت کم قیت پرفروخت کر دیا۔ قر آن مجید میں اور بھی بہت ہی آیات میں یہی مطلب بیان ہواہے یعنی؛ یہودیوں کی طرف سے'' حقائق کا کتمان'' کیا جانا۔ بظاہروہ سب، آیات نبوت کے کتمان کے مسئلے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں جو کچھ آیا ہے اس سے اچھی طرح استفادہ ہوتا ہے کہ سابقہ ( آسانی ) کتابوں میں پیغیبراسلام کی صفات اور نشانیاں حتیٰ آپ کا نام مبارک بھی آیا ہے اور اس ظہور کے بارے میں بہت زیادہ اشارے اور بشارتیں دی گئی ہیں۔اب ہم اُن کتب عہدین ( تورات وانجیل ) کی طرف جاتے ہیں کہ جو ہماری دسترس میں ہیں تا کہ ان نشانیوں اوراشاروں کی مزیر تحقیق کی جاسکے۔

### سابقہ کتابوں میں ظہور پیغمبر کے بارے میں بشارت

جیسا کہ اشارہ ہواہے کہ یہودونصاری کی موجودہ کتابوں ہم اس عظیم پیغیبر کی نشانیاں دیکھتے ہیں ہمیان یقینا آپ کے ظہور سے پہلے اس سے زیادہ مسائل تھے جواند ھے تعصّبات کے ساتھ ناسازگاریا اُن کے سرداروں کے مفادات کے خلاف ہونے کی وجہ سے کتمان کی ظلمتوں کا نشانہ بن گئے ہیں۔''بشارات عہدین' کے بارے میں بہت کی کتابیں کھی گئی ہیں، یا بعض کتابوں کا پچھ حصہائی موضوع سے ختص ہے کہ جن کے بارے میں زیادہ تفصیل بیان کرنا ہماری اس مختصر کتاب کے شایان شان نہیں۔فقط چندواضی نمونوں پر ہی اکتفا کیاجا تا ہے:

ا ۔ انجیل ' یوحنا' کے تین موارد میں لفظ ُ فارقلیط' یا ُ فارقلیطا' آیا ہے اس کا فارسی نسخوں میں ' دتسلی دینے والا' ترجمہ ہوا ہے منجملہ ایک

جگہ ہم پڑھتے ہیں:''میں باپ سے درخواست کرونگا تووہ تمہیں دوسرا''تسلی دینے والا'' دےگا جوابد تک تمہارے ساتھ رہےگا''۔ 🗓

ایک دوسری جگه آیا ہے: ''اور جب''تسلی دینے والا'' (فارقلیطا) آئے گا جسے میں باپ کی طرف سے تمہاری طرف جیجوں گا، یعنی سچائی کی روح جو باپ کی طرف سے آئے گی وہ میرے بارے میں شہادت دے گی۔ آ

پھراس کے بعدوالے باب میں آیا ہے:لیکن میں تم سے بچ کہتا ہوں کہ میرا جاناتمھارے لئے مفید ہے کیونکہا گرمیں نہ جاؤں گا تووہ تسلی دینے والا' ( فارقلیطا ) تمہارے یاس نہیں آئے گااگر میں چلاجاؤں تو اُسے تمہارے یاس بھیج دونگا۔ <sup>ﷺ</sup>

. قابل توجہ بات سے ہے کہ فخر رازی نے اپنی تفسیر کی جلد ۲۹ کے صفحہ ۱۳ سر پراپنے زمانے کی اناجیل میں سے''انجیل بوحنا'' سے یوں نقل کیا ہے کہ باب ۱۴ میں کہتے ہی<mark>ں</mark> :س

«وَانَا اَطْلُبُ لَكُمْ إِلَى اَبِي حَتَّىٰ يَمُنَعَكُمْ وَيُنُوتِيَكُمْ الفَارُقِلِيطَ حَتَّىٰ يَكُونَ مَعْكُمْ إلىٰ الْاَتِنِ»

بیابینہ وہی عبارت ہے جسے ہم نے اوپر ذکر کیا ہے البتہ یہاں کلمہ' فارقلیط''کو واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ یہی مطلب باب نمبر ۱۲،۱۵ میں کلمہ فارقلیط کے ساتھ ذکر کرتے ہیں۔''فارقلیط''کو یونانی زبان میں'' پیرکلتوس''یا''پاراکلتوس''کہا جاتا ہے، بہت سے عیسائیوں نے اس کی''تسلی دینے والے''یاروح القدس''کے معنیٰ میں تفییر کی ہے، لیکن کچھ نے''بہت زیادہ لائق تعریف شخص' کے معنیٰ میں تفییر کی ہے جو''اسم احد''کے مترادف ہے۔

حبیبا کہ سورہ صف کی آیت ۲ میں آیا ہے'' میں ایک ایسے رسول کی بشارت دیتا ہوں جومیرے بعد آئے گا اور جس کا نام احمد ہے' اس کلمے کی دقیق لغوی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے کہ فارقلیط ایک یونانی کلمہ ہے، جس کا لغوی مادہ'' پیرکلتوس' ہے جس کا معنی'' لائق تعریف شخص'' ہے کہ جس کی جگہ ملطی سے'' یاراکلتوس'' بمعنی'' اٰ تسلی دینے والا'' لکھ دیا گیا ہے۔

کتاب''چراغ'' کےمؤلف(آقائے حسینیان) اپنی ایک چھوٹی سی کین انتہائی قیمتی کتاب کے شروع میں پیرس میں طبع ہونے والی' لامنہ'' کی تالیف'' انامی کتاب سے انجیل بوحنا کے لاتینی متن کو بعینہ نقل کرتے ہوئے بہت وضاحت کے ساتھ لکھتے ہیں کہ کلمہ ''فار قلیط'' وہاں پر'' پیرکلیت'' کی شکل میں آیا ہے (جس کا عربی میں مطلب احمد اور فارسی میں لائق تعریف شخص ہے ) نہ کہ'' پارا کیلت ''کے معنیٰ میں جس کا مطلب''تسلی دینے والا ہے۔ آ

لیکن افسوں کے ساتھ بعد میں اناجیل کے متون میں پہلی تعبیر کوختم کر کے دوسری تعبیر استعال کی گئی ہے۔

النجيل يوحنا، باب ۱۲، جمله ۱۲

🖺 ايضاً، باب ۱۵، جمله ۲۶

🖺 اليضاً، باب١٦، جمله ٧

🖺 کتاب چراغ م صفحه ا

نیز وه مزید لکھتے ہیں: عیسائی قد ماءلفظ'' پیرکلیت''سےایک خاص شخص کا نام مراد لیتے تھے چونکہ سریانی ترجموں میں بعینہ وہی لفظ یعنی''' فارقلیط'' کولایا گیا ہے اور جوعبرانی ترجمہ میرے پاس موجود ہے اور جومیں نے بذات خود دیکھا ہے،اس میں'' فرقکیط'' ککھا گیا ہے کیونکہ اُس سے ایک معین انسانی نام مراد لیا گیا ہے اور بیعبرانی اور سریانی ترجمہ عیسائیوں کے نز دیک بہت ہی اہمیت اور اعتبار کا حامل ہے۔

در حقیقت بیکلمہ''مجمہ'''ملی''''حسن'اور''حسین'' کی مانند ہے کہ جوکسی عبارت کا تر جمہ کرتے وقت کبھی بھی تر جمہ نہیں کیا جاتا مثلاً جملہ:''جَائَ عَلِی'' کی جگہ کوئی بھی بینہیں کہتا کہ بلندمتر تبہخص آیا ہے بلکہ کہتا:علی آیا ہے۔لیکن افسوس کے ساتھ عیسائی علاء نے نبوت پیغمبرا کرم سل ٹھائیا ہے کی نبوت کی بینشانی مٹانے کے لئے سبسے پہلے'' پیرکلیت'' کو'' پاراکلیت''میں تبدیل کیا ہے اور پھراس کواسم خاص سے نکال کروصف اور معنی کی شکل دے دی ہے اوراس کی جگہ' تسلی دینے والا''رکھ دیا ہے۔(غور کیجئے)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہا گراصلی کلمہ'' پیر کلتوں''ہوتو اس کامعنی'' لائق تعریف شخص'' ہے اوراس کی جگفلطی سے'' پارا کلتوس '' جمعن'' نسلی دینے والا'' لکھودینا بعیز نہیں ہے،البتہ جان ہو جھ کراس کی غلط تغییر کا احتمال بھی بہت زیادہ ہے۔''علامہ شعرانی'' مرحوم نے اپنی کتا ب'' نیژ طوبی'' میں لکھا ہے کہ'' میں نے ایک یونانی لغت کی کتاب میں دیکھا ہے کہ'' فارقلیط'' کامعنی'' لائق تعریف'' اورا لیسے شخص کے عنوان سے ترجمہ کمیا گیا ہے کہ جسکانام ہرزبان پر ہے اورا سے اچھائی کے ساتھ یاد کیا جاتا ہے۔اس کے بعدوہ مزید لکھتے ہیں:انگلش اور فرانسیسی زبان میں یونانی لغت کی کتابیں ہر جگہل جاتی ہیں (آپ اُن کی جانب رجوع کر سکتے ہیں) عیسائی اسے تصحیف کے ساتھ پڑھتے ہیں اور''تسلی دینے والا'' ترجمہ کرتے ہیں اور ہم نے خود بھی اس سلسلے میں ایک مستقل کتا ہیں ہے''۔ ﷺ

''ڈاکٹر قریب'' کی تالیف''فرہنگ لغات قرآن' میں لکھا ہے: روایات سے پتا چپتا ہےا نبیائے عظام میں سے ہرایک نے اپنی اپنی کتاب میں آنحضرت (پنیمبراسلام سلٹٹائیلٹِ ) کی بشارت دی ہے پھروہ بہت می اسلامی کتابوں سےنقل کرتے ہیں کہانجیل میں آنحضرت '' کانام''الفارقلیطا'' آیا ہے کہ جس کامعنی احمہ ہے''۔ ﷺ

کتاب' اُلتحقیق فی کلمات القرآن الکریم' میں آیا ہے:'' کہ اصل میں بیکلمہ (فارقلیط) یونانی زبان میں'' پیرکلیت' میں تحریف ہواہے جس کامعنی'' احمداور پسندیدہ''ہے،اس کے بعدیہ'' پاراکلیت'' میں تحریف ہوگیا ہے کہ جس کا مطلب''تسلی دینے والا''ہے''۔ ﷺ اس کے علاوہ خود انجیل کی بعض تعبیرات میں کچھا لیے جملات ملتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلمہ کوجس طرح بھی ادا کیا جائے ،اس سے ایک ایسا پیغمبر ہی مراد ہے جو بعد میں ظاہر ہوگا اور جس کا دین اور مذہب ہمیشہ رہے گا۔

یہ جملہ که''میں باپ سے درخواست کرونگا تو وہتمہیں دوسرا''تسلی دینے والا'' دے گا جوابد تک تمہار بےساتھ رہے گا''اس

<sup>🗓</sup> نثرطو بی،جلدا،صفحہ ۱۹۷

تا جلدا ،صفحه ۱۳۵۱

<sup>۩</sup>لتحقيق،جلد٢،صفحه ٥٠ ٣ (ماده حمد)

بات کی واضح دلیل ہے کہ'' دوسر نے تسلی دینے والے'' سے مرا دایک ایسا نبی ہے کہ جس کا دین اور مذہب ابدی اور جاود انی ہے۔ ﷺ
اور پھروہ کہتا ہے:''لیکن وہ تسلی دینے والا لیعنی ؛ روح القدس باپ اسے میر سے نام پر بھیجے گا، وہی تمہمیں ہر چیز سکھائے گا''۔ ﷺ
ظاہر ہے کہ بیتسلی دینے والا ایک پیغیبر ہے نہ کہ روح القدس اور اس کی تعلیمات میں تمام حقائق پوشیدہ ہو نگے اور کوئی بھی الیی
چیز باقی نہیں رہے گی جو بیان نہ کی گئی ہو۔ بہر حال اس میں کوئی شک وتر دیز نہیں کہ کلمہ''احد'' یااسی حیسا کوئی لفظ پیغیبر اسلام سی شائیلی کے
نرانے کی انجیلوں میں موجود تھا، اگر ایسانہ ہوتا تو سور ہوئی چیز نقل نہیں ہوئی۔
دساویز بن سکتی تھی ۔ لیکن تاریخ اسلام میں اس طرح کی کوئی چیز نقل نہیں ہوئی۔

بنابریں اس سے واضح ہوگیا کہ جب بعض عیسائی علماء نے اپنے مقام اورمنصب کوخطرے میں دیکھا تو اُنہوں نے اس کلمے کو دوسرے معانی میں تبدیل کرنے کا ارادہ کرلیا کیکن پنجمبراسلام سلیٹھائیل کے ظہور کےصدیوں بعد بھی بعض علاقوں میں موجود عیسائیوں کی کتابوں میں یہی نام مقدس دیکھا گیاہے۔

اس بات کا گواہ وہ بیان ہے جو تاز ہ مسلمان ہونے والے ایک عیسائی دانشور نے اپنی کتاب'' اُنیس الاعلام'' کے مقد ہے میں ذکر کیا ہے جو کہ ایک تحقیقی کتاب ہے۔وہ دانشورخودعلائے نصار کی میں سے تھے۔انہوں نے اپنی تعلیم عیسائی پادریوں اورعلائے نصار کی سے مکمل کی تھی اور ان کے ہاں ایک بلندمقام پیدا کیا تھاوہ اس کتاب کے مقدمے میں اپنے مسلمان ہونے کے عجیب وغریب واقعے کواس طرح بیان کرتے ہیں:

''بڑی جبتو، زحمتوں اور کئی ایک شہروں میں پھرنے کے بعد میں ایک عظیم پا<mark>دری</mark> کے پاس پہنچا جوز ہدوتقویٰ میں ممتاز تھا۔ کیتھولک فرقے کے بادشاہ وغیرہ اپنے مسائل کے لئے اس سے رجوع کرتے تھے۔ایک مدت تک میں اس کے پاس عیسائیت کے مختلف مذاہب کی تعلیم حاصل کر تار ہا۔اس کے بہت سے شاگر دھے لیکن اتفا قامجھ سے اسے خاص لگاؤتھا۔اس کے گھر کی سب چابیاں میرے ہاتھ میں تھیں صرف ایک سٹور کی چابی اس کے اپنے پاس ہوا کرتی تھی اس دوران میں ایک دن اس پادری کوکوئی بیاری پیش آئی تومجھ سے کہا کہ شاگر دوں سے جاکر کہ دو کہ آج میں درس نہیں دے سکتا۔

جب میں طالب علموں کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ بحث مباحثہ میں مصروف ہیں یہ بحث سریانی کے لفظ' فارقلیطا' اور یونانی زبان کے لفظ' پیریکلتوس' کے معنیٰ تک جا پینچی اوروہ کافی دیر تک جھگڑتے رہے۔ ہر کسی کی الگ رائے تھی۔واپس آنے پراستا دنے مجھ سے پوچھا آج کیا مباحثہ کرتے رہے ہوتو میں نے لفظ فارقلیطا کا اختلاف اس کے سامنے بیان کیا وہ کہنے لگا: تونے ان میں کس قول کا انتخاب کیا ہے۔ میں نے کہافلاں مفسر کے قول کا جس نے اس کا معنی' مختار' بیان کیا ہے میں نے پیند کیا۔

استادیا دری کہنے لگا تو نے کوتا ہی تونہیں کی لیکن حق اور واقعہ ان تمام کے خلاف ہے کیونکہ اس کی حقیقت کورا سخون فی العلم کے

النجيل يوحنا، باب ۱۲، جمله ۱۲

<sup>🗓</sup> ایضاً، جمله ۲۷

علاوہ دوسر نے لوگ نہیں جانتے اوران میں سے بھی بہت کم اس حقیقت سے آشا ہیں۔ میں نے اصرار کیا کہ اس کے معنی مجھے بتلا ئے۔وہ بہت رویا اور کہنے لگا: میں کوئی چیزتم سے نہیں چھپا تا لیکن اس نام کے معنی معلوم ہونے کا نتیجہ تو بہت سخت ہوگا کیونکہ اس کے معلوم ہونے کے ساتھ ہی مجھے اور تمہیں قبل کردیا جائے گا۔ابا گرتم وعدہ کروکہ کسی سے نہیں کہو گے تو میں اسے ظاہر کردیتا ہوں۔

میں نے تمام مقدسات مذہبی کی قسم کھائی کہ اسے فاش نہیں کروں گا تواس نے کہا کہ مسلمانوں کے پیغیبر کے ناموں میں سے ایک نام ہےاوراس کے معنی''احمد''اور محمد'' ہیں اس کے بعداس نے اس چھوٹے کمرے کی چابی مجھے دے دی اور کہا کہ فلال کا دروازہ کھولو اور فلاں فلال کتاب لے آؤ۔میں کتابیں اس کے پاس لے آیا۔ یہ دونوں کتابیں رسول اسلام کے ظہورسے پہلے کی تھیں اور چیڑے پرکھی موئی تھیں۔ دونوں کتب میں'' فارقلیطا'' کا ترجمہ''اور محمد'' اور محمد'' کیا گیا تھا۔

اس کے بعداستاد نے مزید کہا کہ آنمحضرت کے ظہور سے پہلے علائے نصاریٰ میں کوئی اختلاف نہ تھا کہ فارقلیطا کے معنی احمہ اور محمد ہیں لیکن ظہور محمد کے بعدا پنی سرداری اور مادی فوائد کی بقا کے لئے اس کی تاویل کر دی اور اس کے لئے دوسرے معنی گھڑ لئے حالانکہ وہ معنی یقینا صاحب خیل کی مراد نہیں ۔ میں نے سوال کیا کہ عیسائی دین کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں۔اس نے کہا دین اسلام کے آنے سے منسوخ ہو گیا ہے اس جملے کا اس نے تین مرتبہ تکرار کیا۔

پس میں نے کہا کہ اس زمانے میں طریق نجات اور صراط متنقیم کون ساہے۔اس نے کہا منحصر ہے تھر کی پیروی وا تباع میں۔ میں نے کہا کیااس کی پیروی کرنے والے اہل نجات ہیں۔اس نے کہا ہاں خدا کی قسم (اور تین مرتبہ قسم کھائی) پھراستاد نے گریہ کیا اور میں بھی بہت رویا اور اس نے کہا آخرت اور نجات چاہتے ہوتو ضرور دین حق قبول کرلومیں ہمیشہ تمہارے لئے دعا کروں گااس شرط کے ساتھ کہ قیامت کے دن گواہی دو کہ کہ میں باطن میں مسلمان اور حصرت مجمد کا پیرو کار ہوں اور علمائے نصار کی کے ایک گروہ کی باطن میں مجھ جیسی حالت ہے اور میری طرح ظاہراً اپنے دنیاوی مقام سے دست بردارنہیں ہو سکتے ورنہ کوئی شک وشبہ ہیں کہ اس وقت روئے زمین پردین خدادین اسلام ہی ہے۔ 🗓

آپ دیکھیں کہ علمائے اہل کتاب نے پیغیبراسلامؓ کےظہور کے بعداپنے ذاتی مفادات کی خاطرآ نحضرتؑ کے نام اورنشا نیوں کی اور دیگر تأویلیں کر دی ہیں۔''

سوال: یہاں ایک سوال سامنے آتا ہے کہ پیغمبراسلام سلی ٹھائیا کی کا مشہور نام''محم'' سلیٹھائیا ہے جبکہ سورہ صف کی آیت ۲ میں ''احمد'' کے نام سے آپ کو یاد کیا گیا ہے۔ بیدونوں الفاظ اگر چیمعنی ومفہوم (جس کی ستائش کی گئی ہو) کے اعتبار سے آپس میں پچھزیادہ فرق نہیں رکھتے الیکن بظاہر دومختلف نام ہیں۔ بنابریں اگر' فارقلیطا'' کامعنی بھی'' ستائش کیا گیا''لیں تو ان ہر دوناموں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے لیکن قرآنی تعبیر (احمد) پیغمبر سلیٹھائیا ہی کے شہورنام کے ساتھ سازگار نہیں۔

جواب:اس سوال کے جواب میں ضروری ہے درج ذیل نکات کی طرف توجہ کی جائے:

ا۔تاریخوں میں آیا ہے کہ پیغیبراسلام بچپن سے ہی دونام رکھتے تھے۔ یہاں تک کےلوگ بھی آپ کودو ناموں سے ریکارا کیا

🗓 کتاب 'انیس الاعلام' معدایت دوم مقدمه کتاب سے تھوڑے سے فرق کے ساتھ اقتباس

کرتے تھے۔آپ کاایک نام''محمر''اور دوسرانام''احمر''تھا۔ پہلا نام آپ کے جدامجد عبدالمطلب نے اور دوسرانام آپکی والدہ محتر مہ جناب آمنہ نے انتخاب کیا تھا۔ یہ بات سیرۂ حلدیہ میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوئی ہے :

۲۔جن لوگوں نے پیغمبراسلام گوبار ہااس نام سے یا دکیا ہے ان میں سے ایک آپ کے بیچا ابوطالب تھے۔ آج بھی وہ کتاب جو دیوان ابوطالب کے نام سے ہمارے پاس موجود ہے اس میں بہت سے ایسے اشعار نظر آتے ہیں کہ جن میں پیغیبر گرامی کو''احم'' کے نام سے یا دکیا گیا ہے۔مثلاً:

> الاادوًا قَتلَ «أَحَكَ» ظَالِمُوهُم وَلَيسَ بِقَتلِهِم فيهِمُ زَعيمٌ

ان کے اوپرظلم کرنے والے احمہ کے تل کاارادہ رکھتے تھے۔لیکن اس کام کے لیے کوئی رہبرانہیں مل نہ سکا۔

وَ إِنْ كَانَ "أَحْمَلُ" قَلْ جَائَهُم و

بِحَقِّ وَ لَمْ رَيًّا يَهِم رَ بِالْكَذِبِ

احمد طعی طور پرایک دین حق کے کران کے پاس آیا ہے۔اوروہ ہرگر جھوٹادین لے کران کے پاس نہیں آیا۔ 🗓

لَقَلُ ٱكْرَمَ اللهُ النَّبِيِّ مُحَمَّداً فَا النَّاسِ آحَمَلُ فَا كُرَمُ خَلُق اللهِ فِي النَّاسِ آحَمَلُ

خدانے اپنے پیغیبر محراً ومکرم ومحترم قرار دیا ہے۔اسی لیے لوگوں کے نز دیک مخلوق خدا میں سب زیادہ گرامی احمائے۔ آ

> سار پنیمبر کے ہم عصر مشہور شاع ''حسان بن ثابت ' کے اشعار میں بھی یہ تعبیر نظر آتی ہے۔ وَمُفْجَعَةٌ قَلُ شَفَّهَا فَقُلُ اَنْجَمَلَ فَظُلَّتُ لِلْ لٰاءِ الرَّسُولِ تُعَلِّدُ

وہ مصیبت زدہ جسے احمر کے فقد ان نے کمزور کیا تھا۔ وہ ہمیشہ رسول خدا کے کرم نوازی اور عنایتوں کوشار کیا کرتا تھا۔ ﷺ

ابوطالب یاا نکےعلاوہ دوسرےافراد کےوہ اشعار جن میں (محمد کے بیجائے )احمد کانام آیا ہے اس قدرزیادہ ہیں کہان کو یہال

<sup>🗓</sup> د یوان ابوطالب صفحه ۲۶،۲۵

<sup>🖺</sup> تاریخ ابن عسا کر ،جلد ا ،صفحه ۲۷۵

<sup>🖺</sup> د یوان حسان بن ثابت صفحه ۵۹ ـ

نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ہم اس بحث کو دوعمہ ہاشعار کے ساتھ ختم کرتے ہیں جوابوطالب کے فرزندعلیؓ نے کہے ہیں:۔

اَتَأْمُرُنَى بِالصَّبْرِ فَى نَصْرِ "اَحْمَلَ" وَوَاللهِ مَا قُلْتُ جَازِعاً

کیا تو مجھ سے یہ کہتا ہے کہ میں احمد کی مدد ونصرت میں صبر سے کام لوں۔خدا کی قسم! میں نے جو پچھ کہا ہے وہ جزع وفزع اور بے صبری کی بنا پڑ نہیں کہا۔

سَأَسُعٰی لِوَجْهِ اللَّهِ فی نَصْرِ "آخَمَلَ" نَبِیِّ الْهَدى الْمَحْمُودِ طِفُلاً وَ الْفِعاً

میں تو خدا کے لئے احمر <sup>م</sup>کی نصرت میں کوشش کرتا ہوں۔ وہی پیغمبر ہدایت جو بچین اور جوانی میں ہمیشہ محمود اور قابل تعریف تھا۔

۳۔ جوروایات معراج کے موضوع میں آئی ہیں ان میں کثرت سے آیا ہے کہ خدانے پیغیبراسلام کوشب معراج ''احمہ'' کے نام سے خطاب کیا۔ شایداسی وجہ سے پیمشہور ہو گیا ہے کہ آنحضرت گانام آسانوں میں احمہ اور زمین میں محمد ہے۔ ایک حدیث میں امام محمد باقر \* سے مروی ہے کہ پیغیبراسلام کے دس نام شھان میں سے یانچ قرآن میں آئے ہیں۔ ''محمد''''احمد''''عبداللہ''''یٰس''و'ن''آ

جب پیغیبر نے ''سورہ صف کی مذکورہ آیات کو مدینہ و مکہ کے لوگوں کے سامنے پڑھا تو یقینی طور پر بیابل کتاب کے کا نوں تک بھی پہنچیں ۔ مگرمشر کمین اوراہل کتاب میں سے کسی نے بیاعتراض نہیں کیا کہ آنجیل تو احمر کے آنے کی بشارت دیتی ہے اور تمہارا نام محمر ہے ۔ بیر سکوت خود اس ماحول میں اس نام کے شہرت کی دلیل ہے ۔ اگر کوئی اعتراض ہوا ہوتا تو وہ ہمارے لیے بھی نقل ہوتا، کیونکہ دشمنوں کے اعتراض احتراض میں موجود ہیں یہاں تک کہ ایسے موارد میں بھی جو بہت چھنے والے ہیں ۔ اس تمام بحث سے ہم یہ نتیجہ ذکا لتے ہیں کہ'' احمد میں مشہور ناموں میں سے تھا۔

۲۔ایک دوسری بشارت توریت سفر تکوین و پیدائش، فصل ۷ میں ہے کہ جس کی نشانیاں پیغمبراسلام سلیٹھ آلیے ہی کے علاوہ کسی اور پر منطبی نہیں ہوتیں لہذا ۱۷ تا ۲ کے جملات میں یوں آیا ہے: ''اورابراہیم نے خدا سے کہا کاش اساعیل تیرے حضور میں زندہ رہے۔اساعیل کے بارے میں تمہاری دعاس لی، ہم نے اسے برکت دی اور اسے بہت زیادہ پھولنے پھلنے والا قرار دیا چنانچے اس کی نسل سے بارہ سر دار پیدا ہوں گے اور اضیں ہم بہت بڑی امت قرار دیں گے'' کتاب''انیس الاعلام'' میں تورات کے انہی جملات کا متن نقل کیا گیا ہے کہ جوعبری زبان میں تھا، اس کے ترجے میں یوں لکھا ہے: ''۔۔۔اوراُ ہے'' ماد ماذ'' کے ساتھ بھلنے پھولنے والا اور بزرگوارقرار دیا اور اس کی نسل سے بارہ امام ہوں گے اورائس کوظیم اُمت بنا نمیں گے' اس کے بعد مزید کہتے ہیں: ''ماد ماذ' عبرانی زبان میں مجمد سلیٹھ آلیے ہی ہیں۔ آ

<sup>🗓</sup> الغدير،جلد ٤،صفحه ٣٥٨\_

تا انيس الإعلام، جلد ۵، صفحه ۲۹

کیونکہ پیغمبراسلام صلی الیہ ہمسلماً حضرت اساعیل - کی نسل سے ہیں اور مذکورہ بشارت میں بھی آیا ہے کہ اُن کی ایک عظیم اُمت ہوگی اوراسی میں بارہ سردار اور امام پیدا ہول گے۔اس سے واضح ہوتا ہے اس کا مصداق سوائے پیغمبراسلام سلیٹھ آپیلی کے اور کوئی نہیں ہے۔اور اگر کلمہ'' ماد ماد'' بھی اسکے ساتھ ضمیمہ کردیں جو کہ عبری متن میں آیا ہے اگر چیور بی سے فارسی ترجے میں اسے نہیں لایا گیا، تو بات مزیدروثن ہوجائے گی۔

اور جب بھی کہا جائے کہ'' یہ بارہ سر داراورامام'' اور بیظیم اُمت توممکن ہے اس سے حضرت موسیٰ ۔اور بنی اسرائیل کے بارہ اسباط کی طرف اشارہ ہو جو کہ در حقیقت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابرا ہیم ۔کو حضرت موسیٰ۔ کے ظہور کی بشارت دی ہے تواس کا جواب بھی واضح ہے کیونکہ حضرت موسیٰ ۔اور بنی اسرائیل کے اسباط حضرت اسحاق ۔کے خاندان سے ہیں جبکہ مذکورہ بالاعبارت میں خاندان اساعیل کا تعارف کرایا گیاہے جس کا مصداق پیغمبر اسلام صلی شاہد ہے سواکوئی اور نہیں ہوسکتا۔

سے ''تورات' کے سفر پیدائش باب ۱۰ شارہ ۱۰ میں یوں آیا ہے:''عصای سلطنت یہودا ہے،اورایک فرمان روااس کے پیروں کے آگے سے قیام کرے گا تااینکہ''شیلوہ' آ جائے کہاس پرتمام امتیں اکھٹا ہوجا نمیں گی'۔اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہودا'' کی حاکمیت اور بنی اسرائیل کی حکومت''شیلوہ'' کے ظاہر ہونے تک جاری رہے گی اوراُ متیں اس کے اردگر دجمع ہوجا نمیں گی کیکن''شیلوہ ''سے مراد کیا اور کون ہے؟ یہودی اور عیسائی لکھاریوں نے بہت سے احتمالات دیتے ہیں کہ جن میں سے اکثر مذکورہ بالا جملے کے ساتھ سازگار نہیں ہیں۔

منجملہ یہ کہ ''شیلوہ' استراحت کامقام پاشال'' بیت ایل' میں ایک شہر ہے یا وہ مقام ہے کہ جسے اب''سیلوں'' کہتے ہیں لیکن بطور مسلم آنے اور اس کے گرداُمتوں کے جمع ہونے کی تعبیر کسی شخص کی طرف اشارہ ہے نہ کسی مقام اور مکان کی طرف کتاب'' قاموں'' کا مئولف مسٹر ہاکس امریکا ئی اس لفظ کے مختلف معانی بیان کرتے ہوئے اس کا ایک معنی'' فرستادہ'' ذکر کرتا ہے کہ جوکلمہ رسول پارسول اللہ کے ساتھ سازگار ہے۔

یہاں فقط ممکن ہے ہم کہہ سکیں کہ تو رات کی بیہ بشارت'' حضرت سے "' کے ظہور کی طرف اشارہ ہے جبیبا کہ بیکہا گیا ہے لیکن بہاں فقط ممکن ہے ہم کہہ سکیں کہ تو رات کی بیہ بشارت '' حضرت سے خونکہ حضرت میں الاعلام'' میں بقول فخر الاسلام کے بیا حتمال صحیح نہیں ہے چونکہ حضرت سے ۔ ماں کی طرف سے'' یہودا'' کی اولاد سے ہیں بنابریں اُن کی حاکمیت ، یہودائی کی حکمر انی کا جاری رہنا ہے اور اس صورت میں اس کا مصد ان سوائے حضرت پینیبراسلام سال اُن اُن کی حاکمیت کی بساط خصوصاً مدینہ نظیم بشامات اور دوسرے بہت سے علاقوں سے لیبیٹ دی جائے گی۔ 🗓

البته کتب عہدین سے اور بھی بہت ہی بشار تیں نقل کی گئی ہیں جن کی تفصیل بہت طولانی ہو جائے گی۔ جن میں سے بعض پر اعتراض ہوسکتا ہے، جولوگ اس بارے میں مزید تحقیق کرنا چاہتے ہیں وہ کتاب''انیس الاعلام''،''بشارات عصدین''اور''البشارات والمقارنات'' کامطالعہ کریں۔

🗓 انیس الاعلام، جلد ۵ ، صفحه ۲۳

# قرآن میں خاتمیت

#### اشاره

''خاتمیت'' کاموضوع یعنی اور بید که پیغیبراسلام سلی الله که آخری پیغیبر ہیں، اُن موضوعات میں سے ہےجس پرتمام مسلمانوں کاعقیدہ ہے خواہ اُن کا تعلق کسی مذہب اور گروہ سے بھی ہے۔اس مسلم سے نہ فقط علاء آگاہ ہیں بلکہ مسلمانوں کا ہرفر داس کا معتقد ہے اور اسے اصطلاحاً''ضرور یات اسلام' میں سے شار کیاجا تا ہے۔ جو شخص بھی مسلمانوں کے ساتھ کچھ عرصہ بی زندگی گذار لے وہ جان لیتا ہے کہ وہ پیغیبراسلام سلی اُنٹی آپیم کو اللہ کا آخری پیغیبر بیجھتے ہیں۔اس عقیدے کا سرچشمہ خود'' قرآن مجید'' اور''اسلامی روایات' ہیں کیونکہ یہ کوئی ایسا مسلم میں اُنٹی کے بعد اس سلسلے میں اُن مجید کوایک آسانی کتاب اور پیغیبراسلام سلی اُنٹی کے بعد اس سلسلے میں اُن محقول اور فرمان پراعتا دکیا جاسکتا ہے۔

اسی گئےسب سے پہلے ہم قرآنی آیات کی طرف رجوع کرتے ہیں، پھر تاریخی شواہداوراسلامی روایات کو پیش کرتے ہیں اور آخر میں اسلام کے نالفین کی طرف سے پیغیبراسلام سلاھا آپیم کی خاتمیت کے بارے میں کئے جانے والے اعتراضات کا جواب دیتے ہیں۔جوآیت وضاحت کے ساتھ اس موضوع پر گواہی دیتی ہے وہ سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۴ ہم ہے:

مَا كَانَ هُحَةً لُا اَبَا اَحَدٍ مِّنَ رِّجَالِكُمْ وَلَكِنَ رَّسُولَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّنَ ﴿ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْهًا ﴾ فَيْ عَلِيْهًا ﴾

'' حضرت محمد سلن الله کے رسول ہیں سے کسی کے بھی باپ نہیں، کیکن اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النہین ہیں اور خدا ہر چیز سے اچھی طرح آگاہ ہے''۔

علماء نے اسسلسلے میں بہت ہی دوسری آیات بھی ذکر کی ہیں کہا گراُن کی قطعی دلالت قبول نہ بھی کی جائے تو بھی کم ازکم اُن میں ں بارے میں کچھاشار سے ضروریائے جاتے ہیں:

١ ـ إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَآءَهُمُ ۚ وَإِنَّهُ لَكِتْبٌ عَزِيْزُ ﴿ لَا يَأْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنُ الْمِائِلُ مِنُ اللهِ عَلَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۗ تَنْزِيْلُ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿ سُورَهُ فَصَلَت ١٣٢،٨)

- ٢ ـ تَابِركَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِ إِلِيّ كُونَ لِلْعَلَمِيْنَ نَذِيرٌ اللَّ (سورهُ فرقان/١)
  - ٣- وَأُوْجِيَ إِلَى هَٰذَا الْقُوْانُ لِأُنْذِرَ كُمْ بِهِ وَمَنَّ بَلَغَ ﴿ (سورهَ انعام ١٩)
- م وَمَا آرْسَلُنْكَ إِلَّا كَأَفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلْكِنَّ آكُثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ®

287

www.kitabmart.in

(سورهٔ سیار ۲۸)

ه قُلُ يَأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللهِ إِلَيْكُمْ بَجِمِيْعًا (سورهَ اعراف (١٥٨)

١ ـ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِ كُرِي لِلْعُلَمِينَ ﴿ (سورة انعام ٢٠٠)

٤ وَمَا آرُسَلُنْكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلُعْلَبِينَ ﴿ (حورة انبياء / ١٠٤)

#### تزجمه

ا۔جولوگ ذکر (قرآن) کے اپنے پاس آجانے کے بعداس کے منکر ہوگئے (وہ بھی ہم سے نہیں حجب سکیں گے) اور یہ ایک ایس کتاب ہے جوقطعاً نا قابل شکست ہے کوئی باطل نہ تواس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ ہی اس کے پیچھے سے کیونکہ یہ صاحب حکمت اور قابل تعریف اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔
۲۔ لاز وال اور بابر کت ہے وہ ذات جس نے قرآن اپنے بند سے پر نازل فر مایا تا کہ وہ عالمین کو (عذاب خداسے) ڈرائے۔

س۔اس نے بیقر آن میرےاو پردتی کیا ہے تا کہ تہمیں اور تمام افراد کوڈراؤں جن تک بیقر آن پہنچ۔ ۴۔اور ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لئے (ثواب کی ) بشارت اور (عذاب سے ) ڈرانے والا بنا کر جھجاہے۔

> ۵۔ کہدو: اےلوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔ ۲۔ بید سالت تو عالمین کے لئے ایک یا دد ہانی کے سوااور پچھنیں ہے۔

> ک۔اور(اے رسول) ہم نے تھے عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجاہے

## تفسير

پہلی آیت (احزاب: ۴۰) میں'' زید' کے قصے کی طرف اشارہ ہے جو پیغیبراسلام سلٹھائیکٹی کا منہ بولا بیٹا تھااور پیغیبرا کرم سلٹھائیکٹی نے اس کی مطلقہ بیوی سے شادی کر لی تھی، تا کہ زمانہ جاہلیت کی''منہ بولا بیٹا'' ہونے کی ایک غلطرسم کوتو ڑسکیں اور پھر جوعورت خود پیغیبر "ہی کے ذریعے زید کی بیوی بنی تھی ، ناچاقی کی وجہ سے (اپنے شوہر سے ) جدا ہو کر بے سرپرست ہونے سے آج گئی تھی۔ لہذا قرآن فرما تا ہے:

'' حضرت محمد سلانٹالیکٹم تمہارے مردوں میں سے کسی کے بھی باپنہیں''

بنابرین زید کی مطلقہ بیوی سے شادی ، اپنی اولا دکی بیویوں سے از دواج کی طرح نہیں ہے

«مَا كَانَ هُحَةًى اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمِ»

اس کے بعد مزید فرمایا:

''ليكن الله كرسول بين اورخاتم النبيين بين'

<u>"وَلٰكِنۡ رَّسُوۡ لَ اللهِ وَخَا تَمَ النَّ بِيتِنَ "</u>

در حقیقت بی آیت سب سے پہلے کلی طور پر جسمانی ونسی را بطے کو مقطع کرتی ہے، لیکن بعد والے جملے میں مقام نبوت سے حاصل ہونے والے معنوی را بطے اور خاتمیت کو ثابت کرتی ہے، یعنی؛ آپ تمہارے جسمانی باپ نہیں بلکہ، تمہارے لئے بھی اورآئندہ آنے والی نسلوں کے لئے روحانی باپ ہیں۔اگر بعض روایات میں آپ سے نقل ہوا ہے کہ''انا و علی ابوٰ اہذہ الاُمة'' یعنی:'' میں اور علی اس اُمت کے باپ ہیں''

تو یہ بھی اسی روحانی باپ ہونے کی طرف اشارہ ہے جو علیم وتر بیت کا سرچشمہ اوراُمت کی رہبری ہے۔البتہ پنیمبراکرم گے حقیق بیٹے بھی تھے، جن کانام'' قاسم''،''طیب''،''طاہر' اور''ابراہیم' تھالیکن مورخین کے مطابق وہ سب بالغ ہونے سے پہلے ہی دنیا سے چل بسے تھے،لہذا''رجال'' (مردوں) کانام ان پرصادق نہیں آتا۔ 🗓

اس کےعلاوہ مسکنہ تم نبوت اوراولا دنرینہ نہ ہونے میں ایک اور تعلق بھی پایاجا تاہے اوروہ یہ کہ بہت سے انبیاء کی اولا دمیں سے پیغیر بھی تھے، چونکہ پیغیبرا کرم سلاھ آییلی کی اولا دنرینہ باقی نہیں رہی تھی، اس لئے آپ کے بعد کسی اور نبی کے ہونے کا خیال ہی باقی نہیں رہتا، بنابریں آپ کی اولا دنرینہ نہ ہوناختم نبوت کی طرف ایک اشارہ بھی ہے اور تاکیر بھی ہے۔ آیت کے آخر میں فرمایا:''اورخدا ہرچیز سے اچھی طرح آگاہ ہے''''وکان اللہ اُپ کُلِیؓ شَدِی عَلِیمًا''

اس آیت کے شروع اور آخر میں تعلق ہونے میں ایک احتمال یہ بھی دیا گیا ہے کہ آیت کے شروع میں اُمت کی نسبت آنحضرت اُکے جسمانی ونسی باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے، لہذا یہاں بیسوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر اُمت میں سے کوئی بھی پیغیبر گانسی بیٹا نہیں تو پھر اُمت پنیمبر اُکے بعد آپ کی بیویوں سے شادی کرنے کا حق کیوں نہیں رکھتی؟ اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ چونکہ آپ رسول خدا ہونے کے علاوہ خاتم انٹیبین اور انبیاء میں سب سے بلند مرتبہ نبی ہیں، اس لئے آپ گا احترام ضروری ہے لہذا آپ کی وفات کے بعد آپ کی بیویوں سے شادی نہ کرنا اسی احترام کا ایک حصہ ہے۔ آ

<sup>🗓</sup> \_تفسير قرطبي والميز ان

<sup>🖫</sup> تفسير قرطبي ذيل آپي

# خاتم النبتين كامفهوم

'' خاتم'' کامعنی اروثن ہے چونکہ مادہ'' تحقیر ''عربی کی تمام لغت کی کتابوں میں کسی چیز کوختم کرنے کے معنی میں ہے، لیکن بعض گمراہ لوگوں کے وسوسوں کا جواب دینے کے لئے کچھ وضاحت ضروری ہے۔ چوتھی صدی ہجری کے ایک مشہور لغوی'' ابن فارس'' اپنی کتاب'' جمجم مقائیس اللغۃ'' میں کہتے ہیں:''ختم کااصلی معنی ایک سے زیادہ نہیں ہے،اوروہ کسی چیز کا آخر تک پہنچنا ہے،اسی لئے مہرلگانے کو ختم کہاجا تاہے کیونکہ ہمیشہ کسی چیز کوختم کرنے کے بعد اس پرمہرلگائی جاتی ہے''

'' خلیل بن احمہ'' بھی عرب<mark>ی لغت</mark> کا سب سے پرانا مولف اور محقق ہے اور دوسری صدی ہجری یعنی ؛ائمہ معصومین گے دور میں ہو گذراہے، وہ خاتم اور خاتم کے معنیٰ میں کہتا ہے:

''ہر چیز کا خاتم اس کا اختتام اور آخرہے اور خاتم سے مراد وہ مہر ہے کہ جومٹی پرلگائی جاتی ہے'' جب کوئی خطختم ہوجا تا ہے اور اُسے بند کر دیا جا تا ہے تو جہاں سے اُسے بند کیا جا تا تھا وہاں نرم مٹی کا کچھ حصدلگا کراُسے مہر بند کر دیا جا تا تھا تا کہ کوئی غیر شخص اس خط کو نہ کھول سکے ۔ کیونکہ اسے کھولنے کے لئے اسکی مہر کوتوڑنا ضروری ہوتا ہے۔

دوسرے تمام علائے لغت نے بھی بہی معنی ابیان کیا ہے اور خاتم سے مرادوہ چیز لی ہے جو کسی شئے کا اختتام بنے یا وہ مہر جو آخر میں لگائی جاتی ہے۔ کتاب ''انتحقیق'' جو عربی لغت کی ایک جامع کتاب ہے، اس میں عربی لغت کے بزرگان کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: ''تحقیق یہ ہے کہ اس مادے کی ایک ہی اصل ہے، جو آغاز کے مدمقابل ہے یعنی بکسی چیز کا مکمل ہوجانا اور آخروا نہتا تک پہنچ جانا''۔ ﷺ زمانہ قدیم سے لیکر عصر حاضر کے مفسرین اسلام نے بھی مذکورہ بالا آیت سے اس کے علاوہ اور کوئی معنی امراد نہیں لیا، یعنی ؛ خاتم النہ تین سے مراد آخری نبی ہیں۔ تیسری صدی ہجری کے مشہور مفسر''محمد بن جریر طبری'' کی تفسیر سب سے قدیم تفسیر ، وہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وَ"خَاتَمَ النَّبيِّينَ"الَّنَايِ خَتَمَ النُّبُوَّةَ فَعَتَمَ عَليهٰا فَلا تُفْتَحُ لِاَحِدِبَعُدَهُ إلى قيام ِ السَّاعَةِ"

'' خاتم النبیین وہ ہے، کہ جس پرخدانے نبوت کوختم کردیا ہے اوراس پرمہرلگادی ہے جوکسی کے لئے تا قیام قیامت نہیں کھولی جائے گی۔' 🇓

شیخ طوئے بھی فقداورتفسیر کے بزرگ علماء میں سے ہیں جو پانچو یں صدی ججری کے ابتدائی سالوں میں ہوگذر سے ہیں،وہ اپنی مشہور کتاب' تبیان''میں میں'' خیاتکۂ النّبیّین'' کے ذکر کے بعد لکھتے ہیں:

🛚 التحقيق، مادهُ ختم

🖺 تفسیر طبری، جلد ۲۲ ، صفحه ۱۲ ـ

## "أَيْ آخِرُهُمْ لِإِنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْنَهُ إلى يَوْمِ الْقِيامَةِ"

یعنی: '' پیغمبراسلام سلان آلیکی انبیاء میں سے آخری نبی ہیں کیونکہ ان کے بعد قیامت تک کوئی اور نبی نہیں آئے گا''

شیخ طوس کے نے نصف صدی بعد عظیم مفسر'' طبر تی'' آئے ہیں ،اُنھوں نے بھی اس آیت کے ذیل میں اسی صراحت کے ساتھ مذکورہ معنیٰ بیان کرتے ہوئے اس کی وضاحت کی ۔ ﷺ

چھٹی صدی ہجری کے ایک اورمفسر''ابوالفتوح رازگ''اپنی فاری زبان میں لکھے جانے والی تفسیر میں'' خاتئم النَّبهَین'' کے بارے میں ایک بہت ہی دلچیپ تعبیراختیار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:انبیاء میں سے آخری نبی کہ جسےتم مہرنبوت سمجھو، اُس کی نبوت کے ذریعے بعثت انبیاء کے درواز بے کومہر (بند) کردیا گیاہے''۔ ﷺ

اسی طرح چھٹی صدی ہجری میں اہل سنت کے مشہور مفسر'' فخر رازی'' کلمہ'' لحاتئہ النَّب بیّین ''کے بعد لکھتے ہیں:اس کا مطلب یہ ہے کہ'(لا نَبِیَّ بَعُدَکُهُ''(اس کے بعد کوئی بھی نبی نہیں ہے )اوراس کی شریعت اس طرح مکمل ہوگئ ہے کہ س کے بعد بیان کے قابل کوئی چزیا تی نہیں رہی''۔ ﷺ

اسی طرح ہرصدی کے باقی مفسرین سے لیکر معاصرین تک سب نے بھی یہی معنیٰ ذکر کیا ہے۔ قابل توجہ بات یہ کہ قر آن مجید میں مادہُ'' خوتھ ''اوراس کے مشتقات، مذکورہ بالاآیت کے علاوہ سات جگہ پراستعال ہوئے ہیں جن میں بغیر کسی استثناء کے کسی چیز کے ختم ہوجانے یا اس مہر کے معنیٰ میں ذکر ہوئے ہیں جوآخر میں لگائی جاتی ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ مذکورہ آیت کا اس کے علاوہ اور کوئی مفہوم نہیں ہے کہ پیغیبراسلام سان آئی ہی پرسلسلہ انبیا ختم ہوتا ہے اور آپ ہی وہ مہر ہیں جس سے دفتر رسالت کوختم کیا گیا ہے۔'' نہج البلاغ'' اور دیگر اسلامی روایات میں بھی'' خاتم'' اسی معنیٰ میں آیا ہے، جس کی طرف اس بحث کے آخر میں اشارہ کیا جائے گا۔

## چندسوالول کاجواب

ا کبھی کہاجا تا ہے' خاتم'' کامعنی زینت ہے۔ بنابریں آیت کامفہوم بیہ ہے کہ پیغیبراسلام سلٹٹالیا پہلی تمام انبیاء کی زینت تھے نہ کہاُن کےسلسلے کوختم کرنے والے لیکن متوجہ رہنا چا ہے کہ خاتم کسی بھی وقت زینت کے معنیٰ میں استعال نہیں ہوا بلکہ''انگشتر'' (انگوٹھی ) کے معنیٰ میں ہے اور یہ بہت ہی غلط تعبیر ہے کہ ہم کہیں پیغیبراسلام انبیاء کی انگشتر ہیں،اس کے علاوہ ہم نے کہاہے کہ'' خاتم'' کا اصلی مطلب

<sup>🗓</sup> تفسيرالتبيان، جلد ٨، صفحه ١٣ ٣

<sup>🖺</sup> مجمع البيان، جلد ٧٠ صفحه ٣٦٢

<sup>🖺</sup> تفسيرابولفتوح رازي،جلد ٩ ،صفحه ١٦٢

<sup>🖺</sup> تفسیر فخررازی، جلد ۲۵، صفحه ۲۱۴

انگشترنہیں ہے بلکہ وہ مہرہے جوخطوط،معاہدوںاور کتابوں کے آخر میں لگا کرائنہیں لاک اور بند کردیا جاتا ہے اور پھرمہز''خاتئے''اوراختتام پرلگائی جاتی ہے،اس لئے جس چیز سے خطوختم کرتے تھے،اُسے خاتم کہا جانے لگا (پیجھی یا درہے کہ''خَاتم''ت کی فتح کے ساتھ کا مطلب ''کہا تیخیتے کہ بیہ'' ہے یعنی؛وہ چیزجس سے کسی کام کوختم کیا جائے )

یہ بات بھی قابل تو جہ ہے کہ نزول قرآن کے زمانے میں اوراُس کے صدیوں بعد بھی لوگوں کی اصلی مہر، اُن کی انگوٹھیوں پرنقش ہوتی تھی اوروہ اپنی انگوٹھی کے ذریعے وہ خطوط وغیرہ پرمہر لگاتے تھے۔اسی لئے پیغیبراسلام سلیٹھالیکیٹی کے حالات میں آیا ہے:

«إِنَّ خَاتَمَ رَسُولِ الله كَانَمِن فِضَّة نَقُشُهُ فَحَبَّ لُرَسُولُ اللهِ (ص)»

يعنى: ''رسول الله مله الله الله على الكوشي جاندي كي هي جس كانقش ' محمد رسول الله' مله الله ' تا الله

بعض تواریخ میں آیا ہے کہ چھٹی ہجری کے واقعات میں سے ایک واقعہ بیہ ہے کہ پیغمبرا کرم سلیٹٹائیلیٹر نے اپنے لئے نقش والی پر

انگوشی بنوائی اور بیاس کئے تھا کہآ پ کے صحابہ سے نے عرض کیا کہ بادشاہ ایسے خطوط کوئییں پڑھتے جومہر کے بغیر ہوتے ہیں۔ 🗓

کتاب''طبقات'' میں بھی آیا ہے جس وقت پیغیبراسلام سلیٹھا آپٹی نے اپنی دعوت کو دسعت دینے اور دنیا کے مختلف حکمرانوں کو خط لکھنے کا ارادہ کیا تو حکم دیا کہ آپ کے لئے امگوٹھی تیار کی جائے ، جس پر''محدرسول اللہ'' کندہ ہو۔ چنا نچہ آپ اپنے خطوط پراس سے مہر لگاتے تھے۔ ﷺ

اس بیان سےاچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ لفظ خاتم کا موجودہ زمانے میں اگر چیزینت وزیور کے طورانگوٹھی پر بھی اطلاق ہوتا ہے لیکن اس کی اصل'' ختم'' سے لی گئی ہے جو'' انتہا'' کے معنیٰ میں ہے اور نزول قر آن کے اور اس کے بعد کے زمانے میں ان انگوٹھیوں کو کہاجا تا تھا، جن سے خطوط کو نتم کر کے اُن پر مہر لگاتے تھے۔اس کے علاوہ یہ مادہ قر آن مجید میں بھی متعدد مواقع پر استعال ہوا ہے، لہذا قر آن بعض کفار کے بارے میں فرما تا ہے:

«خَتَمَ اللهُ عَلىٰ قُلُومِهِمْ وَعَلَى سَمُعِهِمْ»

یعنی: اللہ تعالیٰ نے اُن ( منافقین ) کے دلوں اور کا نوں پرمہر لگادی ہے اور حق کے بارے میں اُن کے سجھنے اور سننے کی طاقت ختم ہوگئی ہے۔ ﷺ قیامت کے بارے میں فرمایا:

🗓 سنن بيهقى، جلد • ا بصفحه ١٢٨ ورفر وغ كافي، جلد ٢ ، صفحه ٧٤ ، باب نفس الخُواتيم حديث اول (كانْ نَقسشُ خاتَه النبي محمد رسول الله)

<sup>🖺</sup> سفينة البجار، جلدا ، صفحه ٢ 🗠 ٣

<sup>🖻</sup> طبقات کبری،جلدا،صفحه ۲۵۸

سابقره ۱۷

## "ٱلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى ٱفُواهِهِمُ"

لعنی: ''آج ہم ان کے منہ پرمہرلگادیتے ہیں اور اُن کی باتوں کوختم کردیتے ہیں۔'' 🗓

بہر حال عربی زبان اورادب میں اس کلمے کے مادہ اور معانی اوراس کی گفت ومشتقات کے استعال سے معمولی ہی آگا ہی سے بی بات واضح طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ کلمہ'' نجا تکھیہ النّاجیتین کی کاسوائے ختم کردینے والے کے اورکوئی نہیں معنی نہیں ہوسکتا۔

## دوسراسوال:

یہاں بعض جاہل افراد کی طرف سے ایک اورانہائی کمزوراعتراض بیکیا گیا ہے کہ قرآن کا کہنا ہے: پیغیبراسلام " ''نخاقہ در النَّدِیّین َ''یعنی: نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں نہ کہ''رسولوں کے ختم کرنے والے ہیں جمکن ہے انبیاء کا سلسلہ آپ کے ظہور کے ساتھ ختم ہوجائے کیکن رسولوں کا سلسلہ ختم نہ ہو۔

### جواب:

ید درست ہے''نبی'' کا مطلب ہروہ پیغیبر ہے کہ جس کی طرف اللہ کی طرف سے وتی ہوتی ہے،خواہ وہ تبلیغ پر مامور ہے یا نہیں ، آسانی کتاب کا حامل ہے یانہیں؟لیکن''رسول''سے مرادوہ پیغیبر ہے جوتبلیغ پر مامور ہوتا ہے، دوسر سے الفاظ میں ہرنبی،رسول ہوتا ہے لیکن ہررسول نبی نہیں ہوتا۔

اس وضاحت کے ساتھ مذکورہ بالاسوال کا جواب بالکل واضح ہوجا تا ہے، چونکدا گرکوئی خاتم انبیاء ہے تو وہ بدرجہاولی خاتم الرسل بھی ہے جیسا کہاو پر کہا گیا ہے ہررسول، نبی بھی ہے چونکہ رسالت کا مرحلہ، نبوت سے کے مرحلے سے بلند ہوتا ہے۔ یہ بات بالکل ویسے ہی ہے جیسا کہ فلال شخص سرز مین حجاز سے باہرنگل جاتا ہے تو یقیناوہ ملہ سے بھی باہرنگل جاتا ہے، لیکن اگر ہم کہیں کہ فلال شخص مکہ میں نہیں تو ممکن ہوتے تو ممکن تھاوہ خاتم شخص مکہ میں نہیں تو ممکن ہوتے تو ممکن تھاوہ خاتم الرسلین ہوتے تو ممکن تھاوہ خاتم النبیاء نہیں تو یقینا آ ہے خاتم مرسلین بھی ہوں گے۔

مذکورہ بالا آیات کے ایک جھے میں کچھانی تعبیرات استعال ہوئی ہیں کہ جن کو بہت سے علماء مسئلہ خاتمیت کی واضح دلیل سجھتے ہیں ۔ بالفرض ہم ان کی دلالت کواتناواضح نہیں بھی جانتے ،لیکن کم از کم اُنہیں اس مسئلے پرقر ائن وشواہد کے طور پرتو قبول کر سکتے ہیں: ا۔اس قسم کی پہلی آیت میں آیا ہے:

''جولوگ ذکر (قرآن) کے اپنے پاس آجانے کے بعد اس کے منکر ہو گئے (وہ بھی ہم سے نہیں حیب سکیں گے ) اور بیا یک الی کتاب ہے جو قطعاً نا قابل شکست ہے کہ کوئی باطل نہ تواس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نه اس كَ يَحْهِ سَ يُونكه يصاحب عَمت اورقابل تعريف الله كلطرف سے نازل كَ مَّى ہے' ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّ كُو لَهَا جَاءَهُمُ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ لِلاَيَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلاَمِنْ خَلْفِهِ تَنزِيلُ مِنْ حَكِيمٍ حَمِينَ

اس آیت میں ' باطل' سے مرادوہ چیز ہے کہ جھے باطل کیا جائے یا منسوخ کیا جائے ، بنابریں ایسی کتاب ابدی اور دائی ہوگی اور بیخوداس دین کی خاتمیت کی دلیل ہے کہ جس سے بیہ کتاب تعلق رکھتی ہے، یہی آیت عدم تحریف قرآن پر بھی دلالت کررہی ہے۔ ممکن ہے بیہ کہا جائے کہ'' باطل'' لغت میں مبطل'' ( باطل کرنے والا ) کے معنی امیں نہیں ہے، لہذا آپ اس آیت کی بیٹفسیر کس طرح کر سکتے ہیں؟اس کے جواب میں بیہ کہا جائے گا کہ یہاں بہت سے مفسرین نے باطل کے معانی میں سے ایک معنی مبطل ہی ذکر کیا ہے۔ 🗓

یں ۱۰ رہے بواب میں میہ ہوجا جاتے ہوں بہت سے سریل سے باس سطاق میں ہے۔۔۔ اس سے پہلے فرمادیا ہے کہ' مید کتاب عزیز اور نا قابل شکست ہے''جواس کی بقاء اور دوام پرواضح دلیل ہے۔ اس سے پہلے فرمادیا ہے کہ' مید کتاب عزیز اور نا قابل شکست ہے''جواس کی بقاء اور دوام پرواضح دلیل ہے۔

اس کے بعد دوسری آیت میں فرمایا:

''لا زوال اور بابرکت ہے وہ ذات جس نے قر آن اپنے بندے پر نازل فر مایا تا کہ وہ عالمین کو (عذاب خداہے ) ڈرائے''

«تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرُقَانَ عَلَى عَبْدِيدِلِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا»

''عالمین'' کے کلمے میں تمام جہان شامل ہیں ، کیونکہ اس کے ساتھ کسی قیم نہیں لہذا بیاس دنیا کے ختم ہوجانے تک ہرزمانے کے لوگوں کو شامل ہے ، نہ فقط از نظر مکان محدود نہیں بلکہ از نظر زمان بھی لامحدود ہے اور آئندہ آنے والوں کو بھی شامل ہے ، اسی لئے بہت سے مفسرین نے اس سے اسلام کا عالمی دین ہونا بھی اور اس کا ابدی اور دائی ہونا بھی مرادلیا ہے ۔ ﷺ

بینکتہ بھی قابل تو جہ ہے کہ 'عالمین' مادہ ' 'علم' سے لیا گیا ہے جوانسان کے علم کی وسعتوں میں آنے والی تمام اشیاء کو شامل ہے تی آسان وزمین بھی اس میں آتے ہیں، لیکن آیت میں آنے والے کلمہ ' انذار' کی وجہ سے اس کامفہوم فقط اس کا نئات کی مکلف مخلوقات تک محدود ہوجا تا ہے۔ بہر حال تیسری آیت سے استدلال بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس آیت کے مطابق پیغیمراسلام فرماتے ہیں:

'' بیقر آن مجھ پروی کیا گیا ہے تا کہ میں تمہیں اوراُن تمام لوگوں کوڈراؤں جن کے کا نوں تک قر آن پہنچاہے''

ت جیسا کہ شیخ طوی '' نے '' نبیان' میں ،علامہ طبریؒ نے'' مجمع البیان' میں ،علامہ طباطبائی ؒ نے''المیز ان' میں اور آلوی نے'' روح المعانی'' میں اور پھر دوسر سے بہت سے مفسرین نے اس آیت کے نیچے میں یہی معنی اذکر کیا ہے۔

<sup>🗓</sup> تِفْسِرِ فْخِر رازى جلد ۲۴ ،صْخْحِه ۴۵ يَفْسِر قرطبي ،جلد ۷ ،صْخْحِه ۷۱۸ ۴ ـ روح البيان ،جلد ۲ ،صْخْع ۱۸۸

"أُوحِي إِلَيَّ هٰنَا الْقُرُآنَ لِأُنْذِرِ كُمرِبِهِ وَمَنْ بَلَغَ" جمله "وَمَنْ بَلَغَ"

انسانوں کوشامل ہے اور اسلام کے عالمی اور ابدی ہونے پرایک دلیل ہے۔

علامطری "" بمجمع البیان "میں اس آیت کے ذیل میں وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں اس سے مرادیہ ہے کہ

«وَمَنْ بَلَغَهُ الْقُرْآنُ إِلَىٰ يَومِ الْقِيامَةِ»

لعنی: ''وہ تمام لوگ جن تک قیامت تک قرآن پہنچار ہے گا''اس آیت میں شامل ہیں ۔ 🎹

بہت سے قدیم اور جدید مفسرین نے بھی اس آیت کے تحت بحث کرتے ہوئے اسکی مسئلہ'' خاتمیت'' پر دلالت کو واضح طور پر بیان کیا ہے مجملہ تیسری صدی کے علاء میں سے ایک'' ابوالفتو ح رازی'' ہیں جنھوں نے اپنی تفسیر'' روح البیان'' میں اور پھرعلامہ طباطبائی '' نے''المیز ان'' میں اسے بیان کیا ہے۔ مذکورہ بحث کی آیات نمبر ۲۰،۵،۲ ، کمیں بھی ( مسئلہ خاتمیت پر )اس طرح کی دلالت ہے۔

کیونکہ آیت نمبر ۴ میں '' کافی آئے لِلنّاس '' کے الفاظ آئے ہیں جو عام لوگوں کو شامل ہوتے ہیں اور آیت نمبر ۵ میں ' ' إِنِّی رَسُولُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ بَحِيعًا ''' نمیں آپ سب کی طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں'' جیسے کلمات آئے ہیں، آیت نمبر ۲،۷ میں بھی عالمین اور جہانوں کا ذکر ہوا ہے کہ جو زمان و مکان کے لحاظ سے ایک وسیع مفہوم کا حامل ہے۔ یہ آیات مجموعاً '' قرآن کی جاودائگی'' اور '' پینمبراسلام حالیٰ آئیلِ کی خاتمیت'' کے مسئلے پر تائیدو تاکید کر رہی ہیں۔ بعض اہل قلم نے اس سلسلے میں کچھ دوسری آیات بھی ذکر کی ہیں، چونکہ ان کی دلالت کافی نہیں سمجھی جاتی ، اس لئے اُنہیں یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

## اسلامی روایات کی روشنی میں خاتمیت

حبیبا کہ پہلے بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اسلام کے ابدی ہونے کا عقیدہ تمام مسلمان علماء کے نز دیک متفق علیہ ہے، بلکہ یہ دین کی ضروریات میں شار ہوتا ہے، اس عقیدے کا سرچشمہ قرآنی آیات کے علاوہ بے شارالیں روایات بھی ہیں کہ جوخود پنیمبرگرامی اسلام سلاھا آپیلم کے علاوہ دیگرائمہ معصومین نے سے بھی منقول ہیں جومجموعاً ایک کتاب کی شکل اختیار کرسکتی ہیں، اس مختصر باب میں بطور نمونہ ہم ان کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

ا ـ متعددروایات میں سلسلہ انبیاء کے ختم ہونے کا مسلہ پیغیبرا سلام سل ٹھاییا کی زبان مبارک سے نقل ہوا ہے۔ بیروایات ایک وسیع باب کی صورت اختیار کرتی ہیں، منجملہ چندروایات بیرہیں:

ا - ایک مشهور حدیث میں ہے کہ جو بہت ی حدیث وتفسر کی کتابوں میں نقل ہوئی ہے، پیغبراکرم طابع آیہ فرماتے ہیں: "مَثَلَى وَمَرَثَلُ الْأَنْبِياءُ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنیٰ داراً فَأَتَمَّهُا وَ ٱكْمَلَهُا اِلاَّ مَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَجَعَلَ

🗓 مجمع البيان، جلد ۱۳ ور ۴، صفحه ۲۸۲

النَّاسَ يَلُخُلُونَهُا وَيَتَعَجَّبُونَ مِنْهُا وَيَقُولُونَ: لَوْلا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ قَالَ رَسُولُ اللّهِ(ص)فَأَنَامَوْضِعُ اللّبنَةِ جِئْتُ فَخَتَمْتُ الْأَنْبِياءَ

گذشتہ انبیاء کے مقابلے میں میری مثال اس شخص کی سی ہے کہ جو بہت ہی خوبصورت اور دکش مکان تعمیر کرے،لوگ اس کے گرد چکر لگا نمیں اور کہیں کہ اس سے بہتر کوئی عمارت نہیں، لیکن اس کی صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور پھر آپ نے فرمایا: میں وہی آخری اینٹ ہوں، میں انبیاء کے سلسلے کوختم کرنے کے لئے آیا ہوں' ۔ []

یمی حدیث ایک دوسر عطر یقے سے بھی نقل ہوئی ہے جس کے آخر میں آیا ہے:

«فَأَنَا اللَّبِنَةُ وَانَا لِحَاتَمُ النَّبِيِّينَ»

ليني: ''ميں وه آخري اينٿ ہوں ، ميں ہي خاتم النبيين ہوں'' \_ 🗓

یمی مطلب بہت سے دوسر رطر یقول سے بھی نقل ہوا ہے۔ 🖺

نیز تفسیر'' مجمع البیان'' میں بیرحدیث اس شکل میں نقل ہوئی ہے ، اُس کے مطابق: ایک صحیح حدیث میں جابر بن عبداللہ انصاری ؓ نے پیغیبرا کرم سالاٹھائیلیلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا مَثَلَى فِي الْأَنْبِياءُ كَمَثَلَ رَجُلٍ بَنِي دَاراً فَأَكُمَلَهَا وَحَشَّنَهُا اللَّمَوْضِعَ لَبِنَةٍ فَكَانَ مَنْ دَخَلَهَا فَنَظَرَ اِلَيْهَا قَالَ مَا آحُسَنَهُا اللَّمَوْضِعَ هٰذِهِ اللَّبِنَةِ، قَالَ (ص): فَأَنَا مَوْضِعُ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِيَ الْأَنْبِياءُ.

یعنی: ''انبیاء کے درمیان میری مثال اس شخص کی سی ہے جوایک مکان تغمیر کرے اور اسے کممل کرے اور خوبصورت بنائے کیکن اس کی صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے ، الوگ اس کے اندر داخل ہوں اور کہیں کہ اس سے بہتر کوئی عمارت نہیں، صرف ایک اینٹ کی جگہ خالی ہے اور پھر آپ نے فر مایا: میں وہی آخری اینٹ ہوں، میں انبیاء کے سلسلے کوختم کرنے کے لئے آیا ہوں۔''

<sup>🗓</sup> صحیحمسلم، ج ۴،ص ۱۷۹۱،حدیث ۲۰،۲۱،۲۲

ا تا صحیح مسلم، ج ۴، ص۱۹۹۱، حدیث ۲۰،۲۱،۲۲۳

<sup>🖺</sup> صحیحمسلم، چهم، ص ۱۷۹۱، حدیث ۲۰،۲۱،۲۲

اس کے بعدوہ کہتے ہیں بیحدیث' صحیح بخاری''اور' صحیح مسلم''میں بھی نقل ہوئی ہے۔ 🗓

نیزیے حدیث''منداح حنبل''''ترندی''''نسائی''اور حدیث وتفسیر کی دوسری بہت ہی کتابوں میں بھی نقل ہوئی ہےاور بہت ہی مشہورا حادیث میں شار ہوتی ہے۔علامہ طباطبائی ''اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہی مطلب بخاری ومسلم کےعلاوہ ترندی

،نسائی، احمداورا بن مردویہ نے جناب جابر کےعلاوہ دوسروں سے بھی نقل کیا ہے۔ 🗉

۲۔'' نہج البلاغہ''میں بھی متعدد خطبول میں'' پیغیبراسلام سلاھ اللہ اللہ کی خاتمیت'' کے مسکلے کے بارے میں صراحت کی گئی ہے، خطبہ نمبر ۱۷۲ میں ہم دیکھتے ہیں:

«أمينُ وَحْيِهِ وَخَاتَمُ رُسُلِهِ»

یعنی:'' حضرت محمد سلیفاتیا وی الهی کے امین اور خاتم الرسل تھے''

خطب نمبر ۱۳۳ میں آیاہے

"خَتَمَ بِهِ الْوَحْيَ"

لعنی:''اللّٰہ تعالٰی نے وی کوأن کے ذریعے حتم کیا''

خطب نمبر ۲۷ میں حضرت علی - پیغمبر سالٹھ ایٹی پر درود بھینے کے بعد آی کی اس طرح تعریف کرتے ہیں:

"اَلْخَاتِمُ لِلمَاسَبَقَ وَالْفَاتِحُ لِمَا انْغَلَقَ"

وہ جو گذشتہ انبیاء کی نبوت کوختم کرنے والا اور بندا مور کو کھو لنے والے تھے'' خطبہ نمبر ۸۷ میں لوگوں کومخاطب کر کے

#### فرماتے ہیں:

"أيُّهَا النَّاسُ خُذُوها عَنْ خَاتَمِ النَّابِيِّين:"

لعنى: "العلو گو!اس حقيقت كوخاتم النبيين سے حاصل كرؤ"

نهج البلاغه کے پہلے خطبے میں فرماتے ہیں:

«بَعَثَ اللهُ سُبُعَانَهُ هُمَهُ ما (ص) لِإِنْجَازِ عِدَتِهِ وَإِثْمَامِ نُبُوَّتِهِ»

یعن: '' الله تعالی نے حضرت محمد صلی الیہ الیہ کو اپنے عہد کو یورا کرنے اور اپنی نبوت کو کامل وتمام کرنے کے

ليُ مبعوث فرمايات "

یا درہے کہ''بحارالانوار'' کی ۱۱۰ جلدوں پر کمپیوٹر کے ذریعے ایک وسیع تحقیق انجام دینے کے بعدمعلوم ہواہے کہ کلمہ'' خیا تَتُ مُد

🗓 مجمع البيان، ج ٧ اور ٨، صفحه ٣٦٢

🖺 الميز ان،جلد١٦، صفحه ٣٢٧

النَّدِيةِينَ ''یا''نحاتَهُ الرُّسُل''اور''نحاتَهُ الْآنْدِیاء ''بحارالانوار( کیجلدنمبر ۲ تا۱۰) میں تین سوسے زیادہ مرتبہآ یا ہے۔ جن میں سے زیادہ تر حصہ معصومین ÷ کی روایات میں اور کچھ علامہ مجلسی ؓ کی توضیحات میں ذکر ہوا ہے۔اس سے اچھی طرح معلوم ہوتا ہے کہ خود پیغیبرا کرم صلاّ ٹھالیہ کے ذریعے مسکد تم نبوت مسلمانوں کے درمیان اور پھر ہر دوراور ہرمقام پر کس قدر شہرت کا حامل رہاہے۔ 🎞

اللسنت كى كتابول مين بهى بار ماكلمة 'خاتَمُ النَّبِيين ' يا ' خاتم الانبياء " آيا - الله الله الله المائم

۳۔ مشہور ومعروف''حدیث منزلت''جو بہت کی شیعہ وسیٰ کتب میں حضرت علی - کے بارے میں نقل ہوئی ہے اور بیمشہور اور متواتر احادیث نبوی میں شار ہوتی ہے، بیحدیث بھی اس مسئلہ پرایک واضح دلیل کی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ پنیمبرا کرم 'اپنی سپاہ کے ساتھ ''جنگ تبوک'' کی طرف جانے گلے <mark>تو حضرت علی</mark> -کواپنی جگہ مقرر فرماتے ہوئے فرمایا:

"أَنْتَ مِتِّى مِمَنُزِلَةِ هُرُونَ مِنْ مُوسِى إِلاَّ أَنَّهُ لا نَبِيَّ بَعْدى"

لینی:''تمہاری نسبت میرے ساتھ وہی ہے جو ہارون کی نسبت موسی کے ساتھ تھی سوائے یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے' ﷺ

یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ بیہ جملہ پیغیبرا کرم سلاٹھائیا ہی نقط واقعہ''جنگ تبوک'' کے دوران ہی نہیں فرمایا، بلکہ بہت سے دوسرےموقعوں پر بھی اس کی تصریح فرمائی ہے،واقعہ تبوک کےعلاوہ کم از کم چھمواقع پر بیہ جملہ آنحضرت گی زبان مبارک سے ئنا گیا ہے: ا۔''مواخات اول'' کے دن۔

۲۔ 'مواخات دوم'' کے دن۔

سر جب پیغیر سالٹھالیل نے ''اُم سلیم'' کواس کے باپ اور بھائی کی شہادت پرتسلی دی۔

۴۔ وہ حدیث جواسی سلسلے میں ابن عباس نے عمر سے قال کی ہے۔

۵۔وہ حدیث کہ جو''حضرت حمز ہُ سیدالشہد اء'' کے بیچے کی سرپرستی کے بارے میں گفتگو کے وقت نقل ہوئی ہے۔

۲۔اُس حدیث میں جوامام علیؓ اور پینمبرا کرم ؓ کے گھر کے دروازوں کے علاوہ مسجد میں کھلنے والے تمام دروازوں کو بند کرنے کے

بارے میں نقل ہوئی ہے۔ آ

<sup>🗉</sup> حوزہ علمیہ قم کے مرکز کمپیوٹر کے شکر پیر کے ساتھ کہ جنہوں نے پیہ ۲۲ صفحات پرمشتمل مجموعہ'' پیام قرآن'' کے دفتر کے سپر دکیا۔

ت ' <sup>دل</sup>معجم المفھر س لالفاظ الحديث النبوي'' مادهُ'' ختم'' کي جانب رجوع ليجيئے۔

<sup>⊞</sup>ا ہم بات بیر کہ اس حدیث کواہل سنت کے طریقے سے • کہ اسناد کے ساتھ اور اہل ہیت ÷ کے طریقے سے • کہ اسناد کے ساتھ فقل کیا گیا ہے منجملہ کتب جن میں بیر حدیث نقل ہوئی ہے، بیرہیں: صحیح مسلم ،صحیح بخاری ،سنن ابن ماجہ،مستدرک حاکم ،مسند احمد شنبل ، ذخائر انعقلیٰ ، الصوائق المُحرقتہ، کنز انعمال ، بیا نتیج المودة وغیرہ منریدوضا حت کے لئے''المراجعات'' مکتوب نمبر ۲۸ کی طرف رجوع سیجئے۔

<sup>🖻</sup> مزیدوضاحت کے لیے تفیر نمونہ، جلد ۲ مبھی ۲ سے ۳۲ سورہ اعراف) اور المراجعات، مکتوب ۳۲ کی طرف رجوع کیجئے۔

اس حدیث سے بہت واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبراسلام سَلَاتُهٰ اِلِیَہٖ کے بعدکوئی بھی نبی نہیں آئے گا ،اوریہ مسکہ پیغمبرا کرم سَلَاتُهٰ اِلِیہٖ کے ظہور کے زمانے سے ہی واضحات میں سے ثار ہوتا ہے۔

۴۔ بہت میں احادیث میں آیا ہے اسلامی احکام اس دنیا کے اختتام تک باقی اور جاری رہیں گے اور یہ چیز سوائے پیغمبر اسلام سلیٹھائیل کی خاتمیت کے کسی اور چیز سے ساز گارنہیں ، کیونکہ ایک نئے پیغمبر کے آنے کے ساتھ سابقہ پیغمبر کے کم از کم احکام تومنسوخ ہوجا نمیں گے۔اسی سلسلے میں ہم اصول کا فی میں دیکھتے ہیں:

«حَلالُ هُحَمَّدٍ حَلالٌ آبَداً إلى يَوْمِ الْقِيامَةِ وَ حَرَامُهُ حَرامٌ آبَداً إلى يَوْمِ الْقِيامَةِ لاَ يَكُونُ غَيْرُهُ وَلا يَجِئُ غَيْرُهُ»

یعن: ''حلال محرُرُ، قیامت کے دن تک حلال ہے اور حرام محرُتا قیامت حرام ہے اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوگا اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی آئے گا'' ۔ 🎚

یمی مطلب ایک دوسری جگہ بھی آیا ہے: انبیاء کا ذکر کرنے کے بعدا مام جعفر صادق - نے فرمایا:

«حَتَّى جَاءً هُمَّةً لَّا(ص) فَجَاءً بِالْقُرُآنِ وَ بِشَمِيعَتِهٖ وَ مِنْهَاجِهٖ فَعَلَالُهُ حَلَالٌ إلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَحَرَامُهُ حَرَامُ إلى يَوْمِ الْقِيَامَةِ "

یعنی:'' پیغمبرا کرم سلیٹھالیلم قرآن،شریعت اور اپناطریقه کیکرآئے ہیں، پسآپ کا حلال تاروز قیامت حلا ل ہے اورآپ کا حرام بھی تاروز قیامت حرام ہے''۔ ﷺ

اس کے علاوہ اس مشہور روایت سے واضح ہوجا تا ہے کہ تینمبراسلام سل شاہیہ نفظ ''خاتئد الْآئیدیاء'' ہیں، بلکہ آپگادین اوراحکام ودستورات بھی جاودانی ہیں اوراُن میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوگی اور جن لوگوں کا خیال ہے کہ وہ مسئلہ خاتمیت کو قبول کر کے اپنے زعم میں اسلام کے احکام و تعلیمات میں کچھ تبدیلیاں لے آئیں گے، وہ سخت غلط فہمی کا شکار ہیں۔ چونکہ مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کی جاودائلی ،اُس کی تعلیمات واحکام کی جاودائلی کے ساتھ ہے۔علامہ مجلسی " نے بھی بحار الانوار کی بہت سی جلدوں میں سے حدیث نقل کی ہے۔ آ

۵۔معروف خطبہ'' حَجَٰهٔ الْوِ دُاع'' جو پیغیبراسلام سلیٹھائیکٹِ نے اپن حیات مبار کہ کے آخری سال اور آخری حج کے دوران لوگوں کے لئے ایک جامع وصیت نامے کے طور پر بیان فرما یا تھا،اس خطبے کے آخر میں آپؓ نے مسّلہ''خاتمیت'' کے بارے میں صراحت

<sup>🗓</sup> أصول كافي،جلدا، صفحه ۵۸، حديث ١٩\_

<sup>🖺</sup> اُصول کا فی ،جلد ۲ ،صفحه ۱۷ ،حدیث۔

<sup>🖺</sup> بحار، جلد ۲، صفحه ۲۲۰، حدیث ۱۷

#### کے ساتھ فرمایا:

"اَلْا فَلْيُبَلِّغُ شَاهِلُ كُمْ غَائِبَكُمْ لا نَبِيّ بَعْدى وَلا أُمَّةَ بَعْلَ كُمْ"

لین: '' آگاہ ہوجاو اور حاضرین ، غائبین تک پہنچادیں کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور نہ تمہارے بعد کوئی اور اُمت ہوگی''۔اس کے بعد آپ نے اپنے دست مبارک آسان کی طرف بلند کیئے اور فرمایا:''اَللَّهُمَّ

الشُهَدُ إِنِي قَدُ بَلِغُتُ ''لِعِنْ:''خدایا، گواه رہنا کہ میں نے جو یکھ پہنچانا تھا پہنچادیا ہے''۔ 🗓 .

٢ - پغیمراسلام سالفایی بن فیل مونوالی ایک اورمشهور حدیث میس آیا ہے:

﴿إِنَّ الرِّسْالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قُلِوانُقَطَعَتْ فَلاْ رَسُولَ بَعْدى وَلاْ نَبِيٌّ ·

یعنی: ''رسالت اور نبوت کا سلسلم منقطع ہو گیاہے میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گانہ کوئی نبی''۔ 🗓

یہ حدیث اس لحاظ سے بہت ہی اہم ہے کہ اس نے اُن بہانہ ساز افراد کے بہانوں کا راستہ بند کردیا ہے،جو کہتے ہیں، آپؑ ''خاتم الانبیاء''ہیں نہ کہ' خاتم الرسل''

کے روایات کے اسلسلے کوہم ایک اور حدیث نبوی کے ساتھ ختم کرتے ہیں: کتاب 'اسد الغابَة' 'میں آیا ہے کہ رسول اکرم طاق اللہ ہے کہ اللہ الفائیۃ ' کی اجازت چاہی تا کہ آپ کے ساتھ میں اللہ ہے کہ سے مدید ہجرت کرنے کی اجازت چاہی تا کہ آپ کے ساتھ آملیں، (بعض روایات کے مطابق حضرت عباس ٹ کا شار اُن مئومنین میں ہوتا تھا جنہوں نے اپنا ایمان پوشیدہ رکھا ہوا تھا، اور پیغیر ' کی اجازت سے مکہ میں ہی رہ گئے تھے اور مشرکین کی خبریں آنحضرت تک پہنچاتے تھے اور مکہ کے مسلمان بھی اُن کی وجہ سے مطمئن تھے لیکن اجازت سے مکہ میں ہی رہ گئے تھے اور مشرکین کی خبریں آنحضرت تک پہنچاتے تھے اور مکہ کے مسلمان بھی اُن کی وجہ سے مطمئن تھے لیکن جب اسلام نے کافی ترقی کرلی تو حضرت عباس ٹ نے پیغیرا کرم سالٹھ آئی ہے جبرت کی اجازت ما گی ، لیکن پیغیر نے اُن سے فرمایا: اس کام میں جلدی نہ تیجی ، روایت کام تن اس طرح ہے:

"یا عَمُّ اَتِمْ مَکانَگ الَّنَ مِ اَنْت بِهِ فَانَّ الله تَعْالیٰ یَخْتِمُ بِگ الْهِجْرَةَ کَها خَتَمَ بِی اَلْهُبُوَّةِ"

یعنی: ''اے چیا جان! (جلدی نہ کیجئے) جہاں ہیں وہی بیٹے رہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کی ہجرت کے ساتھ ہجرت (کے سلسلے) کوختم کردیا ہے'۔
ہجرت (کے سلسلے) کوختم کردے گا، جس طرح میرے ذریعے نبوت (کا سلسلہ) ختم کردیا ہے'۔
اس کے بعدوہ'' فتح مکہ' سے پہلے پیغیر سالٹھ آپ کی جانب مدینہ آئے اور ہجرت کی ، فتح مکہ کے دوران آپ کے ساتھ مکہ ہی میں سے اور فتح مکہ کے ساتھ ہی ختم ہوگیا چونکہ فتح مکہ گی جعدوہ شمر' بلداسلام'' بن گیا تھانہ'' بلد کفر'' کہ جہاں سے مدینہ کی طرف

<sup>🗓</sup> بحارالانوار،جلد ۲، شخه، ۸۱ سانقل از خصال،جلد ۲، صفحه ۸۴

<sup>🖺</sup> سنن تر زی،جلد ۱۹، صفحه ۱۲۳

### ہجرت کرتے <sub>۔ <sup>[]</sup></sub>

بنابریں سب سے آخر میں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے حضرت عباس سنہی جھے،اس کے بعد مکہ فتح ہو گیا تھا اور ہجرت بھی ختم ہو گئی تھی۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت عباس سنے اپنی اہل وعیال کے ساتھ مدینہ کی طرف ہجرت کرتے وقت آ دھے راستے میں ایک مقام پر حضرت پینمبرا کرم سالٹھ آلیہ ہے ملاقات کی کہ جو''فتح مکہ'' کے اراد سے سے آرہے تھے،اسی وقت وہ آپ کے ساتھ مل گئے تو پینمبر سے فرمایا:'' تیری ہجرت آخری ہجرت ہے جیسا کہ میری نبوت ، آخری نبوت ہے''۔ آ

او پر جواحادیث کےسات عناوین ذکر ہوئے ہیں ،ان کی تعداد صد ہااحادیث سے بھی زیادہ ہے، جوسب کی سب واضح طور پراس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ'' پیغیبراسلام سل شاہیہ کی خاتمیت'' کا مسئلہ اسلام کے آغاز ہی سے واضح اور مسلّم موضوعات میں سے تھا۔ یہ نکتہ بھی قابل تو جہہے کہ تمام ائمہ اور چہاردہ معصومین ÷سے ایک یا چندا حادیث''خاتمیت'' کے بارے میں نقل ہوئی ہیں۔ ﷺ اور بعض اہل قلم نے ان احادیث کومیس عناوین کے تحت جمع کی ہیں۔ ﷺ

🗓 أُسدالغابه،جلد ۱۱۰مفحه ۱۱۰

تا بحار،جلد ۲۱

<sup>🖹</sup> مزید آگائی کے لئے کتاب ''خاتمیت از نظر قرآن وحدیث وعقل'' کی طرف رجوع رجوع کریں۔

<sup>🖺</sup> مزیدوضاحت کے لئے کتاب' ناتمیت آخرین پیامبر (ص)''صفحہ ۳۹ تااس کی طرف رجوع کیجئے۔

## خاتمیت کے بارے میں چندسوالات

# ا کیاانسان کی تکاملی حرکت مسکلہ خاتمیت کے ساتھ سازگارہے؟

اس موضوع کے بارے میں پہلا جواہم سوال پیش کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کیاانسانی معاشر ہے کوروکا جاسکتا ہے؟ کیا''انسان کی تکاملی حرکت'' کی کوئی حدود بھی ہیں یانہیں؟ کیا ہم اپنی آنکھول سے نہیں دیکھر ہے کہ ماضی کی نسبت عصر حاضر کے انسان علم ودانش او رتہذیب وثقافت کے بلندترین مرصلے تک پہنچ چکے ہیں؟ان حالات میں کیا نبوت کا سلسلۃ کمل طور پر بندکیا جاسکتا ہے اورانسان اپنی اس ارتقائی حرکت میں نٹے انبیاء کی رہبری سے محروم ہوسکتا ہے۔

### جواب:

اں سوال کا جواب ایک نکتے سے واضح ہوتا ہے ا<mark>ور وہ یہ</mark> کہ بھی انسان فکری اور ثقافتی بلوغ کے ایک ایسے مرحلے تک جاپہنچا ہے کہ جہاں نبی خاتم نے جو دائکی اصول اور تعلیمات اس کو دی ہیں اُن کے ذریعے وہ کسی نئ شریعت کی ضرورت کے بغیرا پناراستہ جاری رکھے سکے۔

یہ ایسے ہی ہے کہ انسان اپنی تعلیم کے مختلف مرحلوں کے دوران ہر مر<mark>حلے میں</mark> ایک نئے معلم اور مربی کا محتاج ہوتا ہے تا کہ وہ اپنی تعلیم سے مختلف مرحلوں کو طے کر سکے۔لیکن جب وہ''ڈاکٹریٹ'' کی منزل پر پہنچتا ہے اورایک علم یا مختلف علوم میں ''مجتہد'' اور صاحب نظر بن جاتا ہے تو اسوقت وہ اپنی تعلیم کسی نئے اُستاد کے پاس جاری نہیں رکھتا بلکہ جو پچھاس نے اپنے پرانے اسا تذہ خصوصاً آخری اُستاد سے حاصل کیا ہوتا ہے اس کی بنیاد پر اپنی تعلیم کوجاری رکھتا ہے اور بحث و تحقیق اور مطالعات کرتا ہے اور اپنی تکا ملی حرکت کوجاری رکھتا ہے۔

دوسرےالفاظ میں اپنی ضروریات اور راستہ کی مشکلات کو اُنہی کلی اصولوں کی روشنی میں حل کرتا ہے جواس نے اپنے آخری استاد سے حاصل کئے ہوتے ہیں۔ بنابریں ضروری نہیں کہ وقت گذر نے کے ساتھ ساتھ ایک نیا مذہب اور دین میدان عمل میں آتا رہے۔ (غور کیجئے)

بالفاظ دیگر گذشتہ انبیائے کرام ÷ نے انسان کے لئے تکامل کے وقت نشیب وفراز سے بھرے راستے کو کامیا بی سے طے کرنے کے لیے اس راستے کچھ ھے کا نقشہ پیش کیا ہے تا کہ اس کے اندرآ خری نبی کے ذریعے خدا تک پہنچنے کے راستے کے پورے اور جامع نقشے کو حاصل کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ واضح ہے کہ ایک جامع اور مکمل نقشہ حاصل کر لینے کے بعد اسے کسی اور نقشے کی ضرورت نہیں ہوگی اور بیدر حقیقت اُسی تعبیر کی وضاحت ہے جو''خاتمیت'' سے متعلق روایات میں آئی ہے جن میں پینمبراسلام سالٹھ آئیکیٹم کو قصررسالت کی آخری اینٹ یااس آخری اینٹ کار کھنے والابتایا گیاہے۔

یہ سب تو نئے دین اور مذہب کی ضرورت نہ ہونے کے بارے میں تھا ؛لیکن رہبری اورامامت کا مسکہ جواس کلی قانون اور اُصول کے نفاذ پرکلی نظارت اورراستے میں پیچھےرہ جانے والوں کی دشگیری ہے،ایک جدا مسکہ ہے جس سے انسان کسی بھی وقت اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتا،اسی لئے سلسلہ نبوت کے خاتمے کا مطلب سلسلہ امامت کا خاتمہ نہیں ہے۔ چونکہ اس کلی اُصول کی وضاحت اورتشر ت<sup>ح</sup> اور اسے دنیا میں عملی شکل دینا ایک الٰہی معصوم رہبر کے وجود کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

## ۲ کیا دائمی قوانین انسان کی متغیر ضروریات کے ساتھ ساز گارہیں؟

انسان کے نظر بیار تقاء کے مسئلے کے علاوہ جو کہ پہلے سوال میں پیش کیا گیا ہے، ایک دوسراسوال بھی یہاں پر پیش آتا ہے اور وہ بید کہ زمان ومکان کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں۔ دوسر کے نقطوں میں انسانی ضروریات مسلسل بدلتی رہتی ہیں، جبکہ شریعت خاتم، دائی قوانین پر مشتمل ہے، کیابیہ' دائی قوانین' زمانہ گذرنے کے ساتھ ساتھ' انسان کی متغیر ضروریات' کا جواب دے سکتے ہیں؟

اں سوال کا جواب بھی درج ذیل نکتہ کو مدنظر رکھتے ہوئے بخو بی دیا جاسکتا ہے اور وہ بیہ کہ اگرتمام اسلامی قوانین''جزئی'' پہلو رکھتے اور ہرموضوع کے لئے حکم مکمل طور پرمشخص ہوتا اور جزئیات کو متعین کردیا جاتا توبیہ سوال بجاتھا،کیکن جب اسلامی احکامات ایک'' کلی اصولول'' کا سلسلہ ہیں جو بہت وسیعے اور عریض ہے جن کو متغیر ضروریات پرمنطبق کیا جا سکتاہے جواس کا جواب دیں تو پھراس اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی ۔

مثال کےطور پر وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ انسانوں کے درمیان کچھ جدید معاہدے اور قانونی تعلقات قائم ہوتے رہے ہیں جونزول قرآن کے دور میں قائم نہیں تھے۔مثلاً اُس زمانے میں'' بیمۂ' (انشورنس) نام کی کوئی چیزا پنی انواع واقسام کے ساتھ موجود نہیں تھی۔ [!]

اسی طرح جو کمپنیاں ہمارے زمانے میں ضرورت کے مطابق ہرروز وجود میں آ رہی ہیں کہکن اس کے باوجود ہمارے پاس اسلام کاایک کلی اصول موجود ہے جوسورہ مائدہ کے شروع میں عہداور ماہدہ کو پورا کرنے کے عنوان سے آیا ہے۔ارشاد ہوتا ہے:

"يَاايُّهَا الَّذِين آمَنُو آوُفُوا بِالعقودِ"

لعنی: ''اےابیان والو!اپنے معاہدوں اور وعدوں کی پابندی کرؤ''

یہ آیت تمام ان قرار دادوں اور معائدوں کواپنے دامن میں لئے ہوئے ہے۔البتہ اس کلی اصول کے لئے اسلام نے کچھ شرا کط بھی مقرر کی ہیں جنہیں مدنظر رکھنا ہوگا۔اس بنا پر اس سلسلے میں ایک ثابت اور پائیدار کلیہ موجود ہے۔اگر چیاس کے مصادیق بدلتے رہتے

<sup>🗓</sup> پیاصول تمام معاہدوں کوشامل ہوسکتا ہے۔مثلاً ''ضمان جریرہ''،''خطائے محض کی صورت میں دیت کا عاقلہ سے متعلق ہونا''لیکن حبیبا کہ ہم نے کہا ہے بیرفقط اس مسلے سے شاہت رکھتے ہیں ۔

ہیں اور ہوسکتا ہے کہ ہرروز اس کا ایک نیا مصداق مل جائے۔دوسری مثال اسلام میں'' قانون لاضرر'' کے نام سے ایک مسلم قانون موجود ہے اور اسلامی معاشرہ میں جو عکم بھی کسی کے لیے ضرر اور نقصان کا سبب بن رہا ہواس قانون کے ذریعے اس کا سدباب کیا جاسکتا ہے اور اس طرح سے بہت سے مسائل کاحل نکالا جاسکتا ہے۔

ان سب سے قطع نظرمعاشرتی نظام کی حفاظت اور واجب کا مقدمہ بھی واجب ہوتا ہے اور اہم ترین کواہم پرمقدم کیا جائے ؛ پہ چندا یک مسائل ایسے ہیں جو بہت سے مشکل ترین مسائل کوحل کر سکتے ہیں ۔اس کے علاوہ تمام وسیج اختیارات جو''ولایت فقیہ'' کے ذریعے اسلامی حکومت کوحاصل ہیں ان کے ذریعے اسلام کے کلی اصولوں کے اندر رہ کران مشکلات کاحل تلاش کیا جاسکتا ہے۔

البتة ان امور میں سے ہرایک و تفصیل سے بیان کرنے کی ضرورت ہے خصوصاً جبکہ اجتہاد کا درواز ہ بھی کھلا ہوا ہے (اجتہاد کا معنی ہے اسلامی ماخذ سے اسلامی احکام کا استنباط) لیکن ہم یہاں اس تفصیل میں نہیں جاتے کیونکہ اس طرح ہم اپنے مقصد سے دور ہوجا ئیں گے کیکن پھر بھی ہم نے اشارہ کردیا ہے جوندکورہ بالااعتراض کا جواب ہوسکتا ہے۔

# سركياانسانوں كوعالم غيب كے ساتھ رابطے كے نيض سے محروم ہوجانا جاہيے؟

ایک اورسوال میہ ہے وتی کا نزول ہو یا عالم غیب اور ماورائے طبیعت سے ارتباط ، عالم بشریت کے لیے خدا کی طرف سے ایک بہت بڑاا حسان اوراعزاز ہے اورتمام مومنین کے لیے امید کا دریچہ ہے۔تو کیا ا**س رابط کا**منقطع ہوجانا اورامید کے اس دریچے کا بند ہوجانا پنجمبر خاتم کے بعد آنے والے انسانوں کے لیے ایک عظیم محرومی نہ ہوگی ؟ اس سوال کا جواب بھی ذیل کے نکتے کی طرف تو جہ کرنے سے واضح ہوجا تا ہے اوروہ میہ ہے :

پہلی بات تو بیہ کہ دمی اور عالم غیب سے رابطہ در حقیقت حقائق کے ادراک کے لیے ہے اور جب کہنے کی باتیں کہی جا چکی ہوں اور روز قیامت تک کی ضروریات کے تمام کلی اور جامع اصول پیغیمراسلام علیہ وآلہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں بیان کیے جا چکے ہوں تو پھر اس رابطہ کے منقطع ہوجانے سے کوئی مسئلہ پیدانہ ہوگا۔

دوسری بات سے سے کہ جو بچھ نبوت کے خاتمے کے بعد منقطع ہو گیا ہے ، وہ ہے'' نئی شریعت کے لیے وتی' یا'' سابق شریعت کی پخمیل'' نہ کہ عالم طبیعت کے ماوراء ہرتسم کے را بطے کا انقطاع ، کیونکہ ائمہ علیہم السلام بھی عالم غیب سے رابطہر کھتے ہیں اور وہ سپچے مونین بھی جو تہذیب نفس کے ذریعے اپنے دلوں سے حجابوں کو دورکر کے کشف وشہود کے منصب پر فائز ہوچکے ہیں۔

مشہور فیلسوف صدرالمتالہمین شیرازی''مفاتج الغیب'' میں یوں رقم طراز ہیں :''ومی''اس معنی کے لحاظ سے کہ فرشتہ ماموریت اور رسالت کے لیے کان اور دل پر نازل ہوتا ہے ،تو پیسلسلہ اگر چیمنقطع ہو چکا ہے اورکسی پر فرشتہ نازل نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کوکسی قشم کے فر مان کے نفاذ پر مامور کرتا ہے کیونکہ''ا کہلت لکھ دین کھ'' کے حکم کے مطابق جو کچھاس راستے سے انسان تک پینچنا چا ہے تھا، وہ پہنچ چکا ہے ،لیکن الہام واشراق کا درواز ہ ہرگز بندنہیں ہواا ور نہ ہی ہوگا کیونکہ اس درواز ہے کا بند

ہوناممکن نہیں \_ 🗓

اصولی طور پربیرا ابطننس کے ارتقا،روح کی جلاءاور باطن کے صفا کا نتیجہ ہوتا ہے اور بیہ چیز صرف نبوت اور رسالت کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہوتی بلکہ جس وقت بھی اس کے مقد مات اور شرا کط پوری ہوجا عیں بیہ معنوی رابطہ قائم ہوجا تا ہے اور بنی نوع انسان اس فیض سے نہ بھی محروم تھی اور نہ ہوگی ۔ (غور کیجئے گا)

# کیاان آیات کامسکاہ خاتمیت کے ساتھ علق ہے؟

ہمارے زمانے کے کچھ''وین ساز'' گروہ، نبوت کے سلسلے میں اپنے دعویٰ کے لئے راہ ہموار کرنا چاہتے ہیں، لہذا اُن کے لئے سب سے پہلے'' خاتمیت'' کامسکلہ چھیڑئے <mark>کے بغیر کوئی اور چارہ نہیں تھا۔</mark>

لہذا اُنھوں نے مسلمانوں کے اس ضروری اور بدیہی ترین مسئلے کے پر سوالات اُٹھانے شروع کردیئے اور پیمار دل لوگوں کی طرح بعض آیات کے پیچھے پڑ گئے جو اُن کے مطلب پر تطبیق اور تحریف کے قابل تھیں، لہذا خاتمیت کی نفی کرنے کے لئے ان آیات کو پیش کرنا شروع کردیا۔ان میں سے بعض آیات تو مسئلہ' خاتمیت''سے کوئی تعلق نہیں رکھتیں، جس کی وجہ سے وہ یہاں پیش کرنے کے قابل بھی نہیں، فقط دوقتم کی آیات جن پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، کسی حد تک پیش کرنے کے قابل ہیں، انہیں یہاں بیان کیا جارہا ہے: ا ۔ کہتے ہیں: سورۂ اعراف کی آیت ۵ ساسے معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ دوسرے انبیاء کے ظہور کا بھی امکان ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ا

فرما تاہے:

" يَأْتِنِي آدَمَ إِمَّا يَأْتِيَنَّكُمُ رُسُلٌ مِنْكُمُ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ آيَاتِي فَمَنِ اتَّقَى وَأَصْلَحَ فَلاَ خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَخْزَنُونَ "

لینی:"اے بنی آدم! اگرتمہارے پاستم میں سے رسول آئیں اور وہ میری آیتیں پڑھیں (توان کی پیروی کرنا)جو لوگ تفوی اختیار کریں اور کمل صالح بجالائیں توان کے لئے نہ توکوئی خوف ہے اور نہ وہ مگین ہوں گئے۔

وہ کہتے ہیں: اس آیت میں لفظ' کی اُتیکنگٹر'اور' یقصُّونَ عَلَیْکُم ''جیسے جملے جو فعل مضارع ہیں (اور جس کے معنی ہیں' تمھارے پاس آئیں گے اور وہ پڑھیں گے )اس بات پر دلالت کرت ہیں کہ آئندہ بھی پچھ پیغیر آسکتے ہیں (ان کا سلسلہ منقطع نہیں ہواہے )اس وجہ سے ان کی پیروی ضروری ہے۔

لیکن ایک نکتے کی طرف توجہ سے ،اس بات کا جواب واضح ہوجا تا ہے اور وہ یہ کہ اگر ہم تھوڑ اپلٹ کر دیکھیں اور اسی سورہ کی آیات ۱۱ تا ۳۴ پرنظر کریں تو ہم دیکھیں گے کہ ان آیات میں مٹی سے''خلقتِ آ دم'' ،فرشتوں کوآ دم کے سامنے سجدہ کرنے کے تکم اور پھر ان کی بہشت میں سکونت ، پھرترک اولی انجام دینے کی وجہ سے بہشت سے ان کا اور ان کی زوجہ کا نکالا جانا اور اُن کا زمین پر آنا اور آ دم کی

<sup>🗓</sup> مفاتیج الغیب صفحه ۱۳ ـ

عام اولا د کے لئے اللہ تعالی کے احکامات بیان کیے گئے ہیں۔

دوسرےالفاظ میں ان آیات کے مخاطب مسلمان نہیں ہیں بلکہ پوراانسانی معاشرہ اور آ دم کی تمام اولا دمخاطب ہے۔اوراس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت آ دم کی پوری اولا د کے لئے بہت سے انبیاء اوررسول آئے ہیں جن میں سے بعض کے نام قر آن مجید میں آئے ہیں اور بعض دوسروں کے نام تاریخی کتب میں مذکور ہیں ۔

لیکن جولوگ اس آیت سے اپنا مقصد حاصل کرنا اور خاتمیت کا انکار کرنا چاہتے ہیں اور اپنے جھوٹے مدعیان نبوت کے لئے
راستہ ہموار کرنا چاہتے ہیں، اُنھوں نے بچھلی آیات کونظر انداز کردیا ہے اور اس آیت کا مخاطب صرف مسلمانوں کو قرار دیا ہے اور اس سے یہ
متیجہ اخد کیا ہے کہ مسلمانوں کودوسر سے رسولوں کے آنے کا بھی انتظار کرنا چاہیے۔ یہ بات بھی یا در ہنی چاہیے کہ مذکورہ آیت سے پہلے بھی انہی
آیات میں 'یا آئی آئے م ''کے خطاب کا تکر اربوا ہے، آیات نمبر ۲۱، ۲۱ اور اس کہ آیت نمبر ۲۱، ہوط آدم کے قصے کے فور اُبعد آتی ہے
اور پھر بلا فاصلہ آیت نمبر ۲۷ ذکر ہوتی ہے، اس کے بعد آیت نمبر ۱۳ آجاتی ہے اور پھر چوشے مرحلے پر مذکورہ آیت (نمبر ۳۵) ہے۔

نیز بینکتیجی قابل تو جہ ہے کہ ان چارآیات کے علاوہ قرآن کی کسی آیت میں 'یا بَنِی آدُم'' کا خطاب نہیں دیکھا گیا مسلمانوں کو عام طور پر''یا ایہا الذین آمنو ا''کے ذریعے مخاطب کیا گیا ہے۔ لہذا قرآن مجید میں ۸۰سے زیادہ دفعہ مسلمانوں کواسی انداز میں خطاب کیا گیا ہے الہذا قرآن مجید میں کے عنوان سے مخاطب کیا گیا ہے۔ اس مدعا پرایک اور شاہد کے طور پر سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۳۸ کو پیش کرتے ہیں، جس میں یہی مطلب زمین پر ہو طآدم کے مسئلے کے بعد لایا گیا ہے چنانچے قرآن نے فرمایا:

﴿ قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا بَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمُ مِنِّى هُلَّى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاى فَلاَخَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلاَهُمْ يَخْزَنُونَ ﴾

''ہم نے کہاسب کے سب (زمین کی طرف) اُتر جاؤ، جس وقت میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آئے گی، اس وقت جولوگ اسکی پیروی کریں گے، ان کے لئے نہ تو خوف ہے اور نہ وہ عملین ہول گے ''۔ یہال پر''ہدایت آئے'' سے مراد پروردگار کی جانب سے''انبیاء کا آنا'' ہے۔

بالکل یہی مطلب سورہَ طہ کی آیت ۱۲۳ میں بھی آیا ہے،خصوصاً وہاں پیئلتہ قابل توجہ ہے کہ شروع میں مخاطب'' آدم وحوا''ہیں (جو جملہ' اِھْبِطا''' تثنیہ کی صورت میں ہے ) کیکن جملہ' فَإِمَّا یَأْتِیکَۃٌ کُھُہ مِیٹی ھُلّی ''میں سب مخاطب ہیں ،جو بلا شک وشبہ اولا د آدم کوبھی شامل ہے کیونکہ شیطان تو ہرگز ہدایت الہٰ سے بہرہ مندنہیں ہوسکتا۔

بنابریں وہ اس آیت میں مخاطبین کا حصہ ہیں بن سکتا ، کیونکہ

<u>"وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعُنَتِى إِلَىٰ يَوْمِ اللَّهِ بِنِ</u>

(لینی: "قیامت کے دن تک میری لعنت تجھ پر ہوگی "(سور ہ ص ر ۷۸)

کا خطاب کہ جواس کی شدید ضداور ہٹ دھرمی کے بعد صادر ہواہے ،اس کے لئے ہدایت کی کوئی اُمید باقی نہیں رہی ،اور پیجی

واضح ہے کہ وہاں دوافرا ن' آدم اور حوا' سے زیادہ نہیں ، لیں اس آیت کے مخاطب وہ اوراُن کی اولا دہی تھی۔ (غور کیجے!) یہاں'' پیام قرآن'' کی آٹھویں جلد (نبوت خاصہ کی بحث) ختم ہوتی ہے۔ الجمد للدرب العالمین۔ اے پرور دگار! ہمارے دلوں کو ہمیشہ قرآن اور سنت رسول ساپٹھائیکی اوراُن کی آل کے نور سے منور فرما! خداوندا! ان حیات بخش تعلیمات کے سائے میں ہمیں خود سازی کی توفیق عطافر ما! اے پروردگار! اپنی راہ کی رکاوٹوں کو دور فرمااور جو کچھ تیری رضا ہے اس کی طرف ہماری ہدایت فرما!